

در صورت ضرورت

بسم الله الرحمن الرحيم

شاه خیابان

المعروف

ارمغان جهان

۱ ۳ ۵ ۷ ۹

دیوان صاحب کمال شیخ فخران احمد قربان

۱ ۹ ۶ ۳ ۲

خسرو پور سبکدوش بهار

قیمت دو روپيا چار آنه (عمر)

ایڈیشن اول ۵۰۰

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۱	۲	۷	سہارنپوری	سہارنپور میں
۲	۳	۱۱	ارتقاءے روشن	ارتقاءے روشن
۳	"	۲۱	دیہواں نہ	نہ دیہواں
۴	۴	۷	برجنگی	برجنگی
۵	۵	۲۲	ازل	ارے
۶	"	۲۵	اعنار	اخبار
۷	۷	۱۲	عرض	عرض
۸	۸	۱۶	پلا دے	پلا دے
۹	۱۰	۱۷	وعدہ نے	وعدہ نہ
۱۰	۱۵	۶	زنبہار	نہ زنبہار
۱۱	۱۶	۲۰	اسکو	اسکو ہینا
۱۲	۱۸	۴۷	جیلدو	جیلدو
۱۳	۲۰	۵	میرے	پیر میرے
۱۴	۲۷	۲	دزد کہن	دزد کہن
۱۵	۳۰	۷	پر ہنس	پر نہ ہنس
۱۶	"	۱۸	پی پی	پی پی
۱۷	۳۱	۶	دوں گا	نہ دوں گا
۱۸	۳۳	۵	سے لیکر	لے لیکر
۱۹	۳۴	۶	تم نہ	نہ تم
۲۰	۳۵	۶	حسن و جمال	جمال و حسن
۲۱	۳۶	۱۹	غل	غل
۲۲	۳۸	۹	شعر	محرر
۲۳	۴۳	۲۵	مطلوب	ہے مطلوب
۲۴	۴۴	۳	قربان	قربان کے

(نوٹ) کتابت کی جو غلطیاں نظر میں آئی ہیں ان کو تصحیح کر دیا گیا ہے۔

نمبر شمار	صفحہ	سطر	لفظ عام	نقٹہ صج
۲۵	۴۴	۷	لا	لا لکھو
۲۶	۴۵	۱۸	گرشین	گردشیں
۲۷	۴۶	۶	زنگار	انگسار
۲۸	۵۰	۷	غافل	بسل
۲۹	۵۴	۵	پیای	پیامی
۳۰	۶۳	۲۲	ذره	ذره ذره
۳۱	۶۴	۲۲	محبت میں	محبت کا
۳۲	۶۶	۱	دم	دم دم
۳۳	۷۷	۹	مزا کیا کیا	ہے مزا کیا کیا
۳۴	۷۰	۱۸	سجے	پہلے
۳۵	۷۵	۲	دلیری	دلیری
۳۶	۷۷	۷	سوزنے	سوز سے
۳۷	۷۷	۸	سور	سوز
۳۸	۷۸	۱۴	طاغوس	طاغوس
۳۹	۸۵	۱۳	گل	مل
۴۰	۹۲	۱۴	پر	پھر
۴۱	۷۷	۱۵	پر بہار	پھر بہار
۴۲	۹۳	۲۲	قضا بھی	قضا کا بھی
۴۳	۹۵	۸	ہیں پاک	میں پاک
۴۴	۷۷	۷۷	۷۷	۷۷
۴۵	۷۷	۹	ہے خوب	ہیں خوب
۴۶	۱۰۳	۲۰	اس کے	اس کو
۴۷	۱۰۸	۱۷	نقشہ	نشہ
۴۸	۱۱۵	۱	ڈہائیگی	ڈہائیگی
۴۹	۷۷	۳	ایک دل قیامت	ایک دن قیامت
۵۰	۱۲۱	۱۵	یہ ہر	یہ ہر
۵۱	۱۲۳	۱۷	دل مسرور	دل کو مسرور

نمبر شمار	صفحہ	طرز	لفظ غلط	لفظ صحیح
۵۲	۱۲۳	۲۱	لینے	سینے
۵۳	۱۲۶	۲	زار بھی	زار تھی
۵۴	۱۲۷	۱	خوشگین	خوشگین
۵۵	۱۲۰	۱۲	بھی	کبھی
۵۶	۱۵۵	۵	ہوا	ہوا وہ
۵۷	۱۷۲	۷	کہاں کہاں	کہاں اور کہاں
۵۸	۱۸۹	۲۳	دیں	دی
۵۹	۱۹۳	۱۰	کرنے والے	کرنے والا
۶۰	۱۹۴	۱۳	دل سے	دل کے
۶۱	۱۹۵	۳	کسی یاد	کسی کی یاد
۶۲	"	۱۹	نہیں نام	نہیں رہا نام
۶۳	۱۹۶	"	خاتون	قانون
۶۴	۲۰۰	۱۹	دیسے ہیں	دیسے ہیں
۶۵	۲۰۱	۴	بیاں ہوگا	بیہاں ہوگا
۶۶	"	۲۲	ربان	زبان
۶۷	۲۰۳	۹	کرتی	کرتی
۶۸	۲۰۵	۸	دیر کا	دیر کیا
۶۹	۲۰۶	۱۷	نسیم صبا	نسیم صبح
۷۰	۲۰۷	۱۶	دوتے	ہوتے
۷۱	۲۱۸	۱۳	ہوائے دہر	سرائے دہر
۷۲	"	"	بہر ہیں	بہر تھے
۷۳	۲۲۷	۱۲	ٹو خزاں	خوف خزاں
۷۴	۲۳۰	۱۸	شیخ	شیخ پر
۷۵	۲۳۲	۸	زمین تو	زمین پر تو
۷۶	۲۵۲	۱۸	کرد	کردوں
۷۷	۲۷۱	۶	توازد	نوازد
۷۸	۲۷۶	۷	دل کو	دن کو

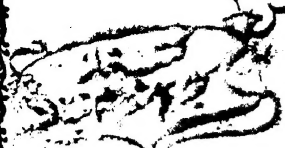
عقل	محفل	۷	۲۷۶	۷۹
ہو گئی پچھ	ہو گئی پچھ	۷	۷	۸۰
پہیکا	پہیکا	۱۵	۳۰۲	۸۱
وخت کے	وخت سے	۳	۳۰۵	۸۲
مغفور	مغفور	۹	۷	۸۳
کھلے	رکھیلے	۹	۳۲۰	۸۴
گردوں	گردوں	۲۲	۳۳۲	۸۵
نہ چھید	کو چھید	۲۰	۳۳۷	۸۶
مشتوق	مشتو	۱۷	۳۴۲	۸۷
نالے تک	اپنے نالے	۱۳	۳۴۵	۸۸
پھر بھی	بہر ہی	۲۲	۷	۸۹
لتے ہیں	لتے ہی	۲۰	۳۴۶	۹۰
افت ادا کریں گے	افت کریں گے	۱۸	۳۵۲	۹۱
سچ ہے تو	تو ہے	۸	۳۸۱	۹۲
حق العباد	حق	۱۳	۳۸۶	۹
جا جان سے میں ہوں جھکا	دفعہ	۲۲	۳۹۶	۹
ادنا	رونا	۱۲	۳۹۷	۹۵
وہ	دل	۲	۴۰۰	۹۶
دفور	دفور	۲۰	۴۱۷	۹۷
پہلے بنا حق کے لئے	خالصاً اللہ تھا	۱۸	۴۲۳	۹۸
پہر	پر	۱۵	۴۳۵	۹۹
پر	پر	۲۰	۴۴۲	۱۰۰
دب	اب	۷	۷	۱۰۱
ہے نکریں	ہے نکریں	۸	۴۵۳	۱۰۲
جی	جس میں	۱۰	۴۵۵	۱۰۳
عطا	عطا	۱۹	۴۶۳	۱۰۴
روشن	ارتقاء روشن			۱۰۵



مصنف

Jamia Press, Jamia Masjid, Delhi.

ہر شے سے تڑا میڈا لڑھکے



رباعی

ہم نے وہ لکھا جو وصف تیر تھا
سہ رنگ تن میں خون دل کا شابل

شاخ نبات

یہ دیکھتے ہیں اس کو قریب جاتا ہے
المعروفہ
ہر تھکوں میں ہوئے موصوفہ ہیں

دیوان قربان

مصنف

رئیس الکلام شیخ قربان احمد صاحب قربان بلبل غریب رئیس و انوری مجسریٹ و مصنف

یادگار امیر الکلام جناب غریب رحمۃ اللہ

مرتب

حاجی حبیب احمد مختار عام رئیس الکلام موصوف

کتبہ غلام مصطفیٰ آرٹسٹ
لاہور ہندو پریس سہا پور ہندو پریس
جلال آبادی، سہا پور، یو پی

مرتبہ کلام تکریم الہیہ



رباعی

سہ رنگ تن میں خون دل کا شامل

جہنم نے وہ لکھا جو وصف تیرے قافل

شاخ نبات

بود یہ مطلب اس کو کہ تپ جاتا ہے
المعروف
ہر گھوڑ میں ہوئے زور ویدہ بیل

دیوان قربان

مصنف

رئیس الکلام شیخ قربان احمد صاحب قربان۔ بلبل غریب۔ رئیس و انگریزی محترفات و مصنف
یادگار امیر الکلام جناب غریب رحمۃ اللہ

مرتبہ

حاجی حبیب احمد مختار عام رئیس الکلام موصوف

کتبہ قدامت علیہ آرٹس
جلال آبادی، سہانہ پورہ
ایم پی پریس سہانہ پورہ

۸۹۱۵۴۳۱۶
ق ش



حالات مصنف

آپ کا خاندانی سلسلہ شاہ ہارون چشتی صاحب سے قریب ہے جو بانی شہر تھے۔ آپ کے خاندانی حالات یہ گزشتہ سہارنپور میں بھی پائے جاتے ہیں۔ آپ کا سلسلہ حضرت امیر کلال در پر خرم ہوتا ہے۔ شیخ صاحب ۱۵ مارچ ۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔

اعزازات

آپ کے بزرگ ہمیشہ سے مجسٹریٹ، منبر دار، درباری ہوتے چلے آئے ہیں آپ کے والد کو صلاوہ اور موت کے خطاب خان بہادر بھی ملا ہوا تھا۔ خود میس الکلام، موصوف مجسٹریٹ، مصنف، درباری ہیں۔ مغلیہ سادات اور برسر سادات، اس وقت بھی شیخ صاحب کے پاس موجود ہیں اور محفوظ ہیں۔

تحصیل علم

آپ نے فارسی کی ابتدائی تعلیم منشی محمد یار خان سے حاصل کی پھر درگاہ استاد زہ سے ہوشہور تھے تکمیل کی ناگری و غیرہ کی تعلیم پنڈت بشنودت جی سے حاصل کی۔ انگریزی پرائیوٹ پڑھی اور اسلامیہ اسکول سہارنپور میں تعلیم پائی۔ ہر علم میں اچھی مہارت ہے۔

تلمیذ

آپ کو جب شوق شاعری ہوا جس کی طرف نظر طبیعت راغب تھی تو آپ کے والد نے جناب امیر الکلام محمد خاں غریب کے سپرد کیا۔ وہاں سے تھوڑا فیض ادا کیا پس آئے تھے کہ مولانا کا انتقال ہو گیا مولانا غریب کے سلسلہ سے آپ کا سلسلہ۔ شخصی مروجہ ہنگ پہنچتا ہے۔ جناب غریب آپ کو ہمیشہ بائبل عرب کہا کرتے تھے۔ آپ کا رنگ ہمیشہ سادہ رہا۔ اور اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ یہ نوگستاخی ہے کہ امیر، دلخ، اقبال، کبیر کا کلام بڑے لکھنوی شاعر ہے کہ بزرگان موصوف کے کلام سے ہمیشہ آپ کو الفت رہی اور ان ہی بزرگوں کا

استحق کیا۔ شیخ صاحب کا قطعی ارادہ نہیں تھا کہ وہ کلام شائع کیا جاوے۔ نہ کسی اور انہوں نے محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ بعد ازاں تیس سال کا مہموم کی بہترین ذخیرہ ضائع ہو گیا بڑی شکل سے جو دستیاب ہو سکا وہ شائع کیا جاتا تو جو صاحب کلام میں کہیں قطعی پائیں درست کر دیں یا غلطیوں سے بچائیں۔
(اس دیوان کی نسبت ایک بزرگ کی دُعا ہے جو اس کو پڑھنا یا سننے کا اختلاج کا مرض جاتا ہے گا)

حبیب احمد

مقتدریہ

(از قلم گوہر رستم علامہ سیاح اکبر آبادی)

۳۱ء میں جب میں سہا پور گیا تو جناب شیخ قربان احمد صاحب قربان رئیس سہا پور سے میری پہلی مرتبہ ملاقات ہوئی۔ میں نے آپ کو نہایت خلیق و شیخ اور شریف النیال پایا۔ اور جب معلوم ہوا کہ انہیں مذاق شعرو سخن بھی ہے تو مجھے حقیقتاً بڑی مسرت ہوئی

جناب قربان شیخ وضع کے رئیس اور قربانی وضع کے شاعر ہیں۔ قربانی وضع کے شاعر میں نے اس لئے کہا کہ ان کے کلام میں شعر لئے متقدمین کا رنگ جھلکتا ہے۔ اور وہ طالب علم بھی اس اسکول کے ہیں جن کا حلق قدیم شاعری سے ہے۔ تاہم ان کے دیوان کا جستہ جستمہ مطالعہ واضح کرتا ہے کہ کثرت مشق اور فیض سخن سے ان کے کلام میں موجودہ ارتقائی روشن شادمانہ بھی جا بجا موجود ہے مثلاً

دیکھہ قربان مرے عشق کے سامانوں سے صبح نے سیکھ لیا چاک گریباں ہونا
بہت لیتا ہوں دو آنسو گنگاراپے معصیاں پر یقیناً مستحق رحمت غفار ہو جاتا
دکھن بزم ہے تو ہمسائے دم سے خیر محفل کی تیری ہم کو نہ محفل کو اٹھا

مُدّت خیال کی ایک مثال ملاحظہ فرمائیے

عجب ہے کاتب تقدیر تیری مجھ کوئی جو کلمہ دیا اُسے پھر تو کبھی بدل نہ سکا
دور جدید کی بلند تر کیوں اور علو کو بندش ہے بھی آپ کا دیوان خیالی نظر نہیں آتا ہے
جسم ساقی کو بقتدیر اضطراب آہی گیا آج آخر دور میں حام شراب ہی گیا
نالہ بلب۔ بلول۔ پریشان سرِ مجیب زبان عشق نے یہ مجھے کیوں بنا دیا
اس شعر میں جذبات کے ساتھ الفاظ میں موسیقی پیدا کر کے شعر کو کچھ تقدیر و چھپ بنا دیا گیا ہے
ضبط کہتے ہیں اسے کسم و فانی قرباں آگ لگتی رہی لیکن دہواں نہ لے اٹھا
مہرِ جوانی کی یاد میں کیا شعر کہا ہے

جوش تھا اُننگ تھی مشق رباب و جنگ تھی۔ دل میں عجب ترنگ تھی ہائے مزا شباب کا
ایک غزل کہ یہ دوشہر مجھ بہت پسند آئے۔

یہاں جو راز تیرے حسن کا عیاں ہوتا روانہ فلک عدم کو نہ کارواں ہوتا
فہمیں وہ دیتے اجازت مجھے حکم کی بلا سے مبری کرتا جو بے زباں ہوتا
قلم اوٹ نہیں سکتا اور ستم اُنہیں سکتا۔ عین یہ شعر دیکھئے۔

اے فطرت غم دوست غلط کر کے دکھائے کہتے ہیں کہ انسان سے غم اُنہیں نہیں ملتا
لفظ کی برکتی بندش کی جستی اور زبان کی صفائی ملاحظہ فرمائیے۔

اُلی تو نے عطا حسن کو شباب کیا | اہیں عذاب میں ڈالا ہیں خس کیا
وہ پاس بیٹھے رہے اور سانس فٹ گیا | نہ ہم نے مشکوہ نہ کچھ اصل کیا
خلق ہوا کرم بے حساب کو کیا کیا | کیسے میرے گناہوں کا جب حساب کیا

ایک چیز کو جو دچیزوں سے تشبیہ دیے کا خوب صورت طریقہ ملاحظہ فرمائیے۔
شب غم نور سوید اتہا گر داغ دل تھا | کب جکتا تھا یہ قمران قمر کی صورت
صاف گوئی ادا احترام محبت کا اس شعر میں کتنا فیصل کن مظاہر ہے۔

مذہب جسے کہتے ہیں محبت ہے وہ ہمدم | کانہ ہے وہ کرتاہے جو انکار محبت
کاف کی رو میں ہیں یہ شعر خوب کہا ہے۔
لو ہوتا ہے جب دل یاس کو خیر ہاتھوں نے | تو اک نگین آنسو کچھ کے آجاتا ہر ترکان تک
دیکھئے کہ نئی تخیل اس شعر میں کتنی حقیقت آفریں ہے۔

نہ ہو گا کچھ مال شورش ہنگامہ عشر | بہہ دن کا خواب ہو سکتا نہیں تعبیر کو قابل
حکایت نگاری میں بھی قربان صاحب کی طبیعت عاجز نہیں معلوم ہوتی یہ شعر کیا خوب کہا ہے
صبح محفل کی آوازیں کلاہے عالم تو یہ | شمع اب بزم میں باقی ہے نہ پر دواہ ہر
دوران کی ایک نئی تصویر ملاحظہ فرمائیے۔

ابھی ننگ عالم جس کو اک عالم سمجھتا ہے | اسی کو بخشہ دین عالم کی ساری خوبیاں سچ
ایک جگہ بام ضبط۔ اور دس بار دوسری یوں دیا جاتا ہے۔

ضبط اگر۔ راز نہ کہہ۔ واقعہ نامر دہی | کیوں تیرے کلب کو مذاق لب منصوب ہے
جہاں ایک رنگ جدید سے دیکھی رہ گئے لے کو بس دیوان میں معیاری اور بلند اشعار ملتے ہیں۔

رنگ قدیم کے متوالوں کے لئے بھی زیادہ سے زیادہ دعوت نظر کسا مان ہو جو رہے۔ روزمرہ معاملہ زندگی
 نفسیات محبوب اور جذبات محبت کی ترجمانی قربان صاحب نے بہت کشادہ دلی کیساتھ فرمائی ہے جو بعض
 اشعار کے مطالعہ سے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قربان صاحب کو قنزل میں وہی کمال حاصل ہے جو اکثر
 شعراء متغزلین کو اب سے نصف صدی پہلے حاصل تھا جبر و وصال۔ گل و بلبل۔ صیاد و شیش۔ جذبات
 بعد الموت۔ کعبہ و بتخانہ۔ شیخ و برہمن۔ طور و کلیم۔ یاس و حسرت۔ قیس و دیلی۔ غرضیکہ تمام کیفیات احسان
 جو متقدمین کے کلام کی روح رواں سمجھے جاتے ہیں قربان صاحب کے کلام میں بھی اکیلیت کے ساتھ روح و دل
 میں اور شکوہ تیرا غیر جھوٹ کہتا ہے
 میری نگہ شوق سے شرم آگئی فریاد
 بھولا ہوا اس ایک سبق ہے کتاب کا
 دل جب بھی ٹوٹ جائے کہ جو ہمیشہ کہو۔
 جھیلی ہے اپنے دل پہ نگاہ ستم کی چوٹ
 رُخ جو ہے آفتاب کی مانند
 میری آنکھوں میں تیری آنکھوں کو
 کیسا شگفتہ ہے میری فطرت بھی

سخت سے سخت زمینوں میں قربان صاحب نے اپنے شعر نگارے ہیں اور کوئی رویت ایسی نہیں جس میں
 سیر حاصل غزلیں نہ کہی ہوں۔ اگر دیوان کا تجزیہ کیا جائے تو اس میں درس و پیام کا بھی ایک حصہ نظر آتا ہے
 اور تہذیب۔ اخلاق۔ ہجرت و نصحت ہے بھرے ہوئے اشعار جا بجا لجاتے ہیں۔ مثلاً

کیا اس سے زیادہ کوئی دنیا میں گنہ ہے
 اک قطرہ ناجیزے غلغلی سے تیری
 خودواری کو دیتے نہیں ہم ہاتھ کو پستے
 آنکھ میں آٹا کی وہ ہوتا نہیں ہر گز عزیز ہے
 لئے بشر ہوش میں آئے حشر ہے نزدیک ہے ہضم
 ہوا ہے میری ہستی کا وہ ہو کا
 احسان کو کون سے کوئی اتنا فراموش
 کہ اپنی حقیقت کو نہ اتنا فراموش
 کہتے نہیں اپنی کہی ہم شان فراموش
 جس ملازم کو نہیں ہوتا اطاعت لحاظ
 ایوں ہی گمراہ رہیگا ازل فافل کہ تنک
 خدا جانے یہ کسے میں نہیں ہوں

مجھے افسوس ہے کہ میں قربان صاحب کا دیوان بالاستیعاب نہ پڑھ سکا کہیں کہیں جتنے جتنے اشعار کو تلاوت کرو
 شعر نظر پر چڑھ گئے ہیں۔ ان میں پر اعتماد خیال کیا ہے۔ اگر کوئی ناقد قربان صاحب کے کلام میں انتخاب

کے اس پر تقدیر کا تو میرے خیال میں سینکڑوں شعاریے لٹکے جو قربان صاحب کے مذاق سیلور کی روشنی کی گواہی دینے کے غزلوں کے علاوہ دیوان میں متعدد دربابیاں - قطعات - اور قطعیں بھی شریک میں ہیں زیادہ تر اخلاقی ہیں مگر ان کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ قربان صاحب صرف غزل گو نہیں بلکہ نظم نگاری کی طرف بھی انکا ذہن مہم جو تھا ہے۔

غرض کہ بحیثیت مجموعی شاخ نبات نہالی سخن کی ایک ایسی ہری ہری شاخ معلوم ہوتی ہے جس میں ہر رنگ کے پھول پکے ہوئے ہیں اگر کہہ کاٹنے بھی ہوں تو یہ لازمِ نظر ہے میری دعا کہ خدا اس دیوان کو حسن قبولیت عطا فرمائے اور قربان صاحب کو اتنی صحت دے کہ وہ لکھنے بعد اس سے بہتر ایک دوسرا دیوان ہلکے کے سامنے پیش کر سکیں۔

سیماب اکبر آبادی
مدیر تاج آگرہ

قصر الالب انگرہ
۲۱ ستمبر ۱۹۳۶ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

روایت الفت حمد

میرے کمزور ہاتھوں میں لرزتا ہے قلم میرا
سر قرطاس یوں آنسو بہا ہے قلم میرا
تو پہلے جھک کے کہتا ہے ایک حمد قلم میرا
میں ہے وہ جو رنگ رنگ کہ چلتا ہے قلم میرا
قلم بھی دیکھتا ہے شوق سے حسنِ رسم میرا
ہنسنے جو ایک دم بھی راہ سے تیری قدم میرا
اگر دفتر معاصی کا تو کر دے کا لہدم میرا
ابھی اوس کو پورا کر جو ہے قصہ حرم میرا
زباں پر نام ہو تیرا جو نکلے تن سے دم میرا
نہیں مضمونِ فیضانِ عرب میرا عجب رسم میرا
رواں ہو راہِ ازیست جب گئے عدم میرا

کرے تو حید یزداں کس طرح غامہ رسم میرا
ندامت اس پر غالب ہے تیرے لکھے تو فطین
خدا کا نام جب لکھنے میں آتا ہے کہیں اس کے
نہ گستاخی کہیں ہو جائے کہتا ہے قدم ڈر کر
میں جب تعریف لکھنے بیٹھتا ہوں اپنے مولا کی
نہیں مقدم مگر ابھی میری پھینکے کہاں بھگو
بچے ہر طرح قدرت سے تیرے شایانِ حُرّت کو
کردوں جا کر زیارت پھر دہیں دم توڑ دوں اپنا
نہ نشترش آئے ایماں میں الہی مکڑی شطاں سے
قلم کو ایسی قدرت دے سخن میں ایسی لذت لے
میں اپنے ساتھ لجاؤں یہ حمد و نعت کے دفتر

شہادت پاؤں یا رب زندہ جدا دیدہ ہوا دل
 رہوں صابر رہ الفت میں شا کر تیری مرضی پر
 چلا جاؤں میں سٹے کرتا جو ایسے ہوا جانے
 کہو رضواں سے کھڑکی کھول دے تربت میں طہری
 عبادت رات بھر کرتا ہوں لیکر نام تیرا میں
 نہ ہو تکلف کہہ سکر کی جگہ کو دم آخر وہ
 زباں پر نقشِ محمد کے کلمہ توحید کو اپنے
 تیری مرضی جو دیکھوں گا خوشی سے سر جگلا دنگا
 ہوا خیر کی دشمن فکریں ہیں ہر گھڑی یا رب

گلا گلا کے تیری الفت میں یوں تیغ دودم میرا
 رہے یعنی مصائب میں سب تسلیم قسم میرا
 صراطِ مستقیم حق یہ کیوں لرزے قدم میرا
 نہ آئی ہوئے احمد گر تو کھٹ جائے گا دم میرا
 نہ کیوں ہر سانس بجائے نسیم صبح دم میرا
 نکل جائے ابھی مثل ہوئے گل یہ دم میرا
 کہے کوٹا مگر چل جائے یوں شاید دم میرا
 جہنم کو بھی میں سمجھو گا ہے بارگاہِ دم میرا
 یوں ہی تو اوس کو قائم رکھ یہ ہے جیسا ہم میرا

کہیں ہو بربط لکے کہیں ہو کی بن ہوں میں
 کہا زلفوں کو بادل آنکھ کی مستی کو بے کشت
 کہیں جو کچھ عرض میں نے وہ سدا ہی ہوئی باتیں
 ازانی تیغ کی پہنتی - تو دی تعلیم سے روشنی

قطعہ چلا تفسیر میں اکثر بتوں کی یہ قسم میرا
 عرض بیکار باتوں میں رہا جاری قسم میرا
 ہے تجھ پر حال سب روشن یہ مولا بیش کلم میرا
 مگر دنیا نے سبھا اس کو اعجازِ رسم میرا

الہی غفور کو اپنے قرباں کے معافی شہ
 مجھے تسلیم ہے مولا کر م تیرا قسم میرا

نعت

ہے سب سے بڑھ کر نبی ہمارا زمیں پہ چمکا فلک چمکا
 یہاں بھی آیا وہاں بھی پہنچا زمیں پہ چمکا فلک چمکا
 وہ فخرِ انساں وہ فخرِ عینی زمیں پہ چمکا فلک چمکا
 مشائخِ طہرت جہاں کی اوسے کیا وہ توحید کا احوال
 سلام کرتے تھے اسکو انسان مرد و پڑتے تھے اسے قدسی
 وہ بے شک رحمتِ پہاں تھا آیا وہ بے شک دہاں تھا پہاں
 تمام دنیا یہ مانتی ہے تمام عالم یہ جانتا ہے
 فلک پہ باتیں خدا سے کی تھیں زمیں پہ پہلا یادیں اسے

وہ مثل نور شہید اک ستارہ زمیں پہ چمکا فلک چمکا
 کروں بیاں میں کہاں کہاں کا زمیں پہ چمکا فلک چمکا
 نہیں ہے بجایہ میرا دعویٰ زمیں پہ چمکا فلک چمکا
 تہا نور احمد میں ایسا جب وہ زمیں پہ چمکا فلک چمکا
 ہر نام نامی وہ مصطفیٰ کا زمیں پہ چمکا فلک چمکا
 وہ بیکے امت کا اپنی دنا زمیں پہ چمکا فلک چمکا
 حبیبِ خالق نبی ہمارا زمیں پہ چمکا فلک چمکا
 وہ قیود آفتابِ طہریں زمیں پہ چمکا فلک چمکا

زین پہی اسنے کی رسالت فلک جا کر بھی کی امدت
 وہ فخر موسیٰ وہ فخر موسیٰ زین پہ چمکا فلک چمکا
 جو کبھی مدح نبی تو قرباں مہلا مہلا ہے تجھے اُس کا
 کہ نام تیرا - کلام تیرا - زین پہ چمکا فلک چمکا

مجاز

عقدہ کہی کھلا نہ کھلے کا وصال کا
 اُن دل کے ساتھ ساتھ ہر دورہ ملا کا
 عالم ہی اور ہے میرے حسن خیال کا
 عینیاں کی تیغ تیز کا خونِ خطہ نہیں
 پر یا ہے حشر راہ میں وقتِ حشر نماز
 گونیک کام ہم سے ہوئے ہیں تمام عمر
 لازم تھا امتحانِ نظرِ پیشتر نہیں
 سب سے الگ ہے طبیعتِ ازل در روز
 دل میں خیالِ زہن شکن در شکن کا ہے
 جانِ حرا ترشے گرا ہے زمین پر
 تیرے کرم کی حمد نہیں تو وہ کریم ہے
 قصہ طولِ دن ہے قیامت کا مختصر
 ساقی اگر بلا دے تو پی ذوق و شوق سے
 کیوں کر پھینے نہ عاشق بے پروا دل

اُنساں نہیں ہے سہل بنانا محال کا
 نشوونما محال ہے اُس فوہال کا
 دیکھا ہے راتِ خواب کسی کے وصال کا
 سایہ پامائے سر پہ جو حجت کی ڈھال کا
 سیکھا ہر طرزِ توئے قیامت کی خیال کا
 پھر بھی ہے خونِ دلوں تھامے مال کا
 منظورِ محنت جو دیکھنا موسیٰ جمال کا
 کوئی بشر نہیں ہے سہاے خیال کا
 شیشے میں عکس دیکھتے ہیں بالِ بال کا
 اُسپر گناہ ہے اہلِ فلک کو ہلال کا
 حاتم کے ہاتھ میں بھی ہے کاسِ سوال کا
 ممکن نہیں کہ وقت بے انفصال کا
 واعظ نہ ذکرِ حقیقہ حرام و حلال کا
 ضیاءِ دامِ زلف ہے دانہ جو خال کا

اسو اسطے کہ اس میں نہیں ہے کوئی کمال
 قرباں کے دلوں میں نہیں ہے زوال کا

جسے چاہا تو نے رولا دیا - جسے چاہا تو نے ہنسنا دیا
 کبھی گل جو آہ نے کر دیا جو کبھی جو اسے مجھنا دیا
 تیری شان ایسی ہے کبریا جسے جیسا چاہا بنا دیا
 تیرے دل میں رحمِ فلک نہیں ہے عاشق کا قل نہیں
 میری گور پر جو وہ آگے - تو جفا کی چال دکھا گئے

جسے چاہا تو نے رولا دیا - جسے چاہا تو نے ہنسنا دیا
 کبھی گل جو آہ نے کر دیا جو کبھی جو اسے مجھنا دیا
 تیری شان ایسی ہے کبریا جسے جیسا چاہا بنا دیا
 تیرے دل میں رحمِ فلک نہیں ہے عاشق کا قل نہیں
 میری گور پر جو وہ آگے - تو جفا کی چال دکھا گئے

چمن حیات کو کیوں خزاں یہ ابھی سے تو نے شاد یا
 جسے جلوہ اپنا دکھا دیا۔ اُسے مست اپنا بنا دیا
 جو چراغ جلتا تھا گور پر اُسے غوری ہم نے نچا دیا
 نہ کسی نے ہنسا نشان دیا نہ کسی نے اسکا پتا دیا
 جو کسی نے راز بتا دیا۔ اُسے سولی تو نے چڑھا دیا
 میرے دل کو تنہا دیا میرے دل کو روگ لگا دیا

تجھے قمر بان غم بہشتِ غم نہیں رن سے تری آہ کم
 ترے نالوں نے یہ اتر کیا لڑکھ کے دل کو ہلا دیا

لگا ہوں نے لونا اداؤں نے مارا
 مجھے جن کی ان جفاؤں نے مارا
 تنہا رہی مجھے سو اداؤں نے مارا
 یہ میدان میری دغاؤں نے مارا
 خدا اسکا ان نافرمانوں نے مارا
 مجھے بل کے ان دہناؤں نے مارا
 گناہوں نے ملامتوں نے مارا
 جفا کر کے ان بیٹوں نے مارا
 مجھے ہلے میری خطاؤں نے مارا

نہ تو دیکھتا اور نہ قمر بان ہوتا

تجھے ان بتوں کی اداؤں نے مارا

اتھلسے غم میں نہ دل کوں مبتلا کرتا
 میں اُن کے عشق میں دانستہ جاں فدا کرتا
 اتھلسے کوچ میں جا کر میں استلا کرتا
 تو اپنے درد سے ہم کو بھی آشنا کرتا
 ہمارے پہلو میں ہر دم جو تو رہتا کرتا
 جو تیرے دل پہ مرا عشق کچھ جلا کرتا

نہ کھلی تھی دل کی مرے کئی نہ ابھی ملی تھی شکست
 تیرا جن ایسا ہے جان جاں۔ کہیں جس میں عشوہ طرب کیا
 کہیں مشکند ہوں حسرتیں کہیں اُن کی پردہ دری ہو
 جو عدم کو قافلے میں گئے ہم انھیں کو پھرتے ہیں دھند
 تیری عشق دیکھ لی منصفی تیری جتنی باتیں ہیں بت بھی
 کہوں کس سے اب میں بتاؤں۔ کو دلیر میری جو قسم

مجھے ان بتوں کی جفاؤں نے مارا
 نہیں ہوئے اب ظلم برداشت ان کے
 بیاں میں گردن شکوہ کس ککا تم سے
 وہ اب ہوتے تھاتے ہیں کچھ مہرباں سے
 دکھائے مجھے جلوہ ہائے مجازی
 تمنائے ارمان نے حسرتوں نے
 گنہگار مجھ کو بنایا خدا کا
 دفن کر کے دی جان اُلفت میں جنے
 میں کس منہ سے جباؤں گا اپیش واد

نہ تو دیکھتا اور نہ قمر بان ہوتا

تجھے ان بتوں کی اداؤں نے مارا

تہیں جو جانتا ہرگز نہ آشنا کرتا
 وہ میرے دل کو جو تسکین بخول کر دیتے
 زبان بند نہ کرنے تو دل فردوسی کی
 ضرر نہ دیکھتا ہرگز کسی کا میں غلام
 گذرتی عیش سے یہ عمر عشقی اپنی
 ضرر و بخرچہ مرا حال ہوتا آئینہ

ہیں نے تجھ کو سکھایا ہے طرزِ ظلم و ستم
شبِ فراق جو ہر ا موت کو لاتی۔

نہ ہم دفائیں دکھاتے نہ توجھ کرتا
بہت پہ دیکھا ہے قمر بان ہمنے دنیا میں
بتوں سے جو نہیں ہوتا وہ ہے خدا کرتا

اعلیٰ ہونہ راز افشا میانِ انجمن اپنا
کھلے ہیں بھول کیا کیا قلب میں داغِ محبت کے
سختی تھے۔ بعدِ مردن بھی سخاوت یوں بھی ملتی
یہ رازِ عشق ہے اسکو کبھی افشا نہیں کرتے
شکایت میں جو کرتا ہوں بتِ سفاک کی رو کر
ابھی تم دیکھنے پائے نہ تھے فصلِ بہاری کو
مجھے کھیلے دیتی ہے اندھیریِ فرقت کی
کیا کچھ آندھیوں نے فیصلہ کچھ دستِ کھین کی

دکھانے کے لئے آیا ہے ظالم بالکلن اپنا
ذرا تو دیکھ لو اگر کسی دن تم چمن اپنا
کہ نہ رخاٹ سارا۔ کر دیا ہم نے چمن اپنا
ٹھپاے رکھتے ہیں تم بھی ہم داغِ کھن اپنا
تو کہتا ہے زمانہ سے نرالا ہے چلن اپنا
ہوا اندھ بوز اں کیوں وقت کو پہلے چمن اپنا
دکھا ہے چاند سا چہرہ مجھے نے تین اپنا
گلوں سے آہ غالی ہو گیا سارا چمن اپنا

محبت بھی مہلے شغریں سے اور شکایت بھی
نرالا سب سے ہے قمر بان یلڑ چمن اپنا

روح نے کھلے میری آج یہ تن چھوڑ دیا
پاس وعدہ نے کیا روئے سخن چھوڑ دیا
برق کے خوف سے آپ عزم ہے ویرانہ کا
رحمِ دل پر نہ کیا کچھ بھی کسی ظالم نے
ہو گیا اُس کی نگاہوں میں گھٹاں تاریک
ہر ادا تیری گورا محبت میں مجھے
دمِ آخر بھی غمِ رانی نہ اُن کی صورت
جب سے وہ شوخ نہیں جو خیرِ ہم کلشن
کیا ایسے سن لی خبرِ گنہگار کی بڑے
ذکر جب سے ہے مٹا اُس نے تیری آنکھوں کا
غیر کے مرنے پر سامان کئے مجھے کیا کیا

جس میں رہتے تھے کبھی اب وہ وطن چھوڑ دیا
ہم سے کیوں ربطِ بتِ عہد شکن چھوڑ دیا
خوش رہیں اہل چمن ہم نے چمن چھوڑ دیا
کہ اُسے کھوکھلی داغِ کھن چھوڑ دیا
جب یہ لیلیٰ نے سنا قیس نے بن چھوڑ دیا
کیوں ستانا مجھے اے پیچھے دین چھوڑ دیا
وہ اب آئے ہیں کہ جب روحِ دقن چھوڑ دیا
ہم نے بھی مشغلہ خیرِ چمن چھوڑ دیا
ہنسنا کل کل کے بولے پیچھے دین چھوڑ دیا
ہو کے آہوئے نخلِ دشتِ ختن چھوڑ دیا
کشتہ ناز کو بے گورد کھن چھوڑ دیا

ان سے امید ہے بیکار و فاق کی قربان
کہ وفا کا ہے حسینوں نے چسلن چھوڑ دیا

وہ مہکے جی اٹھا وہ قبول بقا ہوا
سو نہ فراق یا رسے پھر کمان ہوا
اے درد یہ بت کہ کچھ آج کیسے ہوا
دل دید یا تھا جہان مگر پھر بھی رہی
محل تک ان کی میرا۔ پہونچنا محال تھا
دنیا میں کچھ بلا ہے نہ غیبی میں کچھ ملے
ہرگز نہ دامن غم سے رہائی اُسے ملی
چاہا تھا۔ تسکون کا مجھے اعتراف ہے
کیا جانے مجھے بزم میں وہ کیوں نہ تھا
آتی ہے میکے سے جو بوسے کیا باج
آنا ہے گرتو آؤ کہ شب پردہ پوش ہے
شکوہ فضول کا تب تشریر کا کریں
بے ہوش ہو کے پھر نہ گئے طور پر قسیم
پھرے ہو پوچھتے جو کد کو ادھر تو آؤ
پھینکا جو تم نے تیر نشا ہے یہ وہ لگا
پہلے مذاق درد کو دل کی تلاش تھی
غصے کی نگاہ ناز نے اُس کو کیا نکلتے
کہتے ہیں جب کو ماہ حقیقت ہے اُس کی یہ

ہرگز فنا ہوا نہ مرے دل سے دہر و عشق

گو میں ہزار مرتبہ قربان فنا ہوا

جو کام دسل میں تری تاخیر نے کیا
جو کچھ کیا فقط مری قوت دیر نے کیا
اجسان سر پہ بڑا شہر نے کیا

کب خجرو سناں نے کیا تیر نے کیا
عقد نے کو دانہ ناخن تدبیر نے کیا
تھا بار سر گراں تو سبکدوش ہو گیا

پروانوں پر یہ ظلم ہی گلگیر ہے کیا
یہ اغصاب آپ کی تصویر ہے کیا
تجربہ پر اثر نہ کچھ مری تہذیب ہے کیا
کچھ بھی اثر نہ آہ کی تاثیر ہے کیا
آرام تھوڑی دیر کو رہگیر ہے کیا
محبوب مجھ کو حیرت تقصیر ہے کیا

لو اور تیز کر دی سر شمع کاٹ کر
کہہ تھا پہلے آج جو تختہ نہ ہو گیا
کہتا ہے کون کان ترے حق پوش میں
اب پیر چرخ اور بگ بگ بگوش ہے
سکن سہلے دہر میں کوئی نہ کر سکا
رحمت سے تیری عفو کا حزدہ مستنکر

قربان وہ تو رہتا ہے سلوک کے ساتھ
مردم تجھ کو شومی تقدیر ہے کیا

تو نہ لے دل بھی منت کش درماں ہونا
وہ ہی ہوتا ہے کہ جو چاہے نہ انساں ہونا
چاہے مور کا پیلے آسے مہماں ہونا
تم قدم بوس دہاں سنبھل دریاں ہونا
نامناسب ہے جسے حال پختہ ہونا
ابھی آسان ہے سبز گلستاں ہونا
غنی بھی سیکھتے ہیں آپ سے خداں ہونا
یک بیک وہ میرا بریاد گلستاں ہونا
غیر ممکن ہے موثر شب حبراں ہونا
دیکھو گلزار تم میرے سیاہاں ہونا
مثل آئینہ نہ تو بزم میں حیراں ہونا
ہم نے دیکھا ہے تیرے حسن کا ارزاں ہونا

تجھے زیب نہیں شرمندہ احساں ہونا
اُس کو تقدیر سے پڑتا ہے پریشاں ہونا
چاہتا ہے جو یہاں کوئی سیماں ہونا
میرا۔ گھرو۔ جو گلستاں میں کبھی آجائے
گرا میری سے کسی شخص پہ نکت آئے
آؤ۔ اور دل سے لگا لومر سلمان خیل
سیر کو آپ جو شش میں کسی جاتے ہیں
دفعتاً برق کا گرنا وہ فشتین پہ مرے
میں ہوں خوکروہ تم میرے دل غلیں کا
عشق کہتے ہیں جسے اس نے کیا جو یہ حال
وہ اگر سائے ایدل بھی ہو بے پروہ
غیر بھی لینے کو تیار نہیں تھا اس کو

دیکھ قربان مرے عشق کے سامانوں سے

• مجھے سیکھ لیا پاک گریباں ہونا

پکڑے ہوئے ہیں آج جو داماں مرے دل کا
یہ حسن پہ ہے آپ کے احساں مرے دل کا
اللہ ہے بس اتنو نگہباں مرے دل کا

خون چوسیں گے کیا حسرت و اماں مرے دل کا
بجز آپ کے اُلفت نہیں منظور کسی کی
توسنے کو تیری زلفوں کے تیاں ہیں نکالے

معلوم ہے جب سب تہیں رُو کا رحمت
الذلت کے میرے سینہ میں کچھ داغ ہیں روشن
اے دخترِ رز دُو رہی رہ مجھ سے خدا را
آنکھوں میں رہو تم میرے سینہ میں رہو تم۔
وہ دن بھی کہی تھے کہ یہ چو لوں سے بھرا تھا
سینہ میں ہوئے خوار میرے داغِ محبت
چلتی ہے وہاں خوب ہی متراصل محبت
واپس وہ ہوئے دیکھ کے خسر یہ محبت
ہلو جو سمن ہے تو یہ ضبط کا حاصل
تجھے ہیں جسے لوگ چمکتا ہے فلک پر
پھیری ہے نگاہوں نے تری سینہ میں جھاڑو
جانے نہ دیا میں نے کسی تیر نظر کو

کیوں پوچھتے ہو حال پریشاں میرے دل کا
لو دیکھ لو تم آج چہ آغاں میرے دل کا
ٹوٹے بے تحاشے دیکھ کے پیاں میرے دل کا
گرو لیکن چاہو غمِ پختاں میرے دل کا
گلشن ہے مگر آج تو ویراں میرے دل کا
گلزار بنا جس سے سیاہاں میرے دل کا
سو بار ہوا۔ چاک گریباں میرے دل کا
پڑھنے کیلئے آئے تھے عنوان میرے دل کا
رکتا ہے مری آنکھیں طوفاں میرے دل کا
اک داغ ہے وہ مہرِ درخشاں میرے دل کا
کرتی ہیں صفایا تری مڑگاں میرے دل کا
تا زلیست رہا دل میں مہماں میرے دل کا

ہیں وصل کی ہاتھوں میں کلہ اپنے لئے آج
کھولیں گے وہ قفل آئے ہی قریباں میرے دل کا

کہہ رہے جو انی کا گلشن کسی کا
بنا دے کلیم آج ابن کسی کا
لٹا ہائے بیوقت گلشن کسی کا
زمانے پہچان حال روشن کسی کا
گوییباں کسی کا تو دامن کسی کا
کہ حسرت نے پکڑ لیا دامن کسی کا
نہیں پاس کہتی یہ چلن کسی کا
جو ہوا راہ میں تیری مدفن کسی کا
نہیں رکھتی احسان گردن کسی کا
ہوا۔ زیب دیوارِ دوزن کسی کا
گیٹ عمر کا تیر تو سن کسی کا

نیا رنگ لایا ہے جو بن کسی کا
دکھنا کر مجھے رُوئے روشن کسی کا
بہت ناموافق تھے جھونکے ہوا کے
یقین تم کو آئے نہ آئے مگر ہاں
چھو ا۔ جوشِ مستی میں سب جنوں کی
نہ چھوڑی ہرگز کوئی گر چھوڑے
تماشا یوں کی نظر کہنچتی ہے
وہ ہوروزِ مرده وہ ہوروزِ زندہ
اُسے بارِ غم نے چکا پایا ہے ورنہ
قصود کا عاشق گئے دیکھو کرشمہ
نہ روکے سے ٹہرا۔ نہ تھامے کو ٹہرا

اُسی کا یہ سہرے اُسی کا یہ تن ہے
 بُری ہے رقابت بُرا ہے تیغِ سہر
 چراتی ہیں دل کو مرے تیری آنکھیں
 ہوئے چال دامن ہزاروں ہی دوش
 نہ سہرے کسی کا نہ ہے تن کسی کا
 اُسی نہ ہو کوئی دشمن کسی کا
 انہیں پاس کرتیں یہ رہزن کسی کا
 اسیا تو نے دامن نہ سوزن کسی کا

مرہ تم بھی لو آج قمریان جا کر

بہاروں پہ آیا ہے جو بن کسی کا

لبریز میری عمر کا پیس نہ کر دیا
 اُس کو نہیں خبر کہے گلگیر بھی وہاں
 اس عشق نے سکھائے مجھے تجربت
 لیلیٰ کمال اور کوئی تھا نہ قیس میں
 ناکامیوں سے نہ دل کو اُجاڑا ہوا کھلے
 تیرا برا ہو عشق کیا تو نے پایا مال
 آنکھوں میں تیری آنکھوں کا آیا سہر و جب
 ہوتا نہ یہ تو کبھی بھی نہ تھا خانہ خراب
 دل سے خیال یار کی رہتی ہے دل کی

چھٹا تو پھر نہ آئیں گے ہرگز مہا سہر

قمریاں کو اتنی بات سے دیوانہ کر دیا

کسی کے دل کو کسی سے نہ تم جدا کرنا
 مرے بھی گھر پہ وہ آجائیں اوصبا اکرن
 اطمینان کے ہی آرام کچھ ملے اُس کو
 تیرا ہے سچ یہاں میکدہ میں اب کیا کام
 شراب میں پینی یہ چھپ چھپ گیسے اگلے لہ
 اُسے پلا دے دھنسل کا فقط اک جام
 دکھائے مہر کو اُس کا غرور مست کم
 تجھے زمانہ تھے گا کہ سچا عاشق تھا

کے جو لاکھ بھی کوئی نہ یہ جہن کرنا
 تجھے ملیں جو کہیں وہ تو اتنا کرنا
 شہید ناز کی تربت یہ یہ دعا کرنا
 تجھے تو چاہئے ہر دم خدا خدا کرنا
 اور ایسے آپ کو مشہور پارنا کرنا
 مریضِ عشق کی کافی ہے یہ دوا کرنا
 ذرا نقاب کو چہرے سے اُٹھا کرنا
 گلابی کاٹ دیں لیکن کچھ کلا کرنا

ہمیشہ داغِ محبت یوں ہی رس کرنا
کبھی نہ خیر سے زہرِ نارِ الحُب کرنا
سُنی سنائی ہوئی کا یقین کب کرنا
بلکہ اٹھاپے سے مقدمیں ہیں جلا کرنا
زباں کو اپنی نہ لذت کش دوا کرنا
زباں کو اس سے زہرِ نار آشنا کرنا
مگر نہ دردِ محبت سے آشنایا کرنا

ٹپکتے جیسے ہیں آنسو یہ میری آنکھوں سے
خدا ہی دیتا ہے پیدائش کے سائے پہ
میں اور شکوہ تیرا غیر جھوٹ کہتا ہے
خوشی رقیب کی قسمت میں بھی لکھی ہے دم
مرضِ تم تجھے دردِ سراق کا کافی ہے
پس وہ شے کو کچھ بڑے بھی نہیں چھٹی
اگلی موت ہی دینا عزیزِ انسان کو

تہناری اس میں شرافت تو ان سے قریب
بروں کی ساتھی بھی ہرگز نہ تم برا کرنا

توں ہی غلامِ شبِ غم تو مرا غمخوار ہو جاتا
تجسّی کا آج تک اچھا تر اہم ہو جاتا
تو مشہور آپ کا دربار بھی دُور بار ہو جاتا
جو موسیٰ کی طرح حاصل ہمیں پیدار ہو جاتا
شبِ فرقت مجھے جینا بہت دشوار ہو جاتا
یقیناً سچے رحمتِ عفو ہو جاتا
تو میرا بخت خوابِ دیدہ نہ کیوں بیدار ہو جاتا
تو ایدلِ تجربہ ہی کر کے کچھ شیار ہو جاتا
نہ کر بیکار یہ تارِ نفس کا تار ہو جاتا
سفینہ تیرے عصیان کا ہنسوتے پار ہو جاتا
نگھ کا دار ہو جاتا۔ ادا کا دار ہو جاتا
اگر اک روز بھی پورا کوئی اقرار ہو جاتا

قتور ہی میں آنکھوں سے مرے دوچار ہو جاتا
عیادت کے لئے اُسکی جو توست رہ جاتا
تبسم سے اگر دوچار موتی ہو کو تلجباتے
ہوئے بہوش ہی وہ تو مگر ہم جان دیدتے
خیالِ یار اگر نکلیں نہ دیدتے ہمیں آ کر
بہا لیتا جو دو آنسو گنہگار اپنے عصیاں پر
شبِ فرقت اٹھا دیتا تمہارا دردِ الگ آ کر
جفا میں دیکھ کر اُن کی دوائیں چھوڑتا اپنی
خبر ہر بات کی دیتا مجھے ایامِ فرقت میں
اگر بحرِ بندامت میں ڈبو دیتا گناہوں کو
اٹھائی تیغِ ناحق اپنے اتنا ہی کافی تھا
نکل جاتا وہ دھسے کی صفت کو جان کر خود

اگر قریبانِ اپنی جان دیدتے تانہ الفت میں
نظر میں نہیں وہ حق کی ذلیلِ غم ہو جاتا

جب آہِ مکی مرے دل سے وہ سنبھل نکلا
جو پھونک پھونک کے اپنے قدم کو چیل نکلا

غلط خیال ہے گردوں کبھی دہل نہ سکا
وہ انقلابِ زمانہ سے پھر سنبھل نہ سکا

تہا ہے ابرو مڑ گاں نے لاکھ کوشش کی
 رہا خیال تمہارا ہی گورہا یہ سوش
 مرض عشق تھا مجبور ہو گیا آخر
 میں اُنکے عشق میں جل بجھ کر زندہ کیا رہتا
 نقصان کے چوں کہ نے ایسا کیا اُسے خاموش
 عجب ہے کاتب تقدیر تیری مجبور می
 کر سینگے اُن سے بیان غم کا حال سوچا تھا
 نظام دہر کے نقشے بدل گئے لاکھوں

ہزار لوگوں نے قرباں رکا دئیں ڈالیں
 خدا سے تو نے جو چاہی وہ ٹل نہ سکا

مجھے بعد مردن جلانا پڑے گا
 ہمیں داغ دل کا دکھانا پڑے گا
 بہت دیر ہے ہم ہیں مغموم بیٹھے
 مرے دل کی حسرت مٹانی پڑے گی
 عدو کو اٹھانے اُکدن وہاں سے
 تمہیں اک ٹھوکر لگانی پڑے گی
 فسانہ مرا جتنا باقی ہے غم کا
 ازل سے مجھے تیری الفت ملی ہو
 مجھے اپنی صورت دکھانی پڑے گی
 تنہم سے چہرہ کو تک میرے دل پر
 تمہیں کشتہ میں اک یہاں چال چلے گا

وہ کہتے ہیں قرباں علیگس جویا
 تو سینہ سے اس کو لگانا پڑے گا

میرا یار مجھ سے جدا ہو گیا
 تو وہ زہر مجھ کو ددا ہو گیا

اُمی یہ اندھیر کیا ہو گیا
 دیا ہاتھ سے مجھ کو تو نے اگر

جو دل سے فدائے خدا ہو گیا
میرا دل تو نذر ادا ہو گیا
جو ناراض مجھ سے خدا ہو گیا
عدو سے ترافصلہ ہو گیا
عدو بھی میرا ہمنوا ہو گیا
اگر فرض الفت ادا ہو گیا

اُسے مل گیا وہ اُسی کا ہوا
بتادے تو توفیق تجھے کیا میں دوں
تو تم بتادو کروں گا میں کیا
نہیں مجھ سے رنجش یہ ہوتی تیری
شکایت جو میں نے کبھی اس کی
وفا کا کیا ہم نے میدان فتح

خدا چاہنے والی راضی وہ اب کس سے ہو
کہ قربان سے توختا ہو گیا

آج آخر دور میں جام شراب سہی گیا
کتنے کتنے ایک دن روزِ حساب سہی گیا
دیکھ لے آخر دلِ خانہ خراب سہی گیا
دیکھ کر صورت کو اس کی سچ و تاب سہی گیا
آتے آتے بار بار آخرِ شباب سہی گیا
جس کی آنکھیں منتظر تھی وہ جواب سہی گیا
ایکے فوراً ہاتھ میں چنگ درباب سہی گیا

رجم ساقی کو بقدر اضطراب سہی گیا
پیش جو آئے کو تھا وہ اضطراب سہی گیا
ہم نہ کہتے تھے نہ دیکھ اُس کی طرف لے شمشوق
کیا کروں شکلِ عدو سے آگِ دل لگ گئی
ہوتے ہوئے تیری برادری کو سماں ہو کر
شکر ہے محنت ٹھکانے لگ گئی اے نامہ بر
یاد جب آنی کسی کی تو مغنی ایک دم

اے دلِ قرباں کہاں جائے گا آخر بچکے تو
لُٹنے کو اُنکا غارتگر شباب سہی گیا

ہم نے اُس شوخ کا اعجازِ نظر دیکھ لیا
کیا بُرا میں نے کیا تیرا بند دیکھ لیا
جیسے ہو کوئی کہیں موت نے کھ دیکھ لیا
میر نے صرف ہے کیا تیری ہر دیکھ لیا
کمرِ یار کو بھر بھر کے خط دیکھ لیا
میرا دل دیکھ لیا میرا جس کو دیکھ لیا
تو نے دُنیا میں ہے کیا خاکِ بشر دیکھ لیا
کر گیا آج وہ دُنیا سے سفر دیکھ لیا

کر دیا۔ فیصلہ زریں جدِ دیکھ لیا
اُنکے دُنیا میں اگر حسنِ بشر دیکھ لیا
تیر مڑ گاں نے ترے یوں ہر دیکھ لیا
ہیں حسیں سینکڑوں جاتا نہیں گھرنے کبھی
ایک شیشے کی طرح ہے۔ تو مگر نازک ہے
دراغِ الفت کو ٹھکانا نہ کہیں ملتا تھا
مُرتے مُرتے بھی خواہشِ دُنیا تجھ کو
ہم نہ کہتے تھے کہ تم غلامِ عاشق پہ کرو

اُس نے کیا میرا کہیں دیدہ تو دیکھ لیا
 اُم نے لے آہ بہت تیرا اثر دیکھ لیا
 پھونک کر جسم تیرا کر دینی الفت اکیر
 اُنک نظر بھی جگھے تیرا ان گرد دیکھ لیا

بدست گرد یا مجھ شید اُبتا دیا
 اک قطرہ حقیر کو دریا بنا دیا
 گلزارِ دل کو عشق نے صحرا بنا دیا
 اک طالبِ جمال کو مونس بنا دیا
 پردیس اور دیس میں بسوا بنا دیا
 میرے لئے بہار نے صحرا بنا دیا
 احساس کو نگاہ نے بیسنا بنا دیا
 جگو جہاں کا ایک تاشا بنا دیا

اشک شبنم جو بہاتی ہے چمن میں زبر گس
 شبِ غم کیوں تو پریشان نہیں کرتی ہے

اُنک نظر بھی جگھے تیرا ان گرد دیکھ لیا

صدمہ تنگاہ یار کے کیا کیا بنا دیا
 ذرے کو تو نے کوہ سے اوجھ بنا دیا
 گل کی جگہ اب اس میں کائنات بھر دی ہو
 دونا کر شمع ہے یہ ترے لطف کا کریم
 اے عشق کیسا تو نے یہ مجھ پر کیا ستم
 بلب کے واسطے کیا گلشن کو انتخاب
 + اوروں کی میں نگاہِ درد کیوں ہوں زنجیر
 ہنسنے میں میرے حالہ جنکو نہیں ہے عشق

نالی بلب، طول، پریشان، سزجیب
 قربان تجھ کو عشق سے یہ کیا بنا دیا

تو جھڑ دوڑ کر میرے گے کسی کی خفگی کی گفتگو کا
 لگا یا تھا متنے دلیں پودا بہا ہے جو خنجر آرزو کا
 کہ پردے پردے میں ہوں شاکہ لطف و خال گفتگو کا
 کیا نہ تم نے خیال کچھ بھی ہمارے ارمان و آرزو کا
 بھلائے دلے نہ ذکر نہ فرما ہے آگے و سب کو کا
 نہ اس الفت کا میری کچھ ہے نہ خوف ہے اپنی آبرو کا
 نہیں ہے شان جہاں میں اُس کا نہ کاندلا چلے نو کا

جو تو جہنا مجھ سے چاہتے ہو ہوا ہو کیسے کر دو کا
 خدہ اکا ہے شکر ہو رہا ہے تمہارے ہاتھوں نے خود لہم بلب
 بلاؤں میں تجھے ہی انکس جلاؤ تم مجھ سے اپنی نظریں
 اسی جو آرزو تھی دل کی ہوئے خفا کے وصل میں می
 ہمارے مشرب کے لوگ جوتے ہوں گے یکے کے سوانی
 ہر گز نہ ہر گز ہر گز ہر گز نہ اٹکی اٹھا رکھ لے
 غرور دیتا کرے ہر گز نہ تمام باتیں ہیں اُس کو زیب

اگر پیاری میں دونوں چیزیں گہر قربانِ فرق جید
 خیال اتنا نہیں ہو جانا خیال جتنا ہے آبرو کا

دیکھ لے فیس کو پردہ کبھی محل سے اٹھا
 بار نشتر نہ کبھی سینہ بسمل سے اٹھا

کیوں یہ لیلیٰ یہ چنا دوسے سب دلے اٹھا
 سخت جاں تھا، مگر احسان کسی کا نہ لیا

اچھم حسرت کوئی اب جھپٹری قاتل ہے اٹھا
سخت طوفان ہو جیسے کوئی ساحل ہے اٹھا
مان جا آئینہ یہ اپنے مقابل ہے اٹھا
پردہ وہم ہی افسوس نہ غافل ہے اٹھا
خیر غفل کی تسری ہم کو نہ محفل ہے اٹھا
لطف لے حق سے تو نقصان نہ باطل ہے اٹھا

دل سہل میں رہے جاتے ہیں ارماں لاکھوں
جوش گریہ سے یہ حال میرے شکوں کا
دل کے شیشہ میں میرے دیکھ ادائیں اپنی
وہ تو نزدیک تھا شہ رگ سے نہ دیکھا اس کو
روقی بزم اگر ہے تو ہمسائے دم سے
چوڑ دے عشق بتاں عشق خند احاطہ کر

ضبط کہتے ہیں اسے ریم و فانیں تریبان
انگ لگتی رہی لیکن نہ دھواں دل سے اٹھا

ہم تو خزاں نصیب ہیں قصہ لالہ زار کیا
یہی کیا خزاں ہیں لائے گی اب بہار کیا
دل تو ہمارے ساتھ ہے ہمیں قرار کیا
تیری کدو تیں فضول اور تیرا اعتبار کیا
موت کا تو یقین ہے زیست کا اعتبار کیا
نوح مجھے بنائیں گے دیدہ اشکار کیا
ہوئی زندگی خوش گھر بھی ہوا مزار کیا
امیری نگہ میں بھول کیا میری لظہر خارا کیا

دیر سے ہم اسیر ہیں یاد میں بہار کیا
ہم کو بہار اور خزاں دونوں فتن میں کیا ہیں
خیم ہوئے بچھ میں فنا دل تو گھر نہیں میرا
گرد ملال سے اگر قبر نہ میری بن سکی
کہتے ہیں جس کو زندگی اسکو یہاں نہیں قیام
پھر کوئی حشر اٹھائے گے پھر کوئی رنگ لائیں گے
اب نہ وہ شوق اور نہ جوش عیش و نشاط کا ہوش
باغ کا راز دار ہوں، آئینہ بہار ہوں

کیوں نہ اولے یار پر جان کو کیجئے نشان
مرنا ہی جب ہوا کدن قریبان پھر انتظار کیا

سکھاتا ہے اسے کہتے ہیں مجھ جوش ہو جانا
جمال یار سے سکھا ہے کیا روپوش ہو جانا
ذرا لے خاک عبرت تو ہی پردہ پوش ہو جانا
کسی کا چپکے چپکے کچھ کچھ پوش ہو جانا
نہیں آساں ہمارا ہے نیاز پوش ہو جانا
غضب ہے میرا لاشہ انکو بارود پوش ہو جانا
میسر خواب میں ہوتا جو ہم آغوش ہو جانا

تہرپ کر شمع بر پروانہ کا خاموش ہو جانا
چھب یار کے گشتو ذرا تربت سے بولو تو
پڑی ہے راستہ میں ایک میت بے کفن میری
وہ وقت نزع میرا کچھ طلب کرنا اشار دے
پلاوے خم خم کے ساقی رہے گا ہوش بھراتی
بٹھاتے تھے جو جیتے تھے مجھے آنکھوں پہ دنیا میں
غیبت ہم سمجھتے پردہ رہتا اس سے دنیا میں

نہم ساغرے واقع تھے نہ ہم صبا کو اٹھاتے | اسکا کیا چشم جاناں نے ہمیں مینوش ہو جانا

وہ لے قربان بے پردہ کسی کا بام پر آنا

وہ میرا دیکھتے ہی دیکھتے بے ہوش ہو جانا

محفل میں سب کو یار کی اذن سروش تھا | برہم ہمارے دل کا وہاں کیوں نجوش تھا
اے ہفتیش میں ضبط و فاسے خوش تھا | یہ تو نہیں نہ تھا، میرے سینہ میں ہوش تھا
گل تھا نہ کوئی اور نہ کوئی کلفروش تھا | البتہ کچھ بہار کا گلشن میں ہوش تھا
ترت بہ ان کے آتے ہی وہ چھائی بسکسی | عبرت کے ساتھ ساتھ ہی منظر خوش تھا
منصور کی زبان نہ کیوں تو نے بت کی | جلوں کا تیرے دل میں اگر کوشش تھا
رازدنیا زنبیل و گل ہو رہا تھا جب | شرمندہ شاخ شاخ بھی چمخ خوش تھا
آخر شباب کا بھی زمانہ گذر گیا | تھوڑی سی دیر کا یہ فقط ایک ہوش تھا
مجنوں کا ذکر نا تو لیلیٰ سے کیا تیس | دنیا میں شور تیش تیش وہ پندہ بکوش تھا
تیری نگاہیں دیکھ کے محفل میں چپ ہا | دلیں اگرچہ میرے تمنا کا ہوش تھا

قربان کون ان کو سنانا ہمارا حال

پہلو میں ایک دل تھا سو وہ بھی خوش تھا

جیلد انھیں حجاب کا شکوہ مجھے تھا کہ | ہو تو علاج کی طرح قلاب پیرا اضطراب کا
غش ہوں زمین و آسماں زندہ کوئی ہر کہاں | پردہ کبھی اُلٹ جوتے رخ کو کوئی قیاب کا
اس میں جو مشاہدے وہ کہیں اور مل چکے | فطرت حق سے درس لے لوٹ ورت قلاب کا
لکھا ہے میرے حال سب لکھی ہر دل کی ہر طلب | بیٹھا ہوں منتظر میں اب بار تیرے جواب کا
گمل گیا تیرا حال سب اب حجاب و غضب | کرے اُسے بھی دور اکلام ہو کیا حجاب کا
مجاو تو عشق ہو ترا۔ اور کسی سے کام کیا | خوف نہیں عذاب کا شوق نہیں قلاب کا
خون جگر شراب ہو، لخت جگر کباب ہے | تشنہ نہیں شراب کا خستہ نہیں کباب کا
جوش تھا اور امنگ تھی عشق سب جگ تھی | دلیں عجب ترنگ تھی، ہائے مزہ شباب کا

خوف ہی تہا دلشیں میں نہ کروں گلہ کہیں

منتیں قربان اُس نے کیں آیا جو دن حساب کا

ظالم تر ابسم گر۔ نے۔ واز ہو تا | خاموش انجمن میں ہرگز نہ ساز ہوتا

محدود میرے دل تک گرتیرا راز ہوتا
کیوں نہ جم دل نہ بھرتا۔ کیوں داغ دل نہ ہوتا
لے بواہوس اگر تو خود غرضیاں نہ کرتا
الفت کا پردہ رکھتا گرتیرا حسن رعنا
گر مرگ عاشقی کا معلوم ہوتا تیرے
تیرے مرین غم کو صرف اتنی آرزو تھی

وہ اسکو گھر بناتے دو اس میں رہنے آتے
قربان دل تہا را۔ گر پاکباز ہوتا

جین سے میرا نہ معدوم آشیاں ہوتا
ہماری دل کا جگر کا وہ میہماں ہوتا
روانہ ملک عدم کو نہ کارواں ہوتا
ہلاے صبر ہی کرتا جو بے زباں ہوتا
کبھی نہ شکوہ تیرا ہم کو آسماں ہوتا
چمن میں گل کا نہ ہرگز کہیں نشان ہوتا
میں کاش اپنے نفس کی تیلیاں ہوتا
ابھی نہ سرد میں یوں لیکے ہچکیاں ہوتا

ہلاے تو اے قربان کھکے کھینچ ہی دے

نہیں زباں سے تیری جو کچھ بے باں ہوتا

تسکین دل عاشق کی لے ماہ لقا ہو جا
مشہور زمانہ میں لے میری دفا ہو جا
یہ کس نے کہا تجھ سے تو مجھ سے خفا ہو جا
اللہ کا عاشق بن محبوب خدا ہو جا
پچھتاؤنگے یہ آخر لے درد سو ہو جا
دل کی میری رونق بن آنکھ کی حیا ہو جا
عاشق ہے اگر سچا خاموش فن ہو جا

جو مہربان کسی طور باغبان ہوتا
جو کوئی تیر نظر کا تسری رواں ہوتا
یہاں جو راز تسرے حسن کا عیاں ہوتا
نہیں وہ دیتے اجازت مجھے کلم کی
شب فراق میں دیتا جو دلو کچھ تسکین
نہ ہوتی دید جو منظور عشق بلب کی
ہو اے باغ کا مجھ سے لگاؤ تو رہتا
وہ نزع میں بھی جو سرگرم لطف ہو جاتے

دلیں میرے شوخی بن آنکھوں میں حیا ہو جا
افسانہ عالم بن رنگ دوسرا ہو جا
گر مجھ سے خفا تو بے دنیا ہے خفا مجھ سے
ناراض جو یہ بہت ہوں ہونے دے نہ کر پڑا
ان چارہ گردوں کی تو دبیری الٹی ہے
لے سخن صنم میری جلو نشے نوازش کر
جاں دیدے مگر ہرگز شکوہ نہ زباں پر لا

گھر غم کے جانکی فرصت ہے اگر تجھ کو | کشتوں کی لحد پر بھی اسے مرد خدا ہوجا

قربان ہوں پرتو قربان نہ ہو ہرگز

بندہ تو خدا کا ہے - مشغول خدا ہوجا

واقف راز بالآخر بیت طن از ہوا

روح کا راز کسی پر نہ کبھی باز ہوا

آخواب کیا وہ مسیحا تیرا عجب نہ ہوا

یو ہوا مجھے بناوٹ ہی کا انداز ہوا

میری الفت سے بنایاں تیرا، اچھا ہوا

نام مشہور میرا - عاشق جانباز ہوا

جس کا معلوم نہ انجام نہ آغاز ہوا

تیرے مضمون جو قربان نکلتے ہیں نفیس

تو بھی کیا ہند میں اب بلبل شیراز ہوا

میرا، غبار تربت صحرا میں جب اڑا تھا

گلشن میں گونی غنچہ مجھ پر اگر نہ لٹا تھا

نیت میں کر کے سونے کعبہ اگلا تھا

مدت میں مسرتوں واک پھول یہ کھلا تھا

جب تک وہ بیت خفا تھا - اللہ بھی خفا تھا

جتنا کیا مداوا - اتنا ہی وہ سوا تھا

پورا ہوا وہ آخر قیمت میں جو لکھا تھا

مشہور جو کہ زاہد دنیا میں پارہا تھا

یاد دیت نہیں مٹی اس سے حکمت بھی نہیں مٹی

قربان تھا غنیمت، اچھا تھا ابرا تھا

ہر وقت تیرا، جو رستم اٹھ نہیں سکتا

بے حکم ترے ایک قدم اٹھ نہیں سکتا

کہتے ہیں کہ انسان و غم اٹھ نہیں سکتا

نالہ میرا - شب فرقت مرا غماز ہوا

مر کے بھی یہ تو معمہ ہی رہا ہے سب پر

کیوں شفا ہوتی نہیں جگر کے بیمار ونگو

ایک مٹی اُس نے محبت کا دکھایا نہ حلین

بتل تیرے نظر ہو کے رہا ہوں زندہ

جب سے لے جان جہاں تجھے ہوا جو نہیں نثار

عشق تیرا، رہا، دنیا میں معمہ بن کر

دُنیا میں اک بگولا محشر نما اٹھا تھا

قدرت نے اُس کا غم سے مٹھ لال کر دیا تھا

رستے میں جسکے جو آیا وہیں یہ بھرا

کیوں دفعتاً خزاں میں کھلا گیا سدا دل

وہ ہو گیا جو راضی، خوش ہو گئی خدائی

اچھا ہوا نہ میرا درد جگر کسی سے

نامہ تو اُنکا آیا، لیکن عوایا سدا

دیکھا ہے ہم نے اُسکو مخمور میکے میں

کر رسم کہ یہ بارہنہ اٹھ نہیں سکتا

بے اذن ترے بل نہیں سکتا کوئی بیتہ

اے فطرت غم دوست غلط کر کے دکھائے

اب انکا قدم سوئے حرم اٹھ نہیں سکتا
 آسوجو کوئی دیدہ نم اٹھ نہیں سکتا
 جب ضبط کا ایدل یہ علم اٹھ نہیں سکتا
 احسان تیرا، تیغِ دوم اٹھ نہیں سکتا
 کیا میرے لئے دستِ کرم اٹھ نہیں سکتا

لکھنچ تو خط آج اٹھیں حال کا اپنے
 کیا ہاتھ سے قربان تسلیم اٹھ نہیں سکتا

دیدار ترا پر دہشیں ہو ہی چکا تھا
 بے پردہ کوئی پردہ نشیں ہو ہی چکا تھا
 عاشقِ ترا، مرے قریں ہو ہی چکا تھا
 مٹ کر کوئی پیوند نہیں ہو ہی چکا تھا
 جنوں کی طرح دشتِ نشیں ہو ہی چکا تھا
 دل میں سرِ غم تیرا کیس ہو ہی چکا تھا
 انسان بھی مردود ہیں ہو ہی چکا تھا
 منہ سے تو ادا - لفظ نہیں ہو ہی چکا تھا

تجائز کے شیدائی وہیں جائینگے لے شیخ
 رکھ دے اسے جا کر کسی دامنِ حسیں پر
 کس طرح تو پھر حسرت و ارباب سے لڑینگا
 کافی ہے مرے واسطے ابرو کا اشارہ
 اوروں کے بھرے ہیں گلِ نمید کو دامن

جلوہ میری آنکھوں سے قریں ہو ہی چکا تھا
 میری نگہ شوق سے ترم آگئی ورنہ
 تسکین نہ دیتا جو تصور میں اُسے تو
 اے موت تو کیوں لاہی ہے اب قبرِ کینا
 کوچہ میں صبا لائی تیرے خاک کو میری
 اُمید تیری اُسے مشکل سے بھکا لا
 آتا نہ اگر خوفِ خدا وقتِ تکبر
 اقرار، اشاروں سے کیا چشمِ کرم لے

کیوں حشر میں دیدار نہ ہوتا ہمیں اُن کا
 یہ فیصلہ قربانِ حزیں ہو ہی چکا تھا

خاک ہو کر تیرے قدموں میں کیل جاؤنگا
 کچھ دنوں سائے میں اور تب بھل جاؤنگا
 کوئی بچہ تو نہیں ہوں کہ، بھل جاؤنگا
 آسمان تو میں نہیں ہوں جو دل جاؤنگا
 ماننے تجھ سے ہی میں اپنی اہل جاؤنگا
 میں گیا وقت نہیں ہوں کہ جو ٹل جاؤنگا
 غیر ممکن ہے کہ میں رنگ بدل جاؤنگا
 کیوں بُرے بنتے ہیں قرباں وہ اٹھا کر مجھ کو

پھاڑ کر کپڑے میں صحران کو بھل جاؤنگا
 تو نے تسکین جو دی آکے میسا مجھ کو
 کیوں تصورِ ترا، تسکین مجھے دیتا ہے
 وہ یہ کہتے ہیں کہ نالوں سے ڈراتا ہو حبث
 نگہ دار نہ لوں سر پر قضا کا احساں
 ساتھ صایہ کی طرح تیرے رہونگا ہر دم
 طور دنیا کے بدل جائیں یہ ممکن ہے مگر

دیکھ کر غیر کو میں آپ ہی مل جاؤں گا

اور نہ محروم شہادت تھا قضا نے رکھا
باز آنے سے مگر شرم و حیا نے رکھا
تم کو محفوظ ہو میری دعا نے رکھا
گو حفاظت میں بہت بند قبا نے رکھا
کیا کروں پردہ ترا شوق حنا نے رکھا
میرے ایمان کو محفوظ خدا نے رکھا
باز ہم کو خلش روزِ جزا نے رکھا
نام عشاق کا میری ہی دفا نے رکھا

سر پہ احسان تری تیغ ادا نے رکھا
اُن کو شوخی نے شب وصل بہت گسایا
دشمن حسن عیروں کی نگاہیں کیا
قید محرم میں ترا، جوش جوانی نہ رکھا
میری حسرت کا لہو تیرے آنے سے بہا
مے پلانے پہ مٹی آمادہ نگاہِ سسائی
ہم سے دنیا میں گنہ ہوتے ہزاروں سزا
زندہ کی غم نے میرے نسبت قیس و فریاد

جو بھی مانتا ہے حسیں اُسیہ تو ہوتا ہے شاہ
نام قرباں ترا کس مرد خدا نے رکھا

کانٹا میری حسرت کا نکل جائے تو اچھا
اُنکا ہے دم آنکھوں میں نکل جائے تو اچھا
غم سے ہی دل زار بہل جائے تو اچھا
میرا بھر عشق بھی پھسل جائے تو اچھا
پانسہ میری قسمت کا بدل جائے تو اچھا
لے شیخ جو تو یوں ہی سنھل جائے تو اچھا
دُنیا سے مجھے لکے اجل جائے تو اچھا

حال دل بیمار بھل جائے تو اچھا
تم نزع میں بلند جمال اپنا دکھا دو
راحت کی مجھے دیتا ہے تکلیف نصیب
اوروں کو ملے فائدے الفت کے کرشمے
تقدیر میری غیر کو ملجائے مزا ہو
لغزش ہو تیرے پاؤں کو سے کیکین
ہر دم کے غم و رنج سے ملجائے رہائی

قرباں میرا کام ہو آپس کی خلش سے
ساعزین صراحی میں جو پھسل جائے تو اچھا

تکلیف ہو گویا لاکھ کمر آؤت نہیں کرتا
دل دینے میں ہرگز میں توقف نہیں کرتا
وہ کون ہے جو مجھ پر تاسف نہیں کرتا
بس ترا مقتل میں کبھی اُت نہیں کرتا
تجھ سے ہی محبت تیرا وسع نہیں کرتا

وہ حال تب ہی یہ تاسف نہیں کرتا
دل لینے میں ہرگز وہ تکلف نہیں کرتا
ظالم ہو بہت تم کو جو احساس نہیں ہے
تلوار چلے تیر چلے یا چلے خنجر
ہے میرا تقدیر تیری تقدیر زین

کھجے ہیں دنیا اسے رسوائی کا ڈر ہے
تو کیوں بستہ ہندی کو برا کہتا ہے واعظ

قانع ہوں سدا چیرہ قربان میں اپنی
غیر مکی کسی شے پہ نصرت نہیں کرتا

بالیں پہ جو وہ رشک ہے سچا نہیں آتا
حاجت ہے کوئی تجھ کو تو جانے طلب کر
وحشی کام کاں ہو کہ خود وحشی سے گریزاں
قاتل نے کہا دیکھ کے یوں مضطرب نہ
پیدا یہ ہیں ہوتی ہے فطرت کی بدولت
غھبرا تا ہے دل میرا الٹ جائے نہ دل سے
جاتا ہے غم درخج وہ اک عمر کے لیسر
قسمت سے ہیں مجبور و گرنہ میں ہنرمند
عاشق کو لگاتے نہیں سینہ سے تم اپنے
کبر اُسے ہم کر دیں مگر ہم کیا کریں زراہ

قربان تیری آنکھوں پہ غفلت کر میں پڑے

یوں اُن میں بصیرت کا اُجالا نہیں آتا

ہم بھی مشتاق ہیں دیکھیں کبھی جلو تیرا
پچھ خبر بھی ہے کھجے پردے میں رہنے والے
خود بخود لذت آزار ہوئی مجھ کو غصیب
نام باقی ہے ترا چین سے سو زیرِ محمد
سخت جانی کا میری یا زکرت کا مہیب
غم نہیں اسکا کہ ہو جائے میری روح فنا
تیرے جلووں سے نگاہوں کی ہو دنیا آباد
لذت عشق کسے ملتی ہے اے دل شاد باش
تھی مروت کر ملے غسل اسے بعد فنا

سامنے سے کبھی اُٹھ جائے یہ پردہ تیرا
جا بجا غفلت عالم میں ہے چرچا تیرا
درِ جس روز سے دل میں ہو اپنا تیرا
جانشین قیس ہوا میں سرِ محمد تیرا
کیوں یہ خجرت ہے مرے حلق پہ ہلکا تیرا
سر پہ احسان نہ لوں گا میں سچا تیرا
جلوہ کرتا ہے میری آنکھوں کا بینا تیرا
مانگتا ہوں میں دُعا درود ہو دونا تیرا
جامہ تن جو گناہوں سے تھا میلا تیرا

ہوگا اب حشر میں بس فیصلہ میرا تیرا
پاٹ کتنا ہے بتا دامن صحرایہ تیرا
سہم میں جگہ ہو سہایا ہوا سودا تیرا
شور میں عشق کھلا۔ کچھ نہ مسمما تیرا

تیرے منصوبے تو قربان بہت ہوتے ہیں
پورا ہوتے کبھی دیکھا نہ ارادہ تیرا

گذرا جہاں سے خشک وہ فوراً چمن ہوا
اللہ تیرا شکرو می تیسن ز ن ہوا
مرغ ہوا پھر آج وہ مرغ چمن ہوا
تھا پہلے گلزار تو اب گلستان ہوا
مشہور تیرا نام ہے دہرہ نشین ہوا
محل میں جا کے کیسی شمع کی توشک ہوا
بلبل کی طرح میں جو کبھی نم نہ زن ہوا

کہتے عزیز ازل جہاں کیا ہیں ان میں

قربان تیرا کوئی نہ چہا چمن ہوا

ارمان گھٹکے پھر دل بدل میں رہ گیا
تنہا میں ایک روئے کو محفل میں رہ گیا
آئے ہی آتے لب پہ سخن دل میں رہ گیا
قاتل یہ جو مسلہ دل بدل میں رہ گیا
شعلہ جگ کے پردہ محفل میں رہ گیا
بسنے کے غبار عشق کی منزل میں رہ گیا
میں نامہ ادا ایک ہی محفل میں رہ گیا
دھبہ جو خوں کا دامن قاتل میں رہ گیا

لیے جانیاں الوٹھو کرو کچھ تو اسکا پاس

قربان و در عشق کی منزل میں رہ گیا

میں انصاف محبت میں ترا دیکھ لیا
دو جہاں میں نہیں گنجائش یک پائے خیال
خار و خار کو بھی وہ کل محبت سمجھ
جان بھی تن سے لگنی آگ مگر بانی ہے

بربادی زمانہ ہی میں بے وطن ہوا
گل خندہ زن تھا جو مرے ارمان گل پر
جس کو خزاں نے صحن چمن سے دیا نکال
پینے جو اُس نے کپڑے بسا کر گلاب میں
نکرتا نہیں ہے عہد کا اپنے جو تو لیا ظ
ساتی کے مکہ سے میں جب آیا تو خوب پی
جوبے کھلے تھے پختہ وہ گل ہو گئے تہم

پھر عزم قتل ہو کے دہاں دلی میں رہ گیا
پردہ اے جلکے خاک ہوئے جمع بچھ لگئی
رکھا جانے باز وہ کہتے تھے کچھ ضرور
دامن کو تیرے کیوں نہ رنگا اپنے خون سے
جب آٹھ اٹھائے کفیس نے دیکھا کئی آدم
مقصود تک نہ ضعف کے باعث میں جا سکا
جتنے تھے ہم جلیں اٹھے رفتہ رفتہ سب
دیگا ثبوت حشر میں بس کر مری زبان

ہم کو میخانہ میں وہ غنچہ دہن یاد آیا
اپنا مرنا نہ تجھے دُزد کہن یاد آیا
ابو جاتے ہیں ہیں اپنا وطن یاد آیا
اُن کو جب میرا کوئی زخم کہن یاد آیا
اُن کا جب ہم کو کبھی گرم سخن یاد آیا
یہ اسیری میں کبھی ہم کو چسبن یاد آیا
بیٹھے بیٹھے جو ہمیں اپنا وطن یاد آیا
ٹٹنے والا بچہ کیا چرخ ہسن یاد آیا

شیشہ ٹوٹا تو بت میرا شکن یاد آیا
تو جو توں بہرے چلائی کے کفن میرا ضبط
تیرے روکے سے رینگنے نہ سچا ہرگز
اٹھ گئے پہلو سے وہ اٹکا رستم تو دیکھو
تن میں ایک آگ لگی منہ سے نرا سے نکلی
تو نے الطاف کے ہمہ پہر ایسے صیاد
خود بخود اپنی ہی وحشت پہلے ہم تنہا
اشک بارش کے گرا کر جو تواب روتا ہے

روح کیوں تن سے نکل کر میرے قربان چلی
بیٹھے بیٹھے اسے کیا اپنا وطن یاد آیا

مجھے موسیٰ بنا دیتے بساں طو میں جلتا
اگر دل کو جلا دیتے بساں طو میں جلتا
اگر پردہ اٹھا دیتے بساں طو میں جلتا
میری مستی جلا دیتے بساں طو میں جلتا
لگی دل کی بھاد دیتے بساں طو میں جلتا
عہد کو وہ ہنسا دیتے بساں طو میں جلتا

مجھے جلوہ دکھا دیتے بساں طو میں جلتا
میرا دل شمع الفت بننے کیا کیا روشنی دیتا
کہاں تھی تاب میں کیا اُن کو جلوہ دیکھ سکتا تھا
میرے دلیں تھی کب طاقت رکھتا پاس میں تو
بہت ہو سر دہل اٹھا۔ اگر وہ آگے پہلو میں
غنیمت ہے اُسے محروم رکھا سانسے میرے

دکھا دیتا اُنھیں قرباں تماشا سوز الفت کا
اگر موسیٰ بنا دیتے بساں طو میں جلتا

صدتے ہے فقط یہ تیری جسا و نظری کا
سایہ ہوا جس دن سے کسی شنبک پری کا
تقوید ہے خصوص یہی بد نظری کا
انعام بلا جھکویہ ہم ہی دیدہ دری کا
یہ حوصلہ تو دیکھ میری بے جسگری کا
چرچا ہے زمانہ میں تیری بے شہری کا
موسمی نے لیا لطف تیری جلوہ گری کا

سے دل میں اشر میرے تیری جلوہ گری کا
مشتوق کی پاتا ہوں میں اس دل میں اداس
دل توڑ کے دشمن کے گلے میں کبھی ڈالو
نہر گس ہے گئی فصل بہاری ترے آگے
کھاتا ہوں سدا تیرے نظرات نہیں کرتا
اے نالہ ناکام ہوا خوب تو بدنام
جلو دں کیلئے ہم رہے تیرے تیرے

اب ختم ہوئی زلیست کہ پیری ہے نو دار | کیا خاک بھر دوسرے چراغِ عمری کا

اچھا نہیں دنیا میں سمجھتا تھے کوئی

قربانِ سبب ہے یہ تیری بے ہنری کا

لیکے پھر ساتھ قیامت کا وہ ماں نکلا | حسن سے کر نیکو پھر خلق کے حیران نکلا

جادوہِ عبرت و حسرت ہے طلسمِ دنیا | کہ جو نکلا ہے یہاں سے وہ ہی حیران نکلا

داغِ دل میرا، اگر زیرِ گریباں چپکا | ہوا لوگوں کو یہ شکِ ہر درخشاں نکلا

بوند بھی ایک لہو کی نہیں چھوڑی غم نے | خشک سینہ سے کماندار کا پیکاں نکلا

خارِ سحر کے گلے لینے قدم اٹھ اٹھ کر | تیرا وحشی جو کبھی سوئے سبباں نکلا

چیر کر دکھاتا تو کچھ اور تاشا تھا وہاں | دگلے پہلے میرے پہلو سے بھی سیکاں نکلا

کارِ ساز ہی کو مہرے حال پہ رحم آئی گیا | حشر میں گورے جب بے سرو ساماں نکلا

چاہ غم سے مجھے یوں ہی مرے اللہ نکال | جس طرح چاہے تھا یوسف کنعاناں نکلا

بے دعا غیر بھی یارب نہ کہی یوں نکلتے

جس طرح بزم سے آس شوخ کی قرباں نکلا

ساتی نے پائے لطف سے دیوانہ کر دیا | اتنی مجھے پلائی کہ مستانہ کر دیا

زلفیں سنگھ کے یار نے افسوں کی عجیب | ہشیار کر دیا کبھی دیوانہ کر دیا

اے حسن دوست تو نے یہ کیسا ستم کیا | مشہور مہرِ اخلاق میں افسانہ کر دیا

یوں عشق نے لگائی مرے دلیں تیرا گ | اے شمر و ترا بے پیرا نہ کر دیا

کیا کیا رہے ہیں زندہ بلا نوش مجھ پر آج | منہ سے لگا کے دور جو پیا نہ کر دیا

ساتی میں ایک تیرا پُرانا ہوں بلا نوش | کیوں بند دیکھ کے میخ نہ کر دیا

سیر مغاں کے فیض نے ایسا کیا نہال | ساتی کی چشمِ مت کو مینا نہ کر دیا

فلکتِ دیوانے دورِ زبیا نہ میں ہو گئی | روشن یہ تو نے جس بوہ جانا نہ کر دیا

قربانِ تیرے جاؤں میں اے چشمِ نیم باز

داروے ہوش دیتے ہی دیوانہ کر دیا

ہوش فرسا ہے سالِ عمرِ محشر تیرا | مجھے دیکھا نہیں جاتا ہے یہ منظر تیرا

اُن کی چالوں سے ہوا حشرِ پالا کھیلنا | نام ہی نام رہا دہر میں محشر تیرا

تیر ہو کوئی تیرا۔ یا کوئی تجھ سے تیرا
 کر دیا چاک تیرے سامنے دست تیرا
 آج بیدل ہے میرا نام تو دلسر تیرا
 آج کل شور خدائی میں ہے گھر گھر تیرا
 نام بھی لیتا نہیں میں کبھی ڈر کر تیرا
 اس روانی سے چلا حلق پہ خجستیرا

تو تو قربان گرجاتا تھا دوزخ میں مگر
 ہاتھ حرمت نے لیا حشر میں بڑھ کر تیرا

جسم اب بھی نہ تیری آنکھیں قاتل آیا
 قتل ہونے کیلئے دوڑ کے جسم قاتل آیا
 وجد بے ساختہ مجھ کو سر محض آیا
 سود فہ دیکھ کے میں عشق کی منزل آیا
 قیس چچا مری لیلے کا وہ محض آیا
 اتو کچھ دل کو سکوں لے مری محض آیا
 یاس خود قیس کے لیلے تیرا محض آیا
 خضر کیوں بوجھنے کو عشق کی منزل آیا

اہل منزل نے کیجھ سے لگایا اس کو
 کر کے قربان جوئے عشق کی منزل آیا

دیر کرتا ہے بہت قتل میں قاتل میرا
 پوچھے بیٹھا ہے خود مجھ سے قتل میرا
 قیس کی نظروں سے مخفی رہے محل میرا
 رک گیا قافلہ جب پہلی ہی منزل میرا
 یہ عاتق سے ہوا، کون سا محل میرا
 مضحکہ تم نے اڑایا سب محل میرا
 دیکھنا ہے تمہیں منظور اگر دل میرا

میری گردن کیلئے کرم سے سینہ کیلئے
 لے لنگھ کر یہ انداز کرم بھی دیکھنا
 عشق نے دونوں کو دو طرح کیا ہوشوہ
 چھیننے والے ترے چھپنے کا نتیجہ یہ ہوا
 یخوں شب غم تو سرے پاس کو آئی ہر روز
 جیسے تیزی سے جوانی ہو کسی کی نصبت

باس کی شکل بنا کر تیرا جسم آیا
 جس قیامت کی کشش رکستی ہیں قاتل کھیر
 ہوش کی بات نہیں مٹی مری تفصیر معاف
 سود فہ بھول گیا عشق و وفا کی منزل
 نجد کے وشت میں شب کو جو بگولا اٹھتا
 آگے پہلو میں دم ذبح وہ فرماتے ہیں
 عشق صادق تھا اُسے رنگ وہ لایا آخر
 کیا ہے بھی نہیں معلوم یہ راہ مقصود

اس ارادے سے کہ شاکی نہ ہو سکتا تھا
 قتل ترک رک کے کروں چھو کہ دار کے ساتھ
 سارباں سے یہ کہا شوخی لیلے دیکھو
 کب خدا جانے یہ پہونچیکا عدم تک لیکر
 نہ تو سینہ سے لگے تم نہ ہوا اصل نصیب
 یہ نہ سمجھ کہ محبت کا میں دیوانہ ہوں
 شکل تم بسنے کے سرے دلی مری دل میں ہو

قتل تو کر ہی چکے تھے سے اب اتنا کس دوا
 احشر تک آج سے ٹھنڈا رہے بس میرا
 اُس کو قربان کیا رحمت حق تے آساں
 کام دُنیا میں ہوا جو کوئی مشکل میرا

دُنیا ہے جب بھی کوئی عدم کو بشر گیا
 کتنی ہی دُور آپ کا تیر نظر گیا
 کرنا جو اُس کو تھا وہ بہر طور کر گیا
 لے عندلیب رخصت صیت اد پر ہنس
 وعدہ کی شب وہ آئے تو آئے دم بھر
 محشر میں سب سے پہلے ہوا وہ ہی کامیاب
 بچا لیا ہے کیوں میرا تو نے شب فراق
 آیا نہ لوٹ کر کبھی دُنیا کی سمت پھر
 بسکرنہ اپنے ساتھ وہ زانو نہ گیا
 دل کو نہ کر کے پار مرے تاب گیا
 نالہ کبھی نہ کوئی میرا بے اثر گیا
 بے ہمت تھے نفس میں وہ پہلے ہی کر گیا
 کہتا ہے نالہ دل سے کہ لطف بھر گیا
 رُوداد لیکے زیت کی جو مختصر گیا
 آنے سے روز روز ترے میں تو ڈر گیا
 دُنیا سے جانے والا نہ جانے کہ ہر گیا

مرنے کے بعد بھی ترے چرچے ہیں جبرگہ
 قربان نام عشق میں اپنا تو لگ گیا

قرباں خواب نالہ تیرا سر بھر رہا
 قہقہے طو ل کیسے سُنائیں گے حشر میں
 حشر نے اُس کو اپنا ہی دامن بنا لیا
 آخر فلک کو چین نہ آیا جہان میں
 پی پی شراب سامنے زاہد کے بیٹھ کر
 باتوں ہی باتوں میں مرے دن رات کٹ گئے
 پہلو سے توکل بھی گیا دل کو چھب کر
 صیاد تو نے دل کی نکالیں یہ کاوشیں
 تیری زبان میں بھی نہ باقی اثر رہا
 اک دن تو فیصلہ کا بہت مختصر رہا
 آپنسل اگرچہ لاکھ تر اخصر رہا
 چکر میں میری طرح یہ شام د بھر رہا
 اے رند مجھ کو چھب مجھ کا نہ ڈر رہا
 جب تو سفر میں ساتھ مرے سفر رہا
 لے تیرا یاد نہ میرا جسکر رہا
 ہو کر میں تیرے ہاتھ سے بے بال پُر رہا

اعیار کا نہ اُس کی رنگ جڑھ سکا
 قربان میرے عشق کا جب تک اثر رہا

معترف ہو ہی گیا سارا زمانہ تیرا
 قابلِ داد ہے یہ تیرا گنا تیرا
 دور و نزدیک ہے مشہور فساد تیرا
 ٹھیک بیٹھا ہے مرے دل پہ نشا تیرا

ہم کو معلوم ہو جو جائے ٹھکانا تیرا
میری تربت پر اگر ہو کہیں آنا تیرا
میں کہ ہر جاؤں کہے سارا مانا تیرا
جب سے ہے دیکھ لیا خیر اٹھنا تیرا
دل کے اندر ہی جو لہجہ تھا ٹھکانا تیرا
پھر سینکا کوئی کس طرح فنا تیرا

اپنا کاشانہ وہیں ہم بھی بنالیں فوراً
فاتحہ میری وفاؤں پہ ذرا پڑھ دینا
میں جد ہر جاؤں وہیں تیرا اثر پاتا ہوں
بھول بیٹھا ہوں میں افسانہ قیامت کو بھی
ڈھونڈنے میں تیرے ہوتی نہ کبھی تم کی گیت
مجھے کہتے ہیں زبان طعنی تیری دوں گا۔

دوسل کے بعد بھی آئے گا مجھے یاد بہت

رُوحِ نَفْسِ اُن کا وہ قریب ماننا تیرا

بے نودی طاری ہے اب جاہل نہ کیا تو کیا
لیکے تو قاصد اگر خط کا جواب آیا تو کیا
صبح ہوتے اب میری آنکھوں میں خواب کیا تو کیا
لیکے ساتی باوہ جام شہاب آیا تو کیا
تیرے بالوں پر اگر رنگِ خضاب آیا تو کیا
اب محاسب بننے یہ روزِ حساب آیا تو کیا
گور میں سننے کوئی ہے میرے جواب آیا تو کیا
شرع میں کوئی مٹائے اضطراب آیا تو کیا

میرے بعد مرگ اگر اُن پر شہاب آیا تو کیا
ہم تو نا اُمید پہلے ہی سے تھے بیٹھے ہوئے
دیر تک آنکھوں میں دہستے جو آتشام کو
تو بے چین سے کر لی، اب کہاں وہ میکشی
وقتِ پیری صنعتِ دل منجائے تو کبالتِ ہر
عمر بھر ہم نے دیا ہے انکی باتوں کا جواب
جیتے ہی آتے فرشتہ تو مرہ آئے کا عطا
سوت آ کر پیرامی اب تو دے گی خود مثلاً

تو نے جب قربان کو ہو بچا دیا ہے گور میں

چین بچھ کو اب دل خانہ خواب آیا تو کیا

میں عذاب میں ڈالا میں خسار کیا
نہ ہم نے شکوہ نہ کچھ ذکر اضطراب کیا
کبھی نہ مہر و مردت سے فیضیاب کیا
کسی نے میرے گناہوں کا جہاب کیا
یہ مذر اس نے لبس نہ وقتِ خواب کیا
میرے ہی خط کا نہ تحریر کچھ جواب کیا
یہ شیخ تو نے جو داڑھی پہ جہ خضاب کیا

اکمی تو نے عطا من کو شہاب کیا
وہ پاس بیٹھے رہے اور سانس ٹوٹ گیا
ہیشہ مجھ پر رہے تیرے ظلم میں غلام
قلق ہوا۔ کرم ہے حساب کو کیا کیا
ہیں تو شرم ہی آتی تو میرے پاس آتے
عدو کو اس نے لکھے سینکڑوں ہزاروں خط
شریک ہو گا تو رندوں میں کیا ہواں بنکر

اُسی کو نامہ اعمال میں لکھ پایا | جو کام میں بھگت رہا تو اب یک
بتاؤ دمر گئے چند اکو جو اب کیا جا کر
جو اپنی عمر کو قرباں یوں ہی خراب کیا

جس لوہ جو اپنا آپ نے مجھ کو دکھا دیا
ہر دم خوشی نے ساتھ میرے رنج کا دیا
یہ تقدیر چال اُس پر یہ رہ رہ کے جو منا
اے موت نام کو بھی میرے سب سے بھول
اک صوہر شہر تیری صدا سے سب ہوا
دل بھی دیا ہے جان بھی ایسا ان بھی دیا
منعم خدا کی شان ہو میں رشک کیوں کروں
جس حال میں ہوں شکرت مجھ کو کجا نہیں

میں کیا کہوں نگاہ نے کیا کیا مرزا دیا
اُس نے ہنس دیا کبھی اُس نے مڑا دیا
پہلے ہی تم نے شہر کا منظر دکھ دیا
ہستی کو میری تو نے یہاں تک مٹا دیا
تربت میں سونے والوں کو ناحق جگا دیا
جو کچھ ہمارے پاس تھا ہم نے لٹا دیا
مجھ کو فقیر تجھ کو تو ننگ بنا دیا
جیسا بنا دیا مجھے بہت سہ بنا دیا

چلتے ہیں راز تجھ پر وہ کھل جائیں گے تمام
قربان تجھے اُس نے جو پردہ اٹھا دیا

ساتی نے مست چشم طرح دار کر دیا
کرتانہ اُنکو پیار مگر دل نے ہم نہیں
جسے مذاق ظلم دیا اہل حسن کو
اب اُن کے دیکھنے کا سہارا کہاں رہا
یہ افتداب میرے مقدر نے کیا کیا
ریتابے ساتھ ساتھ جینوں کو اک رقیب
گلشن میں میرے ساتھ وہ مصرع خواب مگر
آہستہ ہم شباب میں چلتے رہے مگر

اک جام سے پلاتے ہی سرشار کر دیا
مجبور کر دیا مجھے لاچار کر دیا
دل کو اُسی نے غور گزار کر دیا
سیر سے بلند روزن دیوار کر دیا
دلبر نہیں بنا کے دل گزار کر دیا
پیدا گلوں کی ساتھ بھی ہے خوار کر دیا
آخر نسیم صبح نے بیدار کر دیا
پیری میں تیز عمر کا رہوار کر دیا

قربان اب جو وقت موافق ہوا مرا
دشمن کو بھی خدا نے غور کر دیا

ترا نادک اگر پہلو میں استخا ل نہ ٹھہریگا
رہے گاہ یوں ہی چلتا جوانی ہو کہ پیری ہو

تھر تک کیا قیامت تک ہمارا دل نہ ٹھہریگا
یہ اس پر عمر سے ظالم کسی منزل نہ ٹھہریگا

کہ حق کے سامنے ہرگز کسی باطل نہ ٹھہریگا
جنازہ کوئے قاتل میں تیرا بیل نہ ٹھہریگا
ذرا سی دیر بھی کیا ہے مرے قاتل نہ ٹھہریگا
نہ آئیگا مجھے کیا چین کیا باب دل نہ ٹھہریگا ؟
وہاں لیلے اقیامت تک تیرا محل نہ ٹھہریگا
سفینہ میرے عصیاں کابل بسا ل نہ ٹھہریگا

مال کا رستے کب کوئی بچ سکتا ہے قرمباں
کر گیا قتل چو محکو وہ کیوں قاتل نہ ٹھہریگا

گر کوئی میری طرح دیکھنے والا ہوتا
ایک بھی اُس کو میسر نہ ہوتا
لب پہ ہوتی نہ مرے آہ نہ نالا ہوتا
بغدا احسن تیرا اور دوبالا ہوتا
کون دنیا میں تیرا چائے والا ہوتا
اُس نے آدم کی طرح مجھ کو نکالا ہوتا
الغرض شو کو بھی کوئی روکنے والا ہوتا

قبر پر میری وہ آئے ہیں سنو کر قرمباں
ہائے اس وقت کوئی دیکھنے والا ہوتا

آجائے کچھ مزہ ہمیں جام شراب کا
کس کو یہاں دماغ حساب و کتاب کا
جھگڑا لگا ہوا ہے عذاب و ثواب کا
اسے شیخ یہ سبق تو نہیں ہے کتاب کا
یکوں میں نے انتظار کیا تھا خواب کا
سب ہے فساد یہ اسی خانہ خراب کا
آخر سبب بھی آپ کے کچھ اضطراب کا
گذرا زمانہ عیش سے جتنا شباب کا

مدد میرے مقابل آئیگا تو منہ کی کھائے گا
وہاں کی بغیر اری لے آئیگی اور تجھے آگے
ترا، خنجر امری گردن پہ وقت بیج تسکیں کو
ترپتا رہی رہو نگا صورت سیاب میں نرم
جہاں ترپتا ہے قیس زار تیرا نام سولیکر
اُسے خود کھینچ لینکے وہ کنا رہ بحر رحمت میں

اُس کی آنکھوں میں تیرا حسن نرالا ہوتا
ہم سمجھتے کہ مسیحا تیرا بیمار جب
آپ دیتے جو کبھی قلب کو تسکیں آکر
کہو لیتا تو اگر زلفت کو رخساروں پر
نہ بناتیں جو حسیں میری نگاہیں تجھ کو
غلد میں جو رد کے دھوکے میں جو میں آجاتا
جام تو تو نے پلایا ہے مگر لے ساتی

دلیں رہے خیال جو مست شباب کا
تیری بچہ میں آئے جو کچھ ہے سزا مجھے
انساں جہاں میں کیا نہ کمرے اور کیا کرے
انفت کا درس آئے گا تیری بچہ میں کیا
اُن کا جواب آتے ہی امید بھی گئی
آتا اگر نہ دل تو نہ ہوتا یہ اپنا حال
وعدہ کہیں ہے اور کہ جلدی ہو اس قدر
آتے ہی بدلے لے لے پیری کی ہفتیش

عصیاں کی رو سیاہی ہے چہرہ پہ اس طرح
قرباں سر پہ رنگ ہو جیسے خناب کا

نہت ہوتے زمانہ میں نہ کوئی نہت کدا ہوتا
دل پر سوز جلکر میری ہستی کو جلا دیتا
خرواں کے ہاتھ سے برباد ہو جاتا نہیں کیوں
جفائیں عاشقوں پر کبھی ہرگز تم نہ کرتے
ہوا اچھا جو یہ ناراض دنیا میں رہا مجھ سے
کبھی ہرگز بتوں کو تو نہ کہتا پھر برا تہنا
انہیں کی سب خطا پر یہ انہیں کا سارا جھگڑا
ہزاروں مثل موتی دیکھ کر خاموش ہو جاتے

فقط اپنی خدائی میں خدا رہتا خدا ہوتا
بسان طور وہ دلیں اگر جلوہ نما ہوتا
نہ میں مرغ چین بتانا میں مرغ ہوا ہوتا
نہیں معلوم دنیا میں جو انجام دنا ہوتا
جو خوش ہوتے یہ بت مجھ کو خدا میرا خدا ہوتا
ترا دل بھی اگر زاہد کسی بت سے لگا ہوتا
نہ آنکھیں دیکھتی تھ کو نہ یہ دل مبتلا ہوتا
دوبارہ طور پر تیرا اگر پردہ اٹھتا ہوتا

خفا ہوتا تو پھر ان کا ٹھکانا کیا تھا دنیائے
مگر قرباں خدا کیوں اپنے بند و نئے نعت ہوتا

ہزاروں جوش تھا اور جوش جنوں تھا اور بیباں تھا
عدوئے جو کادہ افتر تھا اور بہت اس تھا
خدا کے سامنے جب دعوے خون شہیدان تھا
سرا، دیوانہ کچھ ایسا مع زنجیر نالاں تھا
فلک نے گردیا تم سے جدا، اسکی شکایت کیا
جنوں میں قیس نے کیس پرین کی دہیاں ایسی
خدا اجائے میرا سینہ ہوا چمن چمن کے کیوں تھلنی
شراہیں بی رہا تھا چھپکے تو جس وقت حجر سے میں
رسائی رکھ طرح ہونی مری دربار میں اس کے
رقیبوں سے ملیں اب آپ یا گھر غیر کے جب نہیں
عدم کو جب گئے دنیا سے ہم اپنی یہ حالت تھی

ایہا دل کا آنا باغ میں وحشت کا سا ماں تھا
نہیں برباد کرتا کیا میں دیوانہ تھا ناداں تھا
پریشان تھا شکر خون ناحق سے پشیمان تھا
تزلزل میں زمین و آسمان جنبش میں زنداں تھا
ہمیں آغاز الفت میں خیال رد و رجس اس تھا
کہ ٹکڑے ٹکڑے پڑے پڑے دامن تھا کربلاں تھا
نہ میرے دلیں برجی تھی نہ میری دلیں بیگیاں تھا
مجھے سجا ذرا واعظ کہاں اسوقت لہماں تھا
نہ مجھ کو اذن درباں تھا نہ مجھ کو اذن جاناں تھا
بچایا آپ کو میں نے جہاں تک میرا امکان تھا
نہ کوئی یاس تو شہ تھانہ کوئی پاس ماں تھا

تیری غفلت میں کل قرباں کو دیکھائے پری پیکر
کبھی انداز کے صدقہ بھی جوں پہ قرباں تھا

کا پنی زمین خوف سے گردوں بل گیا
مھروم دل تھا آبلوں سے وہ بھی پھل گیا
خود کم جواب کہاں وہ تہہ رل گیا
درد جگر کی دید یہ قاتل پھل گیا
سینہ جو میرے سینہ سے اکودہ بل گیا

نالہ ہمارے لب سے جو باہر نکل گیا
سینے میں اور جگر میں تو تھے داغ بے شمار
کل دیکھتے تھے زائچہ قبر بان غیر کا
اس ضد کو کسی کے سوا کوئی کیا کہے
اک آن میں نہ درد جگر تھا نہ تھی غشی

قربان عطا کیا ہے وہ حق نے حسن و جمال
زاہد قول بھی دیکھ کے اُن کو پھل گیا

قاصد بھی ہوا جا کے ہدف تیر ستم کا
جلوہ نظر آتا ہے مجھے باغِ ارم کا
سایہ ہوا اگر مجھ پہ تیرے ابرو کریم کا
خط بھی کوئی آتا نہیں یارانِ عدم کا
اے شیخ تجھے کچھ بھی نہیں پاسِ حرم کا
پروردِ فسانہ ہے ہمارے علم و حسم کا
مہمان ہے بیمارِ محبت کوئی دم کا
طالبِ سرِ ناچیز نہیں نسیم کا
کرتے ہو کبھی حضرتِ دلِ قصہ حرم کا
قاتل نہ اٹھا بارِ گراں تیغِ دودم کا

آیا نہ جواب آہ میرے نامہ غم کا
کرتا ہوں اگر کوچہ محبوب کی میں سیر
سب دور سیرِ بختی کی ہو جائیں گٹھائیں
کیا جائے کس رخ و مصیبت میں یوں
کبخت پہے جاتا ہے پھپھ چسپہ گٹھائیں
سُننا ہے جو منظور جگر تھام کے بیٹھو
چلنا ہے عیادت کو تو اب دیر نہ کھجے
اللہ مجھے دے درِ احمد کی گدائی
کیا بات ہے رخِ کبھی میخانہ کی جانب
کافی ہے مرے قتل کو تیری نگہ ناز

قربان وہاں کا نہ مکلا راز کسی پر
کیا جانے کیا حال ہے یارانِ عدم کا

دلِ عاشقِ ہدف کرتے ہیں تیر کج ادائی کا
بذاقِ قتل کو موقع ہے قسمتِ آزمائی کا
خیال آتا ہے جب ظالم مجھے تیری جدائی کا
دہاؤں اذن میں دربار سے بھی اُن تک سائی کا
یہ پھل ہم کو ملا اُس شعلہِ مروت کی آشنائی کا
ہوا ہے راستہِ مسدودِ نالہ کی رسانی کا

حینانِ جاں میں طور ہے یہ آشنائی کا
سُننا ہے طبعِ اُکلی مایل تیغِ آزمائی کا
جھپکی ہی نہیں تاجِ چشمِ خونچکاں میری
خدا کی شان بیٹھے خیر جا کر بزمِ جاناں میں
ہمارے دل میں روشن ہے ہمیشہ آتشِ فرقت
اثرِ تک خاک پہ پونے آہ سوزاں ہم ضمیون کی

ترپتے ہیں جگر تھامے ہزاروں راہ میں سہل
 اچھے دیکھو وہ کشتہ ہے تیری نازک ادائی کا
 لٹو کا ایک قطرہ تنگ دل اک اشائے میں
 گر کشتہ ہے یہ قربان انکی انگشت خانی کا

ظرفیہ تم نے سیکھا ہے تو ظلم و عداوت کا
 وہ رشک ماہ دم بھر تباہے غیر دنگی محبت کا
 بھرے جاتا ہے دم وہ بیوفا غیر دنگی الفت کا
 رہا شغل دل سوزاں میں گر سوز محبت کا
 دل ناداں کو پھر کچھ خطبے کوئے محبت کا
 محمد نے زمانہ کو کیا اسلام سے روشن
 برائی میکدہ کی راہ تن کرتا ہے تو داعظ
 مجھے بخشی ہے تیغ ناز نے ایسی بُک ساری
 نہیں ایک عضو بھی محفوظ اُس کی تیس سے میرا
 جب آتے ہو عدو کو اپنی تم ہمراہ لاتے ہو
 اسی کو ذبح کرتے ہیں جوان پر جان دیتا ہے
 جہاں میں جتنکے عالیشان لاکھوں ضر دیواں تھے
 سیدنا سید کا روں کے دُمل کر صاف ہو جائیں
 ننگ چھڑ کو نہ زخموں پر ننگ ان تبسم سے
 بلا لولے شہ دیں مجھ کو بھی اب تو مدین میں
 اپنی پھر گلستاں میں بہا رہے خزاں آئے
 پریشاں گر ہی بے تیری زلفوں کو قیامت میں

جو اک اللہ لے قربان کیا اچھی غزل گئی
 دکھایا کینچ کر قرطاس پر نقش نصاحت کا

اے فلک تیرا برا ہو تو نے یہ کیا کر دیا
 اور میرے درد کی تلخی کو میٹھا کر دیا
 میری قسمت نے مجھے میہان میرا کر دیا

ماشتوں کے دکھوں کا کام تنہا کر دیا
 جب میں تڑپا آگئی اُس کے لب شیریں کی تڑپا
 میرے گھر آتا تیرا لے بیوفا ممکن نہ تھا

یونہی عینیت کا تو میں تھا مستحق۔
 کھٹے لے چارہ گرزخم جگر کا بھی علاج
 دیکھتے ہی ڈر گئی رومے نغز اس کو استعد
 ہم نہ کہتے تھے نہ جانا دیکھنے کو طور پر
 قتل کرتے ہو کر و ختم ہو گیا انکار ہے
 مدعا یہ تھا نہ ہو یہ کامیاب آرزو
 تیغ ابرو، دو تک میدان کر دیتی عصاف

میرے ہوتے غیر کا کیوں خون بچا کر دیا
 دردِ دل کو تو دو انیس دیکھے اچھٹ کر دیا
 باغ میں موقوف بلبل نے چھٹا کر دیا
 ایک جلوہ نے ہمیں بیہوش ہوئی کر دیا
 سب کینے خون کیوں بس خطا کا کر دیا
 وصل کی شب شام ہی سے آسنے جھکڑا کر دیا
 صفت اٹ دی جھٹ اٹنے اشار کر دیا

قتل کرنے کرتے اے قربان رحم آیا اے

جب مری گردن پہ آیا ہاتھ ہلکا کر دیا

سیاسا ہو گا ابرو سے خمدار ہو گیا
 یوں اور گرم حسن کا بازار ہو گیا
 حالت تمہاری ہو گئی پیار سے سوا
 پر تو اسی کے نور کا ہر جہر و ماہ میں
 تاب ہو تھا دیکھ کے مستوئی حالتیں
 پی جلد یہ نہ ہو کہ در تو بہ بند ہو
 جب تک پلائے جائیں پئے جائے سزا
 نگر کے سر کو عاشق شیدا نے جان دی
 روٹا گیا جو ادھر محشر کے سامنے
 تعریف ہم نے کی رنج جانان کی اس طرح
 سبزہ سے خوب رونق گلزار بڑھ گئی
 زار گناہگار ہو اپنی کے ہو شراب
 اللہ نے بتوں کو دیا اس قدر جمال
 کیا عشق و عاشقی میں اثر میں نے نئے

میرے گلے کے واسطے تلوار ہو گیا
 دیکھا جہاں حسیں میں خیدار ہو گیا
 بڑھ بڑھ کے عشق جان کا آزار ہو گیا
 رخسار یار قاسم انوار ہو گیا
 جا کر شراب خانہ میں یہ نوار ہو گیا
 آئی بہار واد برف ہو گیا
 لب پر کہی نہ لائے سرشار ہو گیا
 کچھ ہوش بھی ہے کیا پس دیوار ہو گیا
 شایانِ منفرت وہ گنگار ہو گیا
 جسے سنا وہ طالب دیدار ہو گیا
 رخسار خط سے اور طرح دار ہو گیا
 وہ مستحقِ رحمت غفرت ہو گیا
 بے ہوش ہو گیا جسے دیدار ہو گیا
 ہو و انہ ہو گیا کوئی ہشیار ہو گیا

قربان چھوٹی مسدا آئی بار سے

آزاد کوئی مرغ گرفت ہو گیا

ہم نے جا بجا جو توسلے غمزدہ بیجا کیے
 آپ بھی رسوا ہوئے تم مجھ کو بھی رسوا کیا
 کیا مجھ کو تو نے دعویٰ بیگانہ ہی کا کیا
 آپ تو رسوا ہوئی یوسف کو کیوں رسوا کیا
 سے اگر ملنا تو کیوں پھر مدد فرما کیا
 آنکھیں کھلیاں تھیں جب اُس شوخ نے جلوہ کیا
 مرگیا اُسکے لب جاں بخشش پر اچھا کیا
 دوست کو دشمن بنایا غیر کو اپنا کیا
 خون کا حشر میں اپنے بہنے جب دعویٰ کیا
 ایک دن بھی جب میرا اُس نے کچھ کہنا کیا
 کیوں نہ مانگیں اُس سے ہم جسے ہمیں پیدا کیا
 شربت دیدار تم نے دیدیا اچھا کیا
 ذرہ ذرہ میں جس سال یار نے جلوہ کیا

شکر کر اللہ کا تو اپنے اے قرباں ہدام

مجھ کو اُس نے دی زبان صاف اور گویا کیا

جائے کس کے پاس فریاد ہی تری بیدا کا
 اور بھی شیدا ہوا ہے اُس ستم کج باد کا
 روز اُس پر ہاتھ اٹھتا ہے ستم کج باد کا
 ایک بھی ارماں نہ بھلا خاطر ناشاد کا
 جب چلایا پھر گیا منہ بھر فو لا د کا
 روز کے جوڑ ستم کا روز کی آفت د کا
 سر جھکے گا تیرے آگے سر و کا شمشاد کا
 رحم پر مائل ہو اے دل ستم کج باد کا
 یہ پیتا ہے یہ نشان ہے عاشق ناشاد کا
 محو حیرت ہو گیا دل مانی و بہر زاد کا

دل کے آجائے ظالم استغدر اندھا کیا
 ہر کس دغا کس کے آگے عشق کا چھپا کیا
 جانتا ہے وہ ترے اعمال سب اچھے ترے
 لے زلیخا سب کہیں چاک دامن دیکھ کر
 آج ہی پردہ اٹھا دے روئے براؤں اسے
 طور پر دیکھنی ہے کیا تم نے تجلی لے کلیم
 جان سے بیزار تھا دردِ محبت کا مریض
 لایقِ تحسین ہے یہ آپ کا طرزِ عمل
 اڑ گئے اُس قاتل مغرور کے ہوش و حواس
 کس طرح آئے یقین سے غیر کے گنہ میں وہ
 ہاتھ پھیلائے آگے غیث کے بالکل فضول
 اس دوا سے کچھ سنبھل جائے گا بیمارِ فراق
 عقل حیراں ہے کہ پھر بھی وہ نظر آتا نہیں

سُخنے والا کون ہے مظلوم کی فیاد کا
 ہائے کیا پایا میرے دلنے مزا بیدا کا
 ہو گیا ہے دل ہمارا سخت مشقِ ستم
 ہائے جسم یوں ہی چلے دنیا سے محروم المراد
 سخت جاں تھا میری گردن پر نہ آیا خط کوئی
 رحم کرے چرخ اب صدمہ اٹھا سکتا نہیں
 منفلت ہوں گے قدموزوں کو تیرے دیکھ کر
 یہ ہوا افضل خدا سے میرے نالوں کا اثر
 قیس کا ہمنام ہے جاگیر دارِ دشت ہے
 کیا تری تصویر کھینچیں گے کہ تجھ کو دیکھ کر

ہو گیا تبدل نقشہ عالم احباب کا
جس نے آنکھیں کھول کر دیکھا ہو گھر صبا کا
ترک کر دے شیخ بڑھنا ورد کا اور اد کا

تم نے اے قربان احمد خوب ہی لکھی غزل
داد دینے کیلئے کھلتا ہر منہ حساد کا

آئینہ ایسا ہوا حیراں کہ ششدر ہو گیا
جلوہ گر پیش نظر خورشید خاں ہو گیا
آتا آتا سدا من وہ گوہر ہو گیا
تختہ مشق ستم یہ قلب مضطرب ہو گیا
پیرے سودا کی کا صحرائے جنوں گھر ہو گیا
جو گرا آنکھوں سے آنسو میری خست ہو گیا
مرغ نامہ بھر بھی صیدی کا کبوتر ہو گیا
کھدیا جو جھوٹ سج غیروں نے بلور ہو گیا
پھول لالہ کاٹنے لگلوں کا سحر ہو گیا

نارسیائی دیکھے قربان میری تقدیر کی
کھو گیا خط راہ میں عشقا کبوتر ہو گیا

کہ اک بے رحم ظالم پر دل خانہ خراب آیا
کہ بزم غیر میں وہ بے حجاب بے نقاب آیا
میری شامت کہ میں پیش نگاہ پر عتاب آیا
جھکائے سر سہارے سہارے وہ بے نقاب آیا
جو مجھ کو بے بسرے آئے بھی تو دشمن ہر کاب آیا
لگا تا ٹھوکریں کچھ اس طرح مسک مشاب آیا
معنی لیکے جدم بربط و چنگ و رباب آیا
تمہاری ریشیں اقدس پر عجب رنگ خضاب آیا
تیری سب مشکلیں آسان ہو جائیں گی اے قربان

حالت دنیا بدلی انقلاب دہرنے
کیا بتا سکتی ہے وہ بیل چین کی حالتیں
دیکھ لے دنار اسنگی تو سب توڑ دیے

جب مقابل آئینہ سے روئے دلبر ہو گیا
روئے جاناں جب ذرا پردہ سے باہر ہو گیا
یا دندان میں گرا آنسو جو میری آنکھ سے
میرے دل کو روز بھر یا رنے صدمہ دیئے
رخ نہیں کرتا کسی بستی کی جانب دشت کو
ہجر میں اس ماہ پیکر کے جو رویا بدلت کو
دیدیا جا کر عدو کو خط ہر راہ خطہ
جو گزرا شش تہنے کی خبر یاد آیا یہ سب درد بخ
جب وہ گل آیا چین میں میکشی کے واسطے

ہواں ہوتی ہی کیسا جان پر میری عذاب آیا
حیا جاتی رہی یا رب یہ کیسا انقلاب آیا
عدو کے قتل کو وہ تیغ لیکر گھر سے نکلے تھے
شکایت کی حکایت کام اتنا گرگی آخر
وہ آئے ہی نہیں اول تو میرے گھر کبھی ہدم
ہوئیں یا مال لاکھوں تبتیں گور غریباں میں
جو اس دہوش کو محفل سے میں ڈکڑ دیا نصرت
نظر آنے لگے ہو شیخ صاحب نوجواں اتو
تیری سب مشکلیں آسان ہو جائیں گی اے قربان

جو اپنی آرزو سے کمزور ہو تراب آیا

شکر خدا کے فرض محبت ادا ہوا
ہر ذرہ خاک راہ طلب فتنہ ز ہوا
دیکھو وہ خاک پر سے لحد کی پڑا ہوا
وہ پوچھتے ہیں آگے تیرا حال کیا ہوا
نسخہ نہ لکھ کہ دردِ جگر لا دوا ہوا
کرتا ہوا تلاش نہیں ڈھونڈتا ہوا
وہ آگے تلگیا جو کوئی مدد نہ ہوا
اک لطف آگیا جو وہ مجھ سے خفا ہوا
پیدا، ردیف قافہ میں فاصلہ ہوا
زندہ نہیں بیٹھ کر نہ کوئی پارسا ہوا
پھرتا نہیں ہے جسے بھی دن وصلہ ہوا
نزدیک اہل دل کے وہ ہی پارسا ہوا
حاصل نہ مدعی سے مراد غائب ہوا

تجسیر ہوا اشار میں تجسیر نہ ہوا
بجلا میں جھڑپ بھی مجھے ڈھونڈتا ہوا
رکھتا نہ تھا جو پاؤں زمیں پر غور سے
اتنا تو میرے نالہ دل لے گیا اثر
کیا دیکھتا ہے نبض سری جھوٹا گرہ گر
پہنچا ہوں میں کہاں مجھے اتنی خبر نہیں
کیا ایسے خود غرض کی محبت کا اعتبار
رنجش نہ ہو تو کیفیت دوستی نہیں
ہم نے لکھے جو نظم میں مضمون فراق کو
ہوتا ہے دلیں محبت بد کا برا اثر
بعد زوال حسن کا ہوتا نہیں عروج
جسے نہ شرب محبت کے چار گھونٹ
مجھ پر نہ مہربان ہوا آسمان مجھ

اس سنگدل کے دل کو نہ آیا نہ آئے رُجم
قربان کے لئے نعمت نہ ہوا

تضمین بر غزل خود

بندھا ہے وہ بیان اک نامہر بانکا | تقابل ہے اک آشوب جہانکا
خدا حافظ جگر کا دل کا جانکا | تصور ہے مجھے ایک ظلمراں کا
زمین منہ تک رہی ہے آسمانکا
جگا کر اک جہاں کو سو گیا ہے | جہاں میں غم الفت ہو گیا ہے
تہا ری جستوں میں کھو گیا ہے | تہا ری راہ میں گم ہو گیا ہے
نشان کا فی ہے اتنا بے نشان کا
زمین سے آسمان تک دیکھا بھالا | نہ نکلا کھوج گو سب نے نکالا

زمانے لے زمانہ چھان ڈالا نہیں بتا جہاں سے جانے والا
 خدا جانے مسافر تھا کہاں کا
 نتیجہ خاکساری کا ہے بہتر عمل کوئی نہیں ہے اس سے بہتر
 نظر قطرے میں آتا ہے سمندر لب دریا کھلا یہ راز ہم سپر
 زمین ایک آئینہ ہے آسمان کا
 ہوں گو میں تو یہ جینے سے ترے نہ مانہ مثل بارش اسپہ برے
 بچاتا ہوں اسے لوگوں کے شر سے اٹھاتے ہو مجھے کیوں اپنے در سے
 نگہباں ہوں تہائے یاساں کا
 کیا ارمان نے شادی کے نشاد بجائے فتنہ نکلی منہ سے فریاد
 گئی برسوں کی محنت دم میں برباد ہوئی بلبل اسیر دام صیاد
 نہ آیا اس رہنا آسناں کا
 ہوئی کیوں غیر کی آفت میں شامل یقیناً ہوئی ہے عقل زائل
 ذرا اتنا تو دلیں سوچ جاہل پر آیا بوجھ سر رکھنے سے حاصل
 الگ کر لے زمین بوجھ آسمان کا
 نہ سمجھے کوئی یا رب اور نہ سمجھا تجھی پر منکشف ہے صید تیرا
 کہاں کی ہے مہری مٹی خبر کیا لے پھرتی ہے مجھ کو موت ہر جا
 خیر اپنا نہ جانے ہے کہاں کا
 نہ گذرا چین سے اپنا کوئی دم مصیبت میں کٹا ہر ایک علم
 نہ اب خوش ہیں نہ جب تھو شاد و خرم قفس کا آسناں میں تھا ہیں علم
 قفس میں رنج ہے اب آسناں کا
 گھٹائیں بنگلے احباب غم کی فلک نے سر پہ سسل توڑی الم کی
 کہوں رد واد کہ کس پرستم کی خدائی مدھی ہے ایک دم کی
 زمانہ ہے مخالف اک جاں کا
 خدا پورا کرے عزم سفر کو تمہاں کے واسطے باندہ حاکم کو
 سنبھالے قلب کو تھامے جگر کو کہہ کر کو چل دیے قریباں کہہ کر کو

کہاں کا قصد ہے حضرت کہاں کا

سینہ سے لگا جانا حسرت یہ مٹا جانا
تربت کو ہلا جانا مردہ کو جلا جانا
وہ تھی مری نادانی جو تیرے سوا جانا
جب دیکھ لیا بت کو تب راز خدا جانا
کچھ آس دلا جانا، ڈھارس ہی بندھا جانا
کلیوں کو کھلا جانا پنچوں کو ہنسا جانا
راضی بھی ہتھیں دیکھا تو بھی تو خفا جانا
اس دل میں چلے آنا آنکھوں میں کلا جانا
دشمن کی خطا کو بھی میری ہی خطا جانا
جینے کا مزہ چکھا مرنے کا مزا جانا
کی اُس نے جفا ہم پر اسکو بھی خفا جانا
اجانبار کو کیا اپنے قاتل نے مرا جانا

لے جلوہ جانا نہ دیدار دکھا جانا
تم قبر پر آ جانا اعب ز دکھا جانا
ہر جہز کہ دنیا کا سب اچھا بُرا جانا
بے عشق مجازی کی ہو نیچے نہ حقیقت تک
بالیں پہ ذرا اگر سیسہ سارِ محبت کو
گلشن میں صبا اگر قدرت کو اشاے سر
ہمت نہ ہوئی میری کیا قصہ غم کہتے
خواہش ہو اگر اسکی دیکھے نہ کوئی تم کو
تلوار منگائی ہے دیتے ہیں سزا محکو
اس عالم ہستی میں کیا میں نے کیا اگر
اندھے ہوئے الفت میں ظالم کی بیانیگ ہم
تیار ہوا ظالم کیوں قتل پہ دشمن کے

قربان ستم دیکھو اُس شوخ جفا جو کئے

رو تو کو ہنسا جانا ہنستوں کو جلا جانا

کہ نہ مجھ میں کوئی کمال تھا نہ خیالِ خوف زوال تھا
تجھے میرے دل کا خیال تھا بھگت تیری دل کا خیال تھا
ہوا اچھا جھکو بلایا، مجھے خود ہی جینا و بال تھا
میرے خواب میں تھا وہ آگیا میری تکیہ چال تھا
کروں جان اپنی نثار میں تجھے شوقِ روز وصال تھا
مرے دلین جتنا ملال تھا، میرے دلین جتنا خیال تھا
بھلا کیسے پتیا میں ساتیا کر نظر میں اسکا کمال تھا
مجھے ذکر تیرا حرام تھا مجھے ذکر دُن کا حلال تھا

میرے دل پہ کچھ بھی نہ ہمنشیں از زوال کمال تھا
نہ تجھے ہی کوئی ملال تھا نہ مجھے ہی کوئی ملال تھا
مجھے غم سے تو نے چھڑا دیا مجھے جلوہ اپنا دکھایا
جو میں آج ہینتا ہوا اٹھا، نہ کسی پہ اسکا سبب
کروں لاکھوں تکو پیار میں نہ رہا یہ یادِ خار میں
تجھے اسیں کتنا کمالِ پردہ مٹایا روز وصال سب
ترے جام میں نے نہیں پئے تو اگر چہ قے نہ مجھے دیئے
کہاں نام تیرا دلیا مرے لب پہ یار کا نام تھا

ہوا کیا ہے قربانِ خیر نہیں ہوا غم پہ کیوں تے ہمنشیں

تجھے دیکھا ہم نے جو رات کو تو عجیب کچھ ترا حال تھا

میرے جان دگر لے دل کی دُعا
میرے آگے تو گھر لے دل کی دُعا
رکھیں رحم بھی کر لے دل کی دُعا
کبھی آجا ادھر لے دل کی دُعا
بڑی تپسہ نظر لے دل کی دُعا
اسے کر لے تو گھر لے دل کی دُعا
میری لے لے خبر لے دل کی دُعا

میرے رشک قمر لے دل کی دُعا
میری حسرتِ مٹا بجے جلوہ دُعا
بچے میری قسم تو یہ کہ نہ ستم
نہ تو غیروں میں رہ نہ تو غیروں کا بن
نہیں سنتا کوئی میرے دل کی لگی
یہیں کر لے گذر لے دوشن تو کر
میری راحت ہے تو میرے غم کو مٹا

تو قمر بان چاہے کہ بچے پھلے

کبھی دیری نہ کر لے دل کی دُعا

پھر کیوں نہ کر جائے اتر فرقت کی شب میں بدعا
یہو بچا لگی تم کو مرزِ فرقت کی شب میں بدعا
دشمن سی آتی ہے نظر فرقت کی شب میں بدعا
ایدل کر کیا تو اگر فرقت کی شب میں بدعا
سننے میں جب خج و قمر فرقت کی شب میں بدعا
ہو کے تو کر ایدل نہ فرقت کی شب میں بدعا
جاتی ہے سید ہی کے گھر فرقت کی شب میں بدعا
کرتار ہا میں مگر فرقت کی شب میں بدعا

دل سے مے نکلے اگر فرقت کی شب میں بدعا
کرتا نہیں یوں بدعا، انجام ہوں میں جانتا
تھی بدعا تو پھر دُعا، اُن کیلئے کیوں بن گئی
دشمنِ خفا ہو جائیگا، مطلب تر ہو جائے گا
کیا کیا لرز کر کانپ کر سب منع کرتے ہیں مجھے
انکو نہیں الفت تری کرتا ہے کیوں تو پھر بھی
ٹھکی زباں سے میری گھر گز نہیں کرتی یہ پھر
ہو تی رہی یہ رائیگاں، انکو نہ پہونچا کچھ زباں

لے بے خبر ایسا نہ ہو، تکلیف پہونچے دوست کو

ہر گز نہ قرباں اب تو کر فرقت کی شب میں بدعا

کر صبر ذرا صورتِ ایوب زلین
رکھ یاد بہت ہو گی تو محبوب زلین
لے لے اسے سودا ہے بہت خوب زلین
بیتا ہو جو دیدہ یعقوب زلین
تعبیر ملی خواب کی کیا خوب زلین
یوسف، تجھے جتنا کہ مطلوب زلین

لمجائے کا تجھ کو ترا مطلوب زلین
یوسف کے تو دامن کی طرف ہاتھ نہ لیا
کر دیر نہ یوسف کی خریداری میں ہر گز
لمجائیگی تجھ کو بھی جو اتنی سنے سر سے
پھر ہو کے جواں پہلو میں یوسف کہے میٹھی
اتنا ہی تو محبوب وہ یعقوب کو بھی ہے

بھٹک کر کیا تو نے بیوسف کو مقید
دامن کو پکڑتے ہوئے حق سے نڈھالی تو

قربان دلو بھی کر یگا وہی روشن
جسے گئے وا دیدہ یعقوب زلفا

ملنے کی کسی شوخ سے تدبیر کریں کیا
ہر ناشنوائی کی سبجے عادت سب
جو کچھ تھا بھلا وہ ہی کھد یا تم نے
نہو تا نہیں مجھ میرے کوئی اور خریدار
عشق کے مجمع میں ہوا آسکے وہ حیران
پڑھتا نہیں جب کھولے وہ خط کو ہی لینے
رستہ میں ہی جب چھین لیا اُن کو جھگٹنے
ظالم کا ستم دیکھو کہ جب دل نہیں باقی

بکڑی ہوئی جب اپنی ہو تقدیر کریں کیا
ہم شکوہ سرا لائے فلک پیر کریں کیا
کتنے میں مرے کا تب تقدیر کریں کیا
اب لوگ بنا کر تیری تصویر کریں کیا
اب سوچتے ہیں دھنک کہ تقدیر کریں کیا
نامہ بُت عیار کو تحریر کریں کیا
پھر دلہ اثر یار ترے پیر کریں کیا
اب پوچھتا ہے خاطر دلگیر کریں کیا

معلوم نہیں چھپکے وہ بیٹھاسے کہاں پر
قربان سے اب ملنے کی تدبیر کریں کیا

کوئی درد دل میں ہے مبتلا نہ خیال اُس کو ذرا رہا
میری جان تن سے رنک گئی وہ جُدا رہا وہ خفا رہا
یہ تو جیتے ہی کے جھگڑے تھے کہ جو جان تن سے لگ گئی
نہ کسی کا شکوہ ذرا رہا نہ کسی کا کوئی گلا رہا
وہ جھائیں کرتے نہ مجھے کیوں وہ لگا تے سینہ کو کیوں مجھ
کروں کیا کہ مجھ سے تو عمر بھر یہ نصیب میرا خفا رہا
نہ غرض کرم نہ عطا سے ہے انھیں کام صرف جیلے ہی
جو لگا ہیں نیچی کئے رہے جو نقاب منہ سے اٹھا رہا
یہ ہی خواب تھا میری زندگی یہ ہی زندگی تھی مری خوشی
دم صبح تک میرے خواب میں کوئی کیوں نہ جلوہ خفا رہا
بھرے سوز عشق نے ہمنشین میرے بچاؤ میں خفا رہا

میں جدا کیا، میں جدا کیا، میں چھکا رہا میں پھکار رہا
کیا ترک میں نے جو غیر حق مجھے حق ملا مجھے سستی ملا۔

رہے بت خفا تو رہا کرے، کہ خفا اٹھ مجھ سے خفا رہا
کوئی گلگدہ تھا میرا مکیاں۔ نہ چین میں تھا کہیں کیاں

کبھی میں یہاں کبھی میں وہاں یوں ہی مثل مرغ ہوا رہا
نہیں قرباں شکوہ زبان پر، یہ مقام شکر ہے کس قدر

مجھے سب نے چھوڑ دیا مگر، میرے ساتھ میرا خدا رہا
آنکھوں سے میرے دور یہ منظر نہیں ہوتا

اب دوسے زیادہ کوئی رنج نہیں ہوتا
اُن کو تو خدا کا بھی کبھی ڈر نہیں ہوتا

منظور اٹھانا نہیں محشر نہیں ہوتا
جلنے کو تو سرے ادر کوئی گھر نہیں ہوتا

پہلو میں جو میرے دل مضطرب نہیں ہوتا
سایاں طرب ہم کو میسر نہیں ہوتا

عزاق کبھی اس میں یہ دفتر نہیں ہوتا
دن کو نسا ہوتا ہے کہ محشر نہیں ہوتا

کیا دج تیرا لطف جو ہم کو نہیں ہوتا
قسمت کا مگر ختم یہ خبر نہیں ہوتا

کیوں دیکھے غرض پہلو میں پتھر نہیں ہوتا
مدہوش مگر میں کبھی پسینہ نہیں ہوتا

جب بزم میں دورے وسا غائب نہیں ہوتا
رکھتا ہے چھپا کر تو ہنر اپنا ہمیشہ

قربان عیاں یوں ترا جو ہر نہیں ہوتا
رتو ہے ذرہ ذرہ میں ذرہ نواز کا

جلوہ ہے چار سو یہ اُسی بے نیاز کا
یچھاں ہیں دونوں خادم و مخدوم عیش میں

اک لطف لے رہا ہے وہ راز و نیاز کا
 دنیا میں فیض ہے ترے انداز و نیاز کا
 سو بے نقس کی ساتھ ہی پردہ تھا ساز کا
 خواہاں نہ وہ ہو پھر کبھی عسر و دراز کا
 زمین بھی جس نے طے نہ کیا ہو مجباز کا
 سب پر اثر ہے شیوہ عجز و نیاز کا

قربان اب لی مجھے مسراج عاشقی

ہاتھ آگیا ہے سلسلہ زلف دراز کا

دیکھے وہ مجھے جس نے خدا کو نہیں دیکھا
 یوں جس سے مانوس کیا کو نہیں دیکھا
 جب تک کہ نہ عاشق کی جو حسرت کوئی شامل
 ہاں فہم سے اور عقل سے بچا نا ہے اُس کو
 یہ میں صفت شمع و ضیا لازم و ملزوم
 کرتا ہے قیامت کا سدا ذکر جو راہد
 ہر وقت زبان پر ہے بیاں و درجہاں کا
 اس خوف سے ایسے نہ کوئی خاک نشیں ہو
 ہاں کولہ سے زلفیں کہ بہت روئے ساقی
 دلچسپ دل آویز تر اتیر نظر ہے
 سنتے تو ہیں ایسا مگر آغوش اثر میں
 جب آئی اور ہر خاک اڑاتی ہوئی آئی
 طوفان اٹھاتا ہی رہا عالم ہستی
 پرواز پر لے مریخ چن ہے تجھے نازش

دیکھے وہ مجھے جس نے خدا کو نہیں دیکھا
 یوں جس سے مانوس کیا کو نہیں دیکھا
 جب تک کہ نہ عاشق کی جو حسرت کوئی شامل
 ہاں فہم سے اور عقل سے بچا نا ہے اُس کو
 یہ میں صفت شمع و ضیا لازم و ملزوم
 کرتا ہے قیامت کا سدا ذکر جو راہد
 ہر وقت زبان پر ہے بیاں و درجہاں کا
 اس خوف سے ایسے نہ کوئی خاک نشیں ہو
 ہاں کولہ سے زلفیں کہ بہت روئے ساقی
 دلچسپ دل آویز تر اتیر نظر ہے
 سنتے تو ہیں ایسا مگر آغوش اثر میں
 جب آئی اور ہر خاک اڑاتی ہوئی آئی
 طوفان اٹھاتا ہی رہا عالم ہستی
 پرواز پر لے مریخ چن ہے تجھے نازش

قربان ہے کس حال میں معلوم نہیں کچھ

مدت ہوئی اس مرد خدا کو نہیں دیکھا

اتنا شاد دیکھنا ہو جس کسی کو رقص بسمل سکا

تڑپنا دیکھ جائے میرے پہلو میں مرے دل کا

ہوا جب ساتھ میرا اور مرے بد مقابل کا
 بہاروں میں نہ کیوں بڑھ جائے گرمی آتش گل کی
 سنا ہے آج پھر برہم ہے شیخ ابروئے قاتل
 خدا کو پوچھتے ہیں یہ فرشتہ بت کے بندے سے
 وہ نے نیلے کا شیدائی نظر میں اسکی لیلے ہر
 بہت کی سیر گشتن خوب کی تفریح دُنیائیں
 بنالیں شوق کو گر رہنا دم بھر میں جاہو نہیں
 خضر دیتا ہے کیوں آبِ دلالِ زندگی مگر
 ضیاء یزی نہیں اچھی یہ حسن یار کی ہر سُو
 جھٹکتا پھرتا ہے وہ بھی ہمیشہ سائے عالم میں
 جسے تو ڈھونڈتا ہے وہ ترے ہی ولیں بچا ہے
 محبت کے اسیروں کی بھی تو توقیر ہوتی ہے

اگر قربان بزمِ دوست میں ہو آپ کا حبابا

پیامِ شوق پہونچنا میرے حسرت بھرے دل کا

ذیت کا بیار غم کی آسرا جاتا رہا
 روز ہی گونا مرہ آتا رہا جاتا رہا
 اب جوانی کی طرح وہ وصل جاتا رہا
 آہِ دل کے ساتھ ہی وہ ولہ جاتا رہا
 رنگ پہلا سا ترا رنگ جتنا جاتا رہا
 رنج کھائے خون پیئے کا مرزا جاتا رہا
 بد توں لیکر میں اپنی التجا جاتا رہا
 آگیا نا آشنا اور آشنا جاتا رہا
 دیکھ لی صورت تمہاری سب گھٹا جاتا رہا
 تیغ صاحب اب کہاں وہ اتفاق جاتا رہا
 لہ گئی ابھی بقا خوفِ فنا جاتا رہا

اعتبارِ التفاتِ دوست کیا جاتا رہا
 ایک دن بھی قابلِ تسکین نہ لایا وہ جواب
 جب جواں تھے ہم اسیرِ دُکھ ہا کرتی تھی چھیڑ
 میرے گھر تک آتے آتے لگیا دُشمن اس
 اب تجھے شاید میسر ہی نہیں خون و فا
 ساغرِ چشمِ مردت نے پلا دی جب سے
 آمد و رفت اُمکی مصل میں ہوئی ہے آج ہند
 اب بجائے شادمانی غم کی ہے دل میں جگہ
 کیس بہتا ہے حسن کیسی یہ افروں سزیاں
 پی پکے مے تو یہ رندوں نے تم سے کھا
 زندگی کے غم سے چھوٹے موت کے آغوش میں

خوہر آنکھ نہ ڈالی کہیں دنیا کیسی؟ | ظرف رکھتا ہے سراپا ہنسنے والا کیسا
 بچے کیا اس سے کیا ہے کہیں کوئی وعدہ | کرتی رہتی ہے اجل تمہارے تقاضہ کیسا
 چاہے جب خلوتِ قرباں میں علی آئے تو
 خود ہی تیار ہے وہ اُس سے تقاضہ کیسا

کبھی دردِ تم کو ہو اسے کسی کا | کبھی نالہ تم نے سنا ہے کسی کا
 گھٹا کو سمجھتا ہوں زلفیں کسی کی | مجھے جب سے سودا ہوا کسی کا
 کوئی رام کہتا کوئی رب ہو اُس کو | کسی کا وہ بُت ہے خدا ہو کسی کا
 میں سنتا ہوں اکثر وہ کہتے ہیں اکثر | سمجھتا ہوں جو مدعا ہے کسی کا
 نہ لو بدعا میں جہاں میں کسی کی | سنا نا بہت ہی برا ہے کسی کا
 ترے کان تک گرنے پہونچے عجب کیا | کہ نالہ بھی نار ہے کسی کا
 بنا طورِ امین کسی اپنے دل کو | جو جلوہ تجھے دیکھنا ہے کسی کا
 سے ترجیحی نظر اُن کی ایدلِ سبھلن | مچلنے کو تیرا داس ہے کسی کا
 کسی کا بھی کام تم نے کیا ہے | کبھی کام تم سے ہوا ہے کسی کا
 دمِ نزع اور سلسلہ ہچکیوں کا | تقاضا بہت ہو رہا ہے کسی کا
 حسیں جسکو پایا اسی پر پہ آیا | مگر دل بہت میخدا ہے کسی کا
 مجھے تجھ سے بونے دفا کر ہی ہے | لہو کیا یہ دوزخِ حنا ہے کسی کا

دفا کی عیث اُن سے حسرت ہے قرباں
 وہ بُت آج تک بھی ہوا ہے کسی کا

مجھے بھی کشتہ نور و ظہور کرجانا | دکھائے جلوہ میرے دل کو طود کرجانا
 قسم ہے تجھ کو تو اتنا ضرور کرجانا | وصال کا میرا ارمان دور کرجانا
 نصیب تجھ کو ہو صورت کو ساتھ سیرت بھی | خدا کے واسطے ترکِ غرور کرجانا
 بہار آئی ہے چل سوئے میکدہ سانی | عصائے شیخ سے توبہ کو چور کرجانا
 تو جارا ہے تو جارا دکنائیں میں تجھے | مگر علاجِ دل نا صبور کرجانا
 سرور ہے تری آنکھیں موجزن سانی | میری نظر کو بھی عزتِ سرو کرجانا
 جگنا نا تجھ کو جو مد نظر ہے مستوں کا | توراہ گور میں شورِ شور کرجانا

ہے جلوہ گاہ محبت کی سیر اگر منظور ا
 ادنیٰ کو دل سے پہنچ اپنے دور کر جانا
 ہے بحر عشق سے قربانِ غم کیوں تنگ
 خدا کا نام لئے سب عبور کر جانا

پورا تیرا ارمان اگر دل نہیں ہوتا
 زہارِ کسی اور سے سال نہیں ہوتا
 تھرا سے ہم کہتے ہیں وہ دل نہیں ہوتا
 بے جاں دیئے کوئی نہیں غافل نہیں ہوتا
 کنجت کسی وقت بھی غافل نہیں ہوتا
 حلِ غفل سے یہ عقدہ مشکل نہیں ہوتا
 مغموم سرا دل کبھی قاتل نہیں ہوتا
 یہ کام چھوڑ ان کیلئے مشکل نہیں ہوتا
 عاشق کبھی آسودہ ساحل نہیں ہوتا
 پھر وہ بھی و اماندہ منزل نہیں ہوتا
 یہ کام نگہ تم سے عناد ل نہیں ہوتا

غیر وہی جیسے نہ پرائی کو جو قربان
 وہ دل کبھی ہم پایہ محسن نہیں ہوتا

بگاہ یار تھے اپنا کام کرنا تھا
 یہ بیع و شام کا جگڑا تمام کرنا تھا
 اسی لئے اب کچھ دن غلام کرنا تھا
 کسی کے دل میں تھیں تو قیام کرنا تھا
 جو شے لذیذ تھی اس کو حرام کرنا تھا
 جناب قیس کو لیکن سلام کرنا تھا
 تھے تو پہلے ہی کچھ اہتمام کرنا تھا
 حکیم بنے کسی سے کلام کرنا تھا
 مجھے تو سیکہ میں اذن عام کرنا تھا

کیوں اور کسی شوخ پہ مائل نہیں ہوتا
 ہرگز وہ کسی غیب پر مائل نہیں ہوتا
 تکلیف میں اور دل کی جو شال نہیں ہوتا
 ملتی ہے شہادت اُسے جو سر کو کٹائے
 دربان لئے پایا ہے ستاروں کا مقدر
 کیونکر کوئی تسلی سے گاہِ عشق کی گشتی
 سبے جرم ہوئے قتلِ ترے کو چہ میں لاکھوں
 جب چاہتے ہیں جانِ خدا کو لے کر جانِ بازار
 کشتیِ محبت کو کس راہ نہیں قبت
 رتلاور دھکتا ہے سدِ اعدا و قتل اپنی
 گل لیکے اڑو چو پخ میں مینا جب آئے

بلکے جامِ محبتِ غلام کرنا تھا
 نہیں تو چین سے تکو قیام کرنا تھا
 ضرور حسن کا آئے نہ دل میں یوسف کے
 بھینٹے پھرتے ہو کو چہ میں کیوں قیونکے
 مجھے تو بت محبت سے ہے محل سے زاہد
 نہ رکھے کو چہ الفت میں ہم قدم اپنا
 عدم کو جاننا ہے اور ہاتھ تیرے خالی ہیں
 یہ ہم سے چوک ہوئی بننے جو سوہا لئی
 یہ خاص لوگوں پر کیا لطیف خاص لے ساقی

کبھی تو ملتا ہیں بس لب ساقی | اہماری خاک سے تیار جام کرنا تھا
اگر توں سے وہاں تھی نجات لے قرباں
تو اور کعبہ میں چند سے قیام کرنا تھا

روز موسیٰ کی طرح جلوہ دکھایا جاتا	اپنے عاشق کو کبھی ہوش میں لایا جاتا
تم نے دلداریاں غیرو کی بہت چھ کی ہیں	کس بلا کی ہے دلاویزی حسن کا فر
سید ہی سچوں میں تری بات کر لئی بچوں	تیری رحمت کا تقاضہ تھا کہ صبح محشر
مے رگوں کے لب شیریں کے میں سے لیتا	مہ جینوں کے اُسے ظلم میں سننے منظور
زخم دل پر جو کبھی میرے لگاتے پھیلا	سرمیں سودا ہے تو قربان اُسے کیجئے دور

بارغم اہو نہیں ہم سے اٹھا یا جاتا

خفا ہونے لگا مولاتیوں کا نام بآیا	جو لکھا تھا نصیب میں وہ میرے پیش آیا
وہ مجھ تک اُسے پہنچا یا وہ مجھ تک طلب آیا	ہمیں اب ہوش بھی آیا تو صد افسوس کب آیا
جو اب نامہ لیکر وہ ذاب آیا نہ جب آیا	زباں پر ذکر جو آیا، تم تو ما غضب آیا
بلا کا اب ہے جو نہ تجھ پرے بنت طلب آیا	مقدر میں کسی کے حصہ عیش و طرب آیا
غضب آیا، بلا آئی، کر یا اب وقت شہ آیا	خفا ہونے لگا مولاتیوں کا نام بآیا

برا برسکو لے قربان اس نے کر دیا آخر

کبھی کے کام کب اس عشق میں نام و نسب آیا

دل دیکے محبت میں پشماں، ہنس دیکھا | قربان کوئی آپ سا انہیں نہیں دیکھا

تسا بھی شکر کوئی انسان نہیں دیکھا
مجنوں کی طرح دشت دیاباں میں پھر رہے ہیں
میرے دل پر داغ کو وہ دیکھ کر بولے
قیمت ہے اگر آپ کی سر پایہ کو نہیں
اللہ رہے بیمار محبت کا شعل
لو دیکھ لو کرتا ہے تصور میرا پرواز
دیتا ہے نکل سیکڑا دل زخموں کو تبسم
بے بخد کے صحرائی جو منظر ہر تہیں سیر
کیا پوچھتے پھرتے ہو سحر جوئی ہے کیونکر
کیسے یہ بھلا کہہ دیں کہ وعدہ کی جوئے
ہر داغ میں ہے شمع محبت کی جلی

عاشق کا کبھی حال پریشاں نہیں دیکھا
وہ کونسا ایسا ہے جو میداں نہیں دیکھا
ایسا کوئی شاداب گلستاں نہیں دیکھا
آپ تو کبھی حسن کو ارزاں نہیں دیکھا
اس کو کبھی منت کش دریاں نہیں دیکھا
تم نے جو کبھی تخت سلیمان نہیں دیکھا
خالی کبھی ہوتے یہ ننکداں نہیں دیکھا
کیا تم نے سرے دل کا بیاباں نہیں دیکھا
عاشق کا کبھی چاک گریباں نہیں دیکھا
پورا کبھی ہونے کوئی پیماں نہیں دیکھا
کیا تم نے میرے دل کا چراغاں نہیں دیکھا

شاعر اُسے کہنے میں جو کرتے ہو تامل
قربان کو کیا تم نے غرخواں نہیں دیکھا

کسی طرح ہمیں نالہ ضرور کر لینا
ابھی پڑی ہے جو انی غرور کر لینا
جو ہو سکے اسے اپنا ہی طور کر لینا
مے بہشت تو پھر ذکیر خور کر لینا
عزم ہیں کوئی پیدا تصور کر لینا
تو کچھ مہارت کشف القبور کر لینا
انھیں تو روز ہی روئے نشور کر لینا
تو دور عشق کا سر سے فتور کر لینا

دو اے درد دل نا صبور کر لینا
ہمارے بعد تم ایسا ضرور کر لینا
ہمارے دل میں بھی اکدن ظہور کر لینا
بتوں کا تذکرہ کر اس جہان میں کوئی
تری کسی نہ کسی طرح کا لیاں سننا
جو دیکھنا ہو نہیں مال اپنے کشتوں کا
انھیں تو روز ہی فتنہ نیا اٹھا دینا
وہ کہتے ہیں کہ میری بزم میں اگر آنا

منابے ہم نے بتوں کی ہے جلوہ گاہ وہاں

قیام کعبہ میں قرباں ضرور کر لینا

ہو کر نموش پھر لب فدا دہ گیا
نا کام آرزو دل شدہ دہ گیا

آ کر زباں پہ شکوہ پیدا رہ گیا
جنت بنائی لطف نہ جنت کے لہ گیا

اور مان دلیں ایک یہ صیت درگیا
باقی ترا، ستم، ستم ایجب درگیا
باقی رہا نہ قیس نہ فرہاد درگیا
دامنہ رگ نقال کافست درگیا
حیران تم کو دیکھ کے بہزا درگیا
افسانہ اتنا اپنا مجھے یاد درگیا
مردم تو ہی کیوں دل ناشاد درگیا

لوگوں نے سب وہ عشق کے قصے ٹھلا دیئے

قربان تھا کوئی یہ فقط یاد رکھیا

کیوں رُکی آپ کی تلو لہ یہ کیس
روز رہتی ہے جو تکرار یہ کیس
نہیں کھلتے لب گفتار یہ کیس
اور اچھے نہ ہوں بہار یہ کیس
تم دکھاتے نہیں دیدار یہ کیس
پھیکے پھیکے ترے رخسار یہ کیس
گردن شیخ میں زنا ر یہ کیس
سردے حسن کا بازار یہ کیس
روز دیتے ہو جو آزار یہ کیس

بعد بہار مجھ کو نہ تو نے کیا اسیر
عاشق نے جان دیدی ترے ظلم و جوسے
کام اُن کے نام اُن کے زمانہ کو یاد میں
سکتے کے بعد اور یہ سکتہ نیا ہوا
طلعت تمہاری اُس سپہ جوئی اسطرح عیاں
آیا عدم سے اور عدم کو چھلا گیا
چہے جہاں میں اُنکے کرم کے ہیں جا بجا

دوہری ہونے لگی دہار یہ کیس
کس سے اُلجھی ہے طبیعت ایسی
اُن سے رُودادِ الم کہنی تھی۔
تم میچائے جہاں کہلاؤ۔
چاند چھپتا نہیں گردوں پہ کبھی
دیکھ عارض میرے گل کے لے گل
کیا کسی بت نے ہیں ڈالے دور سے
آپ تو یوسف ثانی ہیں مگر
چور کا لطف ہے گا ہے گا ہے

ہے ابھی دور بہت منزل عشق

سست قربان ہے رفتار یہ کیا

گر اگر بکلیاں کجبت میرا، آسٹیاں چھوٹا
تری سرگرمیوں نے لے دی دل آتش فشاں چھوٹا
تری سوزِ محبت نے میرا، ہر استخوان چھوٹا
دل اہل بزم کا یکبارگی لے لے قصہ خواں چھوٹا
مجھے اندر ہی اندر تو نے لے داغ نہا چھوٹا

ہلا کیا چند تنکوں کو جو تو نے آسماں چھوٹا
دونوں کچین لیتا ہے نہ شب کو چین دیتا ہے
نہ جہاں نے کس غضب کی آگ مٹی میں بھری توڑی
غضب کا ہے اثر تجھ میں نہ کرو داستان تو نے
بظاہر گور ہا اچھا مگر گھلتا گیا پیہم

نہیں اس واسطے آہوں نے میری آسمان پہنچا
نہیں کیوں نہ جھکو پھونک کر لے باغبان جھونکا
کہ پتہ تیرے توں باغ کا بادِ حسنہ ال جھونکا
کچھ اُن سے بھی زیادہ توں ظالم باغبان جھونکا
مجھے ظالم سنا کر اُن کی توں سزا استاں جھونکا

عزت قربان کہتا ہے کہ پھونکا عشق کو تجھ کو
یہاں پھونکا وہاں پھونکا کہ ہر جھونکا کہاں پھونکا

بدنام کیوں جہاں میں میں بے قرار ہوتا
میں تیری رہ گذر میں مشتِ غبار ہوتا
جلوؤں میں بُت کے حسن پروردگار ہوتا
عاشقِ قضا سے تیرا پھر کیوں دوچار ہوتا
محشر کا ایک ٹکڑا، دل بھی شمار ہوتا
مستی طلبِ ہمیشہ سے تیری غبار ہوتا
بر باد پھر نہ میرا سیرِ سوغِ غبار ہوتا
گر کام ضبط دیتا کیوں اشکبار ہوتا
جہاں آبلوں کا ہر ایک حار ہوتا

قربان نزع میں وہ صورت اگر دکھائی
کیوں روح کو ہمارے یہ انتشار ہوتا

کشتوں میں اپنے وہ مجھے پہچان تو گیا
شکرِ خدا وہ بات میری مان تو گیا
وہ ایسے میری جان مجھے جہاں تو گیا
الٹی بُرائی آئی ہے احسان تو گیا
تو بھی نہ جائے ہاتھ سے شیطان تو گیا
نوبت ہے میزبان کی یہاں تو گیا
دامن کی خیر ہو کہ گریہ سنا تو گیا

خدا اجائے اگر یہ ٹوٹتا تو کس کے سر جاتا
سمجھ کر یادگار سوختہ جاں اُسکو رکھ چھوڑا
غضب توڑا، ستم توڑا کہاں جاہل کس کے
مجھے ہر وقت روکے ہو مجھے ہر وقت ٹوکے ہے
پساحی صحبتِ اغیار کا قصہ نہ کہیں تھا

آنسو نہ گرنے لگتے کیوں شہرِ مسار ہوتا
قدموں میں کاشل سے میرا مزار ہوتا
سندھ پہ رازِ قدرت گر آشکار ہوتا
کوچہ کا قصد تیرے ظالم اگر نہ کرتا
گرا میں رہ کے اپنی تم خوشیاں دکھاتے
میں خاک ہو کے ہوتا گر حلقِ میکدہ میں
ترت پہ تم جو دے آنسو سے خاکِ فتنی
بے اختیار ہوں سے مجھ کو جو گیا ہوں
دُشتِ جنوں اگر میں داماندہ ہونہ جاتا

سچا تھا کس کو عشقِ جلو جان تو گیا
وعدہ کیا ہے آئینا گھر سے رقیب کے
اب کہہ رہا ہے اک میرا جہان باز مر گیا
لوں کے میرا حال وہ ناراض ہو گئے
ہمساز دیکھتے ہیں اعمال میں خراب
حسرت کے بعد واپس بھی اُسکی نگاہ ہے
دستِ جنوں کے ہاتھ بہت کچھ دراز ہیں

ان کی منہسی کے بعد میں مڑ گاں کو تیر تیرا
دھوکے میں میرے بغیر کوٹکا سزا ملی
میں سر کٹا کے اپنا شہکدوش ہو گیا
کہتے ہیں وہ مدد سے کہ محفل میں محل کے بیٹھ

اور یہ سچ لے آج سے قربان تو گیا

کہتے ہیں دھیان میں اک خانماں برآ آیا
یاد فوراً ہی مجھے قصہ فرما دیا
دارہستی میں وہ محکوم کسی کا نہ ہوا
ظلم وہ کرتے رہے دیتے تھے طعن میں
میں تو پتھر کے مگر ہوتی ہے پوجا انکی
ہوا بخت خفا اپنے جو پہلے تھے اسیر
تو نے ظالم کی بھی مظلوم ہستی تصور
چلے دل میں سرے آ کے وہ دل کی صورت
فانیہ میں نے پڑھی روح پہ انکی ہر سول
بدگمانی اُسے شاید سہی تربت کو بھی ہے

بعد مرنے کے کبھی اُنکو اگر یاد آیا
ہاتھ میں لے کے جو وہ شیشہ فولاد آیا
لے کے جو روزِ ازل روزِ آزاد آیا
اور نہ خندش میں ہمارا لب فریاد آیا
ان حینوں پہ عجیب جنِ خدا داد آیا
ہو کے محروم گفتار کو جو صیاد آیا
جن تصور کشی تجھ کو نہ بہزاد آیا
اور پہلو میں نہ اک ستم ایجا داد آیا
قیس آیا نہ سرے کام نہ فرما داد آیا
ساتھ اغیار کے اب بھی تم ایجا داد آیا

سن کے قصہ سرا کس شان کو فرماتے ہیں

لیکے قربان تو کیا آج یہ نوداد آیا

بچھ نہ اسکو ہم یہ ہمارا تصور تھا
وہ بھی نہ پاس کے جنہیں حاصل ہو رہا تھا
جنتک کہ چشم یار تصور رہا تیرا
شرما گئے بہشت میں جو رول کو دیکھ کر
تو نے لگا لی تھو کر جسروز قبر پر
کی تیرے آستانے کشش آڑیاں
دشمن بھی ہیں شریک ملال مرین غم
مو کی کردیشگر کہ تم صاف نہج گئے

اور نہ ہر اک تجھ پہ تہارا ظہور تھا
جتنا کہ تھا قریب وہ دہشتا ہی دور تھا
لذت تھی دل میں اور ہمارے سرور تھا
کتنا بتوں کو جن پر اپنے غرور تھا
عاشق کے واسطے وہی یوم المنشور تھا
سودا تھا میرے دلیں کو لی فتور تھا
آنا تھیں بھی بہر عیادت ضرور تھا
صدقہ مگر تہا لے لے کوہ طور تھا

ترت پر آ کے میری مصیبت سمجھ نہ لی | کیوں آ پکو تو دعویٰ کشف القبور تھا

تہادہ آج کیوں میری عقل میں آئے تھر

قربان بے کچھ نہ کچھ اس میں ضرورت تھا

پسند آیا ہے شاید انکو اندازِ فغاں میرا
بچا کر اُس نے پور کھا خزاں میں نشیاں میرا
یہ گر کر بجلیاں کیوں بھونکتی ہیں نشیاں میرا
تھیں بے دیکھنا منظور اگر دروہناں میرا
بنا ہر خارِ صحرا آج گویا میسزباں میرا
مجھے اب یاد کر کے رورہا ہے باغباں میرا
نہ کوئی ہمزباں میرا نہ ہے ہم داستاں میرا
چمن میں مجھ سے غافل گر نہ ہوتا باغباں میرا
بنائے دلی افس کیوں یہ آسماں میرا

شبِ فرقت سنا کرتے ہیں چپ چپ کر بیاں میرا
وہ سمجھا یادگار اسکو ہے مخلص باغباں میرا
نشین کا ہر اک تنکا مجھے خود برقِ سماں میرا
مے تم دلیں چپ جاؤ عیاں ہو جائیگا سب کچھ
اچھوتے نشتروں سے آبلِ یابی کی خاطر کی
نہ وہ لقمے نہ وہ گلابِ زیاں سخنِ گستاں میں
سناؤں داستانِ غم کے بزمِ قیامت میں
نہ چلتا دستِ گلشن کا نشین پر مے قابو
بدلتا ہے یہ رنگ اپنا وہ جب تیور بدلتے ہیں

دفا کا نقش بھی قرباں کہیں باقی نہ رہ جائے

وہ یوں دنیا دانستہ مٹاتے ہیں نشانِ میرا

نظر نے تیری زمانے میں قتلِ عام کیا
بڑی طرح سے سراہائے اختتام کیا
اسیرِ زلف بنا کر ہمیں غم کیا
بھری بہار میں مجھ کو اسیرِ دام کیا
دہس کے ہو گئے ہتھو جہاں قیام کیا
تو جھک کے میکدہ میں جھمے بھی سلام کیا
بو کوئی آیا نظر ایک اُس کو جام کیا

ہام ایک اشدے میں سب کا کام کیا
شری نگاہوں نے ظالمِ قضا کا کام کیا
یہ خوب حسن کی قوت نے اہتمام کیا
غضب کا تو نے یہ صیاد کس طرح کام کیا
ہوا ہے بیٹھ کے اُٹھنا بھی ہم کو اب دشوار
شراب پیٹے ہو دیکھا جنابِ شیخ کو آج
خدا کا شکر کہ سانی نے کی نہ خست کچھ

کیا یہ قیس نے احسانِ خوب نے قرباں

کہ بعد مرنیکے صحرا ہمارے نام کیا

اُجالا کچھ نہ کچھ میری شبِ فرقت میں ہونا تھا
میسر سا دوسراں جو ہمیں جنت میں ہونا تھا

بنایاں آپکو اگر کسی صورت میں ہونا تھا
نمونہ اُسکا کچھ میخانے میں تھا دیر میں کچھ تھا

تیری صورت میں ہونا تھا میری سیرت میں ہونا تھا
کوئی تو فرق میرے زخم کی صورت میں ہونا تھا
جو دنیا میں ہوا ہم پر وہی تربت میں ہونا تھا
وہی ہو کر رہا آخر کہ جو قسمت میں ہونا تھا
تہارا وصل بھی اک ان میری قسمت میں ہونا تھا
میری تسکین کا پہلو میری کلفت میں ہونا تھا

سر قربان ہے اب اور خاک رکھ ران کی

یہ ہی انجامِ اُلفت ہے یہ ہی اُلفت میں ہونا تھا

اچراغِ حرص اُنکے دل میں روشن تو نہ تھا گل تھا
چمن میں جس جگہ ہنگامہ لُغت بلبل تھا
وہاں گل کی طرح صورت ایک مہر تھا یا ہو گل تھا
شب وعدہ قیامت سے سہا کیا کم توفیق تھا
کہیں گریاں تھی بلبل اور کسی جاخندہ گل تھا
ہرے داغِ جگر اور داغِ دل میں یوں تسلسل تھا
تیری خمدار زلفیں قیں تیرا پیر بھی کا گل تھا
کبھی یہ دل بھی سینہ میں چمکتا ایک بلبل تھا

کسکے حسن کا جلوہ کسی کے خلق کا پرتو
اثر کچھ بھی مجھ تیرے درماں میں نہیں دیکھا
یہاں بھی کچھ تنہائی ہے اور تاریک راہیں ہیں
نہ کچھ پیری پکی میری نہ کچھ پیری چلی تیری
تہہ دارا بھر بھی لکھا ہوا تھا میری قسمت میں
مسلم ہے کہ بعد ہر مصیبت ایک راحت ہے

جہاں میں جنکو مولا ذات پر تیری توکل تھا
وہاں زباغ و زغن اب بے تماشا شہر کرتے ہیں
جہاں تھا فصل گل میں پتہ گلشنِ جنت
کسی نے جان تک دیدی نہ آنا تھا نہ آیا تو
چمن میں بننے یہ نیرنگ دیکھا اپنی آنکھوں سے
پروے ایک لڑی میں کوئی ایسے سیکڑوں تارے
پریشاں کرنے کو فرقتیں اور اوّل من پڑھانیکو
جو ابر باد ہو کر بے زباں - خاموش پڑھو رہا

گئے دیکھنے ہم بعد مدت مسکدہ قرباں

نہ وہ مستی ساقی تھی نہ جوشِ بادہ دُل تھا

سہلک جو زور چھوٹے سے جگر پر تیر کا
ہے جو کچھ دل نتیجہ تیری نصیر کا
ہے گلہ تیرا نہ کچھ شکوہ ہے چرخِ پیر کا
شور اب سنتے نہیں ہم پاؤں کی زنجیر کا
کچھ چکا بہر اوسے خاک تیری قصہ دیر کا
ہے یہ ایک نگر اہاے نالہ اشکبیر کا
سامنا ہو گا اگر تصویر سے تصویر کا

کس بلا کا تھا کیلئے آپ کے نچیر کا
کیا گلہ تقدیر کا یا کاتبِ تقدیر کا
ہم کو تو رونا فقط ہے اپنی ہی تقدیر کا
کیا ہوا وحشی تمہارا قید ہستی سے رہا
ایک عالم ہو تو کوئی اسکا نقشہ پہنچ لے
آسمان پر یہ جو بجلی سی چمکتی ہے کبھی
آپ شرما جائیں گے یا عکس شرما جائے گا

غیر کے خوش کر نیکو ہم کو بُرا کہنے لگے
کیا شب وعدہ کوئی مہندی لگا کر لایگا
کاتب قدرت نے بدامیر کو دے دیا

سربگفت بیٹھا ہوا ہے آپ کا قربان
دیکھنا ہے کاٹ اُس کو آپ کی شمشیر کا

فضول جبریہ کیوں دل پہ اختیار کیا
کہیں نہ راز محبت کو آشکار کیا
پلا دی شیخ کو مے یہ بُرا کیا ہم نے
نہ وعدہ وصل کا کرتے نہ آگ سی لگتی
بڑا ہوا کہ بڑے اپنے ناخن وحشت
سزا ملی تھی ہمیں جس خطا کے کرنے پر
ہوئی جو بات وہ وحشت پہ ہو گئی مبنی
نہ آئی تو بھی تو فرقت کی رات اٹھ سلا

یہ کج تم نے گرم کیوں سہ مزار کیا
سمجھ کے کچھ مجھے خالق نے رازدار کیا
گناہ سر پہ لیا اور گناہ بگاڑ کیا
سکون دیکے ہمیں اور تیار کیا
جنوں نے جیب دگر بیاں کو تار کیا
وہ ہی قصور تو ہم نے بھی بار بار کیا
جنوں کو عشق نے سیرا صلح کا رکھا
اجل ترا بھی بہت ہم نے اٹھ رکھا

خیال کر کے اُنھیں پہنچ ہی لیا قرباں
کمال آن بڑا تو نے میرے یار کیا

یار نے تیر نظر اپنا اگر چھوڑ دیا
تو نہ گھبرا کہ وہ کل شام کو پھر آئے گا
اب خبر دلی یہ ایسا کہ جس کی دیکھو
منزل عشق کسی طرح جو طے کر نہ سکے
بات تو جب تھی یوں ہی ہتی شب بھر دم
منہدم کر دو مکان کو کہ ملیں ہی نہ رہا
پھر نکل آئیں گی پرداز کی لاکھوں راہیں
دفعاً چھوڑ دیا سب نے مریض غم کو

کر کے چلتی میرا دل اور جگر چھوڑ دیا
کسی پروانے کو لے شمع اگر چھوڑ دیا
بے ہنگام یار نے سے تیر نظر چھوڑ دیا
تھک کے ہم بیٹھ گئے عزم سفر چھوڑ دیا
ساتھ کیوں تو نے میرا وقت بھر چھوڑ دیا
جسم خالی کا میری روح نے گھر چھوڑ دیا
تو نے صیاد اگر ایک بھی پر چھوڑ دیا
اور تو اور دو اسے بھی اثر چھوڑ دیا

جب مدادِ نہ بلا عشق کا قرباں کوئی
مجھے احباب نے تقدیر ہی پر چھوڑ دیا

دل سے بھی دوئی کا ترے جھگڑا نہیں اٹھتا
اُسے تو نقاب رُخ دیبا نہیں اٹھتا
کیوں پاؤں مرا جانب صہرا نہیں اٹھتا
دُنیا سے میں اٹھتا ہوں تو تنہا نہیں اٹھتا
محل کا ترے کیا کبھی پردہ نہیں اٹھتا
سینے سے مرے آہ کا شعلہ نہیں اٹھتا
ابہر روز کا ہم سے یہ وقت منہ نہیں اٹھتا

قربان مرے جنکے لئے اُن سے صد انوس

دوچار قدم آج جتنا زہ نہیں اٹھتا

کہ جس دل میں نہ ہوں انوار وہ دل ہو نہیں سکتا
نفاں کرنے کے کچھ فرقت میں حاصل ہو نہیں سکتا
یہ کیا تم نے کہا دل میرا عمل ہو نہیں سکتا
بے بسل نہ جو قاتل وہ قاتل ہو نہیں سکتا
ترحم اس لئے کچھ تجھ پہ بسل ہو نہیں سکتا
لگا کر خون شہیدوں میں وہ شامل ہو نہیں سکتا
کبھی پڑ مردہ میرا غمخوار دل ہو نہیں سکتا
مگر جو حق ہے باہر حال باطل ہو نہیں سکتا
کبھی وہ کامیاب ادب منزل ہو نہیں سکتا
کبھی اب اُن کے دل سے رنگ ایل ہو نہیں سکتا
کبھی محروم تیرے در سے سائل ہو نہیں سکتا
کہ شورِ زاع گلبارنگ عناد ہو نہیں سکتا

نگاہ یاس لے قربان اُن کی اتر ڈالے

کہ جو بسل ہو وہ بسل سے قاتل ہو نہیں سکتا

اب نہیں جو نہ خاموش تو ناشاد کریں کیا
ہم بھول چکے جس کو اُسے یاد کریں کیا

غفلت کا اگر آنکھوں سے پردہ نہیں اٹھتا
ہے جھوٹ کے وہ پردہ نہیں کرتے کسی سے
کیا روح نے مجھوں کی کیا دشت کو محصور
اور مان مہرے جاتے ہیں ہمراہ عدم کو
مجھوں سے حیا آتی ہے ناحق تجھے لیلے
اک برق چمکتی ہے شبِ غم کی تقضا میں
وہ کہتے ہیں آجائیں گے کیا میں ترے پابند

نہ کہنا پھر کبھی دل شمع محفل ہو نہیں سکتا
ہمائے آسودہ اور بھڑکی لگ آفت کی
تم امیں رہ کے دیکھو سب گھینے غیرت لیلے
کیکی چشمِ حسرت کیوں نہ وقتِ زنجِ گہاں ہو
نہ جو کا قتل تو بھر قتل کی شوزس اٹھا بیگنا
اگر جاننا زہر دشمن تو میری طرح کجائے
مصیبت بھی جوا آتی ہے تو ہنس کر کاٹ دیتا ہوں
حقیقت کھل ہی جاتی تو قلعی اور بناوٹ کی
فقط پستی ہی پستی ہو بھری جس کے خیالو نہیں
جوا لودہ یہ آلودہ ہوئے جاتے ہیں غفلت پر
جو ہے دشمن بھی تیرا تو اُسے دیتا جڑے مانگر
نہ ہونگا ہمزبان میرے کبھی یہ مدعی ہمد

نگاہ یاس لے قربان اُن کی اتر ڈالے

کہ جو بسل ہو وہ بسل سے قاتل ہو نہیں سکتا

جب اُن کی اجازت نہ ہو فریاد کریں کیا
کہتے ہیں دوبارہ بچھے برباد کریں کیا

مجبور ہیں مجبور ہیں فریاد کریں کیا
تقدیر سے مجبور ہیں مریاد کریں کیا
بے چارے وہ سیرِ عدم آباد کریں کیا
ہے نگرِ اُمیں اب بستمِ رجا د کریں کیا
اڑنے ہی کی طاقت نہیں فراد کریں کیا
ہیں منتظر اب اسکے وہ ارشاد کریں کیا

گوشط کی اب تاب نہیں دل میں رہا ہے
اڑ جاتے قفس لیکے تراجم تو چمن کو
پر توڑ کے بھیجا قفسا نے جنھیں افسوس
تھے جتنے بستم ہو گئے سب ختم وہ مجسم پر
الغنت نہ قفس سے نہ ہمیں تجھ سے جو غلام
ہم قصہ غم اپنا سنائے ہیں اُن کو

ہیں دھنکے پابند اب انجام جو کچھ ہوں

قربان جو بھولا ہے اُسے یاد کریں کیا

دیکھنے میں کوئی جانور نہ آیا ایسا
مجھے جلوہ سری چلن نہ دکھایا ایسا
تو نے زخموں کو میرے کج ہنسیا ایسا
ہے سری چال نہ قنوقود بایا ایسا
ہم نے اک باغِ محبت کا کھلایا ایسا
تو نے ارماں کو میرے ہائے مٹایا ایسا
سیری حسرت نے بھی جو خون بہایا ایسا
نامہ بریار کا خط آج ہے آیا ایسا

اے منم تو نے محبت میں بدلایا ایسا
طور پر حضرت موسیٰ نے نہ دکھایا ہوگا
شور پر پاوے تیرے مسکدان کی خیر
حشر تک اب نہ اُٹھنے کے ہواٹھائے کوئی
نہ رہی قدر زمانے میں کسی گلشن کی
خاک بھی دل میں میرے انکی نہیں اب ملتی
ہوئی مشا و اب شفقِ رنگ چڑا پھولوں پر
اور بھی آگ سرے دل میں بھڑک اٹھی ہو

دوست خوش ہوتے ہیں دشمن تیرے رو دیر ہیں

تو نے قربان کچھ انداز ہے پایا ایسا

نظر آتا ہے تجھے کیا وہ انوکھا جیسا
پہلے بنکر تو دکھائے کوئی موسیٰ جیسا
دُغم کو میرے کبھی دیکھا ہوا چھا جیسا
طور پر جا کے دکھائے تھے جلوہ جیسا
دیکھتے روز ہیں ہم خوابِ زلیخا جیسا
ہم کہیں دیکھ کے آئے ہیں تماشاً جیسا
کیا بیمارِ محبت کا مددگار جیسا

تو نے عاشق سے کیا آج ہے پردہ جیسا
پھر کر کے طور پر امید بخل اُن سے
دے چوکے نگہ یار نے فوراً دل پر
ہم تو جب جانیں دکھا وہ ہیں تم گھر بیٹھے
کوئی دیتا نہیں قسیرِ مشالِ روست
وہ کہاں صفحہ عالم پر نظر آتا ہے
اے میعادِ دل بیمار کو مسموم ہے سب

جب سے امید جوئی وصل منم کی بجوایا۔ اور د معلوم مجھے ہوتا ہے ہلکا جیسا
کر ادا اشکر تو قربان رخدا کا ہر دم،

ہو جہاں میں سے تیرے گھر میں آہلا جیسا

سخت دل کر کے یہاں آیا تھا قاتل کیسا
تیرے مجھوں کو اٹھائے نہیں اٹھتا لیسا
آج کیا پھر کوئی صبت دنیا آ یا ہے
آکے پردے سے شہادت کا مزلیہ ہیں
کیا نہ پوچھ لگی کہناے میری کشتی یارب
اسیں جو کھو گیا تا عمر بھگتا ہی رہا
سخت جانی نے مری اسکو کیا لگا لیا جب
کیا تیری طرح ہوئی انکو بھی دشت دشتی

آہ اب خاک پہ غلطاں میری بل کیسا
حائل شوق سے یہ پردہ محض کیسا
شور کرتی ہیں گھٹیاں میں عناد کیسا
خون کرتی ہیں یہ شمعیں سر محض کیسا
دور ہوتا ہی چلا جاتا ہے سا حل کیسا
بچ میں ڈالتی سے عشق کی منزل کیسا
بتنے کے ہر گیس آخر میرا قاتل کیسا
شور کرتی ہیں یہ زنداں میں سدا کیسا

میرے گھر آئیں تو قربان وہ شام وعدہ
جان بھی نذر کروں گا میں انھیں دل کیسا

ہر شاخ میں ہر پھول میں جلوہ نظر آیا
آخر اُسے ہم برقی ہی کی نذر کر آئے
دل چھیدا ایک بچہ کے عیوض تیر نظر نے
قاصد نے کیا راہ میں کم میرا خط شوق
بچو کہ غلط راہ کوئی اسکو ملی تھی
اب قدر ہی دنیا میں نہیں کوئی ہنر کی
گرد و نپہ ستارہ بھی کھلے چاند بھی بھلا

دیکھا تجھے موجود وہیں پر جد ہر آیا
جب نخل تمنا میں نہ کوئی شمر آیا
پھینکا تھا کہاں اور وہ ظالم کدہ ہر آیا
تیرے نہ جی بھی آج تک اُن کی خبر آیا
بھٹکا ہوا جو رات کا وقت بھر آیا
اللہ تراشکر نہ ہم کو ہنس آیا
اتنا صبح شب غم نہ وہ رشک فر آیا

قربان طرف کعبہ چلا دیر میں ہو بچنا
جاتا تھا کہ ہر اور نکل میں کدہ ہر آیا

گو ترے حکم سے میں ہر دم میں خاموش رہا
یکسی سے تو نے حقیقت کی پیادہ ساتی
موت نے ایسی پلائی ہے انھیں اپنی شرب
دل کشاکش میں رہا دل میں بڑا جوش ہا
ایسا بے خود میں ہوا کچھ نہ مجھے جوش ہا
کوئی ساتی نہ رہا آج نے سے نوش ہا

تیرے دیوانہ کو مطلب کا بہت ہوش رہا
تیرے دلے تو حفظ میں ہی فراموش رہا
کیا کریں تجکو تو اپنا بھی نہ کچھ ہوش رہا
سہہ تین جہنم رہا اور ہمسہ تین گوش رہا

گئی ہمراہ جوانی کے اُنٹلیں قربان

اب نہ تم ہی وہ ہے اور نہ وہ ہوش رہا

جس طرف آنکھ اٹھی تجھ تجکو وہیں دیکھ لیا
جب سے دل میں ہے تجھ مجھے کہیں دیکھ لیا
اُس نے کیا مانتے ہوئے تجکو کہیں دیکھ لیا
ہم نے آرام دہ ہی زیرِ زیں دیکھ لیا
اے تو تم سے بھی اک بڑا حسیں دیکھ لیا
جو صلہ ہم نے تیرا، قلبِ خزین دیکھ لیا
دفن بھی کر کے مجھے زیرِ زیں دیکھ لیا
سب نے یہ اوجِ سراخا گئیں دیکھ لیا
اُسکا انجام بھی اے پردہ نشیں دیکھ لیا
جان نکلی جو مجھے چین بہ چین دیکھ لیا
پوچھتے کیوں ہو تمہیں ہم نے کہیں دیکھ لیا

تیرے اشعار سے جو حسن نکلتا ہے نیا

تو نے قربان کوئی آج حسیں دیکھ لیا

رات دن رہتے لگا آنکھوں میں جلوہ طور کا
جس طرح بس بس کے گرتے عرقِ انگو ر کا
پوچھتے بیٹھے میں مجھ سے حالِ دہ منصور کا
ہاتھ میں کاسہ نہ ہو جب تک سہ نفور کا
رنگ لایا رفتہ رفتہ عشقِ اک مزدور کا
جس نے دیکھا ہو گا دیکھا ہو گا جلوہ طور کا

خود سے غافل وہ ہوا تجھے نہ غافل وہ ہوا
مرے دم تک تو مجھے یاد رہا اے ظالم
پوچھتے جلوہ گہ ناز کا کچھ حالِ کلیم
پتہ کھر کا تو اٹھا قیس کر سیکے آئی

گئی ہمراہ جوانی کے اُنٹلیں قربان

اب نہ تم ہی وہ ہے اور نہ وہ ہوش رہا

تیرے پردہ کو بھی اے پردہ نشیں دیکھ لیا
دشت و کسار میں پھرنے کی تمنا نہ رہی
آج کل حد سے زیادہ جو شگفتہ ہے ہمار
جو کبھی ہم کو ملا تھا شکمِ مادر میں
اپنے دل پر جو حقیقت کی نگاہیں ڈالیں
ایک نالربِ غم کر کے ہوا خوفِ موش
نہ دلی قبر کی سختی سے میری بے چینی -
جہاں بندہ گیا ہو پچا نہ فرشتہ بھی وہاں
طور پر تو نے گیا تھا جو کسی کو یہ ہوش
روح نازاں ہوئی جب خوش تھے دیکھا مینے
دیر میں دیکھ لیا، یا حرمِ کعبہ میں

تیرے اشعار سے جو حسن نکلتا ہے نیا

تو نے قربان کوئی آج حسیں دیکھ لیا

جب دل شہید ہوا، اک عارضِ بر نور کا
اس طرح ٹپکا گیا ناسورِ دل کا ہم نشیں
کیا تماشا ہو "انا لہو ب" میں کہنے لگوں
میں وہ سائل ہوں کہ مجکو مانگنا بھی عار ہے
بے ستوں پر آئی بسے دلنوازی کے لئے
یاں تو دل بھی جل گیا حاصل نہ کچھ سیکن ہوا

کیا ہیں رنگ لائے زخم دل زخم چکر کیا کیا
 بھاتا ہے، مٹاتا ہے، ہنساتا ہے، رُ دلاتا ہے
 ستم ڈھاتا ہے میرے دل پہ ظلم فتنہ گر کیا کیا
 کہاں ہیں یاد دنیا و مدام میں تھا جو کچھ دیکھا
 تماشے تھے ادھر کیا کیا کرشمے تھے ادھر کیا کیا
 وہ ہزیم ناز مٹی اور اُس میں کس کو کامیابی تھی
 وہاں دیکھا مگر تو نے بتا اے نامہ بر کیا کیا
 پھری میں پھر دوں اُس کے گلے پر کیا شب و عدہ
 ہو کر تباہ اربابوں کا یہ مریخِ محسوس کیا کیا
 کسی پر راز گورد، موت کے اب تک نہیں ظاہر
 کہ ہوتا ہے ادھر کیا کیا کہ ہوتا ہے ادھر کیا کیا
 جہاں جائیں جد ہر جہیں ہیں بد نام کرتی ہے
 ہسٹری چشم ترکیب کیا تیری کا فر نظر کیا کیا
 کوئی پر بند، کوئی ناقول، کوئی بریدہ پر
 فتنے میں بند ہیں صیاد کے بے بال و پر کیا کیا
 مریضِ غم کی قسمت میں نہ لکھا تھا شفا یا نا
 نہیں تو نے دوائیں دی ہیں اُسکو چارہ گر کیا کیا
 یکجہ تمام لیتے ہیں کبھی اُتھتے ہیں گھبرا کر
 شبِ غم سب سے نالوں کا ہے اپنیر بھی اتر کیا کیا
 ابھی دنیا میں آیا تھا، عدم کو جانو لاج ہے
 ابھی درپیش ہے قرباں مسافر کو سفر کیا کیا

کہ آنکھوں میں ترے دورِ موت کا نہیں آتا
 نہیں تو پاس کچھ بھی میری تربت کا نہیں آتا
 کبھی بیشِ نظر جلوہ حقیقت کا نہیں آتا

مزہ ہرگز ہمیں جتنک محبت میں نہیں آتا
 غزالانِ حقن آکر یہاں آنکھیں پڑھا تو ہیں
 لگا ہیں جن ظاہر کے فروبوں میں الجھت ہیں

تو دریا جو شہ پر کیوں اُن کی رحمت کا نہیں کرتا
بتا - دن - کو نسا و دنیا میں حیرت کا نہیں کرتا
مرہ کہ بدن مجھے روز قیامت کا نہیں کرتا
مرہ مجھ کو کہیں ونگی ہجر احست کا نہیں کرتا
انہیں کچھ لطف دنیا میں حقیقت کا نہیں کرتا

اگر دھونا ہی ہے مقصود میرے فرد عصیاں کا
یہاں تو روز ہی ہے اک تماشہ طالع ترہم
میرے دلیں ہمیشہ آپ تو فتنہ اٹھاتے ہیں
نمک پاشی نہیں کرتا میرے زخموں پہ تو جب تک
بجائے محض تک جنگی طلب محذور رہتی ہے

انہیں غربت میں رہ کر کیوں خیال عیش آتا ہے۔
جنہیں عشرت میں قرباں دہیاں غرت کا نہیں کرتا

تو کور ہے کچھ مجھ کو نہجانی نہیں دیتا
ہرگز بھی خدا اُن کو بڑائی نہیں دیتا
اور وہ کو وہ نہار بڑائی نہیں دیتا
ہے عقل پہ پردہ کہ دکھانی نہیں دیتا
جُز تیرے کوئی ہمو دکھانی نہیں دیتا
کیوں ساتھ یہاں بھائی کا بھائی نہیں دیتا

دل میں جو خدا تیرے دکھانی نہیں دیتا
جو آپ نہیں کرتے بڑا بننے کی کوشش
خود آنکھ سے عیب لیے نظر آتے ہیں حکو
آنکھوں کے ترے سامنے ہر ناحق و حق بھی
مولا ہے سہارا تو فقط ذات کا تیری
دنیا ہے کہ یہ عرصہ محشر ہے الٰہی

مصرف نو لے شہ دیو رہے قرباں
کیا نالہ نہیں اُسکا سنائی نہیں دیتا

میں ہوں کشتہ تمہاری کا کل کا
کیا نظر آگیا کوئی صبا د
عشق میرا - تمہارا ہے مشہور
کچھ بتاتے نہیں ستم کا سبب
میرے دامن سے بل گیا آخر
بہمی میرے دل کا بھی راگ نہیں
خار ہر سو خزاں نے پہلائے

میں ہوں کشتہ تمہاری کا کل کا
کیا نظر آگیا کوئی صبا د
عشق میرا - تمہارا ہے مشہور
کچھ بتاتے نہیں ستم کا سبب
میرے دامن سے بل گیا آخر
بہمی میرے دل کا بھی راگ نہیں
خار ہر سو خزاں نے پہلائے

مانگتے ہم نہیں کچھ اے قرباں
درس جب سے لیا تو گل کا

گذرے والے قسمت میں اپنی ماجرا کیا کیا
بنائے کاتب تقدیر تو نے بے لکھا کیا کیا

کبھی غم ہے کبھی راحت کبھی ماتم کبھی عشت
 نہ غیظوں کو ہے دل تنگی نہ بلبلی کی غم آہنگی
 ستایا اور تڑپایا، مٹایا اور ترسایا
 میرے دلیں زرد اور زخم پہلو میں کلیجوں
 مسلسل اک غلش سینہ میں، دلیں اک تیش بہم
 ہوئے ناراض کیوں مجھے بلا تحقیق اصدیت
 ہماری ایک حسرت بھی پوری نہیں ہوتی

زمانہ کی بدلتی رہتی ہے دم ہو کیا کیا
 چمن میں رنگ لائی ہے بہار دلکش کیا کیا
 مرے دلیر نہیں کی تو نے انظام جھان کیا کیا
 سناؤں آپ کو میں دکھ کا اپنے ماجرا کیا کیا
 فیے ہیں عیش تو نے مجھ کو درد لا دو کیا کیا
 خدا جانے عدوئے آئینے جا کر کہا کیا کیا
 اگرچہ کرتے رہتے ہیں تم انے التجا کیا کیا

نہ آئی نیند آئی بھی تو وہ آئے تصور میں

دیا قمر بال شب فرقت نے بھی ہکوم کیا کیا

ایسا بنا کے مجھ کو بھلا یا یہ کیا کیا
 عاشق کو تم نے اپنے مستایا یہ کیا کیا
 اپنا نہ مئے مجھ کو سنا یا یہ کیا کیا
 تربت پر آج مار کے ٹھوکر خرام ناز
 کیا یہ خبر نہ تھی کہ اسی میں مقیم ہو
 اب ہے ہر اک نگاہ میں حسرت جہاں کی
 یہ سجدہ گاہ اہل وفا تھی جہاں میں
 مجھ کو تو اعتبار تھا پیمان وصل پر

دل لیکے پھر نظر سے گرایا یہ کیا کیا
 جو رورہا تھا اس کو رو لایا یہ کیا کیا
 جلوہ نہ ایک روز دکھایا یہ کیا کیا
 سوتے ہوئے کو تو نے جگایا یہ کیا کیا
 دلکا مکان تم نے ہلایا یہ کیا کیا
 موسیٰ کو تم نے جلوہ دکھایا یہ کیا کیا
 میری لحد کو تم نے مٹایا یہ کیا کیا
 وعدہ پہ اپنے توجہ نہ آیا یہ کیا کیا

قرباں رہا تو بندہ تہوں کا تم ام

یاد خدا میں سر نہ جکایا یہ کیا کیا

یا یاد ہیں خیال ہمارا جد ہر گاہ
 چھٹکا جو تم نے تیر جگر سے گزر گیا
 دل میں سووم غم تو ہمیشہ چلی مگر
 بیٹھا ہوں انتظار میں لائے جواب خط
 ساتی نے کس نگاہ سے دکھایا یہ کیا کیا
 دینے لگے وہ ضبط کے طعنے نہ نہ

دل میں سما کے کوئی نگاہ نہیں بھر گیا
 پروردہ نگاہ بڑا کام کر گیا
 جھونکا خوشی کا کوئی ہو آیا گزر گیا
 کیا میرے ہاتھ سے بھی مرانا مر گیا
 جتنا تھا نشہ سر میں ہائے اتر گیا
 میں اُنکے سامنے جو کبھی چشم تر گیا

آینکا، اوسکے اور نہ جانیکا کچھ اصول | آیانہ وقت شام نہ وقت سحر گیب
وہ شام وعدہ آگے لکھو سنوار کے | معلوم شد کہ آج مقدر سنواریک

آنکھیں ترس گئیں، نہ میسر ہوا جہاں
قربان روتے روتے زمانہ گزر گیا

میرا سینہ ظالم ترے کوچہ کی زمیں ہوتا | تو ترا نقش پا اس میں یقیناً د ل نشیں ہوتا
تجھے کچھ بھی جو میرا درد لے پردہ نشیں ہوتا | تیری فرقت میں اتنا میں نہ پھر اندوہیں ہوتا
تیری تصویر کھینچ جاتی لحد میں ساتھ لیجاتا | میری آنکھوں کے آگے تو جو وقت پائیں ہوتا
بہت کی میں نے تدبیریں بہت منت سلبت کی | کسی صولت سے وہ ظالم کبھی راضی نہیں ہوتا
عدو نے بل کے آخر کی دغا یہ ہر قصو اپنا | نہ اُس کو منہ لگاتے ہم نہ باہر آستیں ہوتا
نتیجہ جب دیکھے تو روکا ذکر و فکر ہے و اعظ | یہاں کیوں آگیا تو کج خلق بربس ہوتا
نخل جب سے ہوا ہے آپکے پر نور چہرے سے | نہیں اب آشکارا چرخ پر ماہ مبین ہوتا
خدا جو چاہتا ہے بس وہی ہوتا ہے دنیا میں | جو بندہ چاہتا ہے وہ نہیں ہوتا نہیں ہوتا

یہ تیری خاک سامانی، یہ تیری خانہ ویرانی

مناسب تھا اگر قربان تو صحران نشیں ہوتا

جان لیگا مگر نہ چھوٹے گا | ہائے یہ چارہ گر نہ چھوٹے گا
دیکھ لیگا اگر کہیں صتد | تو مجھے دیکھ کر نہ چھوٹے گا
ناز پرواز پر ہے کیوں تبیل | ترا، صناد پر نہ چھوٹے گا
انکی مڑگاں کا تیر جب چھوٹا | سینے میں دل جگر نہ چھوٹے گا
مری جبتک دغا نہ ہوگی بول | رنگ اپنا اثر نہ چھوٹے گا
نہ لے گی تجھے کوئی عزت | جبتک اپنا تو گھر نہ چھوٹے گا
کیا نہ ہوگا ابھی ہدف سینہ | کیا وہ تیر نظر نہ چھوٹے گا
مربع مسجد ضرور دیگا اذال | کبھی بانگ سحر نہ چھوٹے گا

ہوگی پانی سب آبر و قرباں

بادہ نوشی اگر نہ چھوٹے گا

عدو کے واسطے کیوں سو گوار ہونا تھا | اسے تو موت کا اکدن شکار ہونا تھا

جناب شیخ کو پرہیزگار ہونا تھا
کہ انقلاب جہان بہار ہونا تھا
تمہاری راہ میں اپنا مزار ہونا تھا
ضرور اُسکے لئے خاکسار ہونا تھا
مجھے تو واقف اس خبام کار ہونا تھا
خبر نہ تھی مجھے زبر مزار ہونا تھا
کسی تو بات پہ کچھ خستیار ہونا تھا
تمہارا تیرے گلے کے پیار ہونا تھا
کہ پیر من کو مرے تار تار ہونا تھا

وہ بے نصیب ہیں بادہ خوار ہونا تھا
مجھے خزاں کا گلہ عنایتِ ناحق ہے
ہماری جان ہے نکلی تھامے کوچ میں
بنا ہے خاک سے انسان جوتے ہدم
فضول بندوں میں تو اُسکے گھر گیا ہے شیخ
غور کرتا پھر اتوار میں پرے انسان
نہ اختیار ہے پھر نہ موت پر ہم کو
چھپا کے اپنے جگر کو کہاں میں لیجاتا
یہ میرے ناخنِ وحشت نہ کس طرح بڑھتے

گناہ کیسے نہ قربان میں بھلا کرتا
خدا کے رحم کا امیدوار ہونا تھا

مجھے رازِ الفت بتایا تو ہوتا
مجھے آگے تم نے جگا یا تو ہوتا
کسی دن اُسے آزمایا تو ہوتا
جس کو تم کوئی آیا تو ہوتا
کوئی تیرے لئے چلا یا تو ہوتا
مجھے ایک ساغرِ بلا یا تو ہوتا
مگر قاعدے ستایا تو ہوتا
نیک پاش ہو کر ہنایا تو ہوتا

کبھی جھکو اپنا بسایا تو ہوتا
پڑا سوراہوں میں غفلت میں کب کو
عدو کی حقیقت تو کچھ تجھ پہ کھلتی
شبِ غم کسی نے خبر لی نہ میری
جلد دیتے ہم اُس کو دلیں بگر میں
مری بے خودی دیکھتی تھی تو ساقی
ستارے کا ہم کو گلہ تم سے کیا تھا
تبسم سے اپنے مرے زخمِ دل پر

چلا باغِ ہستی سے قربان احمد

ابھی کچھ دلوں چھپایا تو ہوتا

تو مجھ سے اور محبت کی گفتگو کرنا
جو بڑے اُسے کسی سے وہ آرزو کرنا
ہمارے زخمِ جگر کو نہ تو فر کرنا
نہیں جو اُن سے زبانی بھی گفتگو کرنا

سکھائے اور دستِ جب نہیں عدو کرنا
تری جو بات ہے ایدل نئی کو دنیا میں
کھل رہی دما کیلے زباں اُن کی
پیا میرے بہت مختصر یہ نامہ شوق

تمام عمر کٹی اپنی تارادی میں ۶

ہیں تو آ یا نہ قربان آرزو کرنا

جو نکلیا بھی تو دم لیکر بڑی مشکل ہو نکلیگا
کوئی زندہ نہ پروا نہ تری محفل ہو نکلیگا
مرا ارباں نہ ہو گا وہ جو میر دل ہو نکلیگا
تیرا تیر نظر کیا پار اب محفل ہو نکلیگا
سفینہ میہ نصیاں کاب ساحل ہو نکلیگا
یہی حالت رہی تو کام کیا تہل ہو نکلیگا
نتیجہ شیخ کیا تحصیل راحت صل ہو نکلیگا
اے سچھٹے سم جو عشق کی منزل ہو نکلیگا

تمہارا تیر شادی دل بسمل ہو نکلیگا
سحر تک شمع رویہ سب فدا ہو جائیگے تجھ پر
مے ارمان جتنے ہیں ہر جزو دل میں سب مل
نگاہوں میں تری اے قیس بار نالو آتی ہر
اگر آجائیکا صرف ایک جو نکلیگا درجست کا
چھری زک زک کے چلتی ہے براہوخت جاتی کا
جسے تو ڈھونڈتا پھر تارودہ تو ہے تیرو دل میں
نگہنایوں تو سنتے آئے ہیں نیکی منزل لے

گریگا برق بنکر نہ صیتا پر قربان

قیامت ہو گا وہ نالہ جو میرے دل ہو نکلیگا

میرے قابو میں اگر وہ بیوفا آجائیکا
ہاتھ اپنے پھر تو ایدل مدعا آجائیکا
آشنا بنکر اگر نا آشنا آجائیکا
رفتہ رفتہ چھو ایدل عرصہ آجائیکا
میری تربت پر اگر نا آشنا آجائیکا
خود بخود ہی آپکو درس چھا آجائیکا
خود ہی دست نازیں رنگ چھا آجائیکا
وقت آئے گا تو پیغام قضا آجائیکا
لب پر میرے مرے تو نام آشنا آجائیکا
نا خدا خود بنے سیلاب فنا آجائیکا

عشق کا ایدل تھے پھر کچھ مزا آجائیکا
میرے پہلو میں جو وہ رنگی تھا آجائیکا
کچھ ہیں بھی آشنائی کا مزا آجائیکا
روز و دل کے تو دے ہوتے تو اے اسکا کرم
ٹھو کروں سودہ کر لیا کیا قیامت خیزیاں
کیا کسی سے پوچھنا اسکا کہ اے تو شباب
خون بسمل کا کوئی دہبرہ اگر لگ جائیکا
خود کشی کرتا دل ناہم ہے بے دانشی
آپ وہ تکلیف میں آئے لگے گا جھگو باد
تو خدا کو بھول بیٹھا اپنے طوفان میں اگر

یاد اگر اُس کو کیا قربان راہ عشق میں

تو خدا کا فضل بنکر نا خدا آجائیکا

ہری قسمت میں کھتا تیرا ایسا رہو جانا
اٹھا کے درد بیہم ہو گر آزار ہو جانا

لگادی خود اسے جسکے دل پر مہر غفلت کی
 وہ تیرا بیٹھنا پر دیکھ میں چھپکر سوا داؤں سے
 بیانا تھا مقدر کو تو کیوں اس راہ میں لاتا
 کسی کا جلوہ دیکھا وہ بھی بام طور پر جا کر
 ہلک کر قلب عاشق میں کشتکنا چشم عاشق میں
 بجھتا جو وہ ظالم اب عدد کو جاں نثار اپنا
 عدد کا کام سنکر امتحان کا نام رو دیت
 بلائیں سر پہ لیں اک روز کیسویا کیے جھو کر
 وہ میرا اعتبار اور وہ کسی کے وصل کے واسطے
 کیسودیکھنے گھر کے آنکا بام پر آنا
 خزاں جاتی تہیں فصل بہار میں بھی گلشن کو

انہیں ممکن ہے اٹھا خواب کو ہشیار ہو جانا
 وہ رسوا تیرے عاشق کا سر بار ہو جانا
 میری قسمت میں تھا وارفتہ رفتار ہو جانا
 کوئی موسیٰ سے سکے طالب دیدار ہو جانا
 بڑی حسرت ہے گل ہو کر کسی کا نسا ہو جانا
 مناسب ہر ہمیں اب جان کو سزار ہو جانا
 ہمارا کام وقت امتحان تیار ہو جانا
 میری قسمت میں ہی لکھا تھا تیرہ کار ہو جانا
 کبھی اقرار ہو جانا کبھی انکار ہو جانا
 کسی کا دیکھ کر فوراً پس دیوار ہو جانا
 علامت چشم نرگس کا ہے یہ بیمار ہو جانا

ابھی قربان دیکھا کیسے آکر تو نے دنیا میں

جوانی میں ہے وجہ غم تیرا بیمار ہو جانا
 کوئی پوچھے جو بعد قتل کچھ کہہ کر مگر جانا
 مجھ جس طرح دل لیکر بیاں کرا رہے تم
 بجز کیسو کے تیرے اور آتا ہو یہاں کس کو
 لگائے بے تحاشا تیر لیکن بے خبر ہو کر
 حقیقت بعد میں ہم پر مکن ہے تیری ایفالم
 نگہ تلخ تم بھی تو سراک جا بھرتے رہتے ہو۔
 انیس جا جا جو دیکھا اور سے عبرت یہ چیلانی
 ہمارت کر لے لے انسان پیدا ظلمت شب کی
 یہ وہ طوفان ہے نکلا تھا جس سے فوج کا طوفان
 نفس میں یاد میں جا رہی کے لیے وہ دن بھی

تم اپنا کام کرنا چین کرنا اپنے گھر جانا
 خدا کے سامنے بھی ایک دن یوں ہی مگر جانا
 سنو کر پھر بکڑ جانا بکڑ کر پھر سوز جانا
 نہ تم نے حال دل جانا نہ کچھ حال جگر جانا
 دگر نا عیب کو بھی ہم نے تھا جسکے ہنر جانا
 یہاں جانا وہاں جانا ادھر جانا او دھر جانا
 ذرا اے جانو لے اس طرف آنا ادھر جانا
 اندھیرا قبر میں جو گا وہاں جا کر نہ ڈر جانا
 نہیں ممکن ہے بحر عشق کا چڑھ کر اتر جانا
 کسی کا نوچنا کھیاں کسی کا پر کتر جانا

رہے قربان مگر کبھی تمہارا نام دنیا میں
 نایاں کام ایسا زندگی میں کوئی کر جانا

اسیر زلف دل ہو کر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا
 بھلا اب لذت درد اسکا دامن چھوڑ سکتی ہو
 وہ کہتے ہیں مجھے تاکید ہے کیوں پردہ کر نیکی
 عبث اربان اور حسرت کو ایدل مجھ کو کاوش ہو
 ہمیشہ اُنکے کوچہ سے ملی ہے نامرادی ہی
 چھو یا دل میں جب تو نے وہ جزو دل ہوا جا کر
 اسی کے واسطے محض تیرے تعمیر مکان دل
 ترا گھر رفتہ رفتہ بن گیا عشاق کی دنیا

کوئی اس دام میں پھنکر نہ نکلا ہے نہ نکلیگا
 رگ جاں سے تیرا نچر نہ نکلا ہے نہ نکلے گا
 کبھی ماہو میں جھپکے نہ نکلا ہے نہ نکلے گا
 یہ ڈیرا ڈالکر شکر نہ نکلا ہے نہ نکلیگا
 کوئی بھی سرخرو ہو کر نہ نکلا ہے نہ نکلیگا
 کبھی دے لے ترا نشتر نہ نکلا ہے نہ نکلیگا
 تیرا غم قلب میں بس کر نہ نکلا ہے نہ نکلیگا
 اور ایسے گھر سے تو باہر نہ نکلا ہے نہ نکلیگا

ہے گاپائے وحشت حشر تک قربان گردنیں
 تری قسمت سے یہ چکر نہ نکلا ہے نہ نکلیگا

دی زندگی کسی کو کسی کو مٹا دیا
 موسیٰ کے ضبط دہوش کو آخر جلا دیا
 یہ کس نے دیدیا رنی کا نہ مجھے جواب
 لے برق حسن چوٹ تری لب ہے کا کون؟
 راز و نیاز بلب دگل دیکھ دیکھ کر
 غیظ دہن کے لب پہ تبسم جو آگیا
 آتی ہے جان لینے کو اکثر شب فراق
 محشر میں تیری خاک شکایت کر سینگے ہم
 مارا جی بست نے ہم کو تو مارا حرام موت
 مجھ کو عدم میں جا کے بھی آیا نہ ہوش کچھ
 کل تک تھا جو عزیز عزیز دس بعد مرگ
 کو چہ میں اُسکے جب کبھی ہو پچا میں توں

قدرت نے انقلاب کا نقشہ دکھا دیا
 بے پردہ ہو کے اپنا جو جلوہ دکھا دیا
 آواز کس کی آئی کہ پردہ اٹھا دیا
 کیوں دگے ساتھ میرا جگر بھی جدا دیا
 غصے سے ضبط ہو نہ سکا سرکرا دیا
 زخموں کو اُسے دگے مرے گدگدا دیا
 اس موت کو بے کس نے میرا گھر بتا دیا
 پہلے ہی تو نے قفل لبوں پر لگا دیا
 خجیر کے بغیر ہی نچر چلا دیا
 ساتی یہ تو نے کیسا پیالہ پلا دیا
 مٹی میں لینے ہاتھ اسکو دبا دیا
 اسکا سچہ کے مجھ کو ہولنے اڑا دیا

استاد کے کرم سے ہوں سرمایہ دارِ نیک

قرباں غریب نے مجھے سلطان بنا دیا

ساتھ تیرے لے شرب غم موت کا سامان تھا
 اد پکھتے ہی دیکھتے میں دفعتاً بے جان تھا

دیکھ کر صورت تیری بہزاد بھی حیران تھا
جس جگہ جانیسے جلتے تھے فرشتوں کے بھی پر
گور میں تنہا نہ تھا۔ میں یعنی میرے ساتھ دفن
آنسوؤں نے میرے اسکی دہریں تصدیق کی
انقلاب آئے گلستاں میں خزاں کے ہاتھ سے
تینخ نے بخشی تری ہیکو سبکباری بہت
غیر کو در پر بٹھایا پاسبانی کے لئے
خاک پتھر۔ ایک چادر، ایک بوسیدہ کفن
مقلبی نے ہائے اسکو کر دیا اب کھو کھلا
راز الفت فاش کرتا کبھی یہ میری مجال

گو مصور تھا مگر اک پیکر بے جان تھا
باریاب اُس جلوہ گاہ ناز میں انسان عبا
میری حسرت تھی تنہا تھی ترا ارمان تھا
دور نہ اک قصہ کتابی نوح کا طوفان تھا
گل جسے شاداب دیکھا آج وہ ویران تھا
ہم کو اپنا سر حقیقت میں وبال جان تھا
کیا نہ سمجھے تھے کہ رعب حق خود دربان تھا
ساتھ تربت میں فقط اپنے یہی سامان تھا
دور نہ اک گنج گراما یہ یہ ہندوستان تھا
یہ عدو کا افترا تھا، غیر کا بہتان تھا

تیرے جو قرباں کو مارا وہ تو عاشق تھا ترا

تیرے انداز و ادب پر جان سے قرباں تھا

میرے ہی سوز دکا دہواں ہے جما ہوا
دنیا خفا ہوئی جو وہ مجھ سے خفا ہوا
تو نے پلائی کیسی دوا چارہ گر ہیں
قور، کہ میری خاک ٹھکانے لگے کہیں
بہکے ہوئے ہیں کوچہ گیسو میں رات دن
آنے دوا نہ پائی کہ بیمار چل بسا
جو کچھ ہوا وہ حکم سے ترے ہوا یہاں
بندے تھے جسکے اسکی نوازش ہوئی ضرور
رُسوائی تیری کرنے قیامت جہاں میں
صبا کی نظر میں ہے گلچیں کی آنکھ میں
لے غنہ لیب پردہ گل پر نہ ناز کر
شاید ملا ہے خون عدو آج اسیں کچھ
غم تیرا۔ ساتھ ساتھ راہ جیتے جی مرے

ابیر سیاہ جو ہے فلک پر گمرا ہوا
راضی ہوا جہاں جو راضی خدا ہوا
اس سے تو درد اور ہمارا سو ہوا
ہے تیرے انتظار میں لاشہ پڑا ہوا
منزل کا کیا پتہ کہ غلط راستہ ہوا
رکھارہا طبیب کا نسخہ لکھا ہوا
اچھا ہوا جہاں میں کہ مجھ سے برا ہوا
ہم سے جو بُت خفا ہوئے راضی خدا ہوا
مردہ عبت اکھاڑتی ہے تو دربا ہوا
جو پھول گلگدہ میں ہے کوئی کھدا ہوا
صبا د بھی ہے تاک میں بیٹھا چھپا ہوا
پھینکا جو تیرا رنگ یہ دزدو حنا ہوا
انک لٹو کیلئے نہ یہ مجھے جُدا ہوا

عشر نہیں داد اور عشر سے دی نہ کچھ۔ اسے ایم کیا بھگنے آئے یہاں اور کیا ہوا

ہرگز متاثر غیر پہ قرباں فکر نہ کر

کافی بے تیرے پاس خدا کا دیا ہوا

میں کر کے یو فانی تنگ اہلوت ہو نہیں سکتا
ہو دشمن میں تو ایسا وقت نصرت ہو نہیں سکتا
ہمارا فیصلہ روز قیامت ہو نہیں سکتا
کسی سے بند یہ باب اجابت ہو نہیں سکتا
کبھی ہم سے تو یہ حضرت سلامت ہو نہیں سکتا
غضب ہے دل ہمارا لاج تربت ہو نہیں سکتا
زباں سے میری انہما و محبت ہو نہیں سکتا
کبھی وہ مستحق بار خجفت ہو نہیں سکتا

کیا جو تو نے مجھ سے بے مروت ہو نہیں سکتا
نہ آیا ایک بھی آنسو جوازہ میرا جب نہ کھلا
بہت ہی مختصر ہے دن کہانی طول ہے اپنی
زباں کو روک دو گے تو رہا بے دل صدا دیگا
بتوں کو چھوڑ دیں لے شیخ ہم خوردوں کو لای میں
یہ ہوتا داستان عشق کا اک کتبہ ناطق
لگا دی ہاتھ رکھ کر منہ پہ آئے مہر خاموشی
اڑا لی ہونہ جسے خاک کچھ دن تیرے کو چہ میں

خدا ہی ساتھ دیگا آئی آفت گر بولے قرباں

رفیق اپنا کوئی وقت نصبت ہو نہیں سکتا

اب چین کے ٹکھڑ کیا کہنا
خوشگو ارنگ کہنا
اس کا پھر بار بار کیا کہنا
ہے ہوا اور جو یہ کیا کہنا
پھر ایک مزار کیا کہنا
دیدہ اٹھل کیا کہنا
واہ عمل سوار کیا کہنا
کیا دیا ہے فدا کیا کہنا
گل کی ہیرا و خاک کیا کہنا
تیرا لے بادہ خواہ کیا کہنا
آگیا اعتبار کیا کہنا
ہو گیا دل کے پار کیا کہنا

خوب آئی بہار کیا کہنا
روح میں میکے کھلے لاکھوں
آپ جس بات کو نہیں سہتے
وہ ہوں اور ایک لمحہ فرمست
لپٹے ہاتھوں سے خود اٹھا ڈیا
کاٹ دی رات آنکھوں لکھوئیں
لپٹے مجنوں کو گرد میں و ابا۔
خوب بدسلے ہیں تربت نے
ساتھ لیکر عدد کو پھر لے ہو
کرتے تم کے حشم حلی
تو نے وعدہ کیا کچھ اس دُعا کو
ناوک۔ یار آفریں تجھ کو

کھنٹ سب خزاں کی دور ہوئیں | اے نشا بہار کیا کہنت
جیب دامن کو تو نے اے جھٹ | کر دیا۔ تار تار کیا کہنت

تم نے قربان پرے پرے میں
خوب کھیلنا کھار کیا کہنت

اثر کرنے لگی تقدیر اُلٹ | دباں کو بھی میری تقدیر اُلٹ
جو مارا۔ آہ کے ترکش سے اُن پر | لگا دلیں وہ میسہ تیر اُلٹ
گرہ قسمت کی میری کیا کھلے گی | چلا ہے ناخن تدبیر اُلٹ
زمیں پر خون حسرت کا گریگا | یہ کیوں لٹکا دیا پُتھر اُلٹ
قلم اُلٹا تھا یا تقدیر اُلٹ | دکھاتی ہے اثر تحریر اُلٹ
تری آنکھیں رہیں دلی ہی جانب | بہت ہم نے رُخ تصویر اُلٹ
چلا دشمن پہ پہونچا میرے دلیں | لگا یا تم نے کیسا تیر اُلٹ
یہی حسرت رہی نالوں کو میرے | کبھی بچکونہ چرخ تیر اُلٹ

ہوئی الٹی ہر اک تدبیر قربان
کہ لکھا تھا خط تقدیر اُلٹ

ہر لیک ارادہ رہا نا کام ہمارا | اچھا نہ ہوا عشق میں انجام ہمارا
اب رات کو بچین نہ دن کو ہمیں ملے | کیوں چھین لیا آپ نے آرام ہمارا
ڈھلتی ہوئی اب دھوپ ہے افسانہ ہستی | خورشید حیات اب ہر لبِ بام ہمارا
قاصد نے ہمیں دیداد حو کو میں خط اسکا | تقدیر سے تھا غیر بھی ہم نام ہمارا
مرتے ہی گئے بھول ہمیں واہ لے الفت | اب یاد کسی کو نہ رہا نام ہمارا
کچھ اور خصوصیت ہستی نہ حق ہم میں | ہاں عشق سے دُنیا میں رہا نام ہمارا
اب تنگ بتوں سے ہی بہت تیری خدائی | لیجائے خدا تک کوئی پین نام ہمارا
جو چاہے وہ دے زور نہیں اسکی عطا پر | تکلیف ہماری ہے نہ آرام ہمارا

کیا عشق میں اب سنی وفا کیے قربان

میاوس بہت ہے دلی نا کام ہمارا

تیرے کو چہ میں جو سودا ہی کوئی آجائیکا | اچھا کر اپنا گریباں سٹے سحر آجائیکا

بیکی کم ہونگی جتنا درد بڑھتا جائیگا
پھر بھی دامانِ عدم سے نہ چھوڑا جائیگا
دلیں جوار مان آئیگا وہ کچلا جائیگا
وہیاں لے مجنوں جو تیرا سونے پھر بائیگا
ہو کے شرمندہ یہاں سے تو میسا جائیگا
تیرا کشتہ قبر میں بھی اب تر پتا جائیگا
خواب میں بھی تو اگر میرے کہی جائیگا

رفتہ رفتہ جانِ مضطر کو سکون سہائیگا
دلقریبی چھینتی ہو دہری اپنی طرف
یہ جو غم یہ ہنگامہ ملال دیا سس کا
ذرو ذرو خاکِ صحر اکا بنیگا شکلِ یار
یہ مریمیں عشق ہے اچھا کبھی ہوتا نہیں
تو بے تابی بڑھادی اور آکر نزع میں
بختِ خفہ جاگ اٹھے گا تیرے دیدار سے

تجملے قرباں نہ ہو گا وصل اُس بت کا نصیب
ساتھ لیکر قبر میں تو یہ تمتا جائے گا۔

کہ اُن سے تو شبِ وعدہ یہاں آیا نہیں جاتا
کبھی پیاسے کی جانب خود بخود دور یا نہیں جاتا
نہیں خورشید وہ انکو مگر دیکھا نہیں جاتا
کہ اب مدت سے نامہ بھی نہیں آتا نہیں جاتا
کبھی تنہا نہیں آتا کبھی تنہا نہیں جاتا
کہ اب تو دور سے بھی شامِ غم اٹھا نہیں جاتا
مگر مجنوں کے دل سے وہیاں پئی کا نہیں جاتا
خود اپنا حال اپنی آنکھ سے دیکھا نہیں جاتا

خیالِ یار تو ہی جسم کرتز دیا نہیں جاتا
جسے ہوا زو۔ اُنکی وہ جائے اُن کے کوچہ میں
جھپک جاتی ہیں آنکھیں اُنکو جلوں کی شعاؤں سے
ہمارا جانا۔ آنا کس طرح ہو بزمِ جاناں میں
عدو کی ساتھ آتا ہے عدو کی ساتھ جاتا ہے
یہ کثرتِ ضعف کی ہے۔ اب یہ بیمار کی حالت
ہوا بدنام گھر چھوٹا ہا صحر انشیں ہو کر
کسی کے حال پر کیا دیکھ کر حسرت کریں ایدل

بہت تدبیریں کی قرباں کر ڈالے جتن لکھوں
خیال اُنکا مگر دل سے نہیں جاتا نہیں جاتا

آپ نے بھی مراد دل اور کلیب دیکھا
جب نہ اُٹھتے ہوئے یہ ظاہری پردہ دیکھا
ایک ہنگامہ بہار اور خزاں کا دیکھا
طور پر آپ گئے تھے تو دہاں کی دیکھا
خفاک ہوتے نہ کبھی عشق کا دریا دیکھا
موت کا ہم نے بہت جہر میں رستہ دیکھا

آپ کو محفلِ عین میں کیسے دیکھا
اپنی ہستی میں تھے اجنن آرا دیکھا
بائعِ عالم میں نیا روزِ تماشا دیکھا
جاگے ہم بزم میں سو بار اُنھیں دیکھے کلم
سو کھتے ہم نے سمندر کو تو دیکھا اکثر
وہ بھی تو بھول گئی یاد ہمارے گھر کی

قیس سے دور سے جب ناقد ایسا دیکھا
آج کیا خواب بتا تو نے زمین دیکھا
اسے سو پر دوں میں ہوتے ہو کر سو دیکھا
دل میں جب کوئی کہنکنا ہوا کانسٹا دیکھا
ہم نے اپنو کو بھی دنیا میں نہ اپنا دیکھا

جو نئے عشق میں پیراں کا ابھرنا کیسا
خاک قربان سے اٹھتے نہ بگولا دیکھا

دل سے آواز نوا رہی مثل بچس
مثل یقوت نہیں کھولتی آنکھیں اپنی
حسن افسانہ و شہر کا پاستہ نہیں
نہن لیا ان کی محبت کی نگاہوں سے لے
کیا گم کیجے اعجاز کی خود غرضی کا

منوم تھا ضرور پیشیاں ضرور تھا
آباد تیرے دم سے بیاباں ضرور تھا
وا من نہ تھا اگر تو گریباں ضرور تھا
اتنا ہے صرت یاد کہ حیراں ضرور تھا
دل میں بجوم حسرت و حرمانی ضرور تھا
پہلو میں دل نہ تھا تیرا بیجاں ضرور تھا
تربت میں اپنے ساتھ یہ سماں ضرور تھا
دُشمنی وہ تھا نہ تھا مگر افسان ضرور تھا

وہ قتل کر کے سر بگرباں ضرور تھا
لے قیس گوہ جو دمبٹ تھا ترا مگر
دہشت میں میرے ہاتھ نہ خالی کبھی ہے
حیرت کہ جہاں میں بھولا ہوں رنگ نہ تنگ
غلت میں اپنی تمنا میں الیلا شب فراق
سینے میں تابہ عمر میٹھے جلش رہی
کچھ داغ کے چراغ تھے کچھ حسرتوں کی خاک
عظمت نہ کیوں نگاہ میں ہو قیس بخشہ کی

داغوں کی روشنی ہو کہ ہو جگنوؤں کا فیض
قرباں جری لحد پہ چراغاں ضرور تھا

خود ہی کرنا ہستم اور خود ہی پیشیاں ہونا
سے فرشتوں کو بھی شکل بہت لٹاں ہونا
دیکھ کر روئی و نیاں کو نہ حیراں ہونا
میری تقدیر میں تھا یہ سوساں ہونا
دفن ہو لوں تو پھر آراستہ لے جاں ہونا
میری قیمت میں نہ تھا آپکا احساں ہونا
راہ اُلفت کا بہت سہل ہو آساں ہونا
ہوتا قیمت میں اگر حیرا نگہبیاں ہونا

دہر میں تسامی و شواہب انساں ہونا
فلس جیب ملتا ہے کرتے ہیں ماسی یہ بھی
آنکھ کھولی تو ہے لے پیکر خفا کی تو نے
تجے الزام میں دیتا نہیں لے دست جنوں
دیر جوتی ہے پلے آؤ ذرا لاشہ پر
آگئی موت اور آپ آتے ہے تیغ بکفت
منزل عشق میں تم گر مرے ہمراہ رہو
عز کی آئے نہ دیتا میں کبھی پاس ہوا

عشق صادق ہے تجھیں انکی یہ ہی صفت ہے
دیکھ کر شکل کو قرباں کی نہ حیراں ہونا

عندلیب خستہ دل نذر خیراں ہو جائیگا
میری الفت کا نتیجہ خود عیاں ہو جائیگا
میری جانب سے مگر وہ بدگماں ہو جائیگا
ہے یقین جگو عدیمی ہمز باں ہو جائیگا
آسمان اک روز زیر آسمان ہو جائیگا
آتشکار اعیار پہ سورہنباں ہو جائیگا
پتہ پتہ گلستاں کا آستیاں ہو جائیگا
ایک دن ویران میرا آستیاں ہو جائیگا

ایک دن برباد تیرا آستیاں ہو جائیگا
جب کرو گے غور تم میری دفائے عشق پر
قتل کر دوں بغیر کو میں تو بہ آسانی ابھی
دامتاں اپنی سناٹے بچھڑیٹوں گا کبھی
جب دھواں اٹھے گا میرے سینہ پر ہونے
میں تو گلہ لکراؤ بھی کرتا نہیں اس خوف کو
اپنی بربادی کی ہم نے جب کبھی فریاد کی
نیت صیاد ہے مدت سے میری گھات میں

یاد کرتے کرتے لے قرباں اس بے مہر کی
ختم یوں ہی لیتے لیتے چکیاں ہو جائیگا

پھر نہ قابو میں ہمارے دل ناٹا ہوا
اب زباں پر جو تیری مشکوہ بید آویا
یوں تو جنبش میں ہے اکثر لب فریاد آیا
یکھنے کو تیری تصویر ہے ہر ذرا آیا
یہ ترے وہیاں میں اسوقت نہ شداویا
نزدہ آئے نہ اہل آؤ نہ جلا د آیا
کس ستمگم پہ الہی دل ناٹا د آیا
رحم جگو نہ مگر بانٹے سید ا د آیا

ایک نئی ٹیس اٹھی تو جو ہمیں یاد آیا
مجھے کہتے ہیں نہ بولونگا کبھی پھر تجھ سے
اچھے کچھ۔ اور ہی عالم ہے تکلم کا میرے
جان بھی ڈال دے یہ پیکر تصویر میں کش
تیری رحمت ہے مگر تو ہے کسی اور کی ملک
آج بھی ہم یوں ہی ناکام چلے قتل سے
پنی کہتا ہے وہ سنتا نہیں میری لیکن
سارے دنیا میں ہوتے میرے فسانہ مشہور

خشر باران چمن میں ہوا بر پا قرباں
لیکے گلشن میں نقش جب میرا صیاد آیا

ہول مائے ہیں پہلو میں جب دل نہیں رہا
انسانیت کا پاس بھی قاتل نہیں رہا
باقی ہے چشم قیس جو محل نہیں رہا

اب کیا کروں کہ میں کسی قابل نہیں رہا
آنکھیں ملا کے ہائے مجھے قتل کر دیا
میں اسی میں بیچکے کر سیر روز خشر

پہلا سامیہ پہلو میں اب نہیں رہا
اس بخودی میں تجھ سے میں غافل نہیں رہا
دنیا میں کیا کوئی دل بسمل نہیں رہا
منفرد حق کے سامنے باطل نہیں رہا
کچھ بھی خیال وسعت منزل نہیں رہا

تجھ ہے طو جسدِ تجلی ہے یارِ مکی

قرآن تیرے پہلو میں کیا دل نہیں رہا

مر گیا تو کہہ یا قیلوس تھا کیموس تھا
فضل سے میری تو بندے کس لے مایوس تھا
عشق تیرا شمع تھا اور دل میرا فانوس تھا
وہ یہ سمجھ اہل وحشت کا کوئی جاسوس تھا
تھا یہ پہلے بھی مگر ناقابلِ محسوس تھا
جتنے قبضہ میں کیدِ نرگس تھا اور طوس تھا
داغِ دل میرا لبانِ بخیرِ طاعوس تھا
کیوں نہیں تجھ کو خیالِ ذلتِ ناموس تھا

کہا کہا کے رنج اور الم ہو گیا یحییٰ
تیرے فراق نے مجھے بے خود کیا مگر
تعمیتِ بکیوں کی جو کرتے ہیں آج آپ
مشکل سے میرے سامنے اگر تجھے رقیب
بے پوچھے ہم نے عشق میں کیوں کہہ دیا قدم

میری تھیں مرض سے دنگ جا لینوس تھا

عفو کر کے میرے عصیانِ محبت حق نے کہا

اپنے پہلو میں بھیا نا تھا ضیائے حسن کو
نامہ بر میرے گہوڑ کو کیا بے خوفِ ذبح
دیکھ کے محفل میں تجھ کو دردِ میرا بڑھ گیا
اُن کی قبروں کا نشان بھی لایا بطن نہیں
زخمِ الفت کا نمایاں سونول نے کر دیا
لاکھ بھایا نہ چھوڑا۔ غیر سے ہنسنا مگر

تھا سہارا زندگی کا صرف دُنیا میں ہی۔

رحمتِ حق سے میں نے قرآن کیا بوس تھا

نیا دشمن ہوا اپنا یہ چرخِ پیر ہے پیدا
نرالی میری دنیا سے جو لی تقدیر ہے پیدا
نئی یہ تجھ سے ملنے کی جو لی تدبیر ہے پیدا
برائے جمع بھی اب ایک نیا گلگیر ہے پیدا
نئی شکلوں سے عشقِ عاشقِ دلگیر ہے پیدا
بدن میں جبے الفت کی تری بخیر ہے پیدا
رُخِ روشن سے تیرے ماہ کی تویر ہے پیدا
سنبھل جاؤ دُعاؤں سے مری تاثیر ہے پیدا

ہر اک گردش سے اسکی گردشِ تقدیر ہے پیدا
میری خواہش جو ہوتی ہو یہ کرتی ہے خداتِ اسکی
رقیبِ روسیاء سے دوستی مطلب کو گناہی ہے
تہارا خون پر دلاؤ نہ ہوگا رانیکاں ہر گز
کوئی سولائی کہتا ہے کوئی خطی رستا ہے
پریشاں رات دن دل کو بخارِ آہ رکھتا ہے
فعلِ سائیس کہتی ہے ضیا سورج سے پاتا ہے
تہائے ظلم کا اب تم سے بد لا خوب لے لو نکلا

دل مجروح کی ہے داستان قربان اک نثر

لب ہر زخم سے گویا زبان تیر ہے پیدا

حسرت میں تیری میں تو نے دوست مبتلا تھا
پہلو میں دل بھی کوئی مشتوق چلبلا تھا
کچھ دیکھتے ہی کوئی یہ ہوش ہو گیا تھا
اک آرزو بھی لب پر اک ولس مدعا تھا
دی اپنی جان میں نے میرا ہی جو صلا تھا
نبیج ہاتھ میں تھی۔ کاندھے پہ پوریا تھا
میں اب بنا ہوں میکش پہلے تو پار سا تھا
وہ کس کا آشنا ہے وہ کس کا آشنا تھا

تیرے ستم کا خنجر پھر مجھ کیوں چلا تھا
کس طرح نیند آئی آخر مجھے شب غم
کچھ طور پر کسی کو دی تھی کسی نے دعوت
بیبا رہم کی تم نے اپنے نہیں نہ باتیں
جو دم چرکے بھاگے۔ وہ غیر ہی تھا ظالم
مسجد سے منج صاحب کیوں گئے نکالے
دائن ریا کا میں نے دھویا ہے موج سے
امید ہے وفا کی اُس سے فضول ایدل

قربان سے نہ ممکن ضبط الم ہو اجب

چپکے سے جان دیدی تو مرد باجیا تھا

کہ یہ اک تھیل سمجھتے ہیں خدا ہو جانا
پھر مرے پہلو میں تھو میری جا ہو جانا
وہ ترا میری نگاہوں سے ہڈا ہو جانا
کتنا ہونا ہے دراصل شفا ہو جانا
عشق سے سیکھ لیا ہم نے فنا ہو جانا
جسے خود اپنی ہی ہستی کو خدا ہو جانا
اور وہ آپ کا مصروف فنا ہو جانا
درد کو آج ہے منظور ودا ہو جانا

ان بتوں پر کہیں لے دل زنا ہو جانا
اب تو خونی کے سہاے کمرے گھر آ جاؤ
وہ مرا تمام کے دل آہ برب رہ جانا
چین پاتا ہے جو دنیا سے گذر جاتا ہے
ہمواب زلیت کی دنیا میں نہیں جو خواہش
کس طرح ہو گا بتوں کا وہ پرستار کہیں
وہ میرے خون متائیں بنو دلوں
ہاں لیکر مری یہ اُن سے ملا ویگا سمجھ

غیر ممکن نہیں قربان گداہو سلطان

ادر سلطان کا دم بھر میں گدا ہو جانا

راہ میں کعبہ تو آیا تھا مگر چھوڑ دیا
تو نے کیوں جیننا لے میں نہ چھوڑ دیا
آج ظالم نے گدہر تیر نظر چھوڑ دیا

بتکہدے لئے اللہ کا گھر چھوڑ دیا۔
غیر کے پہلو میں جب راگو وہ سوتے تھے
الامالہ کی ہیں فلک سے بھی صدائیں پیدا

جب سے نالوں نے مرے اپنا اثر چھوڑ دیا
جو مجھے لیکے اڑا تھا وہی پر چھوڑ دیا
خلل اُمید نے دین ہی مٹ چھوڑ دیا
دل میرا چھید لیا اور جس گرج چھوڑ دیا
ساتھ کیوں تو نے میرا دیدہ تر چھوڑ دیا

جب تھا ہستی مغرور کو ناز لے قرباں
رُوح نے آج وہ کا شانہ وہ گھر چھوڑ دیا

تو جینا محبت میں دُشوار ہو گا۔
وہ ہی تیر دے میرے پار ہو گا
جو بیکار ہو گا وہ با کار ہو گا
وہ پھر تاقیامت نہ ہشیار ہو گا
خبر کیا حتی گل بھی نہ خار ہو گا
نیا مرغ کوئی گرفتار ہو گا
تیرے حسن کا سرد بازار ہو گا
اسی جانے دیکھنا بیمار ہو گا

نہ قرباں دیکھ اُن کے چہرہ کی جانب
لگا ہوں سے سیدہ وہ رخسار ہو گا

بتوں کے وصل کی ہرگز نہ لے دل آرزو کرنا
تو کیا قصور اُنکی جانتی ہے گفتگو کرنا
نہ تو زہار مرے چاک دامن میں رُو کرنا
تو بے ساقی سے ناحق خواہش سامہو کرنا
تو بے درکار پہلے خون سے اُسکے دھو کرنا
جو عطا ہو تو لا حاصل ہے اُسکی جتو کرنا
کیس زخمی سے آتا ہے بتوں کو گفتگو کرنا
ہوشے حاصل ہو۔ ہے بیکار اُسکی جتو کرنا

چین سے مغل دشمن میں وہ جتے ہیں شریک
کی یہ میادے دانش نفس میں غلطی
آب الطاف سے تنے نہ جو سنبھا اسکو
کیا ستم تو نے تیر لکڑیاں کر گیا
آبرو عشق کی تھی صرف عنایت سے تری

جو تیرا۔ میسر نہ دیدار ہو گا۔
کمال سے جو نکلیگا تیری نگہ کی
ہمیں تو نہیں یاد سے اُنکی خدمت
جسے تم پلا دو گے ہاتھوں سے اپنے
وہ ہمراہ لا لیٹے اپنے عدد کو
سنواری ہیں میادے اپنی زلفیں
مرے بعد لے یوسف معر غولی۔
پریشان مجھ سے زمانہ میں کوئی

جو حاصل جس سے گفت ہے عبت وہ جتو کرنا
تصور میں مرے خاموشیوں سے لفظ پیدا ہیں
رُو کر سو زین الفت نہ جنگ پاس ہو تیرے
اُسے معلوم ہے جب مال میری تشنہ کامی کا
ناز میت بسل ادا کرتی ہے گرتو کرنا
دہن کی فکر تحقیق کمر تحصیل حاصل ہے
یہ پتھر ہیں خدا نے ان کو پتھر سے بنایا ہے
خدا جب دلیں ہرزادہ جتو پھر تلاش اُسکی

میرا قمر بآں جاؤں کس سے کیا ہے بتاؤ تو

ہمال آرزو کو بے نیاز رنگت و بور کرنا

آئیں ہوئی بھی دیکھنے ایمن میرا
جل نہیں سکتا تری آگ سے خرم میرا
کبھی آجیل سے یا اُنکے نہ امن میرا
سو دفعہ نذر خزاں ہو گیا گلشن میرا
مر کے گویا ہے دل قسمت میں بدفن میرا
آشیاں پر مرا قبضہ نہ نہیں میرا
باغبان پھونکے ہنس نہ نہیں میرا
سو دفعہ اُن کو مارا میں دن میرا

سوزشِ عشق اگر پھونکے خرم میرا
سوزِ غم میں بھی ہے یک گونہ بختی کا ظہور
اے رفوگر رہی زخموں پہ توجہ تیسری
سو دفعہ آئیں نظر آئی نئی ایک بے بار
یاد کرتا ہے مجھے اب بہت آنسوں کیساتھ
جس کا گلزار ہے مالک ہے وہ ہی اُن کا بھی
کبھی گلزار میں تجھ پر بھی گرے گی بجلی
آہ اتنا نہ ہوا۔ قاتلہ پڑھتے جاتے

دامن آلودہ جو ہو گا وہ ڈرے گا قمر بآں

مجھے کچھ خوف نہیں پاک ہے دامن میرا

ظلمت کا ہے اُجالا رنگِ ظہور تیرا
ایجاد خلق سے تھا پہلے ظہور تیرا
جن و بشر ملا یک غلام و حور تیرا
کرتے ہیں ذکر ہر دم حش و طہور تیرا
کس حش سے اُٹھایا دیکھا شعور تیرا
ہوتا اگر نہ اُس میں پویند نور تیرا
ہے شورشِ بہت میں نزدیک نور تیرا
بد آج جبکہ خود ہو رہا ہے بخود تیرا

چشمِ سفید بینا کرتا ہے نور تیرا
طالعِ ہوا ہے نورِ خالق سے نور تیرا
پڑھ کر درد و ہر دم لیتے ہیں نامِ اقدس
پاتے ہیں رنگِ خوشبو تجھے ہی غنچہ و گل
محبوبِ پاک ہو کر بار دو کون فتنے
کس طرح بار و پھر یہ نخلِ طور ہوتا
ظلمتِ مٹا کے تو نے کی رہنمائی بسکی
تجھ پر درویش ہیں کیونکہ من و داناں

قمر بآں تم کو اتنی حبِ مقدرت ہے حاصل

مج کو جو تو نہ جائے یہ ہے قصورِ تیسرا

امید والوں ترے لطفِ عیم کا
ہو سر و جبکے نام سے شعلہِ عیم کا
احمد احمد میں فرق رہا ایک عیم کا
کھٹکا نہیں ہے حشر کے امید و عیم کا
پھیلا ہے نوزِ سامری طبعِ دسیسم کا
آیا اگر بدینہ سے جھوکا نسیم کا

جنت کی آرزو ہے نہ خطرہِ عیم کا
تشنہ ہوں ایسے سرور کوثرِ عیم کا
چالیس برس جو نبوت انہیں ملی
میں آتا نہ بوس درِ مصطفیٰ کا ہوں
ہوں جسے تیری چاندی صلیکامِ خوں
لیجائے گا اڑا کے مزارِ رسول تک

اندیشہ کیا ہے تابشِ خورشیدِ حشر کا

قربان تیرے سر پہ ہے سایہِ کریم کا

ترخ سے ہوں تک بھر گیا ذریعہٴ شفاعت کا
عربِ تاجم جب غل ہوا اسکی ولادت کا
ہوا مسدوداں سے راتہ کفر و ضلالت کا
بلا ہے سب بڑھکر آ پکو رتبہٴ رسالت کا
ولایت کا۔ رسالت کا۔ مروت کا۔ سخاوت کا
ملے میری دعا کو عینِ بے درجہ اجابت کا

ہوا جولاہوں پر ابر جس دم تیری رحمت کا
گرے بُت کعبیں اور قصرِ کسریٰ کو ہوئی لغزش کا
ابوبکر و عمر و عثمان علی ہیں رکنِ دیں حق کے
ہوئے ہر چند پہلے انبیاء و مرسلین لاکھوں
بلا تھا سید کو نین کو ہر طرح کا رُتبہ
ہوا خواہ غلامانِ محمد ہوں تعجب کیا

ہے سر زیرِ پائے زائرانِ مرقہٴ اقدس

تو لے قربانِ باعث ہو ہمارے شمع و عزت کا

بے نور جبکہ ملکِ منے شعلہ ہے طور کا
ایدل بہ ہوش باش کہ بدقت نوز کا
ہر دم یہی وظیفہ ہے وحش و طیود کا
کیا پوچھتے ہو بحال دلِ نا صبور کا

صل علی وہ رُوئے منور حضور کا
بعد از نماز صبح پیمبر کی مدح لکھ
تہا میں ایک و صنفِ خیر الامم نہیں
شوقِ زیارتِ شبہ دیں میں ہے سقیرا

طُفَّانے گناہ سے قرباں نہ خوف کر
کیا نام پاک بھول گیا تو غفور کا

<p>پھر کیوں مرا کلام ہو آفتاب کا جس طرح نورِ ذروں میں ہو آفتاب کا دُربازِ پُرس کا ہے نہ خطرہ حجاب کا مداح ہوں میں ختم رسالت مآب کا</p>	<p>مداح خاص ہوں میں رسالت مآب کا نبیوں کے درمیاں میں ہمارا بنیادیوں پرورش کے وقت پیش کردہ گناہی کی لغت پھر کیوں نہ خاتمِ اشعرا ہو مرا القتب</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

قرباں کو اُس تپش سے بچا نا شبہ اُم
ایک نیزہ پر عروج ہو جب آفتاب کا

<p>ہم اُس دُر کے گداؤہ دُر ہمارا مدینہ میں رہے بستر ہمارا تو ہو خلدِ بریں میں گھر ہمارا رہے جو کھٹ پہ تیری سر ہمارا شفیعِ کل ہے تعینِ بستر ہمارا نہ ٹھہرے گا دل مضطر ہمارا</p>	<p>دبرِ احمد پہ ہو یہ سر ہمارا کسے خلدِ بریں کی آرزو ہے مری سیرِ بریں گر خوش ہمتی سے تعجب کیا اگر ہو بختِ یادِ ر چلے آئیں وسیلہ ہو نہ جنکا بغیر از آستانِ بوسی حضرت</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	---------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

چلیں شربانِ قدمیں بنی کے

وسیلہ ہے وہ ہی بہتر ہمارا

<p>ابلیس دم نہ سجدہ ادم میں مارتا پھر تابے باغِ خلد کو رضواں سنوارتا نقشِ قدم پہ دل کو میں صد قمارتا لولا کہ کہے اُسکو خدا کیوں چھارتا ہر دم یہ اشتیاق ہے دل کو آجارتا</p>	<p>گراں کو تیرا حکم ہدایت پکارتا آتا ہے مومن آپ کی امت سے جب کوئی ہو میں قیودِ شرع نہ گرا بنیاز ہوتا اگر نہ باعثِ ایجا و خلق وہ سوئے مدینہ ہند سے اُڑ چل کسی طرح</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

ہوتا خیال تیرا نہ قرباں کو گردِ مدام
کیوں کروہ اپنی عسیر و دروزہ گذارتا

شخص ابن و جاں جو فخر ہے جو آدم کا
سفاکش سے اُسکی حق نے بنجا بزمِ آدم کا
وہ پھر اک پل میں اک عرش سے خورشید سلجھا
ہو میری روح تازہ گریوں کی قطرہ زفرم کا
آز آ یا ہے کوثر آپ چشمہ بنکے زمزم کا
کہ زنجی دل نگاہ لطف کے طالب ہے مرہم کا
اللب تحت سکنہ دیکھ نہ ارمانِ سامعِ مرہم کا

پلانیکی تھے قرباں بنی دستِ مبارک سے

جہاں میں جام کوثر کا بہا نہیں آبِ زفرم کا

ذرہ تا چیز بھی خورشید کا بل ہو گیا
کر عین سے دل شہید و نہیں تو داخل ہو گیا
جنتِ باطن کو وہ عاقل بنکے غافل ہو گیا
پاک ساری گندگی سے شیشہ دل ہو گیا
ہم کو گھر بیٹھے ریاضِ خلدِ صہل ہو گیا

بایں گاہے نوشہ پیش حق تو قرباں دیکھنا

نام سے اُس کے جو وقتِ نزعِ غافل ہو گیا

کچھ تو کہہ مجھ سے علامتِ ہر تری بات میں کیا
فرق معلوم نہیں آپ کو بدنِ رات میں کیا
اب بھی شک رکھو ہوم میری کلمات میں کیا

کرم ہے سایہ گستر ہم پہ اُس ممدوحِ عالم کا
لقب ہے رحمتِ انجالیں مملطانِ عالم کا
گیا اک پل میں بامِ عرش پر موج ہوا بکر
میں ہوں تشنہ تر سے دیدارِ کالے سروِ عالم
برائے غسلِ جسمِ اطہر خوب جنت سے
خدا را دیجئے تسکینِ نوازشِ اپنے فرما کر
گدا کی کوپہ احمد کی یارب کر عطا مجھ کو

دل صیبِ کبریا کے رخ پہ مارل ہو گیا
خیر عشقِ محمد سے جو سہل ہو گیا
مومنو جس نے کیا عشقِ نبی سے اخلاف
جب ساقی نے بھری اہیں محوِ حبِ نبی
اے نہ ہے محبتِ صہل میں مدحِ سہل کا رک

آہ الہی کیفِ نیا ہے مرے جذبات میں کیا
میری تصویر سے تصویرِ عدد کا کیا میل
دیکھو دیکھو لو پکڑے ہوئے آتے ہو جگر

پھر ادیا ہی تو پھر دیر ہے خیرات میں کیا
رنگ دکھلاتا ہیں سبز ہے برسات میں کیا
فرق آجائیکا اس سے تری اوقات میں کیا
جی لگے اس کا بھلا دیر و خرابات میں کیا

حال کا حال سُنا کیا ہے گذرتی تجھ پر
رکھا قربان ہے ماضی کی حکایات میں کیا

رَدِیْف ب

جو غور سے ترانہ سُنے غل بھی بد نصیب
بلبل بھی بد نصیب ہے اور گل بھی بد نصیب
ریحان بھی بد نصیب وہ سنبل بھی بد نصیب
مینا بھی بد نصیب ہے قلع بھی بد نصیب
کرنے نہ پائی آہ ذرا غل بھی بد نصیب
میں ہی نہیں ہوں ایک بلبل بھی بد نصیب
ساغر بھی بد نصیب ہے اور گل بھی بد نصیب
ہے بے نیاز رسم تو گل بھی بد نصیب

قربان ہے رہائی نہ ہو اس وبال سے
ہے وہ بلا گرفتہ کاکل بھی بد نصیب

میرا حافظ فقط خدا ہے اب
اُن سے بے سود التجا ہے اب
تو جو مجھ سے خفا ہوا ہے اب
آپ سے ہم کو کیا گنا ہے اب
مجھے کیسی یہ پھر حیا ہے اب
تو جو مشہور پارا ہے اب
تو بتا میڑی کیا خط ہے اب

اپنی صورت کا ہیں دیکھئے صدقہ جلدی
بہ طرح کے تو بہت رنگ ہیں دیکھئے ہمنے
غیر کی طرح مرے گھر بھی چلا آکے دن
جسکی نظروں میں ہوں ساقی ازل کے جلوی

بلبل ہماری رائے میں وہ گل بھی بد نصیب
صیا و اور تران کے ہوتے نذر باغ میں
آئے اگر نہ کام کسی کے بہتار میں
میرے نصیب میں نہیں جب ان کی صحبت
برق خزان نے کرویا چپ عندلیب کو
شکوہ ہے اُس کو گل کا مجھے آپ سے گلا
پینے پلانے والا نہ ہو میکدہ میں جب
دیتا ہے جب وہ ہر متوکل کو بے طلب

وہ بہت بے وفا خفا ہے اب
کہہ چکے وہ کہ ہم نہیں سُنتے
میں اب اپنا خدا کہوں جس کو
مے چکا جب نصیب صاف جواب
جب ازل میں کہیں نہ کچھ پردہ
بہید ناصح کھلے گا محشر میں
تیرے کہنے سے کی ہے خود تقصیر

سہل اسی کو ملے گی راہ ہمت تیری الفت میں جو نسا ہے اب

دیکھو قربان کہیں نہ پتھارے

دل ترا نابل و نسا ہے اب

چاہئے بندہ کو مولا کا ادب
چاہئے خادم کو آقا کا ادب
جس نے رکھا ہے بزرگوں کا ادب
ہاں بجا کرتا ہے یہ دعویٰ ادب
باپ کا کرتا نہیں بیٹا ادب
اور حمتدار کرم ہے باادب
ایکھ تو لے دیدہ موتی ادب

ہے وہی فائز جو ہے کرتا ادب
ہے جو خادم ہو گا وہ خدوم بھی
کیوں نہ اس کی شرم رکھے گا خدا
با ادب ہو گا جہان میں با نصیب
آگیا دینا میں کیا انقلاب
بے ادب رحمت سے بھی محروم ہے
جائے پھر بہر تاشہ طور پر

چونکہ یہ اسلاف کو محبوب تھا

ہے بہت قربان ہیں پیارا ادب

گر نہیں تو اسے ہمت رعنا حبیب
ہے میسر تیری خاک پا حبیب
تیری ثانی ہی نہیں پیدا حبیب
نگدل دیکھا نہیں تجھسا حبیب
ہلکا ہلکا درد دل میں یا حبیب
خط میں میں نے انکو دیکھا حبیب
سنتے ہیں تیرا ہی ہم چرچا حبیب

کون ہے دنیا میں اب میرا حبیب
کیوں نہ ہو ہم کو سیلاں کا دماغ
کب طرح عاشق کا دل مفتون نہ ہو
اپنے عاشق کی کبھی پردانہ کی
جب سے دیکھا ہے تجھے رہتا ہوا
دیکھے لگتے ہیں اب وہ کیا مجھے
جس طرف جاتے ہیں تجھ کو دیکھتے

تیرا اے قربان اس میں شک نہیں

سب سے اعلیٰ سب سے اچھا حبیب

ورنہ کہاں یہ ظرف ہمارا کہاں شراب
یہ بادہ کش اڑائیں نہ تیرا دھواں شراب
بھر بھر کے شام کو قدح آساں شراب
پھولوں نے کیا پلائی انہیں باغباں شراب

پیتے ہیں تیرے ہاتھ سے پر مغال شراب
نسانی کی لاگ سے نہ لگے میکہ میں آگ
کرتا ہے روز بزم شفق میں کسی کو نذر
اب آج سنت صحن حین میں جو بلبلین

بنتی بنے بادہ خواروں کی گویا زبان شراب
شیشے میں آج لیتی ہے کیوں بچیاں شراب
بلجائے ہم کو درمیان جنساں شراب
برداشت تیز کرتے نہیں ناواں شراب
برائے کاش مینہ کی جگہ آسماں شراب

قرباں ہمارا ضبط بھی ہے عین مصلحت
کوثر پہ کیا پیس گے چولی لی بہاں شراب

سو کھ کر گرتی ہیں کلیاں آشیانے کے قریب
ٹوٹ کر بجلی گری ہے آشیانے کے قریب
کیا خبر تھی دام بھی رکھا جانے کے قریب
میکدہ کھولا ہے تیرے آستانے کے قریب
تیر بھر بھی تیرا بیٹھا ہے نشانے کے قریب
اب تو خالی ہاتھ میں ہم جلد جانے کے قریب
اک نفس بھی ہم بنالیں آشیانے کے قریب
جب ہوئے گلشن میں غنچے رنگ لانے کے قریب
بیٹھ جاتا رہو کر جلد لے قربان تو

کاروان عمر ہے اب تیرا جانے کے قریب

ورنہ دم نکلے گا اب میرا شباب
بھر کے ساغریں تو ایسی لا شباب
اب دکھا دے اپنا تو جلوہ شباب
عمر کاٹے کر لیا رستہ شباب
زندگی کا دو چکا جھکڑا شباب
دفن کر دینا میرا لاش شباب
تم کو آتا ہے بہت غصہ شباب
دے تو اس کا مدعا مولا شباب

بلبل کی طرح خوب چمکتے ہیں ہونکے مست
کرتی ہے یاد کیا کسی مست مستیم کو
اس شرط پر تو فتح چلیں گے وہاں ضرور
ہلکی سی ان کو لاکے پلا آج سا قیام
ساتی یہ تیری کم بھی کاٹے جواب

پھر ہے کیا فصل خزاں گلشن میں آئینے قریب
میں نفس میں ہول تو ہے محفوظ میرا آشیان
حرص نے آخر کیا اسے مہنشین مجھ کو اسیر
بادہ نوشون کی رہنمی تجھ سے زابہ چھٹ چار
دل کے بدلے چھد گیا سینہ تو اس کا غم نہ کر
تجھنے تھے افکار دنیا کر دیے سب ہمنے ترک
زحمت صیاد سے بچنے کی یہ تدبیر سے
باد صحرے اڑی افسوس ان کی تازگی

یار پہلو میں میرے تو آ شباب
دیکھنے سے جس کے ساتی کیف ہو
شاق ہے تیری جُدائی شاق ہے
رہا ہوا رزیت کتنا تیر ہے
تجرا برو سے خدنگ چشم سے
ہونہ قاتل کی کہیں رچوایاں
اس تلون کی نہیں ہے کوئی حد
ہاتھ پھیلائے کھڑا قربان ہے

باعث تکلیف ہے اے دل یہ تیرا اضطراب
 اے دل بیتاب یہ دن رات فریاد و فغان
 کام اپنے وقت سے پہلے نہیں ہوتا کبھی
 رات بھر چین رکھتا ہے شب فرقت تجھے
 انکی محفل میں بھی اے دل کچھ نہیں آسودگی
 اضطراب قفس کا گر کچھ نہیں اسپر اثر
 تیری محنت میں ہے لکھا وہ ترا ہو کا غلام
 چہرہ زویں چارہ گری اور آپ خود ہوں مضطرب

صورت سیاہ کیوں ہے تو سراپا اضطراب
 ہم سے تو دیکھا نہیں جانتا ہے تیرا اضطراب
 کیوں دکھاتا ہے میں ایدل تو اتنا اضطراب
 یوں دکھاتا ہے قیامت کا تماشا اضطراب
 ایک دن کر کے رہیگا جھک کر ہو اضطراب
 تجھ میں جانے کا کیوں کرتی ہو سلی اضطراب
 فرقت یوسف میں ناحق ہے زلیخا اضطراب
 دیکھ لیں دل کا جو میرے آگے عیسیٰ اضطراب

ایک لمحہ میں بدلتے ہیں ہزار دن کروین

آپ کا قرباں دیکھا ہے نرالا اضطراب

فطرتاً ہی میرے دل کو نہیں راحت مرغوب
 ہمکو دنیا میں ہے بس حسن کی دولت مرغوب
 ہمکو مرغوب ہے کلفت نہ ہو راحت مرغوب
 ایسی صورت نہیں تسکین جرات مرغوب
 جھکو عشرت ہے اگر ہمکو ہے عشرت مرغوب
 زخم دل کی ہے اگر دیکھنی حالت مرغوب
 ہم کو دوزخ ہے پسند اور نہ جنت مرغوب
 مصل عشق میں ہے ہمکو شہادت مرغوب

غم کو ارا ہے مجھے اور ہے کلفت مرغوب
 اس کے بھونے میں اسی کی ہے تناد لیں
 آپ جس حال میں رہیں ہر وہی حال پسند
 لطف سوزش میں ہر جو کیف وہ ہم میں نہیں
 یہ مذاق اپنا ہے اپنی ہے طبیعت منعوم
 ایک نہ ایک تیار دوز لگا وچسپ کا
 جس جگہ تو ہو وہیں ہے میں لہنے سر غرض
 بعد مرنے کے ہی کہلا میں شہید الفت

اُن کا دیدار دہاں ہو گا منا ہے قرباں

سب دنوں میں ہے ہیں یوم قیامت مرغوب

ہمارے پاس ہمارا حبیب ہو یا رب
 قبول آج دعائے غریب ہو یا رب
 خفیف دل میں نہ میرا طیب ہو یا رب
 تو چند روز ہی عشرت نصیب ہو یا رب
 جن میں نعمت سر اعد کیب ہو یا رب

عدہ کی طرح شگفتہ نصیب ہو یا رب
 کسی کا وصل میرا سے بھی ہو جائے
 تو اس کی آبرور کھلے مجھے شفا دیکر
 ہماری ذلیلت کٹی ساری پنج و عشرت میں
 خزاں کا دور گلستاں سے ہو کبھی معدوم

کوئی تو ایسا میرے طیب ہو یا رب
امیر ہو وہ کوئی یا غریب ہو یا رب
عدو کو میرا مقدر نصیب ہو یا رب

وہ ساتھ دیتا ہے قربان کی مصیبت میں

جدا نہ اس سے یہ حاجی طیب ہو یا رب

کس طرح پھر ہوتا درماں غریب
کیا حقیقت رکھتا ہوا انسان غریب
چاک ہو کر رہ گیا داماں غریب
رہ گیا زیرِ حدِ عسریاں غریب
کس قدر ہے رات دن حیراں غریب
بلبلین ہیں باغ پر نازاں غریب
غم میں تیرے شمع ہے گریاں غریب
ہر مصیبت میں تری ترگاں غریب

نام تھا قربان کے ادستاد کا

مولوی حاجی محمد خان غریب

مداوا دردِ محبت کا جو میرے کر دے
ترے ہی فضل کے محتاج تیرے بنے ہیں
وہ میری طرح کبھی آشنائے کلفت ہو

پاس کچھ تیرے نہیں ماں غریب
تیرے آگے ترے مولا میرے
تیرے باعث آج لے دستِ جنوں
کھا گئی مر دے کا سب مٹی کفن
دیکھ کر دنیا کا انسان آئینہ
لے گئی بادِ خزانِ شانِ بہار
تو تو ٹھنڈا جل کے پروانے ہوا
خون ناحق کس طرح میرا کرے

دیکھ کر صورت تری لے ماہ پیکر آفتاب
جتنوں سے تری اسے ماہ پیکر آفتاب
کون کرتا ہے جہاں میں ایسے آوارہ کی قدر
آئینہ کا جسم مرے داغِ جگر کے سامنے
دیکھ کر صورت تری ایسا ہوا ہے منفصل
روئے پر انوار سے اُسے اٹھائی جب نقاب
گردِ شِ افلاک سے راحت نہیں ملتی اُو نہیں
آسمان پر آہ کا شعلہ میری پیو سنے اگر
عارضِ روشن پہ اسکے بال ہیں بکھرے ہوئے
جام میں قربان جب مانی کا پڑ جاتا ہے عکس

گر پڑے گا تیرے قدموں پر تڑپ کر آفتاب
گرم رو راہِ طلب میں ہے برابر آفتاب
پوچھتا کوئی نہیں پھر تا ہے دن بھر آفتاب
برف کی مانند بہ جائے گا گھل کر آفتاب
چھپ گیا ہے گوشہ مغرب میں جا کر آفتاب
دیکھنے والوں نے سمجھا ہے زمین پر آفتاب
رات دن کھاتے ہیں جگر ماہِ واختر آفتاب
خوف سے کانپے سرِ افلاک تھر تھر آفتاب
ہے نہانِ ظلمات کے پردہ کے اندر آفتاب
آبِ زربخا ہے بادہ اور سحر آفتاب

رولف پ

خوش آتی نہیں ہم کو تری آٹھ پہر چپ
یاں پیتے ہیں ہم بیٹھے ہوئے خون جگر چپ
لہذا زباں بند کر اے مرغِ سحر چپ
میں وصل کا طالب رہا وہ رشکِ فخر چپ
اللہ کی طرح ہے مرغِ سحر چپ
ہے کب سے اس امید پہ یہ نقشہ جگر چپ
بیٹھے ہیں وہ پا کر میرے مرنے کی خبر چپ

رزال ہے فلکِ یقین ہے زیں آہ کو میری

ہو جائے نہ قربانِ جہان زیرِ درِ چپ

مٹی سے بنا ہوں وہ چھپا لیگی بدن آپ
تقدیر۔ دلِ عشقِ زدہ چرخِ کہن آپ
بھر جائے گا اک روز مرا زخمِ کہن آپ
دیکھیں تو ذرا آگے مرے دل کی لگن آپ
رجاتے ہیں کاغذ پہ مرے دیکھ شگن آپ
غصہ سے ہمیشہ ہی سے گرم سخن آپ
کیونکر نہ کہیں پھر کہ ہیں بیانِ شگن آپ
ہو جائیگی کم آگ بھرے دل کی لگن آپ

صیاہ کے گھر سیرِ نقض دیکھ تو لیتے

امتوس نہ قربانِ ہوئے مرغِ کہن آپ

کہہ رہا ہے خود ہی اے سبیلِ تڑپ
ایک لمحے میں گئی محض تڑپ
ہو کے میرے دل کی تو شاملِ تڑپ

شونی سے وہ فرماتے ہیں بیٹھائیں اگر چپ
واں غیر لگاتے ہیں خانہ تین اُن کے
باقی ہیں ابھی سیکڑوں ارماں میرے دلین
عقدہ نہ بیہ صل ہو سکا اور ہو گئی شبِ ختم
خوں میری تنہا کا نہ ہو جائے شبِ وصل
پھائی ہے گھٹا جلد پلا دے کہیں ساتی
ہے آہ نقطِ لب یہ تکلم نہ تبسم

ہرگز نہ کرین میرے لئے فکرِ کفن آپ

اک جان مری اور کی اُسکے میں دشمن

مٹا ہے مجھے خاک میں لے چارہ گرا آخر

کیا بھول کھلائے ہیں محبت کے اثر نے

خطِ غیر کو لکھ دیتے ہیں بے غور کئے روز

اک دن بھی ٹیچہ نہ کیا آپ نے ٹھنڈا

جب اپنے وعدہ نہ کیا ایک بھی پورا

مقصد میں یہ ناکام جو ہو جائے گا اپنے

صیاہ کے گھر سیرِ نقض دیکھ تو لیتے

امتوس نہ قربانِ ہوئے مرغِ کہن آپ

دیکھ کر دل کی مرے قاتلِ تڑپ

بیٹھے بیٹھے ہیں لے جب اک آہ کی

برقِ خورشید کو ترہ پنا ہے ضرور

کیوں گئی لیے پس محفل تڑپ
دیکھنی تیری ہے اب ایدل تڑپ
دیکھنے آئے ہیں وہ ایدل تڑپ
کیوں نہ اٹھے پر رگ بسل تڑپ

ان پہ ظاہر شوق ہو قریب بان کچھ
جب میں آکر سر محفل تڑپ

تھکے ہوئے آتے ہیں مرے پاس جگر آپ
گردوں کا قمر ادب ہے دیکھے میں قمر آپ
شام شیب وعدہ مرے گھر آئے اگر آپ
رحمت ہوئے جو قوت کہ ہنگام سحر آپ
کرتے نہیں الطاف کی کیوں بچھ یہ نظر آپ
لیتے نہیں کیوں اپنے مریضوں کی خبر آپ
چکاتے ہوئے چلتے ہیں کیوں اپنی لکر آپ
ہوتا ہے کسی میں تو جھکتا ہے ہنر آپ

دشوارے منزل سے قدم ہی نہیں ہٹتے
قربان بڑے ظرف کے گویا ہیں بشر آپ

آہ مجنوں نے کیا شاید اثر
برق کی تو شوقیاں کچھ بھی نہیں
بے قراری آج کچھ اپنی دکھا
تجھ سا قاتل جبکہ لینے آئے جاں

اب دیکھ رہی ہیں مرے نالوں کا اثر آپ
رخشدہ ہیں دونوں کوئی ظاہر کوئی نہاں
میں چاند سے کہہ دنگا کہ روشن کرتے مثل
و اماں شب آیا نہ مرے ہاتھ میں افوس
جب روزِ کرم ہوتا ہے اغیار پہ پیہم
ایسا نہ ہو منکر ہو سیاحتی کی دین
جب بارِ محبت کا مری اٹھ نہیں سکتا
خوشبو کبھی پھولوں کی کہیں چھپ نہیں سکتی

رکویت

کس سے پھر جا کر کرے فریاد زریعت
ڈال دے تصویریں بہرِ اوزریعت
لیکے آیا کیوں نہ تو مشہد اوزریعت
تو دفعہ دیدے اگر فریاد زریعت
کٹ رہی ہے شادیاں شاد زریعت
تو نہیں آتی ہے محب گویا د زریعت

موت نے کردی ہو جب برباد زریعت
میں تو جب جانوں کے محفل ہے کمال
دی ارادے نے ترے جنت بنا
قلب شیریں پہ نہ ہو کچھ ہسٹھی اثر
زندہ ہیں اور شکر ہے اللہ کا
موت یاد آتی ہے محبو اپنی رُوز

قید میں ملبل نے دی صیاد و زیت
ختم کر دے جلد تو جہلا و زیت

اس کے رہنے کی نہیں دنیا جگہ
جائے گی قبر بال عدم آباد زیت

صیاد و کچھ نہ گل کچھ کلی کی بات
عاف نہیں ہے مرگ عد و کچھ خوشی کی بات
سنتا نہیں ہے کوئی مری بیٹلی کی بات
سننی اگر ہے آپ کو کوئی سہنی کی بات
سکے خفا ہوئے موعبت دل لگی کی بات
منظور تم کو رکھنی ہے گرد و سستی کی بات
کب آساں نے میری سنی بیٹلی کی بات
لاؤنٹھ چوم لوں کہ یہ میری جی کی بات
دشمن سے کیوں سنی تھی لگی ادبھی کی بات
رونیکو میرے آپ نے سمجھا سہنی کی بات
صیاد و آج کوئی سداے خوشی کی بات

قربان بے نیاز جودہ اہل درو سے
سنتا نہیں ہے دل کو بھی وہ کسی کی بات

ہو گیا ملنا نہیں مشکل نشان کوئے دوست
راہ میں یا ہو گئے گم بہر وان کوئے دوست
پوچھتے پھرتے ہیں وہ تاجی نشان کوئے دوست
مر کے ہی رہتے ہیں زندہ ساکنان کوئے دوست
پڑ گیا باغ جہاں گرد و میان کوئے دوست
بڑھ گیا ہے آساں سوا آساں کوئے دوست
کتے غیر تمدن ہیں یہ زنگان کوئے دوست
تر بیتیں پائے جہاں وہ نشان کوئے دوست

کیوں نہ ظالم کر دیا اس کو رہا
دامی مجھ کو ساتھ وصل دوست

اس کے رہنے کی نہیں دنیا جگہ
جائے گی قبر بال عدم آباد زیت

فضل بہار آئی سداے خوشی کی بات
موجود تیرے واسطے بھی ہے غمی کی بات
دنیا سے ہائے کیے آری دوست کی بات
دیوانے کو ستا کے ذرا اپنے دیکھ لو
شکوہ کیا ہے مین نے مگر رنج کچھ نہیں
ہرگز نہ بات میرے عدو سے کبھی کرو
آہ و بکا میں میں نے گذاری تمام رات
اقرار کر رہا ہے فریب رقیب کا
صدمہ ہوا ہے تجھ کو غلط بات سے اگر
اللہ کیا سمجھ ہے میں قربان آپ کے
سنتا ہوں پر بہار گلستاں میں آئی ہے

بھول بیٹھے راہ شاید رہبر ان کوئے دوست
مل گیا ان کو نشان جو ہو گئے وہ بے نشان
بخود ہی نے دوست کی منزل دکبا دی ہر جنہیں
ہٹو کریں انکی جلاتی رستی میں ہر دم انھیں
دیکھ لیں گے اسکو بھی اسکی بدولت لے ندیم
سنگدل جتنا ہو یہ اتنا نہیں وہ سنگدل
مرتے ہیں ناکام اور واپس نہیں آتے کبھی
گم نہ ہو گا صاف ہر اس کا پتہ لے نامہ بر

توفیق قربان باقی ایک تہنہ رو گیا

رفتہ رفتہ مر گئے سب رہروان کوئے دوست

<p>اس سے ہم ہو گئے بیڑاری موت لوگ کرتے ہیں آہ و زاری موت زلیت اپنی ہے انکو پیاری موت جیسے کرے کسی سے یاری موت مر گئی ہے کہاں ہماری موت آج قتل میں ہے تمہاری موت زندگی سے جو کرے یاری موت</p>	<p>جان سے تو ہمیں ہے پیاری موت تیرے آنے سے ہم بہت خوش ہیں اپنے مرنے سے جو کہ ڈرتے ہیں روز آتی ہے یوں شبِ فرقت اُٹھتے جاتے ہیں اپنے سب احباب اے رقیبو وہ امتحان نہیں گئے پھر نہ آئے نقصا زمانہ میں</p>
----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

تھنے قربان تھے رفیق ترے

لے گئی سب کو باری باری موت

<p>یوں نہ آوارہ پھر دس دس و قمر کی صورت بن گیا دل بھی مرا میری جگر کی صورت خوب چکر میں رہے سس دس و قمر کی صورت کبھی دیکھی نہیں نالوں نے اثر کی صورت یہ دوا دہ ہے جو دیکھے نہ اثر کی صورت دیکھ لی تو نے شبِ غم میرے گھر کی صورت شاخ امید بڑھے شاخِ شجر کی صورت دیکھی ہم نے نہ کبھی تیری کمر کی صورت</p>	<p>میری آنکھوں میں رہو نورِ نظر کی صورت ضبط کا درس لیا اس نے بھی اس سوہم بے نتیجہ ہی رہا عشق میں انجامِ تلاش نارِ سائی ہے وہی اور وہی ناکامی وصل کا تم نے جو بیمار سے وعدہ ہے کیا غیر کے گھر بھی تو ایک روز چلی جانِ ظالم مرغِ دل ایسا بنائے تو نسیمِ اپنا اس تبس میں کمر جھک گئی وقتِ پیری</p>
------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

شبِ غم نوزِ سوید ا تھا کہ داغِ دل تھا

کیا چمکتا تھا یہ قربانِ قمر کی صورت

<p>پیغامِ ساتھ ساتھ تضا بھی لائی رات آنکھوں میں ہائے نیند نہ دم بھر ہی آئی رات صورت جو اسنے خواب میں آکر دکھائی رات چو کہت ہے میری کرتی رہتی جب سائی رات</p>	<p>فرقت میں اس مسجِ جہاں کی جب آئی رات تکلیف وہ فراق کی ہم نے اٹھائی رات دن بھر خیالِ شب میں تڑپتے رہے ندم جلوہ سے اس نے گھر کو جو معمور کر دیا</p>
--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------	-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------

نالوں نے میرے کیسی پھر پلجی بجائی رات
تم نے تو باتوں باتوں میں ساری اڑائی رات
ساتی یہ تو نے کیسی مجھے تھی پلائی رات
نالوں کو میرے کچھ بھی جوتی مہائی رات
دلبر ہائے کرتے رہے وہ خدائی رات

قربان تیرے دھوکے میں کیسے وہ آگے
آواز غیر کی سی جو تو نے بنائی رات

چھوڑے گا نہ زندہ ترا آزار محبت
ہو تا ہے کہی سردی بازار محبت
جو لوگ ہیں دراصل سزاوار محبت
دنیا میں نہیں کوئی خریدار محبت
مضبوط ہوا آج یہ اقرار محبت
کس طرح کروں تجھ کو ملنا محبت
سنجے گا خدا جو ہن گنگار محبت
سمجھا جو مجھے اس نے وفادار محبت
کا فریبہ وہ کرتا ہے جو انکار محبت
منصور نہ کس طرح ہو سردار محبت
بادہ کہی پیتے نہیں سے خواہ محبت
مالوس ہوا زیت سے بیار محبت
ہمان کوئی دم کا ہے بیار محبت
اللہ نے سمجھا جو گنگار محبت
حائل ہے اگر چہ میں دیوار محبت
مے پینے کو بیٹھے ہیں قی خواہ محبت
پتھر کو کرے موم وہ گفتار محبت
ہوتی نہیں ہلکی کہی رفتار محبت

سُن سُن کے ان کو پیر فلک بھی لرز اٹھا
مطلب کی بات کوئی نہ آنے دی دریاں
کوثر یہ لطف لیتا رہا میں غلہ ور کے
سوتے میں ہوتی زلف پریشاں تری ضرور
جو کچھ کیا وہ وصل میں منظور ہوتا نہیں

مُرجاے گا مر جائے گا بیار محبت
بڑبڑتے چلے جاتے ہیں خریدار محبت
کرتے نہیں زہار وہ اظہار محبت
گاہک ہیں عداوت کے زمانہ میں ہزاروں
دامن میں گرہ دیکھے کہا تم سے لینے
ربنجائی ہو آ آ کے لبوں تک مری حسرت
کہتی ہے یہ رحمت ہنوں مالوس کہی وہ
دانستہ ہی کین اسنے جفا میں مے دلبر
مذہب جسے کہتے ہیں محبت ہے وہ ہدم
الہیت کے ہی باعث وہ چڑھا دار بر آخر
ساتی وہ تری آنکھوں نے بہتے ہیں مسکرت
لو دیکھ لو وہ بند گئے لیتا ہے آنکھیں
لینی ہے خبر اسکی تو لے جلد سیجا
ویدی نیچے بے پریش اعمال معافی
حلول کا عداوت کے ہیں کہ نہیں خطرہ
ساتی انہیں ہے بھر کے محبت پیالے
جو دل میں کرے کھو وہ محبت کا جو جادو
بڑھ بڑھکے قدم پڑتے ہیں عشاق کو دیکھو

قربانِ بک منت دیئے تھے جو تم دل
 کیا کوئی نہیں اور حسدِ ارحمت
 جفا کی خوگر و فادشمن تہاری صورت ہماری سیرت
 ہے سادی دنیا پر آج روشن تہاری صورت ہماری سیرت
 جو ایں جلوے جھلک رہے ہیں تو ایں شعلہ بھڑک رہے ہیں
 ہے آتشِ عشق کا نشیمن تہاری صورت ہماری سیرت
 نہ تم کو شمع و فاقا کی حاجت نہ مجھ کو برقِ بلا سے ہیبت
 تجلیوں کے یہ دو ہیں حسنِ تہاری صورت ہماری سیرت
 کوئی ہے کہتی میں پاک صورت کوئی ہے کہتی میں پاک سیرت
 دکھاتی ہے خوب اپنا جو بن تہاری صورت ہماری سیرت
 میں اپنا دل تم کو دے رہا ہوں جھٹائیں تم مجھ پہ کر رہے ہو
 بنی میں مل کر یہ دونوں رہزن تہاری صورت ہماری سیرت
 کوئی جو سینتی اسے اگر ہے کوئی ہے پھاٹے جنوں میں اسکو
 ہم سارا دامن تہاری سوزن تہاری صورت ہماری سیرت
 کسی کو ہے نازلینِ توالی کسی کو ہے حسرتِ تاشا
 ہے مثلِ موسیٰ ہے مثلِ امین تہاری صورت ہماری سیرت
 ہوئے جو ہم جان و دل سے قرباں ہوئے جو تم نہ دکھا کہ نہاں
 دکھا گئی اپنا چلبلا بن تہاری صورت ہماری سیرت

کانِ حیا و محزنِ وحدت محمد است
 درِ یم و مرجِ نجابت محمد است
 بستانِ معجزات و کرامت محمد است
 طاؤسِ عرشِ راقصِ عظمت محمد است
 کافیِ مجالِ ماست شفاعت محمد است
 بارِ بہرہ و دکنِ کفایت محمد است
 قربانِ شفیق روزِ قیامت محمد است

سرمایہ دارِ گنجِ صداقت محمد است
 بہرِ سیرِ برجِ کرامت محمد است
 از رنگِ خارِ غنجلِ برآوردِ بارِ دور
 حورانِ جنتِ اندلبسِ ز فیضِ او
 خواہم بکے کشائش اشکالِ خویش را
 از صنبلِ نارِ اے گناہاں چہ خوفِ و بیم
 گو یک متاعِ نیک مرادِ دردِ کانِ نباش

ردیف ٹ

تم نے کبھی نہ آکے ہماری مٹائی چوٹ
معلوم کب کسی کو ہوئی ہے پرانی چوٹ
جانے کہاں پہ دل کی ہمارے دکھائی چوٹ
دل کے دکھائے زخم جگر کی دکھائی چوٹ
دشمن نہ کھلے بھبی کہہ ہوئے دکھائی چوٹ
کہہ کہہ کے دل پہ یار نے میرے لگائی چوٹ

کب سے تہائے عشق کی دل پہ آئی چوٹ
کیا جانو تم کہ ہم نے محبت کی کھائی چوٹ
ملتا نہیں نشان کہیں کی بہت تلاش
وہ آگے تو حصال انہیں سب دکھا دیا
تیرے نظر سے ہو گئے دل اور جگر تباہ
یہ جبر و اختیار نہیں ہے تو کیا ہے پھر

اہل نظر پہ کھل ہی گئی راز عشق کا
قربانِ دل کی ہم نے بہت کچھ پھپھائی چوٹ

نہ بدلی ہماری محبت نے کروٹ
کہ جس طرح لی ہو قیامت نے کروٹ
نہ لی زخمِ دل کی جراحت نے کروٹ
عداوت سے بدلی نہ الفت نے کروٹ
بدلتے نہ دی جب زاکن نے کروٹ
بجڑہ کر نہ لی ہائے محبت نے کروٹ
نہ لینے دی لیکن مصیبت نے کروٹ
نہ لی تیری چشمِ مردوت نے کروٹ

بہت لی تہاری عداوت نے کروٹ
وہ یوں اٹھے پلو سے کروٹ بدل کر
کبھی ہم نے پھرتے نہیں اسکو دیکھا
رہے عمر بھر ہم اسی آرزو میں
ہماری طرف کیا وہ پہلو بدلتے
بہت ہم نے منت بہت البقا کی
کھڑی تھی پس پشت ہی میرے عشرت
عداوت سے اس کو رہا افس تپا

طبیوں نے قربان کی لاکھ کوشش
بجڑہ کر نہ لی تیرے صحت نے کروٹ

ردیف ٹ

ایسے دل میں نہیں ہے شکوہ بیدار کیا باعث
نفس میں کیوں تصور ہے مرا آزاد کیا باعث

زبان سے اب نکلتی کیوں نہیں فریاد کیا باعث
اسے تو قید کیوں کرتا نہیں صیاد کیا باعث

قفس سے کیوں نہیں کرتا اسے آزاد کیا باعث
مرے دلے نہیں جاتی بہاری یاد کیا باعث
رہنا ناکام تو دنیا میں اسے فرما دیا باعث
زبان پر رک گئی آکر ترے فریاد کیا باعث
نہیں گردن ہماری کا مٹا صیاد کیا باعث

توں سے تم غفلت اب بھی لے قربان رہتے ہو
بڑھاپے میں نہیں کرتے خدا کی یاد کیا باعث

نہیں بیتے تم دل کی راحت کا باعث
محبت کا باعث عداوت کا باعث
یہ ہے آپ ہی کی شرارت کا باعث
بہتیں بن گئے ہو قیامت کا باعث
نہیں اور کوئی ندامت کا باعث
بتاؤ تو کیا ہے شکایت کا باعث
مرا عشق ہے اس نزاکت کا باعث
عیادت کو اسے عیادت کا باعث

جد ہر جاؤ قربان ہنستی ہے دنیا
محبت توں کی ہے ذلت کا باعث

نہیں کچھ کام دیتی آج اسکی دھار کیا باعث
ہوئی کیوں بند میری ایک دم گفتار کیا باعث
نہیں فتنے اٹھائی کیوں تری رفتار کیا باعث
نہیں پہلی سی وہ شادابے گلزار کیا باعث
عدو پر کیوں نہیں گرتی تری دیوار کیا باعث
کبھی مجھ پر نہیں کھلتے ترے اسرار کیا باعث
ہوئے ہیں سرخ کیوں آکر ترے رخسار کیا باعث
گل میں کیوں پڑی ہے آج کل زنا ر کیا باعث

اسیروں کو نہیں جو چھوڑا صیاد کیا باعث
مجھے تم یاد بھولے سے کبھی کرتے نہیں لیکن
ہو واجب شاد خسر پاک شیریں کو زمانے میں
دل مجھ پر یہ کس نے لگا دی ہر جہاں موشی
ہمارے قفل سے کیا دھار موٹی تیغ کی ہوگی

ہمیشہ رہے ہو مصیبت کا باعث
ترا حسن ہے اور فطرت ہماری
فلک اور ہم دل جلوں کو تباہ
اگر تم نہ اٹھتے قیامت نہ اٹھتی
گناہوں سے اپنے نہ نادم ہوا میں
بلاد جہ ناراض کیوں ہو رہے ہو
بہتیں گل سے نازک جو بچھا ہے مینے
کبھی تنہا درستی میں ملنے نہ آئے

گلے پر کیوں نہیں چلتی تری تلوار کیا باعث
میں آنچے سامنے کیوں حرف مطلب کہہ نہیں سکتا
قیامت کے ابھی آنے میں کیا وقفہ ہو کچھ ظالم
کیا ہے جب سے لے صیاد تو نے قید نبل کو
کھڑے ہو کر نظارے راہ سے وہ تیرے کرتاؤ
مغمتہ نیک الفت رہ گئی تیری مرے دل میں
عدو نے بے اجازت آج کیا گستاخیاں کر لیں
بہتیں قربان کیا الفت ہوئی طفل برہمن سے

رَدیف

کس کی وفا کا ذکر ہوا۔ انجن میں آج
 کہتے ہیں لوگ چاند ہے گویا کہن میں آج
 شاید کہ یاد کرتا ہے کوئی وطن میں آج
 آتا نہیں نظر کوئی لبس چمن میں آج
 اب ساتھ کون دے مرے دل کی لگن میں آج
 اس نے لگائی آگ ہریرے کفن میں آج
 لگ جائے آگ عجز کے کام و دہن میں آج
 اک آگ سی لگی ہر مرے تن بدن میں آج
 انگور آگیا مرے جسم کہن میں آج
 پہلا مسوز شمع نہیں کہن میں آج

ہے شمع آب آب جیسا سے لگن میں آج
 بکھر کے رخ پہ زلف وہ بیٹھے ہیں بزم میں
 آتی ہیں بار بار جو یہ چپ کیاں ہیں
 شاید خزاں بہار کی پھر حبائش ہوئی
 اک شمع تھی وہ شام سے خاموش ہوئی
 سوز فراق کو کوئی دوزخ میں ڈال دے
 آئے ہیں مل کے غازہ وہ روئے صبح پر
 دیکھتے تم کو ساتھ جو اپنے رقیب کے
 دشمن کو میرے سامنے اس نے چمک دیا
 خند کیا ہے خون نے پروانے کے

فیض عرب سے ہے ملا اس کو یہ صلا
 یکتا زمانہ بھر میں ہے قرباں سخن میں آج

ایوس ہو کے ہائے ترابے قرار آج
 کیسی ہوئی ہے رحمت پروردگار آج
 بیٹھا ہے سر ہٹکائے ہوئے شرمسار آج
 ہودل کے ساتھ ساتھ جگر بھی دار آج
 اب میں موافقت میں جو تین ہزار آج
 آتی ہے یاد دلیں تری بار بار آج
 آیا ہوں تیرے سامنے میں شرمسار آج
 تربت کا وہ اڑا تے میں مثبت غبار آج

افواہ ہے۔ اجل سے ہوا بکنار آج
 بھولے سو آگئے ہیں غریبوں کے گھر میں وہ
 رحمت اگر اٹھائے تو اٹھیکا اس کا سر
 ارمان کچھ تو عاشق نا کام کا سٹے
 کل کو رقیب دیکھنا ہو گئے ہی ضلالت
 تجھ کو بھی کچھ خبر ہے مری سب سے بے خبر
 بے رحمت مغفور نہ کر غور بخند سے
 اے چاند منہ پہ مل تو ترک سمجھ لے

قربان کو بھی چہرہ نور ذرا دکھیا

بیٹھا ہے وہ بھی دید کا امید دار آج
 مجھ اُن کا جو بن دکھایا ہے آج
 ان آنکھوں نے کیا گئی کھلایا ہے آج

مرے درد دل کو مٹایا ہے آج
 نیا اس نے نقشہ اٹھایا ہے آج
 نقاب اس نے اپنا اٹھایا ہے آج
 مجھے زیر تربت دے دیا ہے آج
 قیامت کا نقشہ دکھایا ہے آج
 بنایا تھا پہلے رُلا یا ہے آج

لگا کر مجھے اپنے سینے سے خوب
 قیامت سے ہے بحث رفتار میں
 آہلی نگاہ محبت کی جیسے
 انھوں نے جو تھے کل مرے ہمیشہ
 مٹا کر مری قبر رستار سے
 وہ انکار کرتے ہیں پیمان کے بعد

یہ آتی ہیں قربان کیوں بچیاں
 مجھے موت نے کیا بلایا ہے آج

کر دے بالوں میں صبا تو جا کے اُنکے شانہ آج
 دیکھ لو تم بھی ذرا۔ آکر مرا کاشانہ آج
 تیری تجھ میں گرامیں صورت پروانہ آج
 آگئے تھے دیکھنے ساقی ترا سحرانہ آج
 آپ بیٹھے ہیں عدو سے کر کے جو یارانہ آج
 تیرے کہنے سے لیا ہے ہاتھ میں پیمانہ آج
 زندگی بھر کا سنا سنا ہے نہیں انسانہ آج
 کہتے ہیں آباد کر دیں گے ترا ویرانہ آج

کہتا پھر تلبے یہ ہر جانب ترا دیوانہ آج
 دیکھتے آتے ہیں دل کو یاس و چراں روز روز
 شمع روئے ہو گیا سیرِ بختی پر تھار
 دیکھتے ہی تو نے ہم کو کر دیا در بند کیوں
 دیکھنا یہ ہو گا ثابت مشعل مار آئین
 میں نے ساقی چھوڑ دی تھی ہمیشہ مت ہوئی
 شکر کا دن ہے بڑی فرصت ہے آؤ بیٹھ جاؤ
 جانے کیا اجر ہے ہوئے دل کا ہوا نیر اثر

غیر جلتے ہیں علییں اسیں تو کوئی شک نہیں
 رکھتے ہیں قربان احمد عظمت شاہانہ آج

حکمت کا ہر اک راز بتایا شب معراج
 جبرل میں لینے کو آیا شب معراج
 وہ دل میں محمد کے سایا شب معراج
 دو گانہ دہاں اس پر آیا شب معراج
 وہ نور محمد کو دکھایا شب معراج
 آنکھوں نے ملا لکے لگا یا شب معراج
 جب سدرہ سورف کو بڑایا شب معراج

معتوق کو عاشق نے بلایا شب معراج
 راہوار فلک سیر کو لے کر بعد اعزاز
 آیا تھا جو اک طشت بھرا حبت حق کا
 سبے ساتھ گیا مسجد اقصیٰ میں بعزت
 موسیٰ ہوئے غش ایک جھلک بکھنے جلی
 جب چرخ پہ پہونچا قدم پاک محمد
 شاعرش پہ غل غل علی صلی علی کا

مرکب طرب عرش پھر آیت شب معراج
اس ماہ ہوت کا تھا یا شب معراج
جو بیچ میں حائل تھا یا شب معراج
دیر پردہ جو کچھ تذکرہ آیت شب معراج
تولید سادہ نعل علی یا شب معراج

خاموش ہو قربانِ بیاں ہو نہیں سکتا
جو کچھ کہ دہاں اپنے پایا شب معراج

سبھا ہے درمیانِ مسلمانِ علاج
بیار تیرے کیسے کریں پھر صبحِ علاج
یہ کیا مریضِ علم کا میاں کیا علاج
اب میرے ہاتھ میں نہیں ہرگز ترِ علاج
آیا ہے آج دعویٰ کر کرنے مرا علاج
غائب ہوئے طبیب جو دیکھا ہوا علاج
مجھ کو دیا مرض بھی مقدر نے لا علاج
منظور ہے جو مجھ کو مسیحا مرِ علاج

نشانے رب جو ہو تو ابھی ہو وہ تندرست
مشکل نہیں ہے ہجر میں قربان کا علاج

ردیف - بیج

روح تن سے تو میری لے بُت ہے سو ہر کھینچ
ٹھہر لے موت ابھی زلیت کی زنجیر نہ کھینچ
اس لئے کہتا تھا ہزاؤ کہ لست سو رہ نہ بیج
تھوڑی سی زلیت پہ تو عنایت تعمیر نہ کھینچ
مجھے کانٹوں میں پریشانئے نقت دیر نہ کھینچ
کہتی ہے موت کہ تو زحمتِ تانیسہ نہ کھینچ

افلاک کو طے کر چکے جب صاحبِ لاک
جول ماہ شب چار دہم عرش سے تافرش
جب پردہ حرمت کے قریب آکر توفیق ہے
ہر لفظ میں معنی بخشش امت کی غارش
دنیا میں نہ آئے کہی دن رات پھر ایسے

خاموش ہو قربانِ بیاں ہو نہیں سکتا
جو کچھ کہ دہاں اپنے پایا شب معراج

کرتا نہیں ہے آسے کہی وہ مرا علاج
جب تو ہی اگلی زلیت سے ناراض ہو گیا
جتنی کہ دیں دوا میں بڑھا مقدر مرض
افسوس یہ مریض سے کہتا ہے چارہ گر
مولیٰ ہے تیرے ہاتھ میاں کی آبرو
بیمارِ علم کا ان کے سبھلنا ہوا محال
تدبیر ہے نہ کوئی نہ جسکی کوئی دوا
جھکا ہو میں مریض تو ہے پہلے اس کو اذن

نشانے رب جو ہو تو ابھی ہو وہ تندرست
مشکل نہیں ہے ہجر میں قربان کا علاج

ردیف - بیج

چہرے دیدے کے مرے جسم کی اکیر نہ کھینچ
ہائے باقی مرے ارمان رہے جالتے ہیں
ایک جاں دار کی تصویر بنائی ہے جہاں
گوئی میں جان ہے اور گورمکاں ہے تیرا
عجب عجب عمل تو سبھے خار وے جاتی ہے
جگو جان ہے اگر پہلے ہی چلے اٹھ کر

نقش قدرت ہے بدلنے سے نہ بدلیگا کبھی
اسے کہاں وارہیں کیا لطف غلش میں اسکی
کھینچدے کا تب تقدیر جو تو چاہے مگر
صرف ابرو کا اشارہ ہی مجھے کافی ہے
پھر کہاں جو غش تمنا کا مزہ تیرے بعد
نزع کے وقت وہ آجائیں عجب کیلے یہاں

نقش تقدیر پہ تو نقشہ تدبیر نہ کھینچ
دل یہ کہتا ہے کیجھ سے ابھی تیر نہ کھینچ
میری تقدیر میں یہ بھر کی بختیر نہ کھینچ
ڈاب سے ڈوبتے پیر یہ شمشیر نہ کھینچ
وصل جاناں تو مرے شوق کی تاثیر نہ کھینچ
میری آنکھوں کی ابھی موت تو تونیر نہ کھینچ

دیکھ لے ہوتا ہے کیا اس کا نتیجہ آخر

اُمی قربان ابھی خواب کی تعبیر نہ کھینچ

ہو گیا ہے اس کا کاروبار بیسج
کیا ہے جنگ زرگری کا فائدہ
بات مطلب کی ہیں کہتے کہی
دل نہیں گر پاک شیش و برہن
مانع دنیا سے ہے اچھا داغ دل
جن کے دل ساتی ہیں مخمور ازل
جس جگہ سنوائی ہوتی ہی نہیں
آئے گال کر عدو سے میرے گھر
کھول دے جو صورت منصور راز
میری گردن ہی نہیں اس سے کٹی
ہے سچا تیری یہ چارہ گری
وہ نہ ہو جب تک کہ عالم باطل
میں فضول آنکھیں جو ہون محروم دید

ہو گئی دنیا کی کیا رفتار بیسج
روز رکھتے ہو جو تم تکرار بیسج
آپ کی ہوتی ہے ہر گفتار بیسج
ہے تہاری سبجہ و زنا بیسج
میری نظروں میں ہے یہ گلزار بیسج
جانتے ہیں سے کو وہ میخوار بیسج
درد دل کا ہے وہاں اظہار بیسج
ہے یہ اس کا وعدہ و اقرار بیسج
اس کو بچھو محسوسم اسرار بیسج
دیکھ لی یہ آپ کی تلوار بیسج
ہو نہ جب اچھا تیرا بیسج
سج کی ہے جتہ و دستار بیسج
جم نہ جب دیکھیں تو ہے دیدار بیسج

میں نے وہ فرماں اٹھائے رنج و غم

میری نظروں میں ہیں سب آزار بیسج

کھول دے گا تیرا عاشق ترے انکار کے بیسج
کھول دے گا کوئی زاہد تری دستار کے بیسج

تیری تقریر میں مضر جو ہیں اقترار کے بیسج
ٹھیک زندوں سے نہیں تیرا کھنا ہرگز

کچھ سمجھ میں نہیں آتے تری گفتار کے بیچ
اُسے ترچھے وہ ترے ہوتے ہیں قنار کے بیچ
خوب ہم جانتے ہیں اُس بیت عیار کے بیچ
ہیں پسند اُس کو تری کا کل جھار کے بیچ

اثر اُڑا کیا قریبانِ دوانے اُس پر
کیا نصیب میں پڑے عشق کے بیار کے بیچ

روایت

کر یا دل داعندار اچھی طرح
پیلے پیلے بادہ خوار اچھی طرح
آج ہوئے سبے قرار اچھی طرح
ہاں برس ابر ببار اچھی طرح
دیکھ لومیسرا فرار اچھی طرح
کر گریاں تار تار اچھی طرح
تم کرو خنجر کا وار اچھی طرح
اگر گئے وہ بے قرار اچھی طرح

تا کہ کر قریبانِ دل کہتے ہیں وہ
آج کھیلین گئے شکار اچھی طرح

میرے دامن پر وہ چمکے شکو جگنو کی طرح
لاکھ دل اُٹھلا کرے پہلو میں آہو کی طرح
کر گئی اس کی نگاہیں کام جادو کی طرح
روح نکلی یادیں محبوب کی بو کی طرح
جو ہلال چرخ بھی نکلا ہے ابرو کی طرح
ہیں مری تقدیر میں بل اُس نے گیسو کی طرح
کٹ گئے بازو مرے بھی تیرے بازو کی طرح

بات کہتا ہے کوئی یا کہ مہ ظالم
نقشِ پارہ عدم کا ہیں دیتے ہیں پتہ
سیدھی الٹی ہو سدا بات ہوا لٹی سیدھی
جس کی تقدیر میں وحشت نے لگا دی ہو گرہ

اثر اُڑا کیا قریبانِ دوانے اُس پر
کیا نصیب میں پڑے عشق کے بیار کے بیچ
دیکھ لی ہم نے بہار اچھی طرح
ہوش آنا بادہ خواروں کو ہے جرم
ہم نہ ہوں گے لے دل بیتاب کل
روز تیرا کر رہے ہیں انتظار
ساتھ لے لینا یہاں سے روزِ حشر
رکھ کسر باقی نہ اسے دستِ جنوں
شوق پر میرے کبھی ہو گا نہ بار
اُسے تربت پر جو ہمراہ عسود

نحوت دل بہ بہ کے نکلے تھے جو آنسو کی طرح
دامِ ہستی میں پھنسا ہے دل نکل سکتا نہیں
سامی فن نے بھرا تھا ان میں سحرِ سامی
نزع کہتے ہیں کسے تکلیف کس کا نام ہے
کیا کر گیا۔ یہ کسی کا خون مل کر ان کے ساتھ
اس کی آنکھیں کاٹ گھنا بھی ہر دنیا میں خیال
لے نفس میں رہنے والے تجہ میں بھی فتن

خون کے آنسو جو میں روتا ہوں سوزِ بھر سے
شعر کیا لکھے چڑایا تم نے اے قربانِ منہ

ہاں غریب نامور کی ہتی یہ قابو کی طرح

دیکھیں گے دیدار تیرا یا رہسہم ابھی طرح
میں کروں اُن بھی تو فوراً کاٹ دکھیری زبان
آستان پر تیرے لے آئی ہر حشمتِ خیر سے
اُبر کے پردے میں رہ جائے گی تیری آبرو
پھر بھی اس کی سیر کی باقی منتِ آرزو گئی
میرے سینے سے جدا کرنا نہ تقویٰ پر جمال
عشق کی دشواری سے منزل سے لغزش آگئی
کیا کرے کوئی بھلا اُن کی قسم کا اعتبار

تو نے کیوں قربانِ الفت کا یہ سودا لیلیا

دل کو چیرے گا ترسے اب خارِ غم ابھی طرح

رات دن کیوں جھکے تڑپاتی ہے روح
اک کرشمہ سادکھا جاتی ہے روح
سامنے مولا کے جائے کس طرح
غیر ممکن ہو رسائی جس جگہ
پہلے لیجانے سے جنت میں مجھے
اے صبا تیری خوشامد کیوں کروں
جو نہیں اس کے سمجھتے اُمّ ربّ
مل گیا ہے پاک دلی جن کو انھیں

عیبِ کرتاب ہے جو کوئی چھپ کے بھی

لغزشِ قربانِ برساتی ہے رُوح

کھلے ہیں داغِ جگر بھی میرے چمن کی طرح
تھے میرے جتنے بھی اعمالِ رب رہے آخر
چھپائے پھر تا ہوں خانوئِ گمن کی طرح
مرے ہیں جسم سے لپٹے ہوئے کفن کی طرح

بغیر فکر کے ہوئے تریں پاؤں پھیلائے
 نکل کے جا میں کہ ہر ابہین مفری ہیں
 رہے نہ ماں کے بھی ہم پیٹ میں کبھی عیاں
 بچے بھی سوز محبت کا حال ہو سلوم
 ہمارے دل سے نکلتی ہے عشق کی خوشبو
 وداع روح سے تکلیف کچھ ہیں ہنولی

لی سے گور میں راحت ہیں وطن کی طرح
 کہ دل پیٹ لیا زلف نے رسن کی طرح
 حجاب اک ہیں گھیرے رہا کفن کی طرح
 لگن جو دل میں ہو تیرے مری لگن کی طرح
 یہ نافہ رکھتے ہیں ہم آہوئے سخن کی طرح
 گئی بدن سے مگر بوسے یا مٹن کی طرح

زمین سخت ہمارے قلم کو پانی سے
 یہ تیشہ چلتا ہے قربان کو بہن کی طرح

ردیف - خ

ہو گیا غیر بہت منہ ترے لگ کر گستاخ
 تم کہیں دیکھ کے اس کو نہ خفا ہو جاننا
 صاف کہہ دیتا ہے آتا ہے زباں پر جو کچھ
 عشق صادق جو تجھے میری طرح ہونا صح
 زلف ہونے کو ہم آغوش ترے سینے سے
 میری تقدیر کو کیوں دی ہے سزا نے گردش
 میری مٹی سے یہ بنتا تو منار سبب ہو تا
 تجھ سے کہتا ہے کہ پہلو میں بٹھائے اس کو

کہ تری بزم میں دیکھا اسے اکثر گستاخ
 کہ بہت ہے مرے اعمال کا دفتر گستاخ
 آج پھر ہے ترا وحشی سر شہر گستاخ
 تو بھی آوارہ مری طرح ہو در در گستاخ
 تاکر آہی گئی دوش سے بڑھ کر گستاخ
 میں تھا گستاخ نہ تھا میرا مفت در گستاخ
 بوسہ لیتا ہے ترا ہے لب ساغر گستاخ
 ہو گیا ہائے یہ کیسا دل مضطرب گستاخ

اس جہا پیشہ نے کیوں توڑ دئے ہیں بازو

ترا قربان نہ تھا کوئی کبوتر گستاخ

مینجانہ کی جو آج ہے کتا برائی شیخ
 کچھ اس سے بڑھکے دیکھتے ہیں میکہ میں ہم
 رندوں کیسا خذہ ونداں منافضول
 مینجانہ میں جو آج چلے آئے بے طلب
 دستار پر نگاہ ہے شب کی جی ہوئی

بقوڑی سی پی کے کرنے لگیگا بھلائی شیخ
 جنت کی تو نے کی ہر جو اتنی بڑائی شیخ
 اس کا ہے خیال ہو جگ ہنائی شیخ
 دلیں تہا ہے آج یہ کیا بات آئی شیخ
 رند دلی جو کر کے قیامت اٹھائی شیخ

کیا ہاتھ میں ہے تیرے خدا کی خدائی شیخ
کرتے ہیں بت جہانیں اپنی خدائی شیخ

دورخ سے ہکورد و ڈراتا ہے غلط میں
یہ مارتے ہیں اور جلاتے ہیں خلق کو

بہتر ہے تم بھی خان کا اب جلد لو خطاب
قربان بن گئے ہیں یہاں نان بابی شیخ

اب چلاتا ہے سر پہ آرا چرخ
بیشہر کوئی جو میں نے مارا چرخ
کیوں زمیں پر بھیجے اتارا چرخ
کچھ تو دیدے ہیں سہارا چرخ
بن کے اڑنے لگا عبا چرخ
نہ سکندر رہا نہ دارا چرخ
کیسے اپنا کریں گدا را چرخ
اس لئے ہے تجھے یہ پیارا چرخ

مدعی بن گیا ہمارا چرخ
تیری کردوں کا دھجیاں فوراً
میری پستی ہوئی گوارا کیوں
ہے زمین تنگ رنج غربت سے
میں نے نالے کئے جو شام فراق
ہائے ظالم تو رہ گیا بابی
ہے زمین سخت اور تو ہے دور
یہ دوپٹے سے تیرے ہم رنگ

گوہوں یا مال پھر بھی ہے قربان
میری آنکھوں میں ایک تارا چرخ

دیتا ہے یہ کس بات کی تو ہم کو سزا چرخ
نالوں سے دگر نائیں تجھے دیتا گدا چرخ
ستتا نہیں ہرگز جو کبھی میری صدا چرخ
مودی ہے بہت کرتا نہیں کچھ ہی عطا چرخ
کیسا یہ تری عقل پہ پردہ ہے پڑا چرخ
احساں مرے عشوق نے تجھے ہر کیا چرخ
تو اوڑھ لے بادل کی ذرا آج ردا چرخ
اب حشر میں ہم کیوں نگریں تیرا کلا چرخ

کرتا ہے ستم روز جو تو ہم یہ نیا چرخ
ڈرتا ہوں خدا سے کہ خدا کا ہے تو مسکن
کیا ابر کے پنبہ سے ترے کان بھرے ہیں
گو ہم نے بہت ہاتھ لپٹا لے ترے آگے
کینہ تو سدا رکھتا ہے عشاق سے دلیں
پر تو سے دئے اسنے بنا جاندا رہے
پیتے ہوئے شرم آتی ہے ہکو ترے آگے
دنیا میں ہیں تو نے خدا ان سے کیا تھا

کہتے ہیں یہ جب لوگ کہ یہ حد نظر ہے
قربان بہت ہنسا ہے ان پہ بخدا چرخ

~~~~~

## رَدِیْف - د

میرا بدن بھی زلزلے سے ٹھہرے بعد  
کیا چلی پھر چلی موج صبا میرے بعد  
رنگ دہی نہ ہی تیری حنا میرے بعد  
دور نہ دنیا سے مٹا نقش وفا میرے بعد  
میری الفت کا دیا خوب صلا میرے بعد  
سہ پہلے گناہ کوئی بار بھلا میرے بعد  
باغ الفت میں نیا گل یہ بھلا میرے بعد  
لے کے آیا ہے سچا جو دوا میرے بعد  
تیری محفل میں رہا کچھ نہ مرا میرے بعد  
ایک دن بھی تو میرا غم نہ کیا میرے بعد  
کون کھا گیا گاتری تیغ ادا میرے بعد  
اپنی گئی عشق کی دنیا میں ہوا میرے بعد

میرا باقی نہ نشان کوئی رہا میرے بعد  
دل کے کھلنے کی تمنائیں رہائیں تا عمر  
خون سے دل کے اسے توخ بناتا تھا میں  
کرتے ہیں اب جو وفا نقل وہ کرتے ہیں مری  
فاتحہ کیلئے بھی آئے نہ تربت پہ کہی  
اپنے مرنے سے مجھے اسکا زیادہ ہے ملال  
اُن کے سینے میں مراد آغ محبت چمکا  
کیا کروں والدے اب گور پہ اسکو میری  
وجد کرتا تھا جہاں مَن کے ترانے غم کے  
قبر میں رکھتے ہی اجاب تھے بھول گئے  
زنگ آلود رہے گی یہ ترسے جتھہ بین  
جسکو دیکھو وہ یہ کہتا ہے کہ عاشق میں نہیں

نیتیں کہتا ہے مری آبرو اُسے رکھ لی  
جانیں نجد میں قربان ہوا میرے بعد

خاموش کیوں ہوا ہے جس کا روان درد  
کہتے ہیں وہ کہ ہم نہیں گئے بیابان درد  
لیتا ہے دل جگر سے مرے محبت ان درد  
پہلے ہی کاٹ لی ہے کسی نے زبان درد  
محفوظ رہ گیا ہے یہ کیوں آشیان درد  
آباد میرے دہیں ہوا ہے جہان درد  
سوز جگر نے پھونک دیا گلستان درد  
دل پر گرا جو ٹوٹ کے اک آسمان درد  
کیوں بار بار پوچھتے ہو تم نشان درد

آتی نہیں کان میں یارب فغان درد  
دل پر کرے گی اپنا اثر داستان درد  
یہ دیکھنا ہے آبرو کس کی خدا رکھے  
اب چٹکیوں کا اُن کی کوئی کیا گلا کرے  
بجلی گری مٹی خرمین دل پر اگر مرے  
سوز و غم بھی مٹیں بھی اور پتیش بھی ہے  
شعلوں نے دہیں آگ لگائی مٹی آہ سے  
تھے جتنے داغ بن گئے تھے شب فراق  
میں کیا بتاؤں ڈھونڈ لو پہلوں آ کے خود

کیوں کر کرے بیان کوئی رازِ دہانِ درد  
دل میں ہے درد اور ہے دل درمیانِ درد

آزردہ ہو کے اٹھ گئے آخر وہ بزم سے

قربان تھا بیانِ قیامت بیانِ درد

یہ کیا ہو گئے تم محبت کے بعد  
یہ ذلت ملی ہم کو عشرت کے بعد  
قیامت ہے برپا قیامت کے بعد  
ٹلے کر کوئی تھے ضرورت کے بعد  
کیا اس نے اقرارِ محبت کے بعد  
رہی اسکی حاجت نہ رحمت کے بعد  
ملی ہم کو جنتِ ندامت کے بعد  
ملی ہم کو راحت بھی کلفت کے بعد  
جو پا جائے صحتِ علالت کے بعد  
نمک پاشیاں ہیں جراحت کے بعد  
اب اک اور حسرتِ حسرت کے بعد  
محبت سے پہلے محبت کے بعد

گئے ہیں وہ قربان یہ کہہ کے آج

کہ تجھ سے ملین گئے قیامت کے بعد

اور تیزی سے چلا اس کی تو سن کر فریاد  
تو ہی اب سن لے مری داؤدِ محشر فریاد  
لے آ کر تھی مری لے داؤدِ محشر فریاد  
رک گئی آ کے شبِ غم مرے لب پر فریاد  
زخم کرتے ہیں تجھے دیکھ کے کشتِ فریاد  
بلبلو کرتی ہو کیوں باغ کے اندر فریاد  
لے کے آیا ہے مرے پاس کبوتر فریاد

بہرِ سکوت تم نے لگا دی زبانِ نیر  
دونوں رہیں گے ساتھ کہ بربطِ باہمی

آزردہ ہو کے اٹھ گئے آخر وہ بزم سے

قربان تھا بیانِ قیامت بیانِ درد

بے میرے دشمنِ مروت کے بعد  
اُنھیں ہے عداوتِ محبت کے بعد  
سناتے ہیں ہم داستانِ فراق  
وہ میکا ہے فراقِ رمل کی نہیں  
ٹھکانے لگی آج عینتِ مری  
گناہوں نے ڈرے میں اب ردِ دل کیوں  
گناہوں کی آخر سزا یہ ہے ملی  
ہے انجامِ آغاز سے خوشگوار  
وہی دردِ راحت کے جانے فرے  
کہاں تک کروں اس عنایت کا شکر  
شبِ وصل کیا شوق سے تنگ ہوں  
دلِ غمزدہ قابلِ دیدہ ہوا

گئے ہیں وہ قربان یہ کہہ کے آج

کہ تجھ سے ملین گئے قیامت کے بعد

میری گردن کی ٹہنی تو نے نہ بچھ فریاد  
بت تو سنتے ہیں مری اور نہ کچھ کہتے ہیں  
تیری رحمت نے مگر حشر میں عزت رکھ لی  
تم نے وعدہ جو کیا ہم نہ ستائیں گے کبھی  
صبر سے بیٹھے تھے وہ کھول دے منہ تو نے  
باہر آ کر جو کرونا لہ تو دینا بھی سنے  
میری فریاد کا فریاد وہی شاید تھا جواب

ہاتھ رکھ کر مرے منہ پر وہ یہ فرماتے ہیں  
 ہم بھی فریاد میں گئے تری اب کر فریاد  
 کام قربان تری کچھ نہ فضا حست آئی  
 موم ان کو نہ کیا تو نے سن کر فریاد

میری الفت سے لے سبق فرہاد  
 عشق شیریں میں آہ یہ حالت  
 دلی شیریں تجھے مبارک باد  
 خون چکا جو تیرے تیشے سے  
 تو بھی الفت میں اپنی صادق تھا  
 منہ سے جاری تھا نام شیریں کا  
 تیرا قصہ تھا سخت عبرتناک  
 تیرے مرنے کی سن جو لی ہے خبر

حاضر قبر آج ہے قسربان  
 لے کے پھولوں کے کچھ طبق فرہاد

رُخ جو ہے آفتاب کی مانند  
 تیرا جلوہ چھپائے رہتی ہے  
 سوز الفت میں تیری جلتا ہے  
 میری آنکھوں میں تیری آنکھوں نے  
 آج دنیا میں پیش وہ آئے  
 آنکھ اٹھتی نہیں کبھی اوپر  
 یاد آئی تیرے ییم خوبی  
 ہم نے روز ازل جو دیکھا تھا  
 فصل جاتے کوئی نہیں دیھی  
 شیب میں ہے ہوس کے چہرہ پر

لب میں تیرے گلاب کی مانند  
 آنکھ میری نقاب کی مانند  
 دل ہمارا کباب کی مانند  
 نقشہ آیا شراب کی مانند  
 مجھ سے روز حساب کی مانند  
 ہے چاہی نقاب کی مانند  
 آنکھ بڑی سحاب کی مانند  
 ہوئے بیچے میں خواب کی مانند  
 ہم نے اپنے شباب کی مانند  
 اروسیا ہی خضاب کی مانند

زندگی جس کو کہتے ہیں قسربان  
 صرف وہ ہے حباب کی مانند

بناتقس بھی وہ ہی لے کے تیلیاں صیاد  
 کہی کہی مری سنتا ہے داستاں صیاد  
 نظر نہ آئے مجھے اپنا گلستاں صیاد  
 سناؤ کیا مجھے میں اپنی داستاں صیاد  
 عبت کہ اب بھی تو رہتا ہے بدکساں صیاد  
 ذرا سی دیر قفس کو چمن میں رہنے لے  
 یہاں تو کوئی بھی اپنا نظر نہیں آتا  
 جہاں گرے ہوں گلستاں میں پھول کھلا کر  
 ہوئے ہیں داغ محبت کے جیسے دلیں عیاں  
 تو روز روز عناد دل چمن سے پڑے ہے  
 معاملہ ہے جو کچھ فہم میں اور گلستاں میں  
 خدا کے واسطے اتنی خبر تو دے لا کر  
 خزاں تھی جانے کو اور بھی بہار آنے کو  
 چمن میں یاد کوئی ہم سفیر کرتا ہے  
 ہماری آنکھ بھی کھلتی نہیں تقاہت سحر  
 کھٹک رہا تھا سنہن مرا سکر تو نے

کہ جن سے تو نے بنایا تھا آشتیاں صیاد  
 خدا کا شکر ہوا اب تو ہر باں صیاد  
 غلاف ڈال قفس پر تو کہ نہاں صیاد  
 کہ تو سمجھ نہیں سکتا مری زباں صیاد  
 ہزار بار کیا میسر امتحاں صیاد  
 فراق گل میں ہوا ہوں میں نسیم جاں صیاد  
 چمن سے نیکے تو آیا مجھے کہاں صیاد  
 وہیں تو پھینکتا میری کھٹی استخاں صیاد  
 قفس کو اپنے سمجھتے ہیں گلستاں صیاد  
 بنائے گویا حوادث کا آسماں صیاد  
 نہیں ہے تیرے سوا کوئی راز داں صیاد  
 کہ اب بہار ہے گلشن میں یا خزاں صیاد  
 چھڑایا ایسے زمانے میں گلستاں صیاد  
 کہ بار بار اب آتی ہیں تجلیاں صیاد  
 کیا ہے فرقت گل نے یہ تا تو اں صیاد  
 اگر میں سارے گلستاں پہ بجلیاں صیاد

نہ کیوں میں لطیف اسیری اٹھاؤں سحر باں  
 کہ پھر کہاں یہ قفس میں کہاں کہاں صیاد

بیار محبت کی ہے اب آہ و فغاں بند  
 میخانے کو اب اپنے تو کر پیر مغاں بند  
 جس طرح ہو آوارہ گیس اور مکاں بند  
 اور میری یہ حالت کہ زباں بند بیاں بند  
 آں جو ہوئے آج ترے چشم رواں بند  
 پہلو میں سدا رکھتا ہوں اک زخم نہاں بند  
 آئے نہ کہی باغ میں ہو جائے خزاں بند

پھیرا دل بیتاب ہوئی اسکی زباں بند  
 میخواروں کا آنا بھی ہوا اتو بیاں بند  
 مایوسی میں یہ حال ہے اب حسرت دل کا  
 ضد اُن کو دم نزع کہ قصہ کہوں اپنا  
 کیا ضبط نے کچھ دل کی طرح تجھ سے کیا ساز  
 ممکن ہے ہنوش میں گواہی کی ضرورت  
 لے باغیاں قوت تری اُس وقت ہو تسلیم

تقریر پہ تقریر کے جاتا ہے اے دل | رہتی نہیں کجنت کبھی تیسری زباں بند

بجور محبت بھی عجب چیز ہے قمر باں

پابند - نظر بند - زباں بند - دباں بند

جب اس کی بوند نہ ہے اسکی خوبسند  
آنکھوں میں آگے ضبط کے کہنے سحر کے  
پہلے عزیز تھی یہ ہیں اب مگر ہنسین  
میں آرزوئے وصل کو کر دو نگاہ سے دور  
کیا میرے دل کا حال فرشتے سنائیں گے  
دشمن کی اور دوست کی تم کو نہیں بتیز  
محبت تری کھلی کہ نصیباً ہوا اہلسند  
یہ بھی تمہارے سوز محبت کا ہے طغیلس

قمر باں اپنی اپنی نظر اور پسند ہے

تجھ کو ہیں وہ پسند انہیں ہے عود پسند

کیا ہوا کیا نہ ہوا میرا خدا یا قاصد  
میرے مطلب کی خبر کوئی نہ لایا قاصد  
انکی خفگی کا مجھے حال سنا یا قاصد  
دلکے خوش کر نیکو میر تو ذرا عقل تو کر  
جانا آنا تو تراروز رہا اس وز پر  
اس طرح ہو کے خفا یا ر کے گھر سے آیا  
تیرے آنے سے ملی زندگے نو گو یا  
پھر مر احوال انہیں جا کے سنا نا لیکن

تجھ پہ قمر باں میں جاؤں کہ تری آنکھوں پر

اللہ اللہ تو انھیں دیکھ کے آیا قاصد

سب پر ہیں عیاں چار سوا احسان محمد  
گیسو کا ہوا عکس جو والیس یقیناً  
کس طرح نہ دُنیا ہوشِ شاخون محمد  
دائش ہے خالقِ رُخِ تابان محمد

ہے عکس فلک شمع شبستان محمدؐ  
کس درجہ ہے اسلام پر احسان محمدؐ  
اور مطلع انوار گریبان محمدؐ  
حسینؑ جو ہیں لخت دل و جان محمدؐ  
حالی ہوں مرے کاش گدیان محمدؐ

قربان شفاعت انھیں کرنی ہی پڑے گی  
چھوڑوں گانہ میں حشر میں دامان محمدؐ

نہ کچھ کر سکے دشمنان محمدؐ  
کہ شان آہی ہے شان محمدؐ  
یہ روشن رہے گانہ شان محمدؐ  
ہے تکیہ مرا آستان محمدؐ  
سناؤ مجھے داستان محمدؐ  
زبان خدا ہے زبان محمدؐ  
اہستی ہیں سب واصفان محمدؐ

یہ اعجاز کچھ کم نہیں ہے عزیزو  
کہ قرباں بھی ہے مدح خوان محمدؐ

ہر غچ میں پیوستہ ہے خوشبوئے محمدؐ  
کیا تاب جو دیکھے کوئی گیسوئے محمدؐ  
پر دے کے مقابل ہوا جب روئے محمدؐ  
جبریل ہے جاروب کش کوئے محمدؐ  
جو شخص ہو اہل سے رضا جوئے محمدؐ  
نادیدہ ہوئی میں کشتہ ابروئے محمدؐ  
کس درجہ ہے مقبول خدا جوئے محمدؐ  
دکھلائے خدا کاش ہے کوئے محمدؐ  
چو گان قضا زیر سحر کوئے محمدؐ

پہ نور شب ماہ لصدق ہے کسی کا  
توحید کا رستہ ہیں بتلا دیا سیدھا  
تکمر ہے گریبان کا اک عقدہ پر نور  
محشر میں سفارش مری نانا سے کرینگے  
جاہو پچوں مدینہ میں یوں ہی مانگتا کھاتا

خدا خود ہوا۔ جرزبان محمدؐ  
کوئی شان میں اسکا ہمسر ہو کیونکر  
جینا کب جدا ہو کابل سے ہوگی  
غرض عرش سے اور نہ کرسی سے مطلب  
کوئی اور قصہ نہ ہرگز سنوں سگا  
زبان عرب میں ہے قرآن اُترا  
صلہ مدح خوانی کا خلد بریں ہے

ہر گل میں ہے عکس رخ نیکوئے محمدؐ  
ہے طور کے شعلہ میں نہاں موئے محمدؐ  
خلوت کہ وہ پاک میں صلوٰۃ کا غل تھا  
کیونکر ہو میتروں و اقدس کی غلامی  
عقبتی بھی ملی بل گئی دنیا بھی اس کی  
پایاں ہوں بے ہاتھ لگائے کف پا کو  
حاجات نے خطاب آپ کو محبوب کا بخشا  
واپس نہ کہی آؤں میں پھر جا کے وہاں سے  
رکھتا ہوں اس اہل اس اہل اپنا شب روز

ہوتے ہیں اودھر قافلہ پرست افلاہی  
قربان کبھی تو بھی تو چل سوائے محمدؐ

والشعر ہے وہ چہرہ زیبائے محمدؐ  
طوبیٰ جن خلد میں اک نہایہ ہے ہکا  
کیونکر نہ اسے دیکھوئی رخصت ہو ملک سے  
کر سکتا کسی کام کا کب عقل کل آغاز  
جز بخشش امت نہ کیا حق کی طلب کچھ  
بز لائے خدا کا شہید دلاکسراں

وایتل ہے وہ گیسو دل آرائے محمدؐ  
اے صل علی قامت رعنائے محمدؐ  
اک رات سب عرش یہ تھا پائے محمدؐ  
ہوئی نہ شریک اس کے اگر رائے محمدؐ  
قربان سہر بہمت دالائے محمدؐ  
ہو پیش نظر روئے زیبائے محمدؐ

قربان ہے اب اور تمناؤں سے بیزار  
دلیں ہے فقط اس کے تنائے محمدؐ

ایسی ہے شانِ مصطفیٰ صل علی محمدؐ  
شانیٰ علتِ ربانہ وافع محنت و بلا  
گلشنِ خلد کا شجرہ گلبنِ خلد کا مژ  
کھلتا ہر باغیں جو گل ہوئی ہر ایں تیری بو  
ہادیٰ راہِ کبریا رہبرِ مجتہد انبیا  
دیسے پڑھے و درود جو علم میں ہو کوئی مبتلا

جس کی شنا کرے خدا صل علی محمدؐ  
ادنیٰ ہے تیرا معجزہ صل علی محمدؐ  
شوکتِ دین کا صیلا صل علی محمدؐ  
نغمہ ہے عند لب کا صل علی محمدؐ  
تیرا بڑا ہے مرتبہ صل علی محمدؐ  
بس یہ ہی اُسکی ہے دوا صل علی محمدؐ

قربان خاکسار کو بندہ جاں نثار کو

و درو ہے رات دن شہا صل علی محمدؐ

ہے سب سے تیرا افضل سامان یا محمدؐ  
مشرق میں نور تیرا مغرب میں تیرا جلوہ  
مہراج میں خوشی سے کیونکر طلب نہ کرتا  
روح القدس ہر تیرے روضہ کا ایک چاکر  
جنت کی راہ ہم کو تو نے بتائی سیدھی

شاہوں سے تو ہے بڑھ کر ذیشان یا محمدؐ  
ہے شش جہت میں تیرا فیضان یا محمدؐ  
عاشق تھا دل سے تیرا رحمان یا محمدؐ  
رضواں ہے تیرے در کا دربان یا محمدؐ  
بے حد ہے تیرا ہم پر احسان یا محمدؐ

قربان کا یہ ہر دم ہر آن ہے وظیفہ

قربان یا محمدؐ قربان یا محمدؐ



## رَوَافِ دُ

تجھ کو ہے یار ابروئے خمدار پر گھنٹ  
 آتنا غورِ حق پہ ہو گا نہ نصیر کو  
 ہے بات کو نہی نہیں جس پر تجھے غور  
 ہونا ز عاشقوں پہ تو وہ ناز ہے بجا  
 تجھ کو بھی سخت جانی یہ آنا ہی ناز ہے  
 ہر اُنکا اک سخن دمِ عیسیٰ سے بھی سوا  
 کلین کی آستین کو جب سے پکڑ لیا  
 قمری کو سرو پر بھی ہنو گا وہ ناز و فخر  
 دُنیا کو پھر ہوا کرے تلوار پر گھنٹ  
 جتنا ہے تجھ کو شعلہٴ رخسار پر گھنٹ  
 ز قمار پر گھنٹ ہے گفتار پر گھنٹ  
 زیا نہیں ہے آب کو غیار پر گھنٹ  
 جتنا ہے اپنی آب کو تلوار پر گھنٹ  
 پھر کیوں کریں نہ اپنی وہ گفتار پر گھنٹ  
 بلبل کو اب ہر گل سے ہوا خار پر گھنٹ  
 جتنا ہے ہم کو قامتِ دلدار پر گھنٹ

توڑے گا ایک روز وہ تیرا سرور بھی  
 قربان کر کے بیٹھا ہے جس یار پر گھنٹ

## رَوَافِ دُ

یہ سمجھتے ہیں اُسے ہر دم لذیذ  
 اہل دل سے اُسکی لذت پوچھتے  
 رکھتا ہے اس سے ہمیشہ تر زبان  
 وہ ہی کرتی ہے زیادہ فائدہ  
 اپنا اپنا ذوق ہے یہ ہم نشین  
 تیرے نامے قلبِ مضطر خوشگوار  
 دل کچھ اُس سے ہے سوا ہلکوا پسند  
 ہو گیا زخموں کو اب مہم لذیذ  
 ہے خوشی سے کچھ زیادہ ہم لذیذ  
 ہے مگر گل کو بہت شبنم لذیذ  
 جو دو اب ذائقہ میں کم لذیذ  
 عیشِ بچہ کو ہے تو ہم کو غم لذیذ  
 تیرے آنسو دیدہ پر غم لذیذ  
 جام تھا صیبا تجھے اے جسم لذیذ

نئے ہے دستِ غیر سے قرباں کو زہر

اور تیرے ہاتھ سے ہے جسم لذیذ

بہت ناقص لکھا کاتبِ مری تقدیر کا کاغذ  
 شرارت کا سبب تھا یہی مری بہت کا باعث تھا  
 اڑھا جاتا نہیں ہرگز تری تحریر کا کاغذ  
 کیا ہے چاک کیوں اُس نے مری تحریر کا کاغذ

بنایا دل کو ہم نے ہے تیری تصویر کا کاغذ  
لکھا تھا خونِ قاتل سے مری تحریر کا کاغذ  
جو تولا دے شرابِ ناب کی تہلیل کا کاغذ  
نہ اس تقدیر کا میں ہوں نہ اس تدبیر کا کاغذ  
بنایا آہ نے یوں آسمانِ پیر کا کاغذ  
مرے اشکِ ندامت نے مری تقصیر کا کاغذ

یہ کہہ کر اُس نے اے قرباں مرا خط کر دیا دل  
پڑھا جاتا نہیں ہم سے تری تحریر کا کاغذ

نام لکھنے کو نہیں گزرتی بلتا کاغذ  
خط جو کھولا تو لغاتِ میں تھا سدا کاغذ  
سرِ طرغ کو ترا لکھا ہوا اس کاغذ  
کس زباں میں مری تقدیر کا لکھا کاغذ  
اُٹا سیدھا صحت لکھا یا رنے آیا کاغذ  
کیوں فرشتے یہ مرا کرتے ہیں سیلا کاغذ  
کانپ اٹھا آگے جب اعمال کا آیا کاغذ  
جب کہ لکھنے کو ترے سامنے آیا کاغذ

خوب دیکھا کہیں باقی نہ تھی گنجائشِ غدر  
اپنے اعمال کا قرباں جو دیکھ کاغذ

## رؤف - ۱

سا جاؤ مرے پہلو میں دل بگر جگر ہو کر  
ہنرِ اب کیا چمکا اب نگا ہو نہیں ہنر ہو کر  
نظر آجائے کوئی کاش رویاے سحر ہو کر  
چمکتا رہتا ہے عالم میں غورِ سحر ہو کر  
رہیں گی تیلیاں چلن میں بھی تارِ نظر ہو کر

مرقع کھینچ کر اس میں تری صورت کا رکھا  
مرے قاتل کا عضوِ بڑھ گیا مظلوم پر ناحق  
تجھے اے شیخ میں خطِ غلامی آج ہی لکھوں  
وہ میرا خطِ پڑھیں اور لکھ بھی دین فوراً جو اس کا  
فلک پر دیکھے نطقِ رات کو پیدا کئے انجم  
قیامت کو بھی پہلے دھو دیا کیا نشانِ رحمت ہو

کھال کا میری بنا لو یہ ہے سستا کاغذ  
میں تو کچھا تھا لکھا اُس نے ہے کیا کیا ایس  
ایک بھی بات نہیں اپنے موافق نہ ملی  
کاتبِ بخت کی تحریر پڑھی ہی نہ کسی  
ہو ہو جسے ہو وقتِ دیر کا میری لکھا  
دھوئے گی دفترِ تقصیر خدا کی رحمت  
صاف انکار میں گو کرتا رہا حشر کے روز  
تو نے کیوں کاتبِ تقدیر نہ کی تجھے یہ نظر

رہو استکھونیں تپتی بنکے تپتی میں نظر ہو کر  
ہنر کو عیب تم کہنے لگے اہل نظر ہو کر  
جوں میں خوابِ عشرت کی کمرِ تباہوں بند آنجہیں  
فلک نے بھی ترے عکسِ رخِ روشن کی جو رینی  
وہ اب پھنپنا بھی گرجا میں تو ہم کچھ نہیں سکتے

شبِ فرقت کو کیا سمجھ ہو تم ہے اک بلا یہ بھی  
 نگاہِ شوق کا بار اُن کو کھلنے کھیلنے کیا دے  
 ہے واپس داستانِ عشق اور ایک دل قیامت کا  
 بٹا ہے بزمِ دشمن میں اگر ہو گی تو بوجے گی  
 بلائے ٹھوکر میں کھائیں عدو کی آبرو بجائے  
 تری پیکر کو قدرت نے بنایا ایسی ساعت میں  
 ہزاروں آرزوئیں حسرتیں ارمانِ مدوں ہیں  
 مجھے تارِ نظر آئے کد کی تیرگی میں بھی  
 ہوا میں جیتے جی باندھیں بہت بیدار پیشوں کی  
 صیائے حسنِ یوسف تھی کہ حسرت تھی زلیخا کی

قیامت دھایلی یہ رات ہی اکلن مگر ہو کر  
 غضب میں آئے وہ غنچہ دینِ نازک مگر ہو کر  
 بہت بے لطف ہو جائے گا قصۂ مختصر ہو کر  
 کتابِ دل کی صورتِ سیخ پر یہ سیخ پر ہو کر  
 پڑے ہیں رنگِ زریں خشت و رنگِ رنگِ ہو کر  
 رہا مقبولِ دنیا میں تو منظورِ نظر ہو کر  
 بنایا مقبرہ دل کو کسی نے فتنہ گر ہو کر  
 جو آیا سنجِ رُو تربت پہ کوئی نوحہ گر ہو کر  
 مگر دنیا سے وہ گذرے تو خسرو مگر ہو کر  
 رہی جو دیدہ یعقوب میں نورِ نظر ہو کر

غزلِ قربانِ واحمد کی بہت چنگی نمائش میں  
 پہلے دنیا میں شاگردِ عزیز نامور ہو کر

تو ہی یہ ظلم و ستم لے ستمِ ایجاد نہ کر  
 دیکھ لے رحم کو آما دہِ بیداد نہ کر  
 سرِ جدا کرنے میں جلدی ستمِ ایجاد نہ کر  
 رُوح کو قیدِ بدن سے مری آزاد نہ کر  
 بلبلوں پر ستم و جور یہ صیاد نہ کر  
 رحم کر رحم تو سی میسری برباد نہ کر  
 ظلمِ مرغانِ چین پر ابھی صیاد نہ کر  
 سرکشِ قاصد و لدار سے ششاد نہ کر  
 اے خدا خانہِ نصیحت کو آباد نہ کر  
 معصیتِ الزام نہ لے تو اسے برباد نہ کر  
 کھدیا موت سے بھی اُسے لے یاد نہ کر

کر کے بیداد نہ کہہ شکوہ بیداد نہ کر  
 شکوہ جو روحِ جفا اے دلِ ناشاد نہ کر  
 صبر کر صبر ذرا دیکھ لوں صورتِ تیری  
 ہو گیا افس اسے اپنے نقص سے صیاد  
 نہ چھڑا فضلِ بہاری میں گلستاں اُسے  
 اے صبا بہرِ خدا خاکِ محک کو نہ اڑا  
 نوکِ قاتر میں آجائیں گے آدابِ نفس  
 سامنے اُس کے بھلا تیری حقیقت گیا ہی  
 آشیانے کو مرے اُس نے کیا ہے برباد  
 لے صبا بوسے چین آپ ہی آجائیں گی  
 بحر میں موت کی چمکی بھی نہ آئی محسوس

گنہگارِ مذہبِ الفت میں شکایتِ قربان  
 گلہ جو رہ نہ کر شکوہ بیداد نہ کر

رہیں گے آج سے ہم بھی کسی کے آشنا ہو کر  
 ننگا ہیں اس نے پھیریں بے مروت یوفا ہو کر  
 دکھایا دل مرا بیدار کرنے بے وفا ہو کر  
 میری شامت کہ میں نے عزیز کا شکوہ کیا ان سے  
 ستا نہ ہر گھڑی اچھا نہیں ہے اپنی عاشرت کا  
 خبر دیتی ہے گویا کوچ کی جدم نکلتی ہے  
 پھر ہے بے گنج صحرائیں ہر سونا لہ موزوں  
 منسل کر دل تنہاؤں کا میری خون کرتے ہو  
 کوئی دانا بچے کیا گردش گردن گرداں سے  
 نظر اٹھتی نہیں آگے کسی کے اہل عصمت کی

اگر ملے ہو غیروں سے ملو تم بے وفا ہو کر  
 ہوا نا آشنا ہم سے وہ عالم آشنا ہو کر  
 دیا بکشتی راحت کو میری ناختہ ہو کر  
 بگڑ بیٹھے چڑھائے تیور اٹھ بیٹھے خفا ہو کر  
 دغا لگ جائیگی آخر کسی کی بدعت ہو کر  
 نفس سے آمد و شد کی صدا بانگ درا ہو کر  
 صدائے قیس ہو کر نفس بانگ درا ہو کر  
 لپٹ جائے نہ حسرت بہت نازک سے جنا ہو کر  
 یہ ظالم پیتا ہے سب کو ننگ آسیا ہو کر  
 کہ ان کی آنکھ میں شونی بھی آتی ہے حیا ہو کر

فنا ہو کر ہوا جاں بقا باللہ کا رتبہ

اٹھایا زندگی کا لطف قرباں نے فنا ہو کر

ہیں نالائک بلبلیں بھی ہوئی شاخ نشین پر  
 کہ آئے وہ پریشاں اشک یزناں سیر مدفن پر  
 پڑی میں خون کی تھپتھپ ہزاروں سیر دامن پر  
 نگاہں ہوا مہ تاباں کا تہار کر دوسے روشن پر  
 گرانی بجلیاں منظور تھیں گرمیر بے خرمن پر  
 گرا دیتے ہیں آسنا آنکھ کی عاشرت کیشوں پر  
 بھر دے چارہ گر رکھتا ہے کز زنجیر آسن پر  
 یہ دھبے حشر تک قاتل دھبے تیرے دامن پر  
 خدا کے واسطے قاتل چلا دے تیغ گردن پر  
 ہماری قبر پر حسرت ہزار ماں دل کے مدفن پر  
 نظارہ گل کا کر لیں مجھ کو دیوار گلشن پر  
 مرے تو دو فرشتے اور تھے موجود مدفن پر  
 کبھی آتے نہیں تم فاتح پڑھنے بھی مدفن پر

سدا ہمارا قافلہ گل کا خزاں آتی ہر گلشن پر  
 اگر کچھ ان کے دلیں کر دیا درد محبت نے  
 کیسا ہے قتل کس سبکیں کو ظالم آج مقتول میں  
 اگر بروہ اٹھا دو تم لب لباب آگے چہرے سے  
 میری جی رہی کو اسے دست ملک محفوظ کر لیتا  
 اگرچہ یہ تباہ سنگدل پتھر کے ٹکڑے ہیں  
 کرکٹ ٹکڑے ٹکڑے دیے تھکا تھکا و عشت کا  
 کہیں خون وفا کے دل بھی دھوئے دھوئے ہیں  
 ہر اب صد سوسو اشوق شہادت مریمواں کو  
 پس مردن بھی دونوں نے نہ چھوڑا ساتھ دونوں کا  
 اجازت بلبلوں کو باغباں اتنی نہیں دیتا  
 نہ پایا چین ہم نے جیتے ہی ایذا ہندو نے  
 خفا کیوں ہو پس مردن گنہگار محبت سے

نگاہ ناز نے قابل کی قربان ذبح کر دلا

جلادی جب پھری اللہ اکبر کہے گے گردن پر

مجھ پر نگاہ لطف ہو سرکار دیکھ کر  
جاتا تھا شیخ جلوہ دیدار دیکھ کر  
آئی صدائے عذیب جفا کار دیکھ کر  
زابد پسل پڑے تری رشتار دیکھ کر  
کیا شاد ہے تو باغ کو گلزار دیکھ کر  
آئے ہیں رقص میں تری رشتار دیکھ کر  
سنبتے ہیں زخم مرہم زنگار دیکھ کر  
اور دل پہ ٹوٹتے ہیں حسد یاد دیکھ کر  
ثابت ہے حالت درد دیوار دیکھ کر  
بیداد اس نے کی ہے وفادار دیکھ کر  
نکلے گی خاک حسرت دیدار دیکھ کر  
لیتے ہیں لعل و در کو حسد یاد دیکھ کر  
سیر حطب بھی کیجئے تاتار دیکھ کر  
حاصل ہو۔ ایک کیف گل و حسار دیکھ کر

حاضر ہوا ہوں صابری دیکھ کر  
کعبہ سے کیوں پھرا درد دیوار دیکھ کر  
اس نے اٹھائی منج جو مجھ بے قصور پر  
کھائی ہیں سالکان طلیق نے ٹھوکر میں  
بیل خزاں میں رنگ اڑیگا بار کا  
بے وجہ ناخستہ نہیں طاؤس باغ میں  
اے چارہ گر سمجھ کے ذرا کیجئے علاج  
کیا لطف ہے یہاں سر سودا نہیں رہا  
عاشق ہزاروں مرگئے سر پھوڑ پھوڑ کر  
کس منہ سے اُنکے جور و جفا کا گلہ کروں  
موسیٰ کی طرح ہم بھی جو بیہوش ہو گئے  
کھوٹے کھرے سخن کو پرکھتے ہیں ذی ہنر  
زلفوں کو اس کی دیکھ کے رخسار دیکھئے  
دیکھئے کوئی جو دیدہ وحدت سے باغ دہر

قربانِ حسن بھی ہے عجب جنس و غریب

کب پھوڑتا ہے اس کو خریدار دیکھ کر

دیکھا نہ زمانے میں کہیں تجھ جیسی اور  
کچھ اس کے سوا دل کی تنہا ہی نہیں اور  
دُکھ دینے لگے دلوں پرے ہائے ہتھیں اور  
آنہیں بھتی کہیں اور مراد دل تھا کہیں اور  
ہاں ایک جھلک پر دیسے او پردہ نشین اور  
کچھ اور ہیں آنہیں تری چرا ہوڑیں اور  
لے جاتا ہے رہو ار قضا ہم کو کہیں اور

نظروں میں مری کوئی سانا ہی نہیں اور  
دیکھوں میں شب وصل تہیں پہلو میں اپنے  
تم سے ہی تو امید تھی دنیا میں گرم گی  
اللہ رے اس جلوہ گہ ناز کے اعجاز  
تیار ہزاروں ہیں ابھی بننے کو موسے  
یہ کیف یہ مستی یہ پھلکتی ہوئی نظر میں  
جانے کیلئے بیٹھے تھے ہم اور کہیں کو

ہرگز نہ ٹھکے گی یہ کہیں میری جبین اور  
طبا و تما دا کہیں جزیر نہیں اور  
زاہد نے کہا ہم سے کہ ہے غلبہیں اور

کہتے نہ تھے قربان نہ کر ان کی منت  
کر تا ہے کوئی عجز تو کھنچے ہیں حسن اور

بڑھ جائیگی اس سے تو مرے دل کی جلن اور  
رکھ دیکھ ہمراہ مرے ایک کفن اور  
دلو ہے مرے آج نئی ایک لگن اور  
منظور ہے لڑنا جو کچھ عجز دہن اور  
وہ دیکھ کے آئے ہیں نیا ایک چلن اور  
خوش ہوتا ہے اُس سے یہ مراد اے کہیں اور  
میں کہہ گیا کچھ اور تھا کچھ روئے سخن اور  
یہ باغ میں الفت کے کھلا ایک چین اور

قربان نے کیا خوب عناصر میں اضافہ  
اک عنصر الفت کو کیا جزو بدن اور

بنت عنب پہ یوں گرامتہ ٹوٹ کر  
پیام نہ بن گیا دل مستانہ ٹوٹ کر  
بلبل گرانہ کیوں تراکشا نہ ٹوٹ کر  
افسانے سو ہوئے مرا افسانہ ٹوٹ کر  
مسار ہو گیا دل دیوانہ ٹوٹ کر  
رجائے گا مراد دل دیوانہ ٹوٹ کر  
کعبہ بنے گا کیا کوئی تخانہ ٹوٹ کر  
کعبہ بنا ہے دہر میں تخانہ ٹوٹ کر

قربان پوچھ سانی سے کیوں اتنی مست ہو  
کیا بن گیا ہے آنکھ میں میخانہ ٹوٹ کر

مردود ہو سجدہ جو کہ جزو توبہ درے  
راحت میں بھی تکلیف میں بھی تجھ سے نظر ہے  
کچھ ہوئے تھے ہم تو درد دست کو حبت

بچا ہمارے زخموں پہ نہ رکھ بچہ دہن اور  
ہے دہن مرے ساتھ میں اک لاشہ دل بھی  
پیلے ہی کسی شوخ سے لوں حشر کا وعدہ  
سہلے ہوئے پھولوں سے دہن مانگے لاشہ  
تقلید فلک کرتے ہیں بیداد ہیں ہر روز  
ہوتا ہے ملک پاشی جو زخموں پہ وہ ہنس کر  
بدلتے تری محفل میں تمناؤں نے پہلو  
گل داغ محبت کے ہوئے سینہ میں شا داب

گرتا ہے جیسے شمع پہ پروانہ ٹوٹ کر  
سانی نے عذر جام کیا میکہ میں جب  
خزین پہ گل کے برقی خزاں ٹوٹ کر  
بھگی ہیں میرے قصبہ سے شاخیں زلزلہ  
سو زخم فراق کی جب بکلیاں گریں  
قائم اسی طرح جو رہی نوک جہنک رفت  
بیچ شمع جلتی ہے میخانے میں مدام  
جب تک ہو جائے حقیقت جی بے حصول

زباں پہ لا تو نہ اپنے شکوہ خدا خدا اگر خدا خدا کر  
خدا جو دلیں تری بسا ہر زباں سے بھی اپنی تو خدا کہہ  
کوئی جو تکلیف تجھ سے آئے کوئی جو آفت تجھ سے آئے  
خدا کا بندہ تو دل سے ہو جا۔ تو کھوڑ دینا کا جھوٹا دھندہ  
تو چاہے غم سے جو چھوٹ جانا۔ نجات رنج و الم کی پانا  
تو دیکھ جگو ہر کیا وہ دیتا۔ تو دیکھ پھر جگو کیسے سے ملتا  
توصاف کر دے جو دل کا شیشہ جو دور اسکا تو رنگ کسے  
تو کر نہوے کا اُن دعویٰ کہ وہ تو پیغمبر خدا سے تھے

تو نام نے جو زباں کہ نکاح نہیں تو قبر بال تو نکاح بندہ  
خدا کا بندہ۔ خدا کا بندہ۔ خدا خدا اگر خدا خدا کر

اب کہاں بزمِ جن میں راز داراں بہار  
مقتلِ گلشنِ بنی ہے عیدِ قربان بہار  
دیکھ لو دل میں مرے آکر خیابان بہار  
میرے ہوئے اور دنیا میں بڑھو شان بہار  
لے رہے منقارِ بلبل اور داماں بہار  
باغِ ہستی میں مرے دم کہ ہے سامان بہار  
لے اے امیرِ انِ قفس ہے آج فرمان بہار  
دماغِ دل میرے سینے کے سب چرخان بہار  
ماغبان پھر کیوں بنا ہے تو نگہبان بہار  
چاک کر دیگی خزاں اک دن گریبان بہار  
سب فنا ہونے کو ہیں جتنی ہیں سامان بہار

ہو گیا قربان ہر دیوانہ گلشنِ امیر

رنگ اب کس کو دکھائیں نوعِ دماں بہار

سر پر پڑی ہے عشق کی افتاد بے خبر  
تھا اپنی موت و ولایت سے شداد بے خبر

جلدیئے سب رفتہ رفتہ خوش ذایان بہار  
بلبلِ مکر ہو میں رشکِ شہیدِ ان بہار  
دماغِ بن کر شکستہ ہے ہر ارباب بہار  
ہے یہ تاکِ خزاں برہم ہو سامان بہار  
چونچ میں اپنی لئے پھر تی رہے سامان بہار  
میں ہی وجہ تازگی ہوں میں ہی ہوں وہ شکست  
حسِ طرح ممکن ہو آزادی کی سب کوشش کریں  
گلشنِ الفت میں بل جگر کریں گے روشنی  
دستِ گلچین و خزاں سے جب بچا سکتا نہیں  
کیوں تو اتراتی ہے بلبلِ چند روزہ عیش پر  
غنج و گل سبیل و لالہ سمن اور سترن

دل پر ہوئی ہے کسی یہ بیدار بے خبر  
جنتِ بنائی اور نہ راس آئی اس کی سیر

سب اپنی زندگی کے خزانے بھول جائیگا  
اے دل یقین تھو پہ ستم پھر نہ وہ کریں  
انجام کار اس کو اٹھنا پڑا مال  
آئی خزاں بہار کی چپ ہیں بلبلیں  
دی اپنی جان العنت شیریں میں کوہ پر  
کرتا ہے بے گناہ جو اہل وفا کو قتل  
ہیسا ہے کہ کھل نہ گیا ہو درختیں

جس دن اجل نے تجھ کو کیا یاد ہے خبر  
سُن لیں جو وہ کبھی تری رُو دلوں بے خبر  
تھار سب عشق سے دلِ ناشاد بے خبر  
اب ہے ہر ایک طائرِ برباد بے خبر  
انجام عشق سے رہا سزا دے خبر  
شاید ہے روزِ حسرت سے جلا دے خبر  
رہتا نہیں اسیر سے صیت دے خبر

قرباں ہوں کو چھوڑ کے نامِ خدا بھی لے

کیوں اپنی زبیت کرتا ہے برباد بے خبر

خون کا پیاسا تھا مدت سے ادا کا خنجر  
آپ رو کے ہی رہیں اپنی ادا کا خنجر  
کس بلا کا ہے ترا خون کا پیاسا خنجر  
کیوں پڑا آگے مری حلق پہ ہلکا خنجر  
لے دھڑک ہو کے مگر اس نے چلایا خنجر  
کر گیا میرے غمِ دل کا صفا یا خنجر  
حلق سے تابہ جگر اُس نے اُتارا خنجر  
چل دیا چھوڑ کے کیوں مجھ کو ترپتا خنجر  
لاؤ آنکھوں سے لگا لوں میں مہتارا خنجر

چل گیا حلق پہ میرے بھی مہتارا خنجر  
ہم سمجھتے ہیں یہ خنجر ہے انوکھا خنجر  
رحم کرتا ہی نہیں جان پہ عاشق کے کبھی  
دمتِ نازک میں نہیں قتل کی طاقت شاید  
بیکسی گو کہ مری کرتی رہی منع اسے  
کاٹ کر میرا گلہ رنج سے دی مجھ کو نجات  
اُن لے یہ مشق ستم اُن لے یہ اندازِ جفا  
نیم جاں چھوڑ گیا جان ابھی باقی ہے  
دیتے دیکھتے ہٹا دیا خون میں محسوس

ایک ہی وار میں سرتن سے کیا میرا لگ

تیز لایا تھا وہ قربان بلا کا خنجر

لگاؤ لگاؤ جفاؤں کے تیر  
کسی نے لگائے اداؤں کے تیر  
لگاؤ ذرا آشنائوں کے تیر  
تری شوخیوں اور جفاؤں کے تیر  
یہی ہوتے ہیں دلِ بربادوں کے تیر

چلاؤ چلاؤ اداؤں کے تیر  
کسی نے لگائے جفاؤں کے تیر  
کرینگے اسے غیرِ برداشت کیا  
نقطہ ہیں یہ مخصوص میرے لئے  
ادا اور عشوہ جفا اور ناز



مجھے آہ کرتے جو دیکھا کہ  
ہدف تو نے عشاق کو کیوں کیا

چلاتے ہو کیوں تم ہواؤں کے تیر  
لگے دل میں کیوں بیخداؤں کے تیر

خدا اب ہے حسا  
کہ لگتے ہیں قرباں جفاؤں کے تیر

بہی نالہ نہ میرے دل سے نکلے گا ہواں ہو کر  
بہت پیچھے رہا جاتا ہوں گردِ کارواں ہو کر  
تو دل کا غم کرے کچھ روز خدمتِ میزباں ہو کر  
رہیگا جلیوں کی نذر اک دن آسیاں ہو کر  
بلا کے تم انہیں دیکھو کسی دن مہرباں ہو کر  
راکینِ جن کا ایسا ہے وہ کیا ہو گد جاں ہو کر  
سب اُسے حالی دلِ بکد نہ رہ تو بیزباں ہو کر  
نہیں ہر شان کچھ کہیں پھر دم بے مکاں ہو کر  
نشین کے رُسے تنکے نقس کی تیلیاں ہو کر  
کیا منصوبہ نے یہ کام کیا رازِ دہاں ہو کر  
رہا دنیا میں کوئی بھی کسی دن شادماں ہو کر

مٹا دے جب مجھے چاہے زمانہ آسماں ہو کر  
میں شرمندہ ہو اجاتا ہوں اُسے نا تو اں ہو کر  
تہا سے وصل کی حسرت جو آئے ہماں ہو کر  
عبتِ بلب تو گلشن میں یہ تنکے خنقی بھرتی ہے  
اشارہ پاتے ہی عاشق تہا دُسر کے بل آئیں  
ابھی سے یہ فتنہ کل قیامت کیا یہ ڈھائیگا  
دیا رِ نطق جب حق نے تو پھر خاموش رہنا کیوں  
مرے دل میں سما جاؤ مری آنکھوں میں آ جاؤ  
یہی ہے انقلاب۔ اسکا ہی گردشِ نام ہے شاید  
ڈبویا نام اُس نے اور بھی اہلِ محبت کا  
یہ ہر صورت ہر اناں کو رہا دکھ بزمِ ہستی میں

نہ کر اولاد کا کچھ غم کہ یہ تو ہوئی آئی ہے  
لگے قرباں اس دنیا کو لاہوں بڑنشاں ہو کر

آیا مگر کہی گلا اسکا کوئی زبان پر  
رہے ہے آئینہ کو تو آئینہ گردِ دوکان پر  
بیٹھا ہوا ہے باغباںِ چین سے کس گمان پر  
آترینے پورے ہم ضرور آسکے امتحان پر  
خون بہا ہے بارِ پاپاؤں کے ہر نشان پر  
ہنسنا پڑے گا ایک دن ہکو ترے گمان پر  
دار و مدارِ لطف ہے صرف مرے بیان پر  
عشق کا رازِ عاقبت کھل گیا سبھان پر

توڑے ستم ہزارِ ماتم نے ہماری جان پر  
اُن کو دکھا کے آئینہ مجھ سے دور تو نہ کر  
نقصِ خراں کی ہر نمودِ مجھ کو ہو اداع  
آبِ وفا کا اتھاں شوقِ سولیں ضرور لیں  
دیکھا ہے مجھے پہلے بھی بھولے نہیں ہیں راہ کو  
اتنا غور کرنے تو حسن ہے تیرا عارضی  
آج تو میری داستانِ سن لے مری زبان سے  
قرباںِ محوش ہم رہی کھائیں نظرِ چنیاں

زلف کے مارے ہوئے حُسن کے حیرانوں پر  
عفو منظور ہے تجھ کو تو فرشتے ہر دم  
بچ دیتی ہے یہاں کیوں یہ بلا کر دُشمن  
سُخ رو کرتا نہیں حُسن تو ہم پر اتنا  
گرم ہوتی رہی بزمِ فناؤں سے میرے  
غیر کی روک نہیں اور یگانوں پہ ہے تیرے  
جو حوادث سے زمانہ کے نہ درے تھے یہی  
انکی باتیں بھی نئی اور ہے وحشت بھی نئی

رحم کیوں کرتے نہیں اپنے پریشانوں پر  
میرے اعمال لکھا کرتے ہیں کیوں شانوں پر  
کوئی کرتا نہیں سختی کبھی مہمانوں پر  
جس قدر ناز ہے اس شمع کو پروانوں پر  
اُس پڑتی ہی رہی قیس کے افسانوں پر  
ہم کو آتی ہے ہنسی تیرے چُکھانوں پر  
بجلی اک روز گری اُس نے ہی کاشانوں پر  
ہو نہ مستوں کا گلں آپ کے دیوانوں پر

معفرت کا یہی قربان نہیں گے سامان

ظلم ہوتے ہیں بتوں کے جو مسلمانوں پر

دہنے کو ملی ہائے نہ دنیا کوئی دن اور  
میں نے جو کہا آج کروصل کا وعدہ  
وعدے میں صداقت جو ذرا بھی بڑھے ہوئی  
مکن تھا کہ وعدہ کو وہ ایسا بھی کرتے  
معلوم جو ہوتا کہ ترا وصل ہے مکن  
اغیار کی ہمراہ مناسب نہ تھا بلنا  
پھر نوح کا طوفان بپا ہوتا ہے نہیں  
ہے زندگی دو دن کی تو کس طرح یقین ہو

احسرت تھی کہ دُشمن یہ تماشا کوئی دن اور  
کہتے ہیں کہ اس کام سے ملنا کوئی دن اور  
ملنے کے ترے کرتے تمنا کوئی دن اور  
بے نہ کیا ان سے تقاضا کوئی دن اور  
دنیا میں ترے واسطے رہتا کوئی دن اور  
ملنے کو مرے واسطے ہوتا کوئی دن اور  
آسنو جو میں آنکھوں نے بپاتا کوئی دن اور  
اِس عالم فانی میں ہے رہنا کوئی دن اور

دنیا سے اگر جا کے وہ پہلے کبھی آتا

تو دیکھتے قربان کارِ شہ کوئی دن اور

سر پہ آتی ہے شبِ غم مری قاتل ہو کر  
میں تو قتل ہی میں مرنے کیلئے آیا تھا  
فیس سمجھامری امیدوں کا کعبہ ہے یہی  
تم کو زیبا نہیں بچپن میں یہ اندازِ حُسن  
سخت جاتی کے سبب کہ نہ سکا قتل کوئی

یہ بلا مل نہیں سکتی۔ کبھی نازل ہو کر  
یہ خبر کیا تھی کہ رہ جائے گا بے ہو کر  
گذرا جس سمت کو لیلے ترا محل ہو کر  
ظلم کر لینا کسی پر کسی مت بل ہو کر  
رہی تیغ بھی جزوِ تنِ بے بے ہو کر

جب محبت کی نظر پڑ گئی تیری مجھ پر  
جب نہ انجام کوئی ہم نے طلب کا دیکھا  
آنسو دھوئے وہ سمندر جو تھے موج اندر موج

سختیاں عشق کی آساں ہوئیں مشکل ہو کر  
آہ واپس ہوئے آزر دہ منزل ہو کر  
میری آنکھوں میں رہے ضبط کا سہل ہو کر

آئے اور دیکھ کے واپس گئے آنسو لے  
قرباں سوئے ہی ہے نیند سے غافل ہو کر

رہ گیا سارا جہاں عرصہ محشر ہو کر  
فاتحہ خوانی کو آئے ہوندا مت یہ سے  
دیکھ اک قطرہ ناچیس گرا تھا جو بھی  
اب کلیجہ کی طرف عزم سفر کرتا ہے  
کیا دکھاتا ہے زمانہ کو ادائیں اپنی  
لاگھ تعویذ بنائے کوئی تربت پہ مری  
فتیس و فرہاد ہیں دیکھ چکے ہیں پہلے  
حسن کا کوئی بھی محفوظ تھا نہ رہا

کیا ملا قلب کو آخر مرے مضطر ہو کر  
دیکھ لیں کیسے بہتیں قبر سے باہر ہو کر  
آج بنگلہ ہے صدف سے وہی گہر ہو کر  
دل سے مایوس مرے یار کا خجر ہو کر  
یہ ہی انداز غضب ڈھائیں گے محشر ہو کر  
میری گردن سے رہے گا یہ برابر ہو کر  
راہ دکھلاتے تھے ہم عشق کی راہ ہو کر  
بل گیا کیا مرے دے سے بیچے باہر ہو کر

ہمے قرباں کہی شان کو جانے نہ دیا  
ہم جہاں بیٹھے جہاں میں وہیں افسر ہو کر

رنج دہ نالہ دلدار کی پائی تحریر  
نور آنکھوں کا بڑھا اور ہوا دل مسرور  
تو جو کہتا ہے نہیں غیر کو لکھتا کہی خط  
جھگڑا آنسو ہے کیوں روح نے تردید نہ کی  
غیر کے خط سے بہت کم ہیں مضامین اس  
خط کی صورت میں جو قاصد نے ہیں دی لا کر  
قاسم بخت سے کچھ روز ازل کہہ لیتا

سامنے میرے جو قیمت کی تھی آئی تحریر  
لا کے قاصد نے مجھے اس کی دکھائی تحریر  
دیکھ اس خط میں ہے تیری کہ پرائی تحریر  
کاتب بخت نے جب پڑھے سنائی تحریر  
کیوں نہ میں دے کر دل تیری بڑائی تحریر  
اپنے لینے سے تری ہم نے لگائی تحریر  
کاتب بخت نے کیوں مجھے چھپائی تحریر

اس کا انجام بھی قرباں تھا بلتا جلتا  
اپنی قیمت سے مدد کی جو ملائی تحریر

کون ایسا ہے کہ بگڑی میں بناے تقدیر

دیکھنا وہ ہی پڑے گا جو دکھائے تقدیر

ایسی ضد مجھے ہوئی ایسی عداوت مجھے  
تیری تحریر وہ ہے جو کہ مٹائے نہ مٹے  
کوئی بھی ہم سازمانے میں دل انگار نہیں  
آج آمادہ ہے وہ وصل کے وعدہ کیلئے  
اسکو ڈر ہے نہ عشوق کی قیمت بھی خراب  
ہوں وہ بد بخت کہ غیروں کا اگر کچھ ہو مقصور  
میری تقدیر پہ روتا ہے مقدر بھی ہمارا

جو میں تدبیر کروں اس کو مٹائے تقدیر  
لاکھ اب اتک نہ امت کے بہائے تقدیر  
ہم زمانے سے الگ اپنی ہیں لائے تقدیر  
کاش یہ مرزدہ کہی ہم کو سناے تقدیر  
کیوں نہ پھر روٹھنے والوں کو سناے تقدیر  
الٹا الزام مرے سر پہ لگائے تقدیر  
کیوں نہ آنسو میری حالت پہ بہائے تقدیر

ہم نے بنیاد جو رکھی وہ ہلائے نہ ہلی  
یعنی قربان نہ تھی خام بنائے تقدیر

رات دن کرتی رہی ساری خدا کی تدبیر  
اور باتیں تو بہت تو نے بتائیں باوجود  
کوششیں کیں تو فیصہ کے جگاں کیلئے  
کام جب ہونے لگا میرے مقدر کی خلاف  
کام ہوتا نہیں دنیا میں شیت کے خلاف  
جکے دروازہ پہ ہوں فضل مقدر کے پڑے  
جب تو ناکام ہوئی اور جلی سرتا پیا  
وہی آخر کو ہوا جو تجھے منظور ہوا

میرے بچنے کی کوئی راس نہ آئی تدبیر  
ان کے تلنے کی فکر کچھ نہ بتائی تدبیر  
خفتہ بختی سے کوئی کام نہ آئی تدبیر  
وہ ہی اڑتی ہوئی جو سانسے آئی تدبیر  
کہ نہیں سکتی خدا کی میں خدا کی تدبیر  
کہ نہیں سکتی وہاں اپنی رسائی تدبیر  
آگ تقدیر میں پھر کیوں نہ لگائی تدبیر  
ہم نے انسان کی ناکام ہی پائی تدبیر

ہو گئے شاکر تقدیر یہ ہے صورت ہم  
جب بھم میں کوئی قربان نہ آئی تقدیر

مرے دلیں رہا غم غم بھر دل کا لیں بنکر  
رہو تم دل کے اندر آج سے دل لکھیں بنکر  
ہتاری بات اُٹی تھی کیا اُٹا نہیں میں نے  
اگر آنسو کوئی نکلا و فوج جو گریہ سے  
ہماں عشاق کرتے ہیں جب رسائی جو آ کر  
عجب ہے عجب ہے عجب ہے عجب ہے عجب ہے

مجھے دستار ہا بخت مار آستیں بنکر  
رہا کرتا ہے موتی جسے خاتم میں بنکر  
ہمارے منہ سے نکلی ہاں مگر گویا نہیں بنکر  
تو نکلا درج چشم یاس سے درختیں بنکر  
ہمارا رنگ درج بھانگا اک دن جبیں بنکر  
کہ تو تم قتل اپنے ایسے نازک نازتیں بنکر

تمہاری پردہ داری کا اسے پاس کبھی  
بہت نازک سے دل اکاوہ ایدل ٹمکویا جانیں  
ذرا تم امتحان کا نام تو لو بھاک جائیگا  
بلکولے خاک عاشق کے اگر اڑتے ہے کوئی  
بھالو اس کو دے دیں کہ نہیں قابل

یہ اسے حسن کی قمریاں صیاباری کا صدقہ تھا  
ہمارا داغ چمکا چرخ پر ماہ بنیں ہنسکر

نقل کر کے بھی اُسے غیر بنا ہیں کیونکر  
جھکوپا مال کی تم نے ستایا جس کو  
چاہئے والو تو انجام سے معلوم مگر  
دہروان رہ الفت میں بہت آبلہ پا  
درد اٹھتا ہے تو خاموش ہی رہو گدیں  
نہ بتاؤں تو قسم اور بتاؤں تو غضب  
خلوت وصل میں قمریاں نہ پوچھو مجھے  
بہتیں دشمن ہو تو ہو اور بھر وسا کس پر

تیرے تیروں یہ کرے یا تیرے بیکال یہ کرے  
گور میں رکھ کے کہاں چلے اجاب عزیز  
حاکم وقت بھی ہے جس کے طرفداروں میں  
ضبط پر بس نہیں اب درد سوار تھا ہے  
سنیسی تو ہی ذرا ہاتھ لگا دے آکر  
اشک آنکھوں سے پھرے گھر نکلتا ہوں میں  
لن ترانی کے سوا کچھ نہیں آتا جس کو  
فیتہ رخصت ہوا اور میں بھی ہوں جانوالا  
میں بھی ناکام رہا خضر بھی ناکام رہے  
دل ہے ویران مریو رہی خاکستر ہے

کہ رہتی ہے تمہاری یاد بھی پر وہ نشیں ہنکر  
نہ جانا سامنے اُنکے کہی اندوہ کس ہنکر  
عدو جو نرم میں بیٹھا ہوا ہے ہم نشیں ہنکر  
فلک رہ جائیگا اک روز ہونڈ میں ہنکر  
عدو کا خوف رہتا ہی عیش دیکھیں کتیں ہنکر

تیرے ناشاد کیا کرتے ہیں آپ کیونکر  
پھر تجب دیں اس سینگا ہیں کیونکر  
دل سے مجبور ہیں وہ بلکونے چاہیں کیونکر  
طے کریں عشق کی دھوار وہ ڈاہیں کیونکر  
ہر رات ہیں شب بھر کراہیں کیونکر  
پوچھتے ہیں وہ بتاتے سے بنا ہیں کیونکر  
ڈالتے ہیں وہ گریں مے پا ہیں کیونکر  
نہ سُنو تم تو کروں عرض تمنا کس پر  
خون کا دعویٰ کرے میرا کیلجہ کس پر  
چھوڑ کر مجھ کو یہاں جاتے ہیں تنہا کس پر  
جہنم میں لے دل بیتاب ہو دعویٰ کس پر  
ہم نشیں چھوڑ چلا مجھ کو ترپت کس پر  
دو دش نازک ہو بھلا جائے خار زہ کس پر  
دیکھئے ٹوٹ پڑے جوش کا دریا کس پر  
آپ شیدا ہوئے اے حضرت موسیٰ کس پر  
دیکھئے ختم ہو یہ وحشت صحرا کس پر  
کوئی بدلے کھلا عشق کا رستہ کس پر  
دیکھئے اب وہ کریں غم تلخی کس پر

بازی کر آتے ہیں قربان طے جاتے ہیں  
دیکھئے ختم ہو دُشمن کا تماشہ کس پر

عیش کی گھڑیاں مجھے بھی کچھ تو دکھلائے بہار  
تیرے جانے سے جن کے پھول مرجھائے بہار  
اگلے گلشن میں دُعا ہے کہ خزاں آئے بہار  
اگلے گلشن میں جو آئے تو نہ پھر جائے بہار  
باغبان تجھے نہ کیونکر آج شرمائے بہار  
ایسے آنیے تو بہتر ہے نہ گر آئے بہار  
ہم کو کیا گلشن میں تیرے باغبان آئے بہار  
اشکِ شبنم کیوں نہ پھر پھولوں پہ برسائے بہار  
اب خزاں گلشن میں آجائے تو بجائے بہار  
کون اتنی دیر تک دیکھئے تماشہ بہار  
جب وہ آئیں کیوں نہ اگلے ساتھ ہی آئے بہار

ہم نہیں گلشن میں لے قربان تو پھر کچھ نہیں

اب خزاں آئے سر گلزار یا آئے بہار

کس لئے ہے ترا غضبِ آخر  
مجھ سے صاحبِ طوگے کب آخر  
اس پہ تو طلب ہے کیوں غضبِ آخر  
دے دیا اس ذبے طلبِ آخر  
خاک میں وہ کیا ہے دبِ آخر  
مجھ کو کہنا ہے حالِ سبِ آخر  
رہم کو جانا دہاں ہے جبِ آخر  
کچھ لکھو تو سہی سببِ آخر

میرے بھی گلشن میں یارب ایک دن آ کر بہار  
تیرے ہی دم سے فقط یہ ردِ حق کل زار بھی  
باغبان کہہ رہی ہے عندِ لبِ خستہ جاں  
مانگے او باغبان تو بھی دُعا بلیں کیسا تھ  
آئیے گلشن میں اسکے رُک نہیں سکتی خزاں  
جب یہ آتی ہے تو دیوانہ بناتی ہی ہیں  
ہم تو تجھ کو س قفس میں ظلم سے صیاد کے  
اس کے جانے کا الم ہے کیسے دلہا کیسا  
سیر کو وہ آئے ہیں ہمراہ لے کر ہار پھول  
پھول کیوں سے بن گئے اور پھر پھولوں سے ہار  
انکی آنکھیں غنچہ سماں اگلے لب لکھائے تر

کیوں ہونا راضی بے سببِ آخر  
گر قیامت میں بھی نہیں ملتے  
کیا خطا تھی دل پریشان کی  
کچھ خدا سے نہ میں نے مانگا تھا  
تاج و دیہیم کا جو بہت مالک  
فقتلہ عم کو ختم کیوں کر دوں  
بے طلب ہی نہ کیوں چلے جائیں  
بات اختیار کی ہے کیوں مر غوب

گوئی دے گا نہ تیرا سائبہ انوس  
ہو گا تیرا قربان تیرا جبِ آخر

زمانے میں ہوئے بدنام وہ آخر حسیں ہو کر  
خدا جانے میاں نے کہا کیا کان میں اُسکے  
مسافر ہے عدم کی راہ دنیا جسکو کہتے ہیں  
جنہیں حرمان و حسرت یا سن ارماں لوگ کہتے ہیں  
ہو اوہ شاد تیرے محل سے جسکے معنی ہیں  
دکھائیں کیوں نہ بت قدرت ہیں جیسا سنی قدرت سے  
حسینوں کے ہیں جتنے کام سب میں حق ہوتا ہے  
اٹھائیگی قیامت کیا جھاکے پاؤں لوں کو

نشانِ عشق کی قربان گو یاں لگئی تھک کو  
ترے دل میں لگے رہتے وہ بالا خرنائیں ہو کر

سم کرنے لگے دل پر وہ اٹھے ہر باں ہو کر  
عدم سے آئے تھے ہم پھر عدم کو چلے آئے آخر  
تری صیاد سے اے باغبان سازش ہو کوئی  
یہ اک قانونِ فطرت ہے چلا جاتا ہے دنیا سے  
نرالا حکم ظالم نے دیا ہے دردِ دالوں کو  
زمانہ بھر کی بدنامی بھی لے لی اپنے سر تو نے  
نہ مڑھ جائے کبھی پیدا ہوئے تھے داغ جو دیں  
ہم اے سودا غم نے بھی ہمیشہ رنج پہنچایا

دبے کو سب دباتے ہیں یہ لے قربانِ کلم کو

زمن بھی پیش ہے عاجزوں کو آسمان ہو کر  
درد بھی رہنے لگا غم ہی کد شامل ہو کر  
غم نے دنیا کے چلے جائینگے غافل ہو کر  
لطفِ تیری نہ بلا صاحبِ محل ہو کر  
رحم کیوں آگیا دیں ترے قابل ہو کر  
وہ جو دنیا میں رہے روئی فعل ہو کر

دل کو برباد کیا دونوں نے ایک دل ہو کر  
موتے آنکھ جو کی بند مہربانی ہو کر  
ہوتی ہے پردہ تو تجنوں کی نظریں رہتی  
منفعل ہو گیا آنکھوں میں جو دیکھے آنسو  
دیکھ کیا حال ہے آج انکا ہوا زبرد

کام کرتی نہیں ہرگز یہ زبانی باتیں  
آنکھوں آنکھوں میں پلائی وہ گئے آبِ بقا  
پھر بھی پی لیتے ہیں ہم شیخ سے قابل ہو کر  
جی اٹھتے ہیں ننگے پیادے بس ہو کر

رنج و غم سہنے لگا آٹھ پیرائے قمرِ بال  
کیسے ملا دل کو کسی تنویر پہ مائل ہو کر

گھر سے نکلا نہ مریض آپ کا اچھا ہو کر  
لحنت دلِ بخت جگر میرا بہانے کے لئے  
سخت جانی کے سبب انکی نزاکت و سبب  
پھر تمنا سے جو گھر اؤں تو میں تجرم ہوں  
ہے یہ رندوں کی دُعا نہ کہہی لگ جائے  
ہوں وہ حسی کہ کبھی جاؤں جو صحرایہ کی طرف

آہ قمرِ بالِ تماشائی تجھے بننا بھٹا  
تو تو دین میں رہا خود ہی تماشایہ ہو کر

ہم ابھی آئے ہیں بلبل تیرا گلشن دیکھ کر  
چھپ گئے وہ زہرِ لغو یزید کچھ گھر آگئے  
آشیانہ ادبِ جانہ ہوتا تو نہ لیتی آگ یوں  
آنکھ سے آنسو نہ نکلے کیوں ذرا تو ہی بتا  
دختِ رز نے ہاتھ پھیلا کر مبارک باد دی  
کارگر ہوتا ہے نسخہ یہ بہت ہی اے ندیم  
مجھ کو مجنوں کا دیا کرتے ہیں وہ اکثر خطاب  
میری جتنی اُنکے گلشن میں تھی رونق کا سبب

رُور ہی تھی تنگی غریب کا تھا ماتمِ بے

آئے ہیں قمرِ بال کا ہم آج دُفن دیکھ کر

آئے تھے تم طور سے موی وہ جلوہ دیکھ کر  
پھر عدم کی سیر کا دل میں ارادہ کر لیا  
چارہ گر کیا واقعی اچھا نہیں ہونیکا میں  
کچھ نہ بتلایا ہیں حسنِ محبت کی دیکھ کر  
ہو گئے جب سیرِ دنیا کا تماشایہ دیکھ کر  
ہو گیا خاموش کیوں تو حال میرا دیکھ کر



دل ملا تقدیر سے بارِ متنا دیکھ کر  
یاد آئی بات ہم کو آج دریا دیکھ کر  
آج کیوں گھبرائے تم مجھ کو تڑپتا دیکھ کر  
رنگ بدلا ہم نے اپنا طرزِ دین دیکھ کر  
یاد محبوں کی مجھے آتی ہے سحر ادیکھ کر

جام بھی شیشہ بھی ہے قربان سے وہی نہ بھی  
دیدیا ساقی نے سب کچھ ظرف میرا دیکھ کر

سب بچ ہے معاف ادمر مولامری تقصیر  
تو عفو کر لگا مرے مولامیسری تقصیر  
ورنہ تھی توقع سے زیادہ مرے تقصیر  
عقبی میں نہ کر دے مجھے رسوامری تقصیر  
لکھنے میں کوئی بھی تو نہ بھولامری تقصیر  
تم بخند واس وقت خدا رامری تقصیر  
تسلیم میں کرتا ہوں ہر اچھامری تقصیر

قربان یہ رحمت کی قسم دیتے کہوں گا  
تغذیر کے قابل نہیں مولامری تقصیر

بیار کو کر دیتی ہے اچھا تری تقریر  
بن جاتی ہے تکلیف متنا تری تقریر  
دل دیتی ہے کچھ دیر کو ٹھہرا تری تقریر  
عاشق کو بنی ایک تمنا تری تقریر  
کس طرح نہیں پیٹھ کے موٹی تری تقریر  
کرتی ہے مرے دل میں اچھا تری تقریر  
کرتی ہے مرے درد کو ہلکا تری تقریر  
گویا کہ مضاحت کا ہے دریا تری تقریر  
کرتی ہے اثر قلب میں یہ تری تقریر

اٹھ نہیں سکتا سمجھ سے آرزو کا بوجھ بھی  
آئینہ ہے آسمان کا جسکو کہتے ہیں زمیں  
میں نے ساری عمر کاٹی سے تڑپتے لوٹتے  
دست قدرت نے نہیں پیدا کیا تھا با وفا  
محسّل لیے ایساں ٹھہرا تپتی ہو گا ندیم

جام بھی شیشہ بھی ہے قربان سے وہی نہ بھی  
دیدیا ساقی نے سب کچھ ظرف میرا دیکھ کر

لکھی ہوئی کاتب جو ہے لایامری تقصیر  
شرمندہ گناہوں میں ہوں اپنے بہت ہی  
بخشا مجھے مٹوانے مرے اپنے کرم سے  
دنیا میں تو بدنام کیا میری خطا نے  
سب کاتب اعمال نے بڑھ پڑھ کر نادیں  
بھولے سے لیا نام توں کا تھا تکیر بن  
اب عذر گنہ پر نہ سزا دو تو کرم ہے

قربان یہ رحمت کی قسم دیتے کہوں گا  
تغذیر کے قابل نہیں مولامری تقصیر

کرتی ہے سدا کا رسیا تری تقریر  
خوش آتی ہیں دلکو مرے اکثر تری باتیں  
انہوں یہ زباں میں تری مولانے دیا ہے  
ہر خند وہ سوچے ہے سمجھتا نہیں مطلب  
سننے ہیں تجھے عرض وفا کا ملکہ ہے  
معمور صد اتر سے جو ہوتی ہے کہی بات  
ہوتا ہے بہت رُوح فضا تیرا حکم  
جب بولتا ہے منہ ترے پھول ہیں جھرتے  
قربان تجھے حق نے دیا نطق ہلکا

عاشق کو عبث دیتے ہو شمشیر کی تعزیر  
 ہے مجھ سے زیادہ تری تصویر کی تعزیر  
 ملتی ہے مجھے کیا مری تقصیر کی تعزیر  
 دیکھو تو ذرا تم فلک پسر کی تعزیر  
 یہ مجھ کو ملی ہے میری تدبیر کی تعزیر  
 بتی تھی جو چہرہ دل کئی نقتیر کی تعزیر  
 شمشیر کی تعزیر تیرے شمشیر کی تعزیر  
 کافی نہ ہوئی شیخ کو گل لیسر کی تعزیر

محشر میں نہ پریش ہوئی کھل جو کئی تھی  
 دُنیا ہی میں قربان کو تقصیر کی تعزیر

میں اگر آہ کروں چرخ مٹائے تاثیر  
 پھر بھلا خاک مری آہ دکھائے تاثیر  
 فضل گل باغ میں یوں ہی دکھائے تاثیر  
 کیسے بیمار دوا اپنی دکھائے تاثیر  
 میں توجب جانوں مری آہ میں آئے تاثیر  
 آہ خود ٹوٹ پڑی مجھ پہ بجائے تاثیر  
 امیری بگڑی ہوئی ہر بات بنائے تاثیر

کس طرح جاکے دُعا اپنا دکھائے جلوہ  
 جب نہ قربان زباں ہی تری پائے تاثیر

گر دے اسکا کچھ مداد اچارہ گر  
 کوئی جس سے ہونہ اپنا چارہ گر  
 جان کر بیمار اپنا چارہ گر  
 کون بیمار اچھا چارہ گر  
 آج رنجیدہ ہو چھا چارہ گر  
 ہو گیا دنیا میں رونا چارہ گر

کافی ہے اُسے گرمے تعزیر کی تعزیر  
 چپ بیٹھی ہے منہ سے بھی نہیں بولتی مجھے  
 دوزخ کے عوض حکم دیا حق نے جہاں کا  
 شاگرد بہتا رہا ہے مگر ظلم میں استاد  
 چاہا ہمت اعدا سے نہ ملیں اور ملے وہ  
 دشمن کی طرف سے کہ ترے ہاتھ سے ظالم  
 گردن نے مری دہلنے مرے خوب اٹھائی  
 کچھ اور بڑھا سوز بھڑک اٹھی زیادہ

پھر بھلا کیسے مری بات میں آئے تاثیر  
 جب زباں ہی میں نہیں سیکرے آثار  
 حشر آئیکہ اُسے سبزہ ہی سبزہ دیکھیں  
 سینے سے پیٹے ہی تو اسکو بڑا کہتا ہے  
 آئے زباں تجکو جو دعویٰ ہے اثر کا اپنے  
 شبِ فرقت کے ترشنے کا یہ انجام ہوا  
 اُسے کانوں تک اگر آہ کا ہوجائے گذر

پھر دل مایوس بیٹھا چارہ گر  
 ہے یہی سترامداد چارہ گر  
 میری ہالیں سے کنارہ گر گرا  
 بچ تباہ تو نے اتنا کہ ہے گیا  
 دیکھ کر بیمار کی حالت خراب  
 ہو سکا اچھا نہ بیمار مسراف

کیسے ہو بس اچھا چارہ گر  
کیا ہے گی تجھ کو دینا چارہ گر

بھن بھن ہم کو بھی دکھانی ہے ضرور  
کون ہے قسربان دیکھا چارہ گر

ہے مرے پیلوں پھتہ کا جگر  
تیر چشم یار نے پھید اچکر  
دل ہے پتھر کا تو لوہے کا جگر  
دل ہے اچھا اور نہ ہے اچھا جگر  
بتنا کر تا ضبط ہے میرا جگر  
بن گیا الفت کا اک صحر جگر  
کر نہ بڑھ کر دلے تو دعویٰ جگر  
دیکھ تو لے تو مجنوں کا جگر

چھائی ٹھٹ جائے شبِ فرقت کی بھی  
دیکھ لے قسربان اگر نیسرا جگر

ہے شاخ شاخ پر ترے انعام کا ظہور  
موسمی نے کوہ طور پہ دیکھا ترا ظہور  
ہر برگ ہر پتھر میں ہے تو نے کیا ظہور  
کا خمر کے دل میں جمنے ہے دیکھا ترا ظہور  
رحمت کا پتھر دیکھا ہے ہر دم نیا ظہور  
جس قلب میں نہیں ترا جلوہ ترا ظہور  
اگر کتاب ہے چشمِ کور کو بنیا ترا ظہور

ہستی یہ اپنی کر نہ ذرا تو بھی ظہور  
قربان دیکھ اس کا تو ہر ایک جا ظہور

لین آپ امتحان مرے امتحان پر  
اس پر بھی آہ و نالہ نہیں ہے زبان پر

توڑتا ہے تو ہی جب قلبِ مرص  
گر مر فیضِ عشق کو آئی نصیب

تم نے کیا دیکھا نہیں میرا جگر  
خیر گزری دل ہمارا بچ گیا  
ایک سے بڑھ کر ہے صابط و دوسرا  
چارہ گر کس کی کرے گا تو دوا  
اتنا ہی رسوا مجھے کرتی ہے آنکھ  
اس میں ہیں پائے تجھ سے بھلتے  
اس سے بڑھ کر رنج و غم کھتے ہیں  
دشت میں بیٹھا ہے تیرا وہ بندر

دیکھا ہے پتہ پتہ میں ہم نے ترا ظہور  
ہم دیکھتے ہیں دل میں سوا تیرے نور کو  
مختش سے تیری سارا زمانہ فیض  
منکر و ماوہ لاکھ مکر تو رہا ہے پاس  
تبار بھی ہے گرچہ مکر ہم نے اے کریم  
وہ کو قلب اور ہے دنیا میں بد نصیب  
ظلمت جہانے نور نے تیرے مٹائی ہے

ممکن نہیں ہے شکوہ جو آئے زبان پر  
سو سو طرح کے غم ہیں مری ایک جان پر

کیا دے گا مجھ کو چھوڑ دے میرے بیان پر  
 مٹی نے کر دیا ہے فلک کو بھی اب زمیں  
 اہفت کی ہر آسنے لگا دی ہے دینے داغ  
 اب یہ کھلا کر بانے بیدار ہو تھیں  
 تم لاکھ بھی چھپاؤ مرے قتل کو تو کیا  
 ثابت وہ ایک ایک دل زار پر ہونے  
 کیا یہ شریک چاہنے والوں میں ہو گیا  
 اللہ رے خوفِ دادِ محشر کا روزِ حشر  
 لے برق آسماں سے رہیں میرے کاوشیں

گو لاکھ ہم نے ضبط سے اپنے لیا تھا کام

فترتِ زبانِ نالہ آہی گیا کچھ زبان پر

کیوں نہ رہ جاؤں میں حسرتِ زدہ بل ہو کر  
 میرے پہلو میں رہے غم کی مگر س ہو کر  
 کیا مجبور ہے پاسبندِ سلاسل ہو کر  
 گاہ چکا ہوں میں گلشن میں عباد ہو کر  
 نقشِ مخمور کی اُٹھی دشت میں محفل ہو کر  
 اے رفیقِ عمرے ہم حبِ دہِ نزل ہو کر  
 چلے بے آہ وہ سب زینتِ محفل ہو کر  
 رہ گیا ہائے فلکِ بیخ میں جاں ہو کر  
 کام درپیش اگر کوئی بھی مشکل ہو کر  
 میرے پہلو میں رہے وہ جگر و دل ہو کر

شوق سے سر پہ جھکائے ہوئے اپنا قرباں

سُرخ و کاش یہ ہو ندیہ فترتِ بل ہو کر

مجھے تو بادِ اُلفت کا یوں پلا ساغر  
 آہنی آج تو گرد و دل کو دے بنا ساغر

سامنے آئے کبھی آپ تو فترتِ بل ہو کر  
 غیر کے پاس ہمیشہ وہ رہے دل ہو کر  
 دیکھ سکتا نہیں زنداں سے بچے تیرا سیر  
 باغِ ہستی میں رہا گاہِ خزاں کی صورت  
 بعدِ مرنے بھی لیے کورہا اس کا خیال  
 چھوڑے جاتے ہو مجھے راہِ عدم میں پیچھے  
 شمعِ رو تیرے جو عشاق تھے پروانے تھے  
 آہ تو کی تھی کچھ ایسی کہ پختیِ عمرِ سرش  
 خود ہی ہمت تری آسان اُسے کر دیگی  
 تیرے تھکے جو چپکے تھے نگاہوں کی تری

کبھی نہ منہ سے لگے پھر شراب کا ساغر  
 ہزاروں زند میں اور چند جامِ ساقی کے

جو تم نے زہر کا ہاتھوں سے دیدیا ساغر  
 گرا ہے پھوٹ کے ہاتھوں سے بر ملا ساغر  
 ہماری خاک سے ساقی تو دے بنا ساغر  
 ہمارے ہاتھ سے محفل میں جب بلا ساغر

بھگے کے آب بقابی لیا وہ عاشق نے  
 ہمارے ہاتھ کی لغزش مٹی صنف کا باعث  
 کوئی احسین جو پینے کو جام مے مانگے  
 بھگے کے لیے لیا رندوں نے اسکو مائے رحم

بغیر بادہ کیا مست ساری محفل کو  
 غضب تھا اونی وہ قربان آنکھ کا ساغر

## ردیف ز

نہیں حرم کرتے جفا کار ہرگز  
 نہیں آتا پہلو میں وہ یار ہرگز  
 نہیں میسر آتا وہ غمخوار ہرگز  
 نہیں رحم کرتی وہ تلوار ہرگز  
 نہیں کام کوئی ہی شوار ہرگز  
 نہیں اچھے ہوتے وہ بیمار ہرگز  
 نہ مضور ٹھٹھکتا کہی وار ہرگز  
 نہیں جاتا خالی کوئی وار ہرگز

نہیں باز آتے ستمگار ہرگز  
 بہت مجھے بچنے کے ہیں یاد پہلو  
 عدو کی تو باتیں وہ سنتا ہے ہر دم  
 گلا کاٹ دیتی ہے عاشق کا فوراً  
 پر کاہ ہے کوہِ ہمت کے آگے  
 محبت کا آزار ہوتا ہے جس کو  
 انا الحق کا مطلب سمجھتا جو کوئی  
 نگاہیں ہیں ان کی کہ تیغِ ایل میں

سدا بار قربان اٹھاتے ہیں اپنا  
 کسی پہ نہیں ہوتے ہم بار ہرگز

جان لے یہ کہاں ہے چند روز  
 یہ ملیں زیب مکاں ہے چند روز  
 میکہ پر مغبیاں ہر چند روز  
 دہریں نام و نشان ہر چند روز  
 رونق گل باغبان ہر چند روز  
 لب پہ یہ آہ و فغاں ہے چند روز  
 تو جہاں میں کہاں ہے چند روز

تن کے اندر تیری جاں چند روز  
 روح اکدن چھوڑ دے گی جسم کو  
 مے کے دینے میں نہ کر خستِ ذرا  
 خاک کا بھی پھر نشان ملنا نہیں  
 دیکھ کے اُس کو تو اتراتا ہے پھر  
 حکم دیدیں گے زباں کو بند کر  
 کر کے جتنی ہو عبادت لے بھر

کون دیرانہ میں رہتا ہے سدا  
غم بھی دل میں ہماں ہے چند روز  
سیر کو تو بھی وہاں ستر بان چل

یہ بے رگستاں ہے چند روز  
ہو گئے دُشیاں میں ہماں چند روز  
گر پڑیں گے ایک دن مجھ کے سب  
کھڑے چلے جائیں گے ہم اپنے وطن  
آخرت کے واسطے کر جمع کچھ  
باغبانِ فانی ہے دنیا کی بہار  
کرتا ہے سامانِ دُشیاں جمع کیوں  
دائمی راحت ملے گی بعد مرگ

ایک دن قمر بانِ راحت کا بھی ہے

بے فقط خواب پریشاں چند روز

دھوکا دینے کو عہدِ وکی جو بنائی آواز  
پیدا ہوتے ہی مرے غم نے کہا میں آیا  
عجب میکہ جب اٹھنے لگے میرے قدم  
لاکھ پردہ میں چھپا میں نے اسے دیکھا  
آپ ہی آپ جو رہم سے ہوئے بیٹھے ہو  
کان ہم بند کئے گھر میں پڑے تھے ہیں  
تیری باتوں کے بوا کچھ بھی سنائی نہ آیا  
ہم عدم والوں کی باتوں کو ترستے ہی رہی  
ہے یقین دامنِ سائل یہ جیکے دستِ کرم

جائوئے ہے یہاں خواب میں اک تیرا جلیں

ہم کو قمر بان کی یہ گور سے آئی آواز

رکھتا ہے یادگارِ مری باغبانِ ہنوز  
مر کر بھی ہم تو جانِ بہاں فیدہ ہی رہے  
رکھی ہیں آشیانے میں کچھ تیلیاں ہنوز  
الفت کی تیرے پاؤں میں ہیں بیڑیاں ہنوز

پہنچا نہ دشت نجد میں کیوں کارواں ہنوز  
 پر وہ بنی ہوئی آؤدولی درمیاں ہنوز  
 ظالم کہی نہ ہم پہ ہو اہسیرباں ہنوز  
 گویا ہے مجھ سے عشق ترا بدگماں ہنوز  
 دیکھو ہے سر جھکائے ہوئی آسمان ہنوز  
 جاری ہیں کیسے پھر یہ مری ہچکیاں ہنوز  
 قمر بان کیسے کہہ دل کہ شاعر خراب ہیں  
 واقعہ نہیں ہے نام سے ہندوستان ہنوز

دور سے مجھ سے خوشی لے دل ناشاد ہنوز  
 تیرے گلشن میں جو آیا نہیں صبا دہنوز  
 داستان گو کہ ازل کی مجھے یاد ہنوز  
 ہو سکی کوئی نئی بات نہ انجبا دہنوز  
 واقعہ اس بات سے شاید نہیں نشاد ہنوز  
 نام زندہ ترادینا میں ہے قزما دہنوز  
 مجھ میں باقی ہے اثر قوت فریاد ہنوز  
 نہیں آسودہ مرے قتل سے جلاد ہنوز

گو کہ قمر بان بہت ڈالے ہیں صیاد نے دام  
 مرغ دل پھر تلے تیرا بھی آزاو ہنوز

کہ بدستور ہیں ہم تشنہ دیدار ہنوز  
 اور دل میرا نہیں خواہے بیدار ہنوز  
 روح میری نہیں صیاد گرفتار ہنوز  
 ہم نے اسکی سی سنی ایک نہ گفتار ہنوز  
 اس نے دیکھے نہیں کیا آپ کے رخسار ہنوز  
 تو نے میدا نہ کیا اور خسار ہنوز  
 حال سے تیرے ہوئے وہ نہ خبردار ہنوز

بیٹھا ہے قیس لیلیٰ سے ملنے کو راہ میں  
 ناداں نہ حق کا حال ہوا کچھ پہ منکشف  
 ہم نے گذاری عمر اسی انتظار میں  
 دیتا ہے ترک عشق نہ کردوں کسی طرح  
 عاشق کے قتل سے جو نہ امت ہوئی اسے  
 کرتی تھیں ہے یاد مجھے موت جب مری

مجھ پہ پڑتی ہی رہی یار کی افتاد ہنوز  
 کیا نہیں اُسے نہ حال ترا لے بسبب  
 اہل عالم میں بتاؤں گا نہ ہرگز مست کو  
 فتنے و فرماؤں کے عشاق مقلد ہیں تمام  
 اور بھی کوئی ہے دُنیا میں جوانِ رعنا  
 جان شیریں تری گو نذر ہوئی چھینے کے  
 ناتواں میں ہوں تو اسکی مجھے پروا کیا ہے  
 یا آہی مجھے دے جان کہ پھر دل میں جان

اُن سے رہتی ہے ابی بات پہ تکرار ہنوز  
 شور ہے چار طرف آئی قیامت سر پر  
 میں گرفتار ہوں احساس ہے آزاد مرا  
 چھچھو طوطی و بلبل کے سنے گلشن میں  
 چاند اتراتا ہے کیوں جن پہ ہر دم اپنے  
 مشتری کوئی بھی تیرا نہ ہوا میرے سوا  
 جان دی خاک ہوا اور مٹا دی ہستی

تو نے اسے بلبلِ ناشادِ عبث دیدی جاں اگل تو واقف نہ ہو احوال سے زہنہارِ منہوز

کبھی تن لے کر قربان کا بھی قلعہ نسیم

کہ ہے مصروفِ نغاں وہ پس دیوارِ منہوز

فتنہ انگیزِ دل آویز سب تکر انداز

سب امری فن میں ترے اور تکر انداز

جانتا کوئی نہیں آپ سے بڑھ کر انداز

کہ دکھائے وہ بھی فن کے برابر انداز

ہیں زمانے میں ترے فتنہ بخشہ انداز

تیرے عشوے ہیں ترے اور ہنسنے انداز

دل پھینا لیتے ہیں کیوں گے دکھا کر انداز

بچھ کو دینا سے رہیں گے یہ مٹا کر انداز

صدقہ جاؤں میں ترے کیسے ہیں دلبر انداز

جبکہ دیکھا اسے شیرِ اشارِ دل میں گس

یوں تو ہیں تجز حیں سب میں میں عشوے لیکن

دعویٰ جس کو ہو جس ہونیکا کمدِ داس سے

تو نہیں جانتا گوا سکو بچتے ہم ہیں

قتلِ عاشق کیلے پاس ہیں کیا کیا نہاں

ان کو تخیل کے ہیں یا د طریقے لاکھوں

کیا انھیں دیکھتا ہر ثوق سے اذِ قلبِ حزن

کیوں ہے قربان تو خاموش تباہے للہ

کھو گیا کون ہے اپنے دکھا کر انداز

## رؤف

اپنی امیدوں کا بلبل تو کبھی دامن نہ چھوڑ

تجھ قاتلِ تو بانی اک رگ گردن نہ چھوڑ

گو دباں جان بھی ہوا سکو اذِ رنن نہ چھوڑ

میرے مدفن پر بھی ہو جاتا ممدفن نہ چھوڑ

نا امید میں بھی ہرگز اس کا دامن نہ چھوڑ

دیکھتے ہی میری صورت اپنی تو چھلن نہ چھوڑ

برقِ حسنِ یار تو بانیِ مرا خندِ من نہ چھوڑ

کوئی امنوں اپنا تو بانیِ بت پرمن نہ چھوڑ

جس طرح تجھ سے ہے زہنہارِ تو گلشن نہ چھوڑ

گردنِ بانی رہی تو آرزوِ رعبِ سائگی

اے نگاہِ یارِ صبر بے بسا ہے دل مرا

غیر کی مرقہ پہ آیا ہے جو پڑھنے فاختہ

نا امید سے جو ہو پوری وہی امید ہے

دیکھ لینے دے مجھے حبِ لہو رخ پر نور کا

بھونکدے ہستی کو آیا حشر تک جلتا رہوں

کر لیا تخیلِ دل کو اب جسگر پر کر نگاہ

وضع داری ہی محبت میں مری کی چیز ہے

ہاتھ سے قربان اپنی وضع کا دامن نہ چھوڑ



تو میرے دل کو توڑ چکا اب جگر کو توڑ  
ظالم دیا ہے تو نے دُعا کے اثر کو توڑ  
تیرے غم نے آہ دیا ہے کمر کو توڑ  
تیشہ نے کوہن کے دیا اپنے سر کو توڑ  
اس نے تو ہائے میرے دیا دل جگر کو توڑ  
دیتی ہے اک نگاہ پرانی نظر کو توڑ  
باز دو کو میرے توڑ نہ نصیب دپر کو توڑ

توڑا ہے گھر و فدا کا غلش کے بھی گھر کو توڑ  
لے آسمان تو نے کیا ہے مجھے فدا  
رہتا ہوں اب میں مثل کہاں کے ٹھکا ہوا  
سمجھانہ اس کے پالہ میں شیریں کا عشق ہے  
کیسا نگاہ باز کا پھینکا یہ تم نے تیر  
قدرت نے ایک کو بے دیا ایک پر کمال  
ٹوٹا ہوا ہے دل نہ اڑ دنگا قفس سے میں

قرباںِ حینِ وصال کا قابو میں ہے ترا  
اس باغ سے تو بھول کو چن یا بڑ کو توڑ

## رؤیتِ ش

کھوتی ہے مجھے بن کے یہ تقدیر مری ترا  
تقریر مری ترا ہے تقریر مری ترا  
اک تیرے لئے ہو گئی تدبیر مری ترا  
کہتے ہیں کہ تو رکھتا ہے تصویر مری ترا  
ناقص مری تخلیق ہے تعمیر مری ترا  
ہوتی ہے سدِ خواب کی تعمیر مری ترا  
تم بزم میں کر دیتے ہو تو قیر مری ترا  
رکھتے ہیں عیش و دستِ یقصور مری ترا

کرتا ہوں تو ہو جاتی ہے تدبیر مری ترا  
کس طرح مرا قصہ غم آئے سمجھ میں  
جو دوسری دشواریاں تھیں ہو کیں سب حل  
یہ تجھ سے نہیں لوٹی رہتی ہے سدِ اچھ  
گھبھاتی ہے مٹی کی طرح اشکِ روانے  
جو دیکھتا ہوں اس کا نتیجہ نہیں ملتا  
تم سانسے غیروں کے برا کہتے ہو مجھ کو  
جب مٹیا میں کیا مری تصویر رہے گی

تقصیرِ نراکت کی نہیں کہتے ہیں قرباں  
گردن نہ لٹی ہو گئی شمشیر مری ترا

## رؤیتِ سی

معاہتِ شکنیں کا سالِ مرقا تیل کے پاس | کیوں نہ آئی نوکِ خنجر کی دلِ سیل کے پاس

دوسری بیتی ابھی آباد ہر اک دل کے پاس  
خود بخود مقتل میں ہم حاضر ہو کر قاتل کے پاس  
ایک نسل اور بھی ترپا دل بسل کے پاس  
قافلہ واما ندہ میرا ہو گیا منزل کے پاس  
درواک رہ رہ کے انتہائی ہمارے دل کے پاس  
اسکی صورت دیکھتا میں رہ گیا اسل کے پاس  
تیر تیرا ہے امانت با حفاظت دل کے پاس

بخودی میں تو نے مجھ کو گھوٹنے سے کی

دیکھتا قرباں رہا تجھ کو کھڑا گل کے پاس

عم کا لیکن نہ ہوا کوئی بھی سپدا مونس  
ہائے اب کوئی نہیں اپنا پر ایا مونس  
آج مجھوں کی طرح میرا ہے صحر ا مونس  
نئے مجھوں کا ترے بیٹھا ہوں لیے ا مونس  
حال بھی میرا نہ تو نے کبھی پوچھا مونس  
عشق نے تجھ کو کیا سترا زنی ا مونس  
زخم دل کا جو مرے کرے پدا ا مونس  
بیٹھا بیٹھا سایہ کیا اور ہے اٹھا مونس  
حشر میں دیکھ ذرا حال ہمارا مونس

اے ہمدردی کرے کون بہتاری قرباں

جو خدا کے نہیں اب کوئی بہتارا مونس

کیا ہے جیب و گریب کو تار تارا مونس  
ہوا نہ صاف ترے دل کا بھی بخارا مونس  
بہتارا عشق ہوا ہے گلے کا ہارا مونس  
نہ پائے و کینے صیاد ہم ہب ا مونس  
تہاڑے آئینا اس کو ہے انتظار ا مونس

گھر خلش اور داغ کا ہے جبکہ کہتے ہیں جگر  
ابعد رتوق شہادت دل کے اندر تھا بھرا  
جا کے زخمی تیرے میرے جگر کو بھی کیس  
ترع میں نصرت ہو کر مجھے بھی پہلے میرا ہوش  
یا وجب آتی ہے تیری لوستے ہیں شام غم  
بھر کے عیساں کا سفینہ بے گیا جب یا خدا  
کر نہ اس کی فکر صنایع ہو نہیں سکتا کبھی

بخودی میں تو نے مجھ کو گھوٹنے سے کی

دیکھتا قرباں رہا تجھ کو کھڑا گل کے پاس

اک نقطہ غم ہی رہا جان خیز کا مونس  
پردہ گور سے آتی ہے کسی کی آواز  
آ کے تو دیکھ لے اے غیرت لیلیٰ مجھ کو  
میری جانب بھی کبھی ناقدہ عمل لے آ  
بسطر حان لول ہے اس ترے دلیس مرا  
خواب میں پاس ترے آؤنگا کوفت بنکر  
میں تو جب جانوں کہ ہمدردی تو دے مرا  
آگیا یاد یہ کس کا لب شیریں عجب کو  
اب کوئی بات بنائے بھی نہیں بیتی سے

اے ہمدردی کرے کون بہتاری قرباں

جو خدا کے نہیں اب کوئی بہتارا مونس

جنون عشق سے حالت ہوئی ہزار ا مونس  
اگرچہ کوششیں ناکام دل و برسونی  
اسیرا پنا پنا میں جو بھستا منظور  
خزاں گئے جاتے ہی تو نے اسیر ہم کو کیا  
کھٹی ہیں آنکھیں پس مرگ مرنے والی کی

وہاں بھی چین نہ آیا تبار سے عاشق کو  
اسیر سیکڑوں زنداں سے چھوٹ کر آئے  
زمانہ آیا نہ ہم پر بھی مسرت کا  
طال خیز یہ مجبوریاں ہماری تھیں  
رکھی کی ہم نے محبت میں کھو دیا سب کچھ

ہر انتشار زمانے کا میٹ گیا لیکن

مثانہ قلب کا قربان انتشار انوس

آج کچھ صیاد خالی سا نظر آیا قفس  
ہم سفیرانِ چین آ آ کے سب مٹنے لگے  
مہرباں صیاد ہے دو چار نے آنا پہول  
خطرہ آزادی میں ہے جب ہوش صلیبان پر  
جب گیا گلشن میں نے کر ساتہ ضد تو دیکھئے  
کر گیا پرواز اک نمونہ سنا کر مرغِ روض  
دل جلانے کیلئے صیاد کہتا ہے مرا  
دیکھ کر بھڑکیں نہ مجھ کو اور مرغانِ چین

جس طرف بھی ہم اڑے باہر نہ اس سے جاؤ

کتنا وسعت خیز تھا قربانِ دنیا کا قفس

اگر تو رندوں کے کرتا ہے خال پر انوس  
ہمیں ہے آج خود اپنے زوال پر انوس  
ہمیشہ وصل کی باتوں کو کہہ گئے ٹال دیا  
کبھی کمال تھا اس کو ہوا زوال نصیب  
خزاں کے آتے ہی یہ حال غم دلیب ہوا  
مرے نصیب میں تھا اور ہوا وعدہ کو نصیب  
خود سے جو زمیں پر نہ پاؤں رکتے تھے  
مرے طال نے کر دی طبیعتِ اسنودہ

ترب رہا ہے کد میں بھی بقیر انوس  
رہا ہوا نہ گرفتِ ارزلف یا ر انوس  
پھر نہ اپنے مقدر کا روزگار انوس  
بلا نہ آپ کے دل پر بھی اختیار انوس  
ہم اپنے حال پر کرتے ہیں بار بار انوس

ہمارا حال سراپا لال ہے قتل  
زوال پر ہیں حسرت کمال پرانوس

بلبل چین میں کیوں ہے تو بھی تباہ اُداس  
پھیلا اثر اسیری بلبل کا اس قدر  
رندوں نے جبکہ شیخ کی آؤ بھگت نہ کی  
بیٹھے ہیں چارہ گر مرے معنوم ہر طرف  
جنگو ملا ہے چین جہانیں وہ اور ہیں  
سمیٹھے ہیں میری موت کی پا کر خبر وہ جپ  
جنت لکھا نہ خط مجھے امید اُن سے تھی  
میری اُداسیوں کا نصرت تو دیکھنا

دشمن تو اٹھکے آیا بہت شادیا مراد  
قربان تیری بزم سے ہو کر ہلا اُداس

## رَدیف

جیسی کہ ہے مرگ مفاجات میں تلویش  
ہوتی ہے اہیں میری ملاقات میں تلویش  
کرتا نہیں ہرگز میں مدارات میں تلویش  
اب شیخ نہ کر دور خرابات میں تلویش  
بڑھ جاتی ہے دل کی مر برسات میں تلویش  
کرتے نہیں ہرگز وہ کی بات میں تلویش  
کیوں کرتے ہو عصیان کی مکافات میں تلویش  
ہوتی ہے سلام مرگ مفاجات میں تلویش

ایسی تری فرقت سے رہی رات میں تلویش  
کرتے نہیں اعیان کے ملنے میں نہی فکر  
دل دیتا ہوں جاں دیتا ہوں آپ میں کہ جب  
رندوں ہی کے کہنے سے کوئی گونٹ پڑھا  
آجاتی ہیں بچانے پہ جو بقت گھٹائیں  
سے نازا نہیں اپنی جوانی کی اکڑ پیر  
بچانے سے بھی شیخ کے آتے نہیں تم بار  
کیوں قتل سے عاشق کے ہو اتم کو ترود

آتا نہیں باہر وہ چھپا رہتا ہے گھر میں  
قربان کو ہوتی ہے ملاقات میں تلویش

دیتا نہیں کوئی دل ناشاد کو شاد باش  
شیریں نے بھی دی ناز فرہاد کو شاد باش  
مرفان قفس دیتے ہیں صیاد کو شاد باش  
کیا کام کیا دوسری فریاد کو شاد باش  
دیتا ہے فلک بھی ستم ایجاد کو شاد باش  
دیتا ہے زمانہ مری اس یاد کو شاد باش  
صیاد کو تختین بے صیتاد کو شاد باش  
دوں قفس کو شاد باش کہ فرہاد کو شاد باش

دل چھید لیا مل گئی جلاؤ کو شاد باش  
کاٹا جو بیڑا اس نے محبت کے اثر سے  
کرتا نہیں سختی وہ اسیران قفس پر  
سُن لی مری آواز بھل آئے وہ گھر سے  
ایجادیں روز ستم کرتا ہے ایسا  
کرتا ہوں بیاں بزم میں قہقہے جو عدم کے  
بلبل کو کیا قید نہ پروا اے فضاں کی  
اک رسم و قاساے زمانہ کو سلکھا دی

تو نے تو سنا دی ہیں سب خواب کی باتیں

قربان نہ دیں کیے تری یاد کو شاد باش

کیسی میھی سختی زبان میفروش  
دیکھ آئے ہم دکان میفروش  
اللہ اللہ لے زبان میفروش  
ننگے وہ راز دکان میفروش  
آٹا کافی ہے نشان میفروش  
ہونگے ہم جب ہمارے میفروش  
ہونگے ہم راز دکان میفروش  
کس طرف کو ہے دکان میفروش

چل گئی جس سے دکان میفروش  
اپنے مطلب کی یہ صہبا ہے نہ جام  
مست باتوں سے کسا ہر رند کو  
لگ گئی بنتِ عجب کی جھوٹاٹ  
رند لاکھوں ہیں وہاں پر مست کیف  
بے طلب ہی ہم کوئے مل جائیگی  
ایک ہی چلو میں پڑے اٹھ گئے  
پوچھے زاہد سے وہ دیگا پستہ

بترے مرنے پر ہوئی ہر تال ہے

بند ہے قربان دکان میفروش

## مناجات

تفہین میں ترے صدقے ترے قربان بخش  
میری حقیریں مرے عصیان بخش

اے خدا اے ذی کرم و نشان بخش  
بخشنے والا ہے تو ہر آن بخش

میں ہوں عاصی مجھ کو یارِ حمن بخش  
 میں ترا بندہ مرا خالق ہے تو ہاں شفا و حمد کے لائق ہے تو  
 ہر طرح سے لائقِ خالق ہے تو خالقِ عالم ہے تو رازق ہے تو  
 میں ہوں عاصی مجھ کو یارِ حمن بخش  
 یا کریم و یا رحیم و یا عفور داغِ رنج و بلا لے ناصبور  
 تجھ سے چھپ سکتے نہیں میرے نقور سے خیال پریش یومِ نشور  
 میں ہوں عاصی مجھ کو یارِ حمن بخش  
 ہیں سہ اسر سب مرے اعمال بد اور زباں پر رات دن اقوال بد  
 ہر روش پر ہے مری ہر حال بد الغرض میں ہوں سراپا حال بد  
 میں ہوں عاصی مجھ کو یارِ حمن بخش  
 تو نے اس دُنیا میں مجھ کو اسے خدا اپنی طاعت کے لئے پیدا کیا  
 اور میں جب حال میں آیا پھنسا ایک دن در پر نہ تیرے سر جھکا  
 میں ہوں عاصی مجھ کو یارِ حمن بخش  
 تو نے پیدا کر کے لے عالی جناب اشرف المخلوق کا بخشا خطاب  
 اس کرم پر بھی نہ آیا کچھ جناب لے جہاں کر کے کارِ نواب  
 میں ہوں عاصی مجھ کو یارِ حمن بخش  
 تو نے اتنے سے مجھے آتنا کیا قطرہ ناچیس سو کو دریا کیا  
 بے سمجھ تھا عاقل و دانا کیا توبہ واقف کیا کہوں کیسا کیا  
 میں ہوں عاصی مجھ کو یارِ حمن بخش  
 تو نے بخشی نیک اور بد کی تیز دی بڑی تو قیرو عزت لے عزیز  
 سب کھلے ابھر اربابِ یک و دینر تجھ سے پوشیدہ نہ رہی ایک چیز  
 میں ہوں عاصی مجھ کو یارِ حمن بخش  
 تو نے دُنیا میں تو نگر کر دیا مال و دولت سے مرا گھر بھر دیا  
 اخصیتِ ابرہم اکثر پر دیا میں نے طاعت میں نہ تیری سر دیا  
 میں ہوں عاصی مجھ کو یارِ حمن بخش

جتنے اعمال قیوم تھے مدام  
وہ خطائیں مینے کیں سب صبح و شام  
جکو تو نے کر دیا یارب حرام  
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمن بخش

رحم کرنے کا ترادوستو ہے  
ہو کر مجس پر ترا مغفور ہے  
بخشدینے کا بچہ معتمد رہے  
جنت الفردوس میں مسرور ہے  
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمن بخش

تو ہے رازق اے خدائے دوسرا  
ہو کسی دکھ میں جو کوئی مبتلا  
پالنے والا نہیں تیرے ہوا  
چارہ گر تو نے دیا ہے شفا  
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمن بخش

گو خطائیں ہیں ہوا حد سے مری  
ہے بچے عادت آہی عفو کی  
رحمتیں صد چند ہیں اُن سے تری  
رحمتوں کی شاخ ہے ہر دم ہری  
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمن بخش

تو بڑا انقار ہے ستار ہے  
گرم رحمت کا تری بازار ہے  
دوبتی کشتی کا کھیون بار ہے  
رحم کی تیرے نظر درکار ہے  
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمن بخش

تو کرم کرتا ہے یارب صبح و شام  
ہے محیط دہر تیرا فضل عام  
دے رہا ہے رات دن آب و طعام  
دوبتا ہے جب کوئی لیتا ہے مقام  
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمن بخش

اے خدائے دوسرا رب العلا  
بخشدیگا تو ہرے جرم و خطا  
ہے ترے فضل و کرم کا آسرا  
یہ ترا قربان کرتا ہے دُعا  
میں ہوں عاصی مجکو یا رحمن بخش

تیرے ہونے ہو گیا دل آزر وہ جاں نموش  
انجمنوں کا آگیا جو نظر آستان نموش  
خاطر سے ہمال کی ہوا۔ میزبان نموش  
صحرا میں ہو گیا جس کا رواں نموش  
دیکھے آسمان مری بے تابیاں نموش  
دور غزاں کو دیکھے ہے باغیاں نموش  
کفن کا کچھ خیال ہے پہلے اہل باغ کا

پوری منانے پایا نہ تھا داستان ابھی  
بچپن کے بعد آتا ہے جب عالم شباب  
تیرا سیر ہو گیا شاید کوئی دوداع  
کیا فیصلہ کیا نہ کچھ اظہارِ رائے بھی  
کیا جانے آج باغ میں کیا ساخہ ہوا

اُچھٹے اسکی نیند بہت اُسکا تھا خیال  
قربان بکلی آہ دلِ ناتواں خموش

کیوں لگاتی نہیں اکبار چمن میں آتش  
بات کرتا ہوں تو شعلے سے بھل جاتے ہیں  
تیرے الفاظ سے عشاق کے دل خوب سے  
ہر روش کھلنے لگے پھول بھوکا بن کر  
چین مر کر بھی مجھے سوز جگر نے نہ دیا  
ساتھ اُن کے جو عذو کو سرِ غصہ دیکھا  
تو نے اے غمچہ دہن مریم زنگار سے کیوں  
منہ لگائے جو لبِ سرخ کو تیرے کوئی

ہم تو قربانِ دہاں دل کو جلا کر آگے  
لگ گئی اپنی طرف سے تو وطن میں آتش

تم سے نہیں بڑھ کر کوئی ایمان فراموش  
کیا اس سے زیادہ کوئی دنیا میں گنہ سے  
ہرگز نہیں مٹے مرے دل سے نہیں مٹتے  
اک قطرہ ناچیز سے تخلیق ہے تیری  
ہے بچو دی حسن تو اپنے کو توڑ دو  
خود داری کو دیتے ہیں ہم ہاتھ کر اپنے  
غیر وہی طرح ہاؤں میں قہل میں تہارتی

محسان جو کرتا ہے کوئی دہشتا ہے عنوں



احسان کو کرتا نہیں قربان فراموش  
 فضول کرتے ہو روز جھگڑا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش  
 نہیں ہے الفت کا ہم کو دعویٰ تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش  
 کبھی نہ احسان ہم بھی لیں گے۔ نہ حال اپنا بیاں کریں گے  
 نہیں جو کرتے علاج اچھت تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش  
 عہد کے تم ہو عہد بہارا۔ ہوا یہ راز آتش کارا سارا  
 ہیں نہیں اب شکایت اصلاح تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش  
 بہارا میرا بے رنج کا جھگڑا۔ بنایا دینا نے کیوں یہ قصہ  
 جہاں میں ہوتا ہے روز چرام تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش  
 لو میں نے الفت بہاری چھوڑی۔ تم اتو چھوڑو گے میرا بچھا  
 خطا ہماری جو تکوچا ہا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش  
 نہ ہم کبھی تیرے گھرا ب آئیں۔ نہ تجھ کو خط بھیج کر بلا میں  
 یہ خط میں آئے ہوں لکھ کے بھیجا تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش  
 گدازوں عسرت میں اپنی رہ کر۔ سوا لی در پر ہوں بہارا  
 کبھی نہ دیکھوں میں تھے پیار تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش  
 جو تم سے وعدہ نہ ہو گا پورا۔ تو میں بھی کرتا نہیں نیت اضافہ  
 فضول کرتے ہو مجھے وعدہ تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش  
 کرے خوشامد بہاری جا کر۔ عزیز عزت بھی اپنی کھو دے  
 نہیں ہے قربان کیا بندہ تم اپنے گھر خوش ہم اپنے گھر خوش

## رذیفہ ص

تو دکھا دیں گے ہمیں اہل تنہا خلاص  
 تو ہی مجنوں کو دکھا دامن صفا خلاص  
 کچھ بھی دیکھا ترانہوں نے نہیلی خلاص

دیکھنا تم کو ہے منظور جوان کا خلاص  
 دے جگہ جسیں سما جائے دنا پائے خیال  
 تو ہمیشہ رہی محل ہی میں مجبور حجاب

ہے ترے عشق میں گر کچھ بھی زلیخا اخلاص  
صرف دُنیا میں نہیں ہم نے دکھایا اخلاص  
دل میں کر دیتا ہے ان کا اُجالا اخلاص  
ہم نے دکھا ترا دُنیا سے نرالا اخلاص

ساری دُنیا ہمیں کہتی ہے بھلائے قربان  
اُن کی بدخسقی سے بہتر ہے ہمارا اخلاص

کسی بیگانہ دُش سے دل لگانا بہت ناقص  
کسی مظلوم سبکس کو تانا بہت ناقص  
رِشائے گور کو ظالم ٹانا بہت ناقص  
دبے فتنے زلمے میں اُٹھانا بہت ناقص  
کسی مظلوم پر طوفاں اُٹھانا بہت ناقص  
گلے پر اُسکے یوں خنجر چلانا بہت ناقص  
ہنسانا ایسا کچھ اڑانا بہت ناقص  
عُد و کیا یوں ہنسانا بہت ناقص

نہیں جاتی محبت و خیر رز کی نہیں جاتی  
اسے قربان منہ سے بھی لگانا بہت ناقص

نہ عداوت تری مخصوص نہ اُلفت مخصوص  
اور مرے واسطے ہے روز قیامت مخصوص  
کس طرح ہوگی تیرے لئے جنت مخصوص  
میرے سینے کیلئے ہے یہ جِراحت مخصوص  
اور ہو تیرے لئے دُہریں عشرت مخصوص  
اک مرے دل کے لپٹا ہے تربت مخصوص  
عشر دھانے کیلئے دُہری تربت مخصوص  
اس کی چھ سے جو ہو جائے محبت مخصوص

کیوں کہی غیر کے گھر یہ نہیں جاتی قربان

تو نہ گھبرا کبھی بل جائیگا یوسف بچہ کو  
عزیز کا قول بھی اور محسوس بھی چھوٹا نکلا  
دلیس دہشتہ بھی ہو کوئی تو یہ دھودیتا ہے  
اپنے محروم رہیں عزیز ہوں ممنونِ کرم

بھٹکر پاؤں رکھ لے دل زمانہ بہت ناقص  
بہتیں لگائے گی آخر کسی کی بددعا اک دن  
مری جی سے صد اچھی نہیں اچھی نہیں سُن لے  
خزام نازوہ بھی سامنے گوہرِ غریباں کے  
بھلا میں اور کرتا فاش تیرے رازِ اُلفت کو  
مرا جب سے کہ کر دوں جان بخشی اپنی عاشق کی  
لگا لو اپنے سینے سے ذرا تم اپنے عاشق کو  
خیال لے لے بے مروت چاہو کچھ جگ ہنسی کا

نہ تو شفقت تری مخصوص نہ نفرت مخصوص  
ساری دُنیا کیلئے حشر کا اک خاص ہے دن  
اور بندے نہیں اللہ کے کیا لے دِاعط  
کس ادا سے ہے نیک پاشِ بتم اُن کا  
اے عُدو ہم کو خدا شہر نہیں دیگا راحت  
ساتھ کیوں میرے ہو یہ دُن جو مٹ جاؤ نہیں  
غیر کی قبر تو ہے ساتھ پڑھنے کیلئے  
عشق صادق کا مزہ آئے پڑا کیف ہے

کیوں کہی غیر کے گھر یہ نہیں جاتی قربان

ہو گئی میرے لئے کیا شبِ فرت مخصوص  
 رکھتے ہیں وہ ابروئے خمدار خاص  
 ایکے خورشید تو اک ماہ ہے  
 کیا یقین آئے ترے استرار پر  
 اسیں ہے اک پہلو کی انکار خاص  
 ان کی ہے رفتار اور گفتار خاص  
 سیر کرنے کو ہے یہ بازار خاص  
 غیر کے پہلو میں رہتے ہو سدا  
 تجھے بھی الطاف کی ہو اک نظر  
 ایک خادم ہووں میں سرکار خاص  
 مجھے تو حیلے بہانے عم ہیں  
 کیوں تو اسے قریب کرنا ہے گل  
 غیر سے کرتے ہیں وہ اقرار خاص  
 لطف بھی تجھ پر کرے گایا رخص

اُن کو حق سے ملی جیا ہے خاص  
 کس شربت وصال میں ہو آبِ حیات  
 یہ ہمارے لئے ادا ہے خاص  
 کبھی میری طرف نہیں آتی  
 مارا۔ ابروئے تیغ کے بدلے  
 تو بھی ہوتی نہیں سدا مقبول  
 اُن کی مجھ پر عنایتیں مخصوص  
 جو ہوا ہے ترے نہ ہوا تھا  
 جتنک دل میں ہیں رام بت میرے  
 یہ ہمارے لئے ادا ہے خاص  
 مرضِ عشق کی دوا ہے خاص  
 کو چہ یار کی ہو اسے خاص  
 تو نے احسان یہ کیا ہے خاص  
 وقت تیرا بھی لے دیا ہے خاص  
 میری بھی اُن سے اتنا ہے خاص  
 تیرا دنیا میں مبتلا ہے خاص  
 مجھ پہ یہ رحمت خدا ہے خاص

دیتا قربان ہے وہ بے مانگے  
 اُس کا یہ شیوہ عطا ہے خاص  
 سب نے دیکھا خیر قاتل کا رقص  
 وید میں لایا اسے تیرا خیال  
 اور وہ دیکھا کئے بسل کا رقص  
 دیکھ مجھوں نے لیلے عسل کا رقص  
 دیکھتے آ کر کہتی تم دل کا رقص  
 موج میں ہیں دیکھتے سائل کا رقص  
 دُب دباتے ہیں جو آسنو آنکھ میں

دیکھتا ہوں خیرِ شاد کا رقص  
دیکھنا ہو کر کسی تابل کا رقص  
اچھو کر دیکھنا ہے دل کا رقص  
مرگیاں تیریاں مزہ جاتا رہا  
اُسکے دم سے ہمت فقط محفل کا رقص

جان دے کر لومٹا ہوں یہ مزے  
مے پلا کر شیخ کو تم دیکھو لو  
چیر کر انگ طشت میں رکھ دیکھو

## رُویفِ صن

بیمجے مجھے جو مویج ہو زلفِ دوتا کو کیا غرض  
مجھے کوئی اثر کرے ایسی دوتا کو کیا غرض  
خاکِ شہنا کو کیا غرض آبِ یقا کو کیا غرض  
اسکی جنا کو کیا غرض میری وفا کو کیا غرض  
بانگِ برس کو کیا غرض بانگِ درا کو کیا غرض  
دھونڈے کسی کا کیوں لہو و زحما کو کیا غرض  
جب نہ زباں ہی کام دے دستِ دعا کو کیا غرض  
کیوں کرے تجھ کو ہوشیار بانگِ درا کو کیا غرض  
تجھ کو خدا سے بے نیاز تجھ سے خدا کو کیا غرض  
زلفِ بچے نہ لکھائے وہ اُسکی بنا کو کیا غرض  
تیرا کرے وہ پاس کیوں تیر قضا کو کیا غرض  
میرا جو آگے ساتھ ہے بختِ رسا کو کیا غرض  
کھول دے اپنی خود گرہ بند قبا کو کیا غرض  
میرے ہی دلیں بیٹھ جائے تیرا داکو کیا غرض

لاکے خیر تری جو مے بادِ صبا کو کیا غرض  
دل کی ہو جب یہ آرزو روح بد نے ہو خدا  
مرنا ہے جبکہ سود مندِ عشقِ تباں میں چارہ کر  
اُسکا گلہ جو میں کروں مجھے کرم جو دہ کرے  
راہ پہ بھلو لائے کیوں راہ تجھے بتائے کیوں  
خونِ دل خرس مرا اس کیلئے ہیں رنگِ زرا  
رنگِ وہ کیوں متغزل، بھر کی شب ہو کیوں تجھ  
آئیں نہیں نہیں نہ جب تری شور و شغب بھی  
سجے میں اپنا سہجہ کا کر نہ کسی کوئی گلا  
ہوش میں بھلو لائے وہ شکرِ طیب اُسے وہ  
رہنی رنایا ہوں ہوں اُسکے ہفت میں سیکڑوں  
دہنِ شوقِ مقام کے کئے تباں میں پلچے  
ناخنِ شوقِ جب ترے کندہ ہوں کوئی کیا کرے  
تجھ کو فقط ہفت بنائے اور کہیں نہ جائے اُسے

قمرِ بابل وہ جب نفیر ہوں سرت ہوں پرغور ہوں

کیوں شبِ فصلِ زور ہوں شرمِ دیا کو کیا غرض

ہاتھ انوس کے ملتی رہی کیا کیا مبرا صن

پر کترنے کو جو میثاق تو لایا مبرا صن

خاک دکھلائے گی صیاد تماشا مقراض  
کچھ نہیں کرتی مگر خوف خدا کا مقراض  
جاکے صیاد ذرا اپنی اٹھ لا مقراض  
قطع کیوں کرتی نہیں ہاتھ خزاں کا مقراض  
اپنی منقار کی اک جلد بنا لا مقراض  
ششہ کے سر کو سر برم جو کاٹا مقراض  
تو نے کیوں چھوڑ دیا مجھ کو ترپتا مقراض

روح قربان کی پرواز یہ بال ہو بہت

پر کرتے کو تو اے زینت اٹھ لا مقراض

ہم نے دیکھا نہ کہی آپ کا پارا عارض  
جب مثال میرے نو آپ کا چمکا عارض  
کیوں مرے یار کا اپنل نہ چھپایا عارض  
برق کی طرح چمک بجائے ہمارا عارض  
بن گیا گوہر نایاب کا دریا عارض  
کو رہشوں کو کیا کرتا ہے بنایا عارض  
بن گیا پردہ کیسویں معشایا عارض  
آتشہ شوق کو گویا ہے سیجا عارض

عمر بھر آنکھیں ہیں ہر کی جانب لیکن

تو نے قربان نہ دیکھا کہی انکا عارض

سچے نہیں ہم چرخ شمس گار کے اغراض  
اقرار سے اچھے ترے انکار کے اغراض  
تجھ کو نہیں معلوم ابھی اعیار کے اغراض  
وہ جانتے ہیں جو بھی ہیں ہمارے اغراض  
دل لینے میں پوشیدہ ہیں دلدار کے اغراض  
بلبل سے کوئی کہہ دیتا ہے غار کے اغراض

اور یہ قوت پر واز مری کھو دے گی  
فضل گل میں بھی اسیر دل پہ چلا کرتی ہے  
آج معذور نظر آتی ہے بلبل بے حد  
بلبل دل پہ تو چلتی ہے صداقت بہار  
کاٹنا ہے تجھے دامن خزاں لے بلبل  
خوب بدلایہ لیا خون کا پروانے کے  
میں کہاں جادوں میں طاقت پر واز تجھے

دیکھ کر ساری خدائی ہو لی شیدا عارض  
عید کے چاند کا دنیا کو ہوا دھوکا سا  
ساری دنیا میں اندھیرا ہوا اکدم طاری  
طور کی طرح مراد دل ہو ہلاک جلوہ  
بحر الفت میں محبت کے شادور کے لئے  
دیکھنے سے ترے آتی ہے مینا سبک نہیں  
یوں چھپایا ہے کہ مطلق نظر آتا ہی نہیں  
دیکھ کر چہرہ کو پاتا ہے شفا عاشق زار

کیوں ظلم ہیں اور کیا ہیں جفا کار کے اغراض

اقرار ہیں جھوٹے ترے انکار ہیں سچے

لوہیں کے تراجن وہ دھوکا تجھے دے کر

دانت وہ کیوں انکی عیادت کیلئے آئیں

دل لیکے تجھے اپنا بسانا ہوا منظور

گل چیں کی جفاؤں سے ہو پھولوں کی حفاظت

ہم خوب کچھ لیتے ہیں دلدار کے اغراض  
سب جانتے ہیں آپہی گفتار کے اغراض  
اتک جو نہ کچھ تری زقار کے اغراض

مطلب ہے کہ دل لیکے بنے چلتا ہوا ہے  
قربان سمجھتا نہیں کیا یار کے اغراض

اب پوچھ لو آکر دل بیمار کے اغراض  
برہتے ہی چلے جاتے ہیں بیمار کے اغراض  
بھیلے ہیں حسینوں میں یہ انکار کے اغراض  
پھو تو نئے گلے پڑ گئے کیوں خار کے اغراض  
پوشیدہ سدا رکھتے ہیں انیار کے اغراض  
ہو جاتے ہیں اچھے ترے بیمار کے اغراض

قربان وہ آیا ہے علاج عسیم دلو  
جو بے انتاہر گز نہیں بیمار کے اغراض

## رولف - ط

تیر برساتی رہی دل پہ ستمگار غلط  
مستحق اسکا تھا میں اُس سے تیرا پار غلط  
دلکے دہنے کو بنے رولف تری مار غلط  
راہ میں فتنے اٹھاتی ہے یہ زقار غلط  
بے گنہ میں چلے راہ میں میخوار غلط  
قتل کرتی ہے ہیں ابرئے خدا غلط  
چارہ گر سمجھا ہے بیمار کا آزار غلط  
گناہ زمانے کی ہوئی ہائے یہ زقار غلط  
سینے پانی ہے سدا آپ کی گفتار غلط  
تیرے خون کو زینکوساری ہجریہ گفتار غلط

تکلیف ہیں دیتا ہے انیار کی خاطر  
مطلب ہے سچائی سے وہ کرتی ہر دم  
اکبار ذرا مے تری راہ میں دیکھیں

پوچھئے نہ کبھی زبیت میں بیمار کے اغراض  
مطلق نظر آتے نہیں آثار سف کے  
راہ کی حوصلت ہی نہیں اہل وفا سے  
کیوں اُنکو گلستا نہیں سبکے نہیں دیتے  
نفرت نہ دلائے کوئی ٹھٹھا نہ اوڑاے  
بیمار کی بالیں پہ چلا آتا ہے جب تو

کام کرتی رہی لیکن نگہ یار غلط  
عیش کا تو نے کیا غیر سے اتر غلط  
تیج ابرو بنے اور تیر نگاہیں سب جھوٹ  
تیرا پامال تری چال کو جو جا ہے کے  
داخل کعبہ ہوئے چھوڑ کے میخانے کو  
کام مڑ گاں ہی تری کرتی ہیں بہتر دل پر  
ہر عجیب کے مریضوں کو تپ رخ و فراق  
پہلی باتیں نہ رہیں پہلی سی الفت نہ رہی  
میں لعلیں کس کروں منوں کی شب آئینے آپ  
فیض تراجم کرے رولف تری شام کرے

اسکی ہے چاہ غلط اسکا ہر سب بار غلط  
ہے مگر یہ صفت چشم گہر بار غلط

تو وہی لکھتا ہے جو بات ہو چکی سیدھی  
تیرے قربان کہاں ہوتے ہیں اشتہار غلط

جب سے بننے ہے تیرا پایا خط  
دیکھئے کیا پیغام لایا خط  
میرا قاصد عجیب لایا خط  
غیر سے ہے تجھے بلایا خط  
میرا لکھ لکھ کے ہے مثلاً خط  
میرا قاصد نہیں جولا یا خط  
آج پڑھ کر مر اسٹنا یا خط  
دل کے شیشے میں جکے آیا خط

اس نے قریبان کو جواب دیا  
غیر کا سا مگر بنایا خط

پھر مریمینوں سے ہار و جیتو شرط  
دشمنوں پہلے مجھ سے باندھو شرط  
ہم نے کی ان کے عشق میں جو شرط  
تم جو الفت کی مجھ سے پوچھو شرط  
لوگ کہتے ہیں جسکو سن لو شرط  
پہلے کر کے تو مجھ سے دیکھو شرط  
مجھ کو ڈر ہے وہ تم نہ مارو شرط

شرط اس نے لگائی ہے قربان  
کیا مزہ ہو جو تم نہ جیتو شرط

اور نہ مجھ کو کبھی دکھایا ربط  
جس نے پہلے بہت دکھایا ربط

جسکو کہتے ہیں عُدوہ تو مجھ سے فریب  
اگر کہتا ہے کوئی ساعز و مینا کوئی

اپنی چھاتی سے ہے لگا یا خط  
بعد مدت کے آج آیا خط  
سادہ کاغذ تھا اک لفافے میں  
بدگمانی مری بڑھانے کو  
غیر کو صاف لکھ دیا ناسر  
راستہ میں ہوا وہ کم شاید  
الٹا سیدھا عدو نے خوب انہیں  
عیب اس کا نہیں ہے پھر چھپتا

کر لو پہلے ذرا طبیعو شرط  
وعدہ الفت کا اُن سے پھر کرنا  
ایک ایک کر کے ہو گئی توری  
میں کہوں گا فقط و فدا داری  
منع اس کو کیا شریعت نے  
پھر ہی کہنا کہ ہار جاؤ گے  
تم نے باندھ ہی ہے جو باندھو ج

تم نے دشمن سے تو بڑھایا ربط  
آج دشمن ہے وہ مرا اتھوس

تو نے سبکی کہاں یہ تریکیں  
 سیکھ لی تم نے غیر کی عادت  
 غیر ہرگز نہیں ترا عاشق  
 اتنی ہی پائیں ہم نے تکلیفیں

ہے وہ یاروں کا یار محسن میں

خوب تر بیان نے بڑھایا ربط

آج تک کس نے ایسا پایا ضبط  
 آنسو آنکھوں نے میری بہتے ہیں  
 کام کرتا ہے یہ بہت مشکل  
 غم تو دیتے ہو دیکھ لو پہلے  
 ہے نتیجہ میں یہ بہت میٹھا  
 یہ دلی آگ ہے محبت کی  
 سخت دشوار سخت مشکل ہے

کیا آئندہ میں خوش کیسے تم کو

کر کے تر بیان تم نے دیکھا ضبط

سمجھتا ہے وہ تجھ کو اھسا فقط  
 نہ باقی رہا تافیت کوی  
 کسی کا نہیں ہے کسی کا نہیں  
 فنا زمانے میں مقبول عام  
 ضیاء اور کی جگہ بھاتی نہیں  
 عبث زحمت تنگ لیتے ہیں آپ  
 خدا یا نہیں کوئی تیرے سوا  
 میسر ہو دیدار محسوس کو ترا

مجھے اب تو یہ ہے ثنا فقط

ہو قربان نہ پہلو میں ان کے عدو  
 یہی ہے مرے دل میں کھٹکا فقط

رہنے رفتہ جو ہے گھٹا یا ربط  
 رنگ آخر یہ اس کا لا یا ربط  
 اس نے مطلب ہے بڑھایا ربط  
 جس قدر آپ سے بڑھایا ربط

تم نے دیکھا نہیں ہمارا ضبط  
 اب تو مشکل ہوا ہے غم کا ضبط  
 ہونے دیتا نہیں ہے رسوا ضبط  
 تم نے دیکھا نہیں ہے دل کا ضبط  
 کو ربطا بہت ہے کرنا و ضبط  
 اندر اندر ہی ہے جھلانا ضبط  
 کر کے دیکھا ہے ہم نے غم کا ضبط



# رَدِیْف - ظ

تجھ سائہ ہوگا کوئی زمانے میں بد لحاظ  
موقر کا نشان مٹانے میں بد لحاظ  
کیسے ہیں بُتِ یہ جس دکھانے میں بد لحاظ  
ارمان میرے دلکا مٹانے میں بد لحاظ  
وہ کس درجہ تو ہے آئینہ دکھانے میں بد لحاظ  
کچھ سائہ کوئی دیکھا زمانے میں بد لحاظ  
ہے انکا درد بھی تو رُلانے میں بد لحاظ  
اتنا تو ہونہ سے کے پلانے میں بد لحاظ

اینا جہاں سب کو دکھانے میں بد لحاظ  
آئیہ نہ کچھ لحاظ کہ سوتا یہاں سے کون  
کرتے نہیں ہیں شرم غضب کی یہ بات ہو  
میں تو یہ جانتا ہوں ترا حرج پہ نہیں  
ہر وقت ہر گھڑی ہیں تری شوخیاں وہ ہی  
کہتے ہیں ننگے میری زبان سے سوال وصل  
لیتا ہے چٹکیاں تو نکلتے ہیں اشک گرم  
ساقی وہ دیکھ سائے بیٹھا ہے شیخ بھی

قربان ہے کہ وہ چلے بن بلائے آئے  
آنے میں بد لحاظ تھے جانے میں بد لحاظ

ہے اگر تو فقط خدا حافظ  
تیرا بیارِ غم خدا حافظ  
اس فسانے کا میں ہوا حافظ  
میری شہس تر خدا حافظ  
تو تو رستہ کی ہے صبا حافظ  
چھوڑو چھوڑو مرا خدا حافظ  
ان کی شوخی کی ہے صبا حافظ  
میرے محبوبوں ترا خدا حافظ

کوئی ہرگز نہیں میرا حافظ  
اٹھے یہ کہہ کے میری باتیں سے  
اپنا قصہ کہوں گا محشر میں  
بولائیتہ کو مار کر خدا حافظ  
ہم کو کوچہ میں اُس کے پتچائے  
پتچے میرے پردہ چہارہ گرد  
کس طرح نرم میں وہ کھل ھیلیں  
نچدیں کس کی آ رہی ہے صدا

اسے قربان میں نہ بھولوں گے

دور سے اُلفت کا میں ہوا حافظ

نا تخریڑتے جو ہوتا کچھ بھی اُلفت کا لحاظ  
ہم نے دیکھا ہے تری چشمِ مروت کا لحاظ  
واہ کیا امن کو ہوا میری محبت کا لحاظ

تم نہیں کرتے کبھی عاشق کی قربت کا لحاظ  
غیر کے آگے کبھی اُشتی نہیں اُشتی نہیں  
صبح ہوتے آگے وعدہ کی شب ہنستے ہوئے

کر گئے آخر کو ہم تیری نزاکت کا لحاظ  
 آگیا کیا آنکھ میں اُن کی قیامت کا لحاظ  
 وہ بہت کرتے ہیں ہم میری تربت کا لحاظ  
 جس ملازم کو نہیں ہوتا اطاعت کا لحاظ  
 آج اُسے دی دوا کرے طبیعت کا لحاظ  
 آبرو کا کرتے ہیں قربان دنیا میں خیال  
 ہم وہ ہیں جو کرتے ہیں دشمن کی عزت کا لحاظ

جان دیدی کاٹ کر اپنا گلا خود ہاتھ سے  
 آج اُنکی چال سے حشر اٹھتے اُٹھتے رہ گیا  
 بے بہائے چار آنسو لوٹتے ہرگز نہیں  
 آنکھ میں آقا کے وہ ہوتا نہیں ہرگز عزیز  
 چارہ گر کیا ہو گیا آگاہ میرے حال سے

## رکیت - ع

اُن کو آنے سے ہے حنا مانع  
 جب نہ بندہ نہ ہے خدا مانع  
 اُسکی رہتی ہے جب قصا مانع  
 آگے ہونے لگی حیا مانع  
 کیوں تو ہوتا ہے پھر مرا مانع  
 ہوئی ظالم ملک حیا مانع  
 اے بندہ ہے جب خدا مانع

نہ ہے شوخی نہ ہے حیا مانع  
 تم کو آنے اب ہے کیا مانع  
 کیوں نہ صحت کی ہو دوا مانع  
 جب وہ شوخی پہ ہو گئے مائل  
 غیر جاتے ہیں تیری محفل میں  
 ساتھ آنے کو بٹھے مرے تیار  
 کیوں گنہ کرتے ہو زمانے میں

کام ایسا نہ کیجئے قربان

جس میں ہو دوست کی رعبا مانع

بزم میں بیٹھی ہے لیکر ایک آتش خانہ شمع  
 توڑ ڈالا تو نے اُسکی زبست کا پیمانہ شمع  
 کر دیا ہے تونے پروانے کو بھی دیوانہ شمع  
 سینے کو جام شہادت آگیا پر فانی شمع  
 دیکھ لے انبار اگر تو جلوہ حب تانہ شمع  
 شوق پروانہ سے اسدجہ ہو بیگانہ شمع

کیا جلا کر ہی رہے گی آج ہر پروانہ شمع  
 لینے آیا تھا تجلی تجھ سے اک پروانہ شمع  
 آج محفل میں دکھا کر حسن دل فروز کو  
 اپنا اک آنسو پلا کر جلد کر اُس کو فنا  
 پھر نہ اترائے کہی اپنے فروغ حسن پر  
 قدر کر تو عاشق جانا زبلیتے ہیں کہاں

تو لہر دوانے جلائے رات بھر تا وقت صبح ہو گیا لہر زار آخر کو تر اپس نہ شمع

ہے خدا اک شعر و پر دل یو ہنی قربان کا

جس طرح ہوتا ہے کچھ پر شیفقہ پروانہ شمع

رات بھر روٹی رہی ہے تو مری پیاری شمع

دور سے لگتی ہے پروانوں کو کیا پیاری شمع

سُرخ سی تو جو لے سر پہ ہے چنگاری شمع

ہو گیا صبح کا جب وقت تو پھر باری شمع

اپنے اس جرم سے کس طرح ہوا نکاری شمع

ہوئی کس جرم میں یہ تیری گرفتاری شمع

لگ گئی کیسی دم صبح یہ ہمیشہ شمع

توڑ سے بیکراؤں پروانوں کو قربان کیا

دور تھی بن گئی کیوں بزم میں تو ناری شمع

## رَدِ لیتِ سِرخ

دل میں مگر وعدہ کے رقابت کا ہے چراغ

خاموش آج یوں مری تربت کا ہے چراغ

صوبہ ارجن کے سینے میں الفت کا ہے چراغ

اے بُت یہ تیرا حسن قیامت کا ہے چراغ

روشن فلک پہ دیکھ لو قدرت کا ہے چراغ

دایع حکمری شبِ فزیت کا ہے چراغ

طاب تہاری بزمِ سرِ خصمت کا ہے چراغ

کافی حضورِ آپ کی صورت کا ہے چراغ

رُشنِ بون کے لہلہ فزیت کا ہے چراغ

موجود جن کے دلیں بصیرت کا ہے چراغ

رُشنِ ہمارے دلیں محبت کا ہے چراغ

آئینے وہ اندھ سے تیں وعدہ کیا تھا یہ

تاریخی اُن کی گور میں ہو گی نہ مطلقاً

خورشیدِ روزِ حشر سے تابش میں ہے سوا

کیوں اے بزمِ درد ہے اس شمعِ حُسن پر

رکھتا ہے رُشنی یہ مرے دلیں شامِ غم

پروانوں سرد صبح مرے آنسوؤں سننے کی

نیوں شمع کے جلائے کی تکلیف بکھی ہے

کس طرح ہو گی سوزِ محبت کی رُشنی

قربان اُن کو ظلمت دینا کا سہم نہیں

گدرا خزاں بہار میں کیسا زمانہ باغ  
کیا بوم کا ہے بچہ کو پسند آشیانہ باغ  
بچہ سے ہمارے داغ جگر کا مہلتانہ باغ  
دست خزاں بہار میں اُسکا لٹانہ باغ  
لیکن کہاں وہ آج ہے تیرا خزانہ باغ  
دیکھا ہے وہ زمانہ بھی یہ بھی زمانہ باغ  
تجھ کو کیا خدنگ خزاں نے نشانہ باغ  
مرنے کے بعد دشت رہا اور زمانہ باغ

آلی خزاں بھی اور بہار میں بھی سیکڑوں  
قربان تیرے دل کا تو ہرگز نشانہ باغ

ہو رہا ہے جان دے کر اتنی بس باغ باغ  
دیکھ لی صورت بہاری ہو گیا دل باغ باغ  
ہو رہا ہے باغ میں قلب عناول باغ باغ  
ہو گیا ہے اس کو گویا قلب بس باغ باغ  
دلیں جب رہیں لگو پھر کیوں نہ ہو دل باغ باغ  
دیکھ کے موتی ہر آنکھ کو جمع محض باغ باغ  
دیکھ کر تجھ کو ہوئے یاران محض باغ باغ  
ہو رہا ہے آج کیوں شور عناول باغ باغ

بعد مدت کے ملے موجب نہ تھی باقی امید  
دیکھ کر شک ہو اقرار بان کا دل باغ باغ

میرے گلے سے ملتی ہے اب بار بار تیغ  
تجھ سے نہیں ہے حلق پہ اسکر جو یار تیغ  
دیکھی رہی ہے ایسی کہاں ابدا تیغ  
کہتے ہیں وہ دکھا کے مجھے بار بار تیغ  
دکھلا رہی ہے حسن کی اپنی بہار تیغ

ہاں ہاں سنا تو ہم کو وہ رنگیں فسانہ باغ  
بلبل کو جو نکال کے دی ہے جگہ اُسے  
بلبل کے باغ کو تو خزاں کر دیا اُجاڑ  
بلبل سے گھر خفا ہے تو گل پر ہی رحم کر  
دور خزاں سے پہلے گل زرخشا ہر طرف  
جس جا بخت تھے پھول وہاں خزاں بہت  
گھائل گیا ہے تیرے گھر نے ہمارا دل  
اکدم کیسا تھ سا تھ خزاں وہاں رہتی

تیرا دل دُنیا میں کیونکر ہو نہ قاتل باغ باغ  
تم نہ آئے تھے تو اُس روہ سی تھی دلی رکھی  
بعد مدت آج گلشن میں پھر آلی فصل گل  
پھیر دی تو نے پھری کر کے جو دل کو آخر سخت  
تم ہی تو نخل تنہا کا ہمارا پھول ہد  
آ رہے ہیں جان دینے کو جو روانہ بہت  
تو نہ تھا سانی تو سب خاموش تھے بیٹھے ہوئے  
آہ کیا پکڑا گیا ہے اُن کا کوئی ہم سفر

بعد مدت کے ملے موجب نہ تھی باقی امید  
دیکھ کر شک ہو اقرار بان کا دل باغ باغ  
بنکر گلے میں کیوں نہ پڑے تیری بار تیغ  
کھاتی ہے میرے تیش سبھی تیری عاری تیغ  
عاشق کا کام کر دے جو اک وار میں تمام  
الغبت کا نام لیگا تو کر دوں گا تیرا قلم  
اب روئے یار نہیں ہے عاشق کے جلوہ گر

کرتی ہے قتل سیکڑوں لیل و نہار تیغ  
اپنی دکھا خزاں کو ذرا اُسے بہار تیغ  
اکھو میٹھی ہو عُدو کے گلے پر نہ دھار تیغ

قربان اُن کریں گے نہ اپنی زبان سے  
گردن پہ وہ ستم کی چلائیں ہزار تیغ

جل رہا ہو جس طرح کوئی پس چلن چراغ  
رُور رہا ہے شام سے کیسا سر بہ فن چراغ  
میری سہی کا ہے دل گویا کہ اک روشن چراغ  
موت پر میری جلاؤ جب کوئی دشمن چراغ  
اُتر رہا ہے خود جلانے وہ بُست پر فن چراغ  
بیٹھتے ہی گل گیا اُس نے پس چلن چراغ

بچھا پیدا بعد میں ہونا نہیں ہرگز کوئی  
تو بھی اپنے گھر کا ہر قربان اک روشن چراغ

آنے میں بد دماغ ہے جانے میں بد دماغ  
آتا مزہ ہے تجھ کو شانے میں بد دماغ  
آیا نہ خوف دل کے دکھانے میں بد دماغ  
حاصل کمال بات بنانے میں بد دماغ  
کرتا ہے دیر مردہ جلانے میں بد دماغ  
نفتے اُٹھائے اور دبا نے میں بد دماغ  
دیدے عُدو کو زہر تو کھانے میں بد دماغ

آخر نیچے بتا کہ تجھے لطف کسا ملا  
قربان کو فضول رُلانے میں بد دماغ

داغ سے خون دل مسلسل کا داغ  
لے گیا مجھوں ترے مسلسل کا داغ  
جاسکے چپکا چرخ پر جب دل کا داغ

کرتی نہیں ہے رحم کسی جاں نیشاں ہر  
بجلی گرا کے اُس کے تو خزن کو پھونک دے  
رُک رُک کے چلتی ہے مری گردن پہ آج کیوں

زیر پردہ بن گیا تیرا رُخ روشن چراغ  
رنج حسرت دیکھ کر اور شانِ عبرت دیکھ کر  
اُنیں تاریکی کہی آتی نہیں دیکھا بہت  
اُس سے کہہ دو تجھ کو بھی مرنے آخرا یک دن  
گو رہا شمع آج نہت کھل گئی تیری ضرور  
شب کو بیٹھا پاس پر دیکھ جو وہ آکر بھی

بچھتا سا ہو گا کوئی زمانے میں بد دماغ  
عاشق کو رنج دے کے ہوا شاد تیرا دل  
سمجھتا ہے تیرے اسیں میں ارماں بھرے ہوئے  
سیکھا ہے کس سے تو نے مجھے بھی ذرا بتا  
اُدنی اسی یہ تو اک تری ٹھوکر کا کام ہے  
سیکھا کمال تو نے قیامت سے بھی سوا  
مجھ کو دیا ہر کھانے کو تو نے جو زہر عیش

آخِ نیچے بتا کہ تجھے لطف کسا ملا  
چھٹ چکا اب دامنِ قاتل کا داغ  
اُڑی تو لیلے نہ بے پردہ بھی  
لوگ یہ سمجھے کہ نکلا ماہ نو

مٹ گیا آخر دلِ مستقل کا داغ  
اک جگر کا داغ ہے اک دل کا داغ  
جل اٹھا پروانہ محض کا داغ  
بن گیا عودِ محض کا داغ  
ہو گیا آخر ہمارے دل کا داغ

زخم اس کا قتل سے میرے بھرا  
ماہ اور خورشید کہتے ہیں جھیں  
شع نے ایسی دکھائیں گرمیاں  
میرے ہوتے آگیا گردہ کبھی  
اک نگاہ ہر جہاں دو کر گئی

حشر تک جملے گالے قریبان یہ  
مٹ نہیں سکتا ہمارے دل کا داغ

## رولیت ف

وہ دیکھتا ہے رحمت غفار کی طرف  
رحمت ہے رزقِ حشر سیر کی طرف  
دیکھا جو میں نے اپروئے ہزار کی طرف  
اُٹھتی ہے آنکھ شاخِ ثمر دار کی طرف  
دیکھا تھا میں نے روزِ دیوار کی طرف  
اب رُو رہے ہیں دیکھ کے بیمار کی طرف  
اُٹھتی نہیں نگاہ بھی تلوار کی طرف  
کرتے نہیں یہ رُخ تری منقار کی طرف

آتا ہے جو بھی قبر گنگار کی طرف  
زاہد یہ رنگ دیکھ کے کیوں منغل ہو  
وہ تیغِ تیز بن کے میرا کام کر گئی  
زبور سے کسی کو نہیں ہے یقینِ عمل  
بس اس خطا پہ اُسے مری آنکھیں پھوڑیں  
کل تک تو میں رہ رہتے وہ نکرِ من کا حال  
قاتلِ صفائی اسیں ہے کیا روضِ صفائی کی  
بلبل گلوں کا لینا ہے بوسے کھے محال

قربانِ کس طرح اُنہیں ہم نہیں بے حجاب  
اُٹھتی نہیں ہے آنکھ بھی رخسار کی طرف

آنکھ اتو لگ گئی اپنی بیاں کی طرف  
اب بھی گنگھوڑا یا ہے گنگتاں کی طرف  
دل مرا رہتا ہے ہر دم کو بھاننا کی طرف  
دیکھتی حشر سے ہر وہ ماہِ کفائی کی طرف  
اب پھر رُخ ہے جگر کا تیر مڑ گائی کی طرف  
ستے ہیں آگے ہیں وہ گورِ غیبی کی طرف

بلبلو دیکھا نہیں جاتا گنگتاں کی طرف  
تم بھی آجاؤ ذرا بالوں کو اپنے کھول کر  
میں رہوں کہیں میں یا تجھ نے میں پروا نہیں  
روشنی کرتا نہیں دل میں زلیخا کے بھی  
آج پھر میرے مقدس جواہر ہے کوئی  
دیکھئے آکر شکوہ کیا بھلائے ہیں یہاں

یہ صد آئی کہ آنے کا ہر تیرے انتظار  
ہم گئے قربان جب گویا بیاں کی طرف

پھاڑ کر کڑے گلے بھاگیا بیاں کی طرف  
آنکھ اٹھا کر وہ نہ دیکھے ماہ تاباں کی طرف  
کیا برتا آ رہا ہے نرم رنداں کی طرف  
ہاتھ لیجا نا نہ تھا یوسف کے اماں کی طرف  
تھانکتا ہے دل مرا چاہے زخماں کی طرف  
لے گیا تھا جوش و شہت کا بیاں کی طرف  
اتو دیکھا بھی نہیں جاتا گلستاں کی طرف  
دیکھنا تھا تجھ کو اپنے عہد و پیاں کی طرف  
دیکھتے ہیں جب کہی ہم اپنی غصیاں کی طرف  
دل و دوزخ و شوق کو جاتا ہر پریاں کی طرف  
دیکھتے ہیں جب تو نئے ملک و مذاہنی طرف  
سنبتے ہیں سب دیکھ کر مجھ کو خستہ جانی طرف  
میں غم دل جاتا ہے دم زلف و بچاں کی طرف  
زخم دل کھوے ہوؤں میں منہ زخماں کی طرف  
اڑے جاتا ہر ہوا میں وہ گلستاں کی طرف  
ہم تھر تھر دیکھتے ہیں ماہ تاباں کی طرف

آئی جاں آہو نہیں اُسکا کرنے کرتے انتظار  
کچھ چشم عنایت اب تو قرباں کی طرف

جب کر چکے ہم ابروئے خدا کی تعریف  
کرتے ہیں سب ہی شاخ فردار کی تعریف  
کرتا ہے جو کوئی ترے رخسار کی تعریف  
پھر منہ سے نکلتی ہے ستم گار کی تعریف  
دیکھو تو ذرا چہرہ ستم گار کی تعریف

و چشم پھر کوئی لے جائے نہ زنداں کی طرف  
اک نظر جو دیکھے رخسارِ جاناں کی طرف  
ہیں نگاہیں میگوں کی ابر باراں کی طرف  
فاس پر وہ لے لیتا تو سننے اپنا کر لیا  
کیا کنوئیں میں گر پڑ گیا یہ بھی یوسف کی طرح  
خار لاکھوں ریلے تلواروں میں میرے ٹوٹ کر  
ظلم سے گل چھین کے باہم کہہ رہی ہیں بلبلیں  
دل کو لیکر بے وفا مجھ سے نگاہیں پھیر لیں  
شکل مایوسی کی آتی ہے نظر کے سامنے  
آ رہا ہے میرے سینے کی طرف تیرنگاہ  
شان آتی ہے نظر تشدید کی اللہ کے  
سوز و فرقت نے جلا کر۔ کر دیا خاک سیاہ  
آئے کی سر پر بلا پھینچ جائیگا پھینچ جائیگا  
یہ نیک باشی میں قاتل چشم پوشی تاب کے  
جو قہقہے میں پر نکل کر ٹوٹ جاتا ہے مرا  
چاندنی راتوں میں آتا ہر اگر تیرا خیال

کسی کریں اب یار کی تلوار کی تعریف  
دُشیاں میں نہیں کرتا کوئی خار کی تعریف  
پڑھتا ہے وہ دالہجر کی تفسیر بعیت  
مارا ہے مجھے اُس نے مراف ری محبت  
رہتا ہے بہت دور مگر خوش گریبہ اد

ششاد کرے قامت و لدا کی تعریف  
کیونکر میں کروں شوخے رفتار کی تعریف  
اگر تلبے گنہ بھی تو گنہگار کی تعریف

وہ دیکھ لے اُس کو جو کبھی صحنِ چمن میں  
تربت پہ مری جب نہ پڑا تیرا کبھی پاؤں  
کرتابے گنہ کر کے جو غصہ می کوئی تو بہ

مُنبتا ہے بڑے شوق سے ہر اہل دل اسکو  
قربان میں کرتا ہوں اگر یار کی تعریف

اکاؤں سے اب اٹھی نہیں انکار کی تکلیف  
کس رنگ پہ ہے خوگر آزار کی تکلیف  
کرتے نہیں ہرگز کبھی گفتار کی تکلیف  
بڑھ جاتی ہے پھر رات کو بیمار کی تکلیف  
دیکھی نہیں جاتی تری تلوار کی تکلیف  
بے سخت بہت زنگیں بیمار کی تکلیف  
دیکھے جو مرے دیدہ بیدار کی تکلیف

وہ اپنی زباں کو کبھی ہستار کی تکلیف  
تو دیکھ لے آگے کبھی بیمار کی تکلیف  
آنکھوں نے کیا کرتے ہیں مطلب کا وہ اظہار  
کچھ تاتا ہے دن باتوں میں لے رشکِ سیما  
مُشوار مئی رفتار سے چلتی ہے گلے پر  
ممکن نہیں آزار یہ آنکھوں کا کبھی جائے  
زہنا نہ پھر سوئے وہ آرام سے شب کو

بڑھتی ہی چلی جاتی ہے دوستی دوا میں  
گھٹتی نہیں قربان کے آزار کی تکلیف

جب آتے ہو کرتے ہو بہت یار تکلف  
سیکھی نہیں ہرگز تری تلوار تکلف  
وہ قال ہیں نہیں جانتے اعیان تکلف  
صحنے میں بہت کرتا ہے بیمار تکلف  
سیکھی ہے انوکھا تری رفتار تکلف  
دھلائی ہے ہو تری گفتار تکلف  
جن لوگوں نے دُنیا میں ہیں اطوار تکلف

اچھا نہیں ہوتا ہے یہ ہر بار تکلف  
سر کاٹنے میں وہ نہیں کرتی ہے توقف  
پہلو میں ترے بیٹھ گئے ہیں سہرِ محفل  
پیتا ہے دوا اور نہ رہتا ہے سکوں سے  
آنے نہیں دیں شب و عدہ مر و گھر تک  
رجاتی ہے ہر بات لبوں تک ترے آکر  
تکلیف تکلف سے انہیں کچھ نہیں ہوتی

قربان نہیں جاتا مرصِ عشق کا تیرے  
کرتابے بہت ہی بڑا آزار تکلف

اور قلب زلیخا کا تو محبوب ہے یوسف  
دلکو تو زلیخا کے تو مطلوب ہے یوسف

تو رونقِ غم خانہ یعقوب ہے یوسف  
کس طرح پلہ آئے اُسے شانِ عزیزی



مطلوب بھی ہوتا کہیں معقوب ہے یوسف  
دُنیا میں ترا حسن بہت خوب ہے یوسف  
کو واسطے اتنا تجھے مرغوب ہے یوسف  
محبوب زلیخا ہے کہ محبوب ہے یوسف  
آئین محبت میں یہ معیوب ہے یوسف  
بچپن ترے واسطے یعقوب ہے یوسف

زندانی میں بھلا کس لئے تو نے اُسے ڈالا  
دل چھین لیا تو نے زلیخا کا ادا سے  
دُنیا میں حسیں اور بھی لاکھوں ہیں بلحیا  
لئے عشق ہوا چاک تو دامن مگر اسنوس  
دل توڑنا اچھا نہیں ارباب و فاکا  
شکل اپنی دکھا اور اُسے لکھین پد کو

قربان کو اک ایسا ہی محبوب ہے درکار  
جیسے کہ زلیخا تجھے مطلوب ہے یوسف

## رؤیت

یہ غلط ہے کہ ہے بیاد کے منہ پر رونق  
دل میں رہتی ہے تیرے عشق کی اکثر رونق  
دیکھ تو کیسی مرے دل کے ہے اندر رونق  
آج دُنیا میں نظر آتی ہے گھر گھر رونق  
تیرے چہرے پہ نہیں آج جو دلبر رونق  
تو بڑھا جائیگے تیری دل مضطر رونق  
جیسی باہر سے نہیں قلب کے اندر رونق  
تیری محفل کی چلے آئے ہیں شکر رونق  
گو نہیں گوریں ہے گور کے باہر رونق  
آج چہرے پہ کیوں تیرے شکر رونق

دیکھ کر تجھ کو ہوئی چہرے پہ دلبر رونق  
یاس - اندوہ - لم رہی ہیں اکیں شب روز  
جب کے جلوے کا ترے پورے سما یا اس میں  
کیا مار شک قمر بام پر آیا اپنے  
مرگ دشمن کی خبر کس نے بنا دی جس کو  
جب کہی خواب میں آجائے گدہ متمتع  
ان حسنیوں کا نہیں ظاہر دیاطن یکاں  
دیکھ لینے دے سال بزم کا اپنی ہمسکو  
ایک میلہ حسنیوں کا لگا رہتا ہے  
تیری آنکھوں نے پایا کیا کئی ظلم کا خون

آج تو خوب غزل تم نے پڑھی ہے قربان

اس سے محفل میں نہ وہی کہی بڑھ کر رونق  
تو کیوں کیا تھا چہرے تم نے مبتلائے فراق  
بنی ہے ایک مہی جان ہی ملے فراق

بتا ہے پاس نہیں تھی اگر دوائے فراق  
عدو تو وصل سے سب باہر ادیس اس کے

نہیں ہے پاس ترے چارہ گرد و فراق  
ہمائے دلچہ شام و سحر بلائے فراق  
ہزار صدہ ترے ہاتھ دیا اٹھائے فراق  
جو ہو نصیب میں سونا لو کیوں جگا فراق  
فراق میں بھی ترے اک مزہ تھائے فراق  
الہی کرنا کسی کو نہ مبتلائے فراق

تو کیا علاج کرے کامرضِ فراق کا  
نصیب ملنے کی تیرے نہیں خوشی ہم کو  
کبھی نہ چین سے بیٹھے ترے تلے ہوئے  
مرے سکون سے کچھ لاک سے مقدر کو  
وصال میں بھی ترے لذتیں تھیں ہا کو وصال  
بلا سے اور جو تکلیف ہو وہ دے دینا

بہی اٹھائے نہ تھے جدائی کے صدے

تیرا پھر کا ہے جگر عاشق  
وہ جو پکڑے لکچہ آتے ہیں  
بچھ کو غم نے کھلا دیا کیسا  
بارِ الفت اٹھالیا تو نے  
اپنے عاشق سے وہ نہیں واقف  
عشق تیرا اگر ہے سچا سُن  
ایک دن بھی ملا نہ راحت کا

جانِ تیرا تو نے نہ کر دی

میرے دل میں بھی کرے گھر معشوق  
میرا مرناس تھے مبارک ہو  
غم میں نالہ زباں سے جو نکلے  
ہم نے دنیا میں گوہیت ڈھونڈا  
آنکھوں آنکھوں لے گیا دل کو  
جانتے تیرے رہے شب بھر  
آہ لب پر بھی نہ لاؤں گا  
تیرا عاشق ہے باخبر تجھ سے

میرے دل میں بھی کرے گھر معشوق  
ہوں جو لاشہ پہ نوحہ کر معشوق  
تیرے دل پر کرے اثر معشوق  
بچھ سا آیا نہیں نظر معشوق  
کیسا ظالم ہے باہنہ معشوق  
آنکھ جھپکی نہ تیرا معشوق  
ظلم جتنا ہو دل پر کر معشوق  
ہے تو عاشق سے بے خبر معشوق

رحم کربال زار پر اس کے

لے لے متربان کی خبر مشتوق

|                                                                                                                                                                                                                                                       |                                                                                                                                                                                                                                                |
|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p>تو نے اپنا ہیں بنا یا عشق<br/>بار تیرا جو ہے اُٹھ یا عشق<br/>تو نے کیا ہیں ستا یا عشق<br/>راز پھر بھی ترا نہ پایا عشق<br/>ہم نے سو سو طرح دکھایا عشق<br/>در بدر رات دن پھرایا عشق<br/>خوب یہ تو نے گل کھلایا عشق<br/>تو نے مجھوں صفت بنایا عشق</p> | <p>واہ کیا خوب رنگ لایا عشق<br/>ہم کو اس کا صلا بھی کچھ تو ملے<br/>غم گزری تڑپ تڑپ کے تمام<br/>مجلو وحشی بنا دیا تو نے<br/>بت کا ہنس ہوا نہ رام کبھی<br/>جھ کو دُنیا میں کر دیا رسوا<br/>داغ حسرت سے ہو گئی رونق<br/>بڈیاں رہ گئیں فستطاتی</p> |
|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

گل کی غنم کی طرح متربان  
روک کیسا جان کو لگا یا عشق

## ردیف ک

|                                                                                                                                                                                                                                                                                               |                                                                                                                                                                                                                                                                                                                                |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p>نیم جاں بنے رہیں ترا بل کبتک<br/>دیکھے آسمان ہے ملے ترا محل کبتک<br/>یا رسوئی یہ رہے گی تری محفل کبتک<br/>یوہنی گمراہ رہے گا اے غافل کبتک<br/>طے کئے جائیں تر عشق کی منزل کبتک<br/>اے جلوہ کار بیگلمے شامل کبتک<br/>خیر گلشن کی منائیگی عنادل کبتک<br/>دیکھے ہوتی رہی حل مرے مشکل کبتک</p> | <p>ہر باں ہوگا تو مجھ پر مے قاتل کبتک<br/>دیر سے قیش کھڑا دیکھتا رستہ ہے ترا<br/>حکم دے جلد چلے دور مے و جام و سبو<br/>اے بشر ہوش میں آختر از نزدیک بہت<br/>اس کا انجام بھی ہے یا کہ نہیں یہ تو بتا<br/>جان تو اپنی بجا یہ تو ہے تو کر غم کا<br/>ایک دن آئے گا بوجائے گایہ نذر خزاں<br/>مجھے ملے میں کہی یا نہیں ملے بالکل</p> |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

باغ عالم کو بہت شوق سے ہم دیکھتے ہیں  
رہتی ہو دیکھنے قربان یہ محفل کبتک

تو تو سنا ہے بہت اونیچا فلک  
تو بھی سنا ہی بن گیا اُن کا فلک  
تجھ کو ہم دکھلائیں گے نیچا فلک  
ہے منور چاند جو تیرا فلک  
کر لے اُن سے چاہ کر دو کوئی فلک  
بن گیا دشمن تو کیوں اپنا فلک  
ہو گیا ہے تجھ کو کیا سودا فلک  
کیا مرا نالہ نہیں پوچھ فلک

کیا رسا ہو آہ یا نالہ فلک  
رُوز کرتا ہے ستم ہم پر سنے  
کھینچ کر نالہ کوئی شام فراق  
میرے ہی معشوق کا غارہ ہے یہ  
ہر ستم میں تجھ سے جو ٹھہ جائیگے  
ہم نے تیرا کیسا بگاڑا تھا بھلا  
رات دن چکر میں رہتا ہے دُدام  
تو نہیں جو ٹوٹ کر اب تک گرا

اِدھر کے پینے ہیں کالوں میں بہرے  
سُنتا ہے قربان کچھ اونیچا فلک

رہتا ہے جیسے جان کے ہمراہ دم شریک  
اپنے میں اس کو کرتے ہیں اہل عدم شریک  
تیرا نہیں ہے کوئی خدا کی قسم شریک  
فراق کی رات ہوتا ہوا ایک کے غم شریک  
ہم کو بھی ایسا جام میں کر لے جو جم شریک  
تعریف میں تو بھی رہا ہے قلم شریک  
دُنیائے غم میں ہو رہی ہیں ثابت قدم شریک

ہستی کے ساتھ ساتھ رہا اُن کا غم شریک  
زندہ ان زندگی سے جو جاتا ہے چھوٹ کر  
واحد ہے تیری ذات خداوند کائنات  
روتے ہی روتے لگتی ہے آخر تمام رات  
ہم بھی بچاں کے نقشہ عبرت کو دیکھ لیں  
کس طرح اس سے جد لکھوں لا شریک کی  
بزدل ہیں جو کہ دیکھ کے غم کو ہیں بھاگتے

گجرا اور کون ہے رہتے ہیں رات دن  
قربان میرے درویش و اہل شریک

میں کی تیری گلشن میں یہ رنگ آمیزیاں کتنی  
کسی کی یادیں آج بھی رہیں گی خفشاں کتنی  
بڑھا تا تو رہ گیا عشق میں حیرانیاں کتنی  
زمانہ میں رہیں گی یہ قیامت خیزیاں کتنی  
تو اس امید پر بیٹھا رہے کا باغیاں کتنی  
سناؤں میں تجھے صیاد اپنی داستان کتنی

خزاں سے تو بچا لگا اسے اویا بیاں کتنی  
مجموعیتاں کہیں گی مری بیتابیاں کتنی  
ننگی لے دل ناداں تری بیتابیاں کتنی  
اٹھاتے تم رہو گے ٹھوکروں سے تباہ کے فتنے  
ہمارے ہمارے خزاں جاے خزاں کتنی  
مزا لگو تو آتا ہے مگر دل میرا دکھتا ہے

شکایت کرنی ہی آخر پڑے گی جگہ لے ظالم  
تپ غم سے نکل جائیگا یہ آخر دھواں بن کر  
گرے گی ایک دن برق خزاں ہر غچہ دگل پر  
نہیں مٹنا پڑیگا قصہ غم اپنے کانوں سے  
وہ آئیں یا کہ موت آئے یہ قصہ ختم ہو جائے  
قیامت آینوالی ہے کہاں پھر زندگی ہوگی  
نگاہیں تیری ابکا چھوڑ کیوں دیتی نہیں پیچھا  
خدا جانے ملے کہ قبضے سے ہستی کے آزادی

مردت میں تری میں بند رکھو نگاہاں کتک  
چھپا کے دل میں رکھو نگاہاں کتک  
منایگا چین کی خیر آخر باغبان کتک  
نہیں شستے نہیں سنتے ہماری دستان کتک  
مجھے آتی پہنکی نزع میں یہ پتکیاں کتک  
رہیگی اے حضرت تیری حیات جادواں کتک  
گرنے کی خرم دل پر یہ میرے بجلیاں کتک  
رہنکی زسیت کی پر نہیں ہے پیریاں کتک

چلو قربان کھا کر زہر قصہ ختم کر دالیں  
ہم انکی یاد میں لیتے رہیں گے پتکیاں کتک

فلک نے جو نہیں بل کر ایں بجلیاں اب تک  
جوتے پی تھی ازل کے میکہ میں تیرے ہاتھوں نے  
لگی چراگ جو دلیں سلگتے ہی وہ سلگے گی  
مری قسمت نے انکو مجھے خوش رکھا زمانہ میں  
میں ہوں اپنے نیشن میں بہاریں صحن گلشن میں  
کہا صیاد سے بہر رہائی تو وہ یہ بہ بولا  
تہا کے غم نے اُن کو کر دیا ظاہر زمانے میں  
ہیں پیمانہ دینے میں تکلف روز کرتا ہے

غنیمت جان لے باقی جزیرا آیشاں اب تک  
فرز دہشتی رہی سائی اُنکی کے یہ زباں اب تک  
اثر ہے سوز کا اُٹھتا جو منہ کر دھواں اب تک  
خدا کا شکر ہے کُن نہیں ہے آسماں اب تک  
اسی دھوکے میں کیا بیٹھا ہوا جو باغبان اب تک  
بہار آئیگی جب کہنا جو گلشن میں خزاں اب تک  
مری آنکھوں کے اندر بیٹھے ہیں آنسو نہاں اب تک  
انہیں واقف ہو اندھو کیا ہو پر مغال اب تک

تجہ قربان سنو زبانی آنکھوں میں جگہ دیتے  
نہیں پایا سخن کا کوئی تو نے قدر داں اب تک

مر کے بھی جاری رہے یہ دیدہ تر زیر خاک  
فرش محل پر بھی جن کو نیند آسکتی نہ تھی  
کیونکر ان مسد نیشنوں کو دہاں چین آئے گا  
شکر ہے دیکھا نہ میرا جسم سسریاں گورنے  
آخری تھا کام جو اجاب نے تیرے کیا

رہ گیا میرا کفن بھی مائے گھل کر زیر خاک  
خاک کا اُن کو ملا ہر کے بستر زیر خاک  
سو گئے جا کر کے دارا اور سکندر زیر خاک  
کام آئی یہ کفن کی محب کو چادر زیر خاک  
لب نہ آئیں گے یہ ہرگز جگہ کر زیر خاک

دُشمن ہیں اربان و حسرت بھی برابر زیر خاک  
کاش ہوتا انتظام جام و سب غزیر خاک

خسے بھیجا ہی نہیں قبرِ بال اُسی کا بندہ ہے  
لوں کا چھٹکارا فرشتوں سے یہ کہہ کر زیر خاک

کہ اتنا ہاتھ بھی مشکل سے جاسکتے ہیں ماں تک  
میں دشوار آخر ہو گیا جانا گلستاں تک  
بہت آسان آنا تر اسیلے بیاباں تک  
تو اُنک زمین آؤ گھج کے آجاتا ہر گھاں تک  
تہاے آبلہ پا کو کیا اپنا نہ جہاں تک  
مجھے پھیل تو لے جو شِخوں جاؤ زخداں تک  
طبیعت سے مری واقف ہو نہ کُنِ جاناں تک  
کبھی پچھل قفس کو تو مرے سخن گلستاں تک

وہ قبرِ بالِ داؤدِ محشر نے بھیجا اپنی جانب کو  
ہمارا ہاتھ جانے کو ہی تھا محشر کے داماں تک

نظر بھی اٹھ کے رہ جاتی ہے اب یوازنداں تک  
گرباں تو گرباں تر ہو نہیں جیتے داماں تک  
کبھی صیاد لیجا ماں میں سخن گلستاں تک  
اب آنسو آیتیں کہہ کر آؤ پنجہیں امان تک  
ترے ماتم میں گرد آؤ دُشمنی سے بیاباں تک  
کبھی آئے نہیں دُشمن آنسو اپنی غم گھاں تک  
اڑا لیجا کی بلبل قفس اپنے گلستاں تک  
پسینہ بہکے جب آیا کبھی اُنکے زخداں تک

سہارا ہیں وہی قربانِ طوفانِ قیامت میں  
وہ گریوں ڈوبے گا جھکا ہاتھ پرچا اُنکو داماں تک

صاحبِ دل بن کے آیا میرا اشک

کس طرح صحنِ تربت میں مجھے اب آئے گا  
کس طرح آخر کے کا وقت اپنا ہے ہے

بہت دشوار ہے آنسو نہ آئینگے گرباں تک  
رہا صیاد نے گوگرد یا سب کا رتیں بازو  
اگرچہ تیرے آستان تک جا نہیں سکتا  
ہو ہوتا ہے جب دل یا س کے خونریز ہاتھوں سے  
جنوں میں خارِ صحرائے یہ رکھی بات کچھ اُسکی  
جھکا تا کیوں پھر ہے چاہ الفت جھکو تو ہر سُو  
جفا بھی ہے سلیقہ سے تم بھی ہے طیف سے  
نماشا دیکھنا صیاد گر ہے اہل گلشن کا

اسیرانِ قفس اب آہ کیا پونچے گلستاں تک  
ہلے میری آنکھوں کے وہ آنسو تری فرقت میں  
قفس میں دیکھ کر جھکو نہ تا مرغِ چمن بھر کیس  
خدا کی واسطے دامن سے اپنے پوچھ دو آکر  
عجب ہے اگر اے قفس لیئے کو نہ ہو صدمہ  
پرھایا ضبط کا پہلے ہی الفت نے سبق ہم کو  
بہار آنے دو بازو میں نی کیلیاں جھکنے دو  
ہوا دھوکا کہ تارے چمکے کوثر میں ڈوبے ہیں

نختِ دل ہمراہ لایا میرا اشک

آنکھ نے کیا بس یا میرا شک  
اُس نے دامن سے اٹھایا میرا شک  
میرے دامن نے ٹکھایا میرا شک  
کیوں نہ آجکوں کی چھپایا میرا شک  
آنکھ میں پھر کیوں یہ آیا میرا شک  
خون میں بہا بس یا میرا شک  
بنے فریاد تھی ہے آیا میرا شک

بن گیا گویا سمندر گرتے ہی  
یہ سمجھ کر ہے یہ موتی کی صفت  
اللہ صلیب الفت کا اثر  
کر گیا بدنام دُنیا میں مجھے  
ضبط کی اُس سے ہوئی جب شرط تھی  
آنکھ کے پردے سے پھر باہر ہوا  
دیکھ لے ظالم نگاہِ حُسن سے

بن گیا شیر بان طوفاں لوح کا  
رنگ دُنیا میں یہ لایا میرا شک

ہو گا کیا سال مرا تم کو خبر ہوئے تک  
منتظر تیرے رہے ہم تو سحر ہوئے تک  
گو بھڑکتی ہی رہی شمع سحر ہوئے تک  
غیر کے دیتے تھیں وہ بجے سحر ہوئے تک  
اور کیا کچھ نالوں میں اتر ہوئے تک  
گھر بجے باعث تکلیف ہو گھر ہوئے تک  
کون جیتا ہے مژدہ دار غم ہوئے تک  
دن بھی ہو چکے ہم اُن کو خبر ہوئے تک

صورتِ شمع بھول گامیں سحر ہوئے تک  
آنکھ جھپکی نہ ذرا۔ در پہ نگاہیں رکھیں  
تیری امید نے تھا اُس کو جلائے رکھا  
غیر کو تجھے مرے روز لگا دیتے ہیں  
ایک لمحہ فرقت ہے گراں تر از مرگ  
جوشِ وحشت کا تقاضا ہے بناؤں جنگل  
نخلِ امید کو گویا میں بویا ہدم  
ویرسا مانے تقدیر کا شکوہ کس سے

کہدے قربان یہ بلبل سے کہ ہوگی آزاد  
صبر سے سیٹھ تو پیدا ابھی پر ہوئے تک

## ردیف گ

جہاں ہے چہرہ یہ اتو مے خضاب کا رنگ  
گلوں نے پھین لیا ہر ترے شباب کا رنگ  
نیایہ دیکھا ہے سمنے ترے حجاب کا رنگ

گلوں کی بُو کی طرح اڑ گیا شباب کا رنگ  
فضول کرتی ہے بلبل تمہیں پر اپنے ناز  
حجاب اپنوں سے بے پردگی ہے غمروئے

سفید تھا ترے رخسار پر نقاب کا رنگ  
ہیں بے دیکھنا خطا کرتے جوب کا رنگ  
ہے ترے عارض گلخام پر شباب کا رنگ  
پند آیا مجھے اس لئے شراب کا رنگ

یہاں جو حال ہو قربان وہ غنیمت ہے  
وہاں نہ ہلکو دکھائے خدا عذاب کا رنگ

کیوں ہو دنیا میں دل خواہان مرگ  
میرے بدلے ہے عدو شایان مرگ  
سیکھ لے تھوڑے سے تو اوسان مرگ  
جانتا وہ کچھ نہیں دربان مرگ  
میری گردن پر ہے یہ احسان مرگ  
بے طلب آیا مجھے فرمان مرگ  
دیکھ لے کوئی اگر مرگان مرگ  
ہو گئے ہیں جا کے جو بہان مرگ

مے کے لئے قربان سب محتاج میں  
دوسروں کے ہاتھ میں سامان مرگ

کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے مرے یار کا رنگ  
نہ پند اس کو پھر آیا گل گلزار کا رنگ  
بے دیکھا ہے عجب محفل دلدار کا رنگ  
قتل سے میرے بدل جائیگا تلوار کا رنگ  
اور ہی اور ہوا ہے درو دیوار کا رنگ  
دیکھ پھولوں نے اڑایا ترے رخسار کا رنگ  
چارہ گر کہنے لگا دیکھ کے بیمار کا رنگ  
دیکھنے آیا ہے کیا حنائے رخسار کا رنگ  
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے مرے یار کا رنگ

ترے ہی چہرے کی سُرخی نے کر دیا رنگیں  
قبول کرتا ہے دل یا اسے نہیں کرتا  
سرور عشق کا ملتا ہے آنکھ کو ساقی  
تھے لالہ دورے بھی آنکھوں میں تیری ایظالم

موت کو بھی جسکے ارمان مرگ  
عیش و دنیا میں اُٹھاتا ہے بہت  
چارہ گر بیمار رنج عشق سے  
دیکھ لی چارہ گرمی عیش کی خوب  
رنج و غم سے بل گئی مجھ کو نجات  
کیوں نہ جاؤں جب بڑی سرکار سے  
زندگی کے تیرے پھر کیوں ڈرے  
زندگی کی اُن کو غنیمت بیچ ہے

رنگ غصہ کا الگ اور الگ بیمار کا رنگ  
جس نے دیکھا ترے آئینہ رخسار کا رنگ  
دوست سے بڑھکے تو واضح ہے وہاں دشمن کی  
صاف بر صاف ابھی خون میں تو اسکو نہ بھر  
مٹی جاتی ہیں زمانے کی پڑائی باتیں  
ہم نہ کہتے تھے گلستاں میں نہ جا بے پردہ  
چھوڑ دو اس کو خدا پر نہ کرو سکر ودا  
رنگ چڑھ جائے نہ بچھ پر نہیں واعظ اسکا  
گاہ دشمن سے سوا گاہ ہے وہ دوست مرا



جب کو قربان حقیقت کی لی آنکھ اُسے

صاف آتا ہے نظر کا فرد و دیندار کا رنگ

|                                                                                                                                                                                                                                                                                |                                                                                                                                                                                                                                                                    |
|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p>سوزِ الفت نے لگا دی گھر میں آگ<br/>کیوں نہ لگائے ترے خجریں آگ<br/>بھر دو تم ایسی دل مضطرب میں آگ<br/>کی لگائی گئی گلوں کے سر میں آگ<br/>دھیمی دھیمی ہے جو خاکستر میں آگ<br/>لگ گئی ہے دیکھ لو پتھر میں آگ<br/>جا لگی لتویر کے پیکر میں آگ<br/>آتش صہبا لگا سا غز میں آگ</p> | <p>پھونک دی میرے دل مضطرب میں آگ<br/>میرے ہوتے غیر کا چھیدے جگر<br/>خرمن اعدا کو جس سے پھونک دوں<br/>بلبلیں کرتی ہیں آہیں باغ میں<br/>دیکھنا بھڑکے گی روزِ حشر یہ<br/>سوختے ہیں طورِ برقِ حسن سے<br/>اللہ اللہ رے لتویر کی تپش<br/>ہاتھ سے اپنے دے ساتی غیر کو</p> |
|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

میں نے لے قربان جو پہنچی آہِ سرد

معصیت کے لگ گئی دفتر میں آگ

|                                                                                                                                                                                                                                                                       |                                                                                                                                                                                                                                                                |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| <p>ہو گیا ہے اپنے دل سے غم الگ<br/>مجھے کیوں رہتا ہے تو ہمدم الگ<br/>جام کو رکھ دے تو اپنے جسم الگ<br/>جوش پر ہیں دیدہ پر غم الگ<br/>میہ جا میں جا کے کس جا ہم الگ<br/>گھٹا رہا ہے زیرِ بدن دم الگ<br/>رکھ یا جب دل سے تیرا غم الگ<br/>ہو گیا مجھ سے مرا ہمدم الگ</p> | <p>ہو گیا ہے جب سے تن سے دم الگ<br/>کیوں نہیں ہوتا مرے غم میں شریک<br/>گر مرا جسمِ سفالی دیکھ لے<br/>ہجر میں دل ہے الگ برہم مرا<br/>اب نہیں اٹھتے ہیں دنیا غم ترے<br/>قبر میں آئے الگ منکر نکیر<br/>چین سے آرام سے ہم سو گئے<br/>لفظ جینے کا کہاں باقی رہا</p> |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

چمکیاں آئی تھیں تیرا موت کی  
کر گئیں قربان تیرا دم الگ

# رَدِ فِتْل

یہ بے تقصیر ہو گا کس طرح تعزیر کے قابل  
 لکھا تعزیر میں بتنا کہ تھا تعزیر کے قابل  
 جگر ہے تیر کے قابل نہ دل ہے تیر کے قابل  
 بنے گا ایک اچھا چوکھٹا نقیر کے قابل  
 رہے ہیں اب کہاں ہم آسمان پیر کے قابل  
 مری مری تھی تجھے مری کی تعمیر کے قابل  
 یہ دن کا خواب ہو سکتا نہیں تیر کے قابل  
 جگر تعزیر کے قابل نہ دل تعزیر کے قابل  
 جگر تلوار کے قابل نہ دل ہے تیر کے قابل  
 نہیں افسانہ میرا دہریہ تیر کے قابل  
 نہیں بیارُ الفت اب کسی تدبیر کے قابل

خدا نے دیدیا تجھ کو ادا کر شکر تو اس کا  
 جو تھا قریبان دنیا میں تری تعزیر کے قابل

اب اسے کون سمجھتا ہے شفا کے قابل  
 درد تو پہلے بنا اپنا دوا کے قابل  
 اس کو مل جائے بقا ہو فنا کے قابل  
 ہاں نہیں کال مرہا نگ دوا کے قابل  
 اب کہاں ہاتھ ترے بند ببا کے قابل  
 کاش یہ پھول بھی ہو دوش صبا کے قابل  
 جو نہ قابل ہے دعا کے نہ دوا کے قابل

چارہ گر نیکروں بایں پہ ہوئے آگے جمع  
 جب رہا درد نہ قریبان دوا کے قابل

جڑوں کے کہاں دل سے ہے بڑھکر ترا محل  
 آسمان ہے نظر کعبہ سے بڑھکر ترا محل  
 کو روے گا سیبا باں کو مکدر ترا محل

نبالوں دلو اپنے پہلے تیر سے تیر کے قابل  
 ملا وہ جھکو جتنا تھا مری تعزیر کے قابل  
 خطا وار مجبوت یہ نہیں اب تک ہوئے دلوں  
 بنا لو چیر کر دل کو۔ اگر تم کو ضرورت ہو  
 ہے مشق تم اب اور کوئی دوسرا ڈھونڈے  
 بنایا میکہ ساتی نے اچھا میری مٹی سے  
 نہ ہو گا کچھ مال سوارش ہنگامہ محشر  
 خطا ہے تو نظر کی ہے سزا دواں کو جو چاہو  
 تری چتون کے قابل ہے تری ابرو کے قابل ہر  
 مناسب ہے ہے سینہ کا اندر ہی یہ پوشیدہ  
 میا کہہ گیا ہے آگے یہ تیار دواؤں سے

تیرا بیمار ہوا آج قضا کے قابل  
 پھر ہی اسے دل تو میا کی جس کرنا  
 جان جو تجھ پہ ہے کیوں زندہ جاوید نہ ہو  
 شورِ محشر کا کچھ اُن پر بھی اثر ہو شاید  
 صفت سے اب تو دعا کو بھی نہیں اُتھتے ہیں  
 دل پر دوا گہی بنا غیں تجھ تک پہنچے  
 درد بھی عشق نے تیرے وہ دیا ہے ہم کو

چارہ گر نیکروں بایں پہ ہوئے آگے جمع  
 جب رہا درد نہ قریبان دوا کے قابل  
 بیلی ہے فقط سٹرم کی چادر ترا محل  
 جب آئیں تو ہوتی ہے تو پھر تیس حزیں کو  
 بے شکل دکھائے گی جب قیس کو پہلے

دیکھا ہی کیسا میس برابر ترا محل  
لیے ہے تری طرح ستمگر ترا محل  
اُدڑے ہوئے کالی جوہر چادر ترا محل  
مخوں کی ہے تقدیر کا چکر ترا محل

حد ہی نہ تھی کیا اس کی کوئی حد نظر کی  
ہر وقت رہا قیس کی آنکھوں میں یہ حائل  
لیے نہ کہیں کعبہ اسے قیس سمجھ لے  
پھرتا ہے اسے ناقہ لئے دشت میں ہر سو

ہر وقت خدا اس میں مکیں رہتا ہے یسلی  
قربان کے دل سے نہیں بہتر ترا محل

بیکار کیوں ہوئی ہے یہ تلوار آج کل  
خالی ہے تیرے حسن کا بازار آج کل  
سے تو بھی ہوئے والی گرفتار آج کل  
ہیں سیکڑوں ہی ان کے طلبگار آج کل  
بلتا نہیں ہے کوئی خریدار آج کل  
اُن کی زباں پر روزہ راقم آج کل  
کیونکر ہو ہوسراں بھگوار آج کل

کرتی نہیں اثر نگہ یار آج کل  
پیدا نہیں سے کوئی خریدار آج کل  
اے غریب گل کا نہ کر رخ دل میں کچھ  
اک حُسن ہے وہ کسکونیں اور دس کے  
پھر تے ہیں مثل یوسف کے کارواں حسین  
وہ جانتے ہیں وعدہ نہ ہوگا کبھی وفا  
ہے احتیاج کچھ کو بہت التفات کی

قربان کیوں نہ عام ہوں اُن لئے عشق کے  
رہتا ہے سب کے ہاتھ میں اخبار آج کل

دھوکے میں آئے کوئی نہ ہو مبتلائے دل  
نازک بہت ہے ظلم کہاں تک ٹھلائے دل  
کیا دیں کسی مریض کو پیر وہ دوائے دل  
لے لو بھی تو آئے ہماری دوائے دل  
پھر کیوں کسی حسین سے کوئی لگائے دل  
بیدار تم کو کر کے رہے گی دوائے دل  
ایسا ہے کون جو تری حسرت مٹائے دل  
اخبار پہلے کیجئے چھپ سہاے دل

دل سے دُعا ہے اپنی کسی پر نہ آئے دل  
پتھر ہی رکھ دو سینہ میں میرے بجائے دل  
عیسیٰ کو اختیار نہیں دل پہ اپنے خود  
چھو لو پھلو گے باغ تمنا میں رات دن  
برداشت جب نہ ہجر کے افکار ہو سکیں  
مانوں سے میرے چین بھی تم نہ پاؤ گے  
اور دل کی تو نے خوب مٹائی ہیں حسرتیں  
کہتے ہیں وہ کہ پھر ہیں کہن برا بھلا

مرنے سے اس کے آئے گا کچھ لطیف زندگی  
قربان تم نہ مانو دُعا بے بقائے دل

خود ہی یہ زباں جب نہیں فریاد کے قابل  
پتھر یہ نہیں خشت ہسین دھونڈ کوئی اور  
کافی ہے اسے ایک ہی ابرو کا اشارہ  
قاصد کی زباں کاٹ کے بھیجی ہے مر پاس  
انداز و اداناز سے بارانہ اسے کیوں  
ہوتا ہے جو دنیا میں فلک کا ہے تیغ  
تو یہ یہ کہاں کہاں یا رکاب لہو  
برگشتہ نصیبی مری پہونچی مجھے لے کر

کیونکر مزا افسانہ ہو پھر داد کے متا بل  
دل میرا نہیں روز کی افتاد کے متا بل  
گردن یہ نہیں خنجر فواد کے متا بل  
تحفہ یہ سمجھ کر دل ناشارہ کے متا بل  
تیشہ نہ تھا شیریں تر فریاد کے متا بل  
نقشہ ہے ہی عالم ایجاد کے متا بل  
دل میرا نہیں حسنِ خداداد کے متا بل  
گوئیں تو نہ تھا خانہ صیاد کے متا بل

بھونٹے سے بھی جو نام زباں پر ہسین آتا  
قربان نہیں آپ کی کیا یاد کے قابل

اس عشق کے بیار کی تدبیر ہے مشکل  
نالوں کو مرے حاصل تاثیر ہے مشکل  
کچھ کاتب تقدیر کی تحریر ہے مشکل  
بتجائے جو بگڑی ہوئی تدبیر ہے مشکل  
کائے نہ گلے کو تری شمشیر ہے مشکل  
ایتم جو صحرای ہو حبا گیر ہے مشکل  
ہزار دہائی وہی تصویر ہے مشکل  
رہ جائے مرے پاؤں میں زنجیر ہے مشکل  
سمجھ کوئی مجذوب کی تقریر ہے مشکل  
دو کام کرے کہیں یہ اک تیر ہے مشکل

لے آئے اُنھیں گردشِ تقدیر ہے مشکل  
جانے نہیں دیتا ہے فلک راہ میں حایل  
کچھ رُپے سے محروم ہے انساں کی بصیرت  
ہاں اُس کے بگڑنے میں تو لگتی نہیں کچھ دیر  
تو ناتھ میں ہے غیر کے کیوں رحم کرے گا  
اک میرا نہیں نصیب کا حصہ بھی ہے شامل  
مصنوعی نہ ہو اور جو ہو مہلک قدرت  
جب پیر بن تن میں نہ باقی رہا اک تار  
مستونکی جو بائیں میں اُسے مست ہی سمجھیں  
لے دل کی خبر تیر نظر یا کہ جسگر کی

قربان نے کہا تھا کہ قدم اسیں نہ رکھنا  
یہ وادی ہے الفتِ دل رنج ہے مشکل

محنت جانی سے مری تو نہ ہوشِ مستمقاتل  
آج چلتا نہیں کیوں صلق پہ خنجر قاتل  
قتل کر کے بچے آج نہ ہو ماضی قاتل

رکھ دے صلحوم یہ اک دوسرا خنجر قاتل  
دھار مٹی ہوئی کیا غیر کا سر کا ناتھ سا  
تیغ کے ٹکڑے کئے جو رے تو یہ کرنی

قتل سے پہلے اسے آگے بٹھانے سے اللہ  
نام تیرا میں وہاں بھی نہ بتاؤں گا بھی  
ذبح کرتا ہے تو رکھ لیتا خود لپر مرے ہاتھ  
سے یقین پھر وہ ہے قتل دو بارہ اٹھے  
حشر تک جاری ہے خون بھی رگ نہ سکے  
قتل کیا تجھ کو کیا ہو گیا ہر سو ٹھہر  
کیجئے اس کو نہ کیوں ساقی قتل تسلیم  
نام رکھے ہیں تو ہم نے بھی کیا کیا ظالم  
رحم آتا ہیں موقوف کی حالت پہ تجھے

دل میں ہے آگ مرے صورت اٹھ کر قاتل  
تجھے پوچھے گا اگر داور محشر قاتل  
ساری دنیا سے نرالا ہے وہ دلبر قاتل  
اپنے کشتہ کو لگا دے جو تو ٹھوکر قاتل  
دل یہ اک ایا لگا تو مرے نشتر قاتل  
ظلم گئے تیرے نہانے ہوئے گھر گھر قاتل  
موت کا سب کو پلا دیتا ہے ساغر قاتل  
بے وفا شوخ منوں سارے سنگر قاتل  
دل پہ رکھ لیتا ہے کیا اپنے تو پتھر قاتل

نہ ذبیحہ تیری قریبان کا جانر ہو گا  
نہ کسانہ سے اگر اللہ ہنس قاتل

پہلے ہی قتل سے مچا لے گلہ ڈر کر بس  
دست قاتل کی نزاکت کو نہ ہو بارہا بس  
جو ہے قاتل ترا ہے وہ ہی ترا دلبر بھی  
وہ ہی ٹھنڈا بھی کرے گا بھی مرہم لہر  
ظلم قاتل کی خبر پہلے ہی سن رہی ہے  
روح پھرتی میں کرے آگے ابھی تیرے حلول  
یہ ہی قاتل کی جفا میں سر حشر اٹکے گا  
آب خیر جو پیازندہ جاوید ہوا  
اس میں بھر لائے ہیں وہ آب بقا کا پانی  
ہم تو کہتے ہیں مگر یا وہ آتا ہی نہیں  
ابھی شکل تری آسان ہوئی جاتی ہے

دیکھ کر شکل تری لبیک ہے شدر بس  
اپنی گردن پہ تو خود پھیر لے خنجر بس  
دیکھ کر اس کو ذرا بھی نہ مصطفیٰ بس  
جس نے رکھا ہے جگر ترے اٹھ کر بس  
کیوں نہ فریاد سنے داور محشر بس  
تیرے لاشہ پہ لگا دے جو وہ ٹھوکر بس  
خون بہتا ہے ترے دل کا جو نشتر بس  
قتل کے بعد ترا ذکر ہے گھر گھر بس  
پی بھی لے ثبوت سے تو موت کا ساغر بس  
رحم کرتا ہی نہیں تجھ پہ سنگر بس  
دل پہ رکھ لے تو ذرا صبر کا پتھر بس

مرے پہلو ہی میں ہیں قاتل و بس قریبان  
یاس قاتل ہے تو میرا دل مصطفیٰ بس

خزاں سے ہو گئی برباد و بس  
چمن میں پھرتی ہے ناشاد و بس

تو کس کس کو کرے گی یاد بلب  
پکڑے گا ابھی صیتا دلبیل  
تراغور ہے صیتا دلبیل  
خزاں نے کی بڑی بیداد بلب  
ہمیشہ ہم رہے ناشاد بلب  
پکڑ کر لے گیا صیتا دلبیل  
بہتی پردا کہ نہیں بیداد بلب  
عس و نسا سے ہے آزاد بلب  
اسیری کی نہیں میعاد بلب

خزاں نے ایک بھی پتہ نہ چھوڑا  
یہ نئے اندر وہ بھی شارب گل پر  
بجاتا ہے کچھ غم سے خزاں کے  
گلوں کو کر دیا گلشن سے نالود  
کیا صیاد کا اپنے نہ شکوہ  
گلوں کو لے گیا گل چیں چن سے  
لٹی ہے کائنات باغبان بھی  
خدا کا شکر کر رہ کر قفس میں  
بس اب کچھ قفس ہے تاقیامت

ادھر قریبان ہے جنگل میں برباد  
ادھر ہے باغ میں ناشاد بلبیل

چند روزہ حسن پر غم نے نہ جو دکھائے گل  
سُور کر رکھا ہے اور کتنی بربیل ہائے گل  
رنگ گلشن میں ہلاکا آج کل ہیں لائے گل  
فرش پر آنکھیں بھیلی مینے اپنی جا بے گل  
کیا غضب توڑا کہ جو بے وقت یکلایے گل  
یاد تیری کیسے بیکے دل کو ہے تڑپائے گل  
باغ میں کچھ خار ہیں اب اور کچھ مڑھائے گل  
دلیں بلب کے نہ پھر اپنی جگہ کیوں پائے گل  
بھٹکے بلب کی آنکھوں میں ہبت شربائے گل  
باغ میں کیوں اس قدر ہیں آج یہ لہرائے گل

ہے بڑی بیداد بلب کو اگر ترسائے گل  
لیکھا کیا توڑ کر گل چین چن سے کوئی پھول  
ویدہ بد سے انہیں محفوظ رکھنا اسے خدا  
وہ شب وعدہ کے گھر پر جو آپہونچے کبھی  
اے خزاں دستِ کرم کو توڑ کر رکھ دوں ترے  
باغبان بلب چن سب ملے روئے ہیں بکھے  
باغ سے چھٹے کالے بلب پھر ناتی ہے رنج  
رنگ چھینا ہے مگر گرو کے رخسار دکا سب  
سیر گلشن کو جو وہ بھولے سے جا پہونچے کبھی  
کیا عروسی کا ہے سال تیراے فصلِ بہار

باغ میں تیرے تو قریبان ایک بھی آیا نہ پھول  
کیا خوشی گلشن میں غیر وئے جو لاہول آئے گل

گردیکھنے ہیں تم کو لال و محن کے پھول  
آنکھیں چڑھائی دیکھ کے اُسے کد مری

گردیکھنے ہیں تم کو لال و محن کے پھول  
آنکھیں چڑھائی دیکھ کے اُسے کد مری

دا ہے ہیں غیر کے جو گلے میں شبنم کے پھول  
 داغ جگر بنے ہیں لحد میں چمن کے پھول  
 رکھتے نہیں ہیں بوہ تری انجمن کے پھول  
 آتے ہیں یاد ہم کو تو اپنے وطن کے پھول  
 لکھ پڑے ہوئے ہیں مریں کے پھول

قربانِ دینی تیری صافحتِ بلاغتِ انج  
 جھل میں تو نے خوب کھلائے سخن کے پھول

اک آگیا ہے اس کی جگہ داغدار دل  
 تنے کیا ہے جب سے مر اٹا تار دل  
 امید کھینچتے ہے کہ دیکھے ہزار دل  
 ہوں لاکھ بھی تو کردوں میں بچھڑا دل  
 کیا بنا ہے دیکھ لو شیخِ مزار دل  
 پہلو سے کہہ رہا ہے مرا بار بار دل  
 پیدا کیا ہے جسے اسی کو پکار دل  
 بوئے ہیں پسند نہیں داغدار دل  
 پہلو میں میرے رکھ دیا ناپائدار دل

مگر اہر ایک دل کا ہے قربانِ بیقرار  
 پہلے تھا ایک دل مگر اب ہیں ہزار دل

بھونکے غم کے جلد بھٹکا چراغ دل  
 کیا جھلا ہے نعلِ مباری میں داغ دل  
 ساقی بنا ہے بزم میں کیفِ ایام دل  
 کرتا نہیں ہے کام ہم را ایام دل  
 خورشید صبحِ حشر نے گایہ داغ دل  
 لہرار رہا ہے دیکھ کو کیا یہ باغ دل  
 سب کو میری رکھتا کروشنِ چراغ دل

یہ بھی تو دیکھ بُوئے محبت ہے یا نہیں  
 مرنے کے بعد آئی یہ کیسی ہزار نو  
 کانٹے کی طرح بزم میں گھسکیں نہ کیوں رقیب  
 رعبت نہیں ہے غیر جگر کے گلوں سے کچھ  
 دستِ جنوں نے اس کی آزادی ہیں دھجیاں

پہلو میں اب کہاں ہے مرے غمگسار دل  
 اک دل کے غلے ہیں یہاں سو ہزار دل  
 دورِ خزاں دوام ہے ہم کو نہیں ہے آس  
 اے حُسنِ یار تیری خوشامد کے واسطے  
 یہ وہ چراغ ہے کہ نہ صحر سے بھی ہو گل  
 اک روز تنگ آ کے تھے چھوڑ دوں گا تیر  
 فریاد ان بتوں سے نہ کر فائدہ نہیں  
 پوچھا جو مینے آتے ہیں میرے دلِ آپ  
 ناپائدار حُسنِ خدا نے بچے دیا

پامال کر دیا ہے خزاں نے یہ باغ دل  
 ظلمت اٹھائی تھی جو خزاں میں وہ مٹ گئی  
 آنکھوں نے اس کی ہے کو دیا ہے فروغِ شمع  
 اُلفت کیساتھ جا چکے ہوش و قرار بھی  
 پہلو میں اس لئے یہ ہمارے شمیم ہے  
 حیران دیا سحرِ ت و ارمال سے ہر بہار  
 ظلمت سے بھگو خوف نہیں خوفِ کیا کروں

جیسے مرض ہو اے محبت کا آب کی اماؤت ہو گیا ہے ہمارا دماغ دل

قربان دماغ عقل و وفا میں سدا بہار

ہے بے نیاز خوف خزاں میرا باغ دل

بے مزے کا یہ بیان درد دل

پوچھتے ہو کیا نشان درد دل

رنگ کیا ہے کاروان درد دل

بے جگر بھی راز دین درد دل

مٹ نہیں سکتا نشان درد دل

ہے تہا ری یاد جان درد دل

اضط نے پکڑی عنان درد دل

تیرا لے فتنہ بیان حصہ ہو گیا

خوب ہی لکھا بیان درد دل

رنگی تیری ریزہ آرزو بلبل

ہم بھی سنتے وہ گفت گو بلبل

دھونڈ پہلے وقت کی بو بلبل

ہم سے کب اپنی آرزو بلبل

جس کو کرتی ہے یاد تو بلبل

تیرا گل چیں ہے جیل جو بلبل

کچھ وفا کی نہیں ہو بلبل

ظرف اس کا ہے مختصر فتنہ بیان

کرتی پھرتی ہے ہائے ہو بلبل

میرے حامی مرے ملک کے مختار رسول

تیرا دربار ہی دنیا میں سے دربار رسول

اُس جگہ جا کے رک کا آب کار ہوا رسول

پوچھے سب اُسی اور آگے وہ سردار رسول

سُن لو سُن لو داستان درد دل

دیکھ لو اگر کبھی خود آنکھ سے

دل سے آگے بڑھ کے جا سکتا نہیں

کچھ اُسی کو حال دل معلوم ہے

دل ہی مٹ جائے تو مٹ جائے مگر

ہاں تہا را ذکر دل کی رود ہے

دیکھئے رُکنا ہے اس سے بائیں

گنتی ہے بد نصیب تو بلبل

گل میں کچھ میں جو رز رز ہتی ہے

پھر جو چاہے گلوں پہ مہربا

ہم سفارش گلوں سے کروینگے

اب کہاں وہ گل چین پیرا

سو بہانوں سے پھول توڑینگا

ہم نے جا چاہا ہے خوب پھولوں کو

میرے آقا مرے سولہ مرے سردار رسول

تو وہ لاثانی ہے جسکا نہیں ثانی کوئی

سوز حیرت سے جہاں ملے پھر جبریل کے پر

سُرخ میں پیش خدا جائینگے اس شوق تیر



آرزو خاطر محضوں کی یہ ہے صبح و سوا  
 اسانے آنکھوں کے ہو آچکا دربار رسول  
 تیرے قرباں مجھے دُنی سے بچا نوالے  
 میرے پیکار سے آقا مددے عموزار رسول

## رکبِ م

ہو نہیں سکتا کبھی عالم عبرت معدوم  
 دستوں کی بھی ہوئی جاتی بے اہمیت معدوم  
 حشر رقتا رہے گردیکھ نہ لیتے مہلتے  
 ہائے زہنوں پر کسی نے بھی نہ پھٹا ہار کھا  
 اپنی ہستی پر جسے خسر ذرا ہوتا ہے  
 صبح امید دکھا دل کی یہ حسرت ہے مرے  
 چم بلیں میں سمائی مگر آنسو بن کر  
 کر دو پھر آگے ذرا اس پہ نیک پاسی تم  
 سا قیامیکہ جبے ترا نظروں میں کھپیا  
 غیر کو بھی وہی بیاد کا شکی پایا

جس پر مغرور ہیں سب اہل جہاں کرباں

جلد ہو جائیگی دنیا سے یہ دولت معدوم

ایک دن تو نے نہ کی میری محبت تسلیم  
 کرنی آخر کو پڑی ہم کو قیامت تسلیم  
 کرنی پڑتی ہے میں یار کی محبت تسلیم  
 لیجئے میری بھی اے صاحب تربت تسلیم  
 زخم دل کرتے نہیں لطفِ جرات تسلیم  
 کر لیا دکھ کے اب یار کی مہر بیت تسلیم  
 تیرے مجنونی ہر زندان کو بھی وحشت تسلیم

میں سدا کرتا رہا تیری عبادت تسلیم  
 جسے دیکھا اٹھاتے ہوئے اک حشر تہیں  
 دل سے مجبور ہیں ہم اور وہ حسد ہی تہا  
 میری تربت پہ جب آتے ہیں وہ فرماتے ہیں  
 تو تم سے نیک باش نہ جب تک ہو جائے  
 ہم تو سمجھتے تھے کہ خودوں کا نہیں کوئی وجود  
 بیڑوں سے بھی تو آوازِ جنوں آتی ہے

یہ گلشن کو نہ چل چمن گئی رنگت تسلیم  
غیر کی آج ہوئی عجب کو شرارت تسلیم  
ہو نہیں سکتی بنائی ہوئی غیرت تسلیم  
حشر میں کرنی پڑی آپ کی منت تسلیم  
آج آپ آئے یہاں بہر عیادت تسلیم

ہم نہ کہتے تھے یہ گل رنگ اڑائیں گے ترا  
جب مجھے دیکھ کے محفل میں کیا تجھ کو سلام  
تھپ گئے دیکھ کے تم مجھ کو مدوئے پیچھے  
دیکھ کر آپ کو سب شکوے گلے بھول گیا  
یہ سمجھ کر کہ نہیں زلیست کی اُمید کوئی

ہاتھ میں حشر کے دن اُنکا ہر دم قمر بال

اب بھی کیا وہ نکریں گے مری خرات تسلیم

ہم نشیں دیکھ لے خود میرے جگر کا عالم  
دیکھنا ہے جو ہتھیں اُن کی کمر کا عالم  
آج دنیا میں ہے یہ علم و ہنر کا عالم  
کہ ہے معلوم اُدھر کا نہ اُدھر کا عالم  
کوئی دیکھے تو مرے داغ جگر کا عالم  
اور ہی آج ہوا ہے مرے گھر کا عالم  
کوئی دیکھے تو مرے دیدہ تر کا عالم  
کہ نہ دیکھا مری آنکھوں نے اثر کا عالم

کیا بتاؤں کہ ہے کیا اُن کی نظر کا عالم  
لے کے مٹھی میں ذرا۔ اپنی نظر کو دیکھو  
اہل محروم ہیں۔ نا اہل ہیں دل شادیاں  
اپنی نظروں میں برابر ہیں عدم اور وجود  
یہ چمکتا ہے کہ خورشید چمکتا ہے بہت  
جب سے میں نے یہ سنا آپ یہاں آتے ہیں  
آبرو نوح کے طوفان کی باقی نہ رہی  
قابل دیدہ ہے یہ عالم نا کام مرا

وہ مرے شوق کی بیباک بنگا ہیں قمر بال

اور وہ حسن کی دل دوز نظر کا عالم

نہ کر دل گاعیاں کبھی راز ترا۔ مجھے تیری ہی پردہ درسی کی قسم  
مری آنکھ میں آ کے سما تو ذرا۔ تجھے اپنی ہی جلوہ گری کی قسم

مری زلیست کا صلتا ہے جو کہ دیا۔ نہیں فرق ہے اس میں ذرا بخدا

اے چاہے جلا اے چاہے بچھا۔ ترے ہاتھ ہی جلوہ گری کی قسم  
کیا جلووں نے تیرے جو مجھ پہ کرم۔ مرے ہوش و حواس تو حسن سے گم

نہیں ہوش تھا مجھ کو ذرا بھی صنم۔ مجھے اپنی ہی بے خبری کی قسم  
لیا شب کو جو میں نے تھا نام خدا۔ دم صبح صلید مجھے اُس کا ملا

مرا سانس بنا تھا نسیم سحر۔ مجھے جلوہ گہ سحر کی قسم

مرے دل سے جو آہ کا شعلہ اٹھا۔ مجھے ضبط پہ قابو نہ اپنے رہا  
 مجھے تیرے ستارے کا شوق نہ تھا۔ مجھے آہ کی بے اثری کی قسم  
 کہا میں نے کہ زنگر زار حزیں۔ کہیں دیکھا ہے اُنسا بھی کوئی حسیں  
 نہ ہے دیکھا کہیں نہ سنا ہے کہیں۔ لگی کھانے وہ دیدہ دری کی قسم  
 تجھے تیر لگانے اگر ہیں لگا۔ یہ ہے دل یہ جگر ہے بنام خدا  
 کہی اُن نہ کرونگا زباں سے ذرا۔ مجھے اپنی ہی بے جگری کی قسم  
 ہوا دیکھ کے دلو جو رنج و توب۔ لگے قرباں سے کہنے طیب یہ سب

ترا زخم نہیں کوئی بخینہ طلب۔ نہیں اُن کی ہی بخینہ گری کی قسم  
 وسیع کمتی شبِ ہجر ہے خدا معلوم  
 جہائیں کر کے مرے دل پہ دیکھ لینا تم  
 شبِ فراق میں مگر کھلا ہے رازِ حیات  
 نگائیں تو بھی ہیں ابرو پہ بل ہیں چہرہ سُرخ  
 میں جان شوق سے دیدل کہی گدہ نکروں  
 تمہیں خبر نہ ہو لیکن مجھے ہے تیری خبر  
 علاج جا کے تو کر خود ہی چارہ گر اپنا

راہِ امید ہے کہ کہی رنج پھر نہ دیں سرگز  
 کہی جو کر لیں وہ شربان کی وفا معلوم  
 ٹھہرے تمام عمر بیابانیوں میں ہم  
 تربت میں خاکِ گور کفن اپنا کھا گئی  
 الفت کا ہائے ہم نے سودا کہی کیا  
 کیسے بھنے ہیں آگے جہانِ خراب میں  
 پر لوئے اپنے پاس میں جھگٹ لگے ہوئے  
 و تمہیں گے ہم بھی عزیز یہاں کیونکر آئیگا  
 اے ناخدا ہمارا ابھرنا محال ہے  
 کہلائے ایک دن نہ گلستا نیوں میں ہم  
 اُٹھنے لگے ہائے حشر کو عزایوں میں ہم  
 کیا ہے خبر تم حُسن کی ارزانیوں میں ہم  
 ہیں لوز و شبِ گری ہوئی عزایوں میں ہم  
 کیا ہو گئے ہیں آج سلیمانیوں میں ہم  
 ہوئے شریک آج کو دریا نیوں میں ہم  
 اُدبے ہوئی ہیں عشق کی طغیانیوں میں ہم

قربانِ حُسن و عشق نے چھینا ترا و قوت

اب تیرے ساتھ ساتھ میں نادانیوں میں ہم

یاد سانی میں لگائے منہ سے ہیں پیمانہ ہم  
لے کے آئے ہیں سرِ حبشہ کا پیمانہ ہم  
تو بنے کر مع تو تیرے بنیں بدوانہ ہم  
پہرے میں الفت میں گویا صورت پر دانہ ہم  
دیکھتے آئے تھے دنیا کا مسافر خانہ ہم  
دیکھتے ہیں آج گل اپنا چراغ خانہ ہم  
آنکھ کی تیلی کے اندر رکھتے ہیں پیمانہ ہم  
جو نمٹاے بیچ جائیں تیرا چھ انسانہ ہم  
دیکھ کر محفل کا تیری رنگ مینا کا نہ ہم  
اس لئے دنیا کے اندر بن گئے دیوانہ ہم  
اس سے بھی دلچسپ ہیں اب حال انسانہ ہم  
کیوں سر آئے دہر کو سمجھیں نہ ماقم خانہ ہم  
اے کیونکر دیکھتے ہیں تجھ کو مایوسانہ ہم  
انکے آئے تھے یگانہ جاتے ہیں بیگانہ ہم

یہ فلک مینا ہے اونچا اور ہے پنبہ بکوش

کس طرح قربان بنائیں پھر اسے افانہ ہم

کوئیں فلک کو یا ترے تیر نظر کو ہم  
رکھیں گے اپنے قابو میں اپنی نظر کو ہم  
تکلیف میں اشتیاق سے ظالم کے در کو ہم  
کر کے خبر رہیں گے کسی بے خبر کو ہم  
پہری میں پھر رہے ہیں جھکائے کمر کو ہم  
کیونکر نائیں حال کسی بے خبر کو ہم  
روتے ہیں ساتھ ساتھ دعا کے اثر کو ہم  
رکھتے ہیں اب بچھا کے جو دل کے شر کو ہم

کرتے ہیں پی پی کے بادہ لغزہ مستانہ ہم  
ٹھاٹھ سانی رکھتے ہیں غربت میں ہی شانہ ہم  
جان دیدیں تو اگر اپنی جنت پی وے دیکھا  
بن سچے دیکھے ترا حسن تجلی و صہو نہ تے  
اپنے منکس کو عدم میں ہو گئے واپس نہ ہم  
کشتی مایوسی دل ہو گئیں سب حسرتیں  
وزن میں کرتے ہیں سانی کی ہم دریا ولی  
حشر کے دن کو بڑھانا اور قدرت کو پرستے  
سب سے تصور غیب یہ بھی گریں ہر پاک ہم  
جان کر مرزا نہ ہم کو دے نہ پھر تکلیف یہ  
سنتے ہو کیا قصہ فرسودہ ماضی قریب  
اسکی دیواروں کے اندر عمر بھر گریاں رہے  
ہو جو کمن زیت اپنی دیں بچھے بیمار غم  
دوستی کا تیری لئے دنیا ہوا ہے یہ مال

یہ فلک مینا ہے اونچا اور ہے پنبہ بکوش

کس طرح قربان بنائیں پھر اسے افانہ ہم

فرقت میں دکھ روئیں کہ اپنے جگر کو ہم  
دیں گے نہ دیکھنے کسی رشکِ مہر کو ہم  
دیکھیں وہ کب نکلتا ہے اپنے حرم سے  
نالہ ہائے لب یہ یوں ہی آئے بجائے لگا  
مدفن کے واسطے ہرزہ میں کی نہیں تلاش  
سنتے ہیں وہ بھی چراغ سا پنبہ بکوش ہے  
اپنے چراغ تیری طرح سے اُنکا بھی ہے گلہ  
عشر میں اس سے آگ لگانے کے لئے نذیم

دیرانیوں سے کچھ ہیں اسد رجبہ ربط ہے | ابر باد کر رہے ہیں خود آباد گھر کو ہم

پھر تو ضرور ہم کو خدا جائے مل نہیں

قربان کر دیں دُور بتوں کے جو در کو ہم

بہان بن گئے آئے تھے اس انجن میں ہم  
گرمی جو کچھ بھی پائینگے ترے چمن میں ہم  
کیا رہ گئے تھے مفت کامن اس جن میں ہم  
تخنہ کی طرح پیٹے ہوئے تھے نعن میں ہم  
یہ کیا خبر تھی جا کے مرینگے دلا میں ہم  
ہیں ابتداء کے عمر سے رنج و محن میں ہم  
مرینگے بعد بھی تو رہے ہائلیں میں ہم

بے حد رہے لول فراق وطن میں ہم  
دیدینگے آگ اپنے ہی دل انجن میں ہم  
صیاد تو نے دام میں ہم کو پھنسا لیا  
تربت میں جبکہ یاروں نے رکھا ہیں ندیم  
کرتے نہ انتہام بگو لوں میں مست کا  
ایک گا کون وقت خوشی کا جہان میں  
مرنے کے بعد بھی تو نہ پہرہ کے بل گئے

لوگوں نے ہموں پر بٹھایا ہے بزم میں

قربان جب گئے ہیں کسی انجن میں ہم

زائران کے روضہ اقدس کے کھلائینگے ہم  
تاب ترے ہجر کے صدمہ کی کب لائینگے ہم  
بیچہ گردہ پر ترے صل علی گا نہیں گئے ہم  
یہ یقین ہے قدسیوں کا مرتبہ پائیں گے ہم  
دیکھ کر اعمال اپنے آپ شرمائیں گے ہم  
جب ترے قدموں پہ اپنی جان نہ آئی گے ہم

سر کے بل شوق زیارت میں وہاں جائینگے ہم  
جتنی طاقت نہیں ہے اتنا ہی علم کھائینگے ہم  
تیرے در کے ماسوا اب کوں در پائینگے ہم  
جا کے قدرت سے اگر طبیبائیں مر جائینگے ہم  
سامنے اعمال نامہ جب ہمارے آئی گے  
جائیں گے اسد ملی ہم کو حیات جاوداں

باندھ لیں قربان بستر بند سے جلدی چلیں

جو مردوں دلی میں طیبہ میں سب پائینگے ہم

کر غنودہ خود رحمت غفار ہے نام  
اے سختی جاں یار کی تلوار ہے نام  
سینہ میں بہت ناوک دلدار ہے نام  
تیار سے یوں عشق کا آزار ہے نام  
اے چارہ گرو عشق کا تیار ہے نام

مہال سے اب اپنے یہ کار ہے نام  
محبوب ہوا جاتا ہوں گردن نہیں گنتی  
پہلو میں جو ڈھونڈے کو ہی اب دل نہیں ملتا  
نا خواستہ تازلیست رہا اس کا تکلف  
تم اس کی علالت سے بہت تنگ ہوئی ہو

ہنگا ہے ہر اک شے کی ترے حُسن کا سودا  
پامال بچے کر کے مرا نقشِ مہسار  
ہے حالتِ ہجرِ نسیم وصل سے بوجھدا  
مَد شکر کہ اب کر کے وہ انکار ہے نادم

جو اپنے تھے ٹوٹ گئے اُن کے کب سے

قربان کے تلووں میں ہر اک خار ہے نادم

جب سے دل کو لگا بہت راعم  
دوست جن کو بھی ہم سمجھتے تھے  
ہم سے اب تو گور رہے دے  
نہ اٹھایا کسی نے دُنیا میں  
ہم نے اُس کو نہیں لگایا منہ  
غیر ہے اس کا بار کیوں اٹھتا  
تیری اُلفت نے کر دیا وحشی

تو ہے قربانِ رنج میں بھی خوش

ہے بڑا لاجبہاں سے تیرا غم

اے صنم ہم نے ترا دیکھا ستم  
رہا دشمن سے بڑھ جانے کے لئے  
کوئی دُنیا میں نہیں بقا جاتا  
کچھ نہیں اُن کے ستم کی نقل ہے  
تم دیکھ کر تے ہیں مرہم کی فکر  
تجکواں جائے گا ظالم کا خطاب  
ہے دو چنڈاں سے وفا کا ہر وزن

حُسن ہے اس کے ارادے میں شریک

وہ نہیں قربانِ خود کرتا ستم

بے تیر بھی ظالم تیری تلوار بھی ظالم  
دلدار ہے۔ اغیار میں رہتا ہے شربِ رُوز  
رفتار بھی ظالم تیری گفتار بھی ظالم  
ہم کو تو دکھاتا نہیں دیدار بھی ظالم

آفت کے ہیں پُر زے ترے عیار بھی ظالم  
کیا شان میں رکھتے ترے بیمار بھی ظالم  
جاتا نہیں گھر سے کبھی بازار بھی ظالم  
ہیں ایک معا ترے اسرار بھی ظالم  
عاجز ہوئے جاں کو ترے بیمار بھی ظالم

ڈسنے میں ہے سائین تو منور نے میں پری ہو  
قربان ہے وہ زلفِ طر حدار بھی ظالم

ہاتھوں سے ہوا تیرے وہ برباد ہے مظلوم  
کر اس پہ نہ بیداد یہ میتاد ہے مظلوم  
کر رحم تو شیریں ترافسیر باد ہے مظلوم  
یہ بھی نہیں کچھ کم کہ تجھے یاد ہے مظلوم  
کر تا جو زباں سے بھی فریاد ہے مظلوم  
کس شوق سے سہتا تری بیداد ہے مظلوم

آفت کا وہ پر کالا ہے ظالم ہے ستگر  
قربان تو سمجھا بتم ایجاب ہے مظلوم

ایسا کہی تو نے کیس دیکھا کوئی ناکام  
کر تا ہے جو اظہار منت کوئی ناکام  
کر تا نہیں اب ان کو تقاضا کوئی ناکام  
پھر کر تری محض سے جو آیا کوئی ناکام  
وعدے کرے سلیم مسیحا کوئی ناکام  
شاید ہے پریشان بہت سارا کوئی ناکام

وہ نام سے عشرت کے ہیں دہریں واقف  
قربان سادوینا میں نہ ہو گا کوئی مظلوم

کدھر گرائیں گی یہ بجلیاں نہیں معلوم  
کدھر گئی مری عمر رواں نہیں معلوم

کر دیتے ہیں وہ کاٹ میں کرتا ہوں جو تدبیر  
جال دیتے ہیں ہوتے نہیں مہربوں مسیحا  
جیسے ہوا ظاہر مر اسودا سے عجبت  
کھٹنے نہیں زہنار طلبگار کے دل پر  
مرنے کے لئے ہو گئے آخر کو وہ تیار

وینا میں ترا عاشق ناشاد ہے مظلوم  
دیکھا نہیں بلبل نے ابھی روئے تین بھی  
مر جائے نہ اک روز کہیں مار کے تیشہ  
بھولا نہیں تو بیکسی حالت عاشق  
سننے کو اتر آتے ہیں گرد و نئے فرشتے  
فریاد کہی وہ نہیں لاتا ہے زباں پر

الفت میں تری ہو گا نہ مجھ سا کوئی ناکام  
سننے نہیں ہرگز وہ کبھی ظلم تو دیکھو  
میلوس ہوا اصل سے ہے اسلئے خاموش  
منہ چوم لیا بیکسی ویاس نے اسکا  
دیکھا ہے بہت ہم نے یہ ہرگز نہیں ممکن  
روشن نہیں کچھ آج جو محفل میں بہتاری

نگاہ یار تری شوخیاں نہیں معلوم  
کدھر تلاش کریں ہے کہاں نہیں معلوم

گیا چمن سے کہاں آئیاں نہیں معلوم  
وہ ہائے جا کے چھپے ہیں کہاں نہیں معلوم  
یہ آ رہا ہے کہاں سے دہواں نہیں معلوم  
بنا حریف ہے کیوں باغیاں نہیں معلوم  
چمن سے کیوں نہیں جاتی خزاں نہیں معلوم  
مرا حریف ہے کیوں آساں نہیں معلوم

یہ اضطراب یہ شام فراق لے قربان  
اکٹ رہی ہے کہاں تیری جاں نہیں معلوم

اب مرا نام ہے ہر بزم میں رسوا بدنام  
تیری الفت میں کرے لاکھ بھی دُنیا بدنام  
آہ دُنیا میں ہوا عاشق شیدا بدنام  
حسرت آوارہ ہے اب اور تنہا بدنام  
اپنی بدنامی کو عزت ہے سمجھتا بدنام  
اور تو کرتا ہے ظالم مجھے کیا کیا بدنام  
آپنے خوب کیا ہے مجھے ہر جا بدنام  
اگر کے تیر مری ہو گا مسیحا بدنام

عشق نے تجھ کو دے کیسے زائے یہ خطاب  
نام قربان ہوا ہے ترا رسوا بدنام

پہلے ہی سے کچھ سوچ میں لیتا ترا انجام  
اچھا نہیں بیمارِ محبت ترا انجام  
عاشق کا ترے ہاتھ سے اچھا ہوا انجام  
اب دیکھئے آخر میں ہو کیسا ترا انجام  
کیا بات جو نظر و میں ترے ہو مرا انجام  
فرہاد کو معلوم جو ہوتا ترا انجام

مہر و فہم ہیں سب تیری ہوا خیزی میں دشمن

ہر ایک گوشہ گھٹاں کا بنے چھان لیا  
کبھی جو آنکھوں میں رہتے تھے رات دن اپنی  
اسی دل میں لگی یا جگ ہیں آگ لگی  
ہم اے دم ہی سے زینت ہر اسکے گلشن کی  
بہار جا کے تو آتی نہیں کبھی واپس  
اٹھا کے آنکھ بھی دیکھا نہیں کبھی اس کو

تیری الفت نے کیا ہے مجھے کیسا بدنام  
اپنی بدنامی کو عزت میں سمجھتا ہوں بڑی  
کچھ نہ رسوا لی کا اسکی مجھے احساس ہوا  
مجھے آخر یہ ملا تیری طلب کا حاصل  
تیری الفت نے مٹا دی ہے یہ عزت دل سے  
میں تو عزت کا تری رہتا ہوں خواہاں ہر دم  
ہو کے ناراض وہ کل مجھ سے یہ فرماتے تھے  
ہوں وہ بیمارِ دو احس کے لئے دہر بنے

اے عشق سمجھتا جو ترے درو کا انجام  
تو وہ ہو سکا بھی کرے جس کی نہ تدبیر  
نا کام ہی رکھا اُسے ناشاد ہی رکھا  
دُنیا میں بسرِ عیش سے ہوتی رہی تیری  
میں جانِ دوں زانو پہ ترے ہے یہ تنہا  
لیتا نہ کبھی نام بھی سیرِ اداہِ محبت



قربان تو کچھ سوچ لے اپنا ذرا انجام  
 لیتی کہیں بہار کے خرمن سے انتقام  
 بعد فنا وہ لیتے ہیں مدفن سے انتقام  
 ہم تو خدا پہ چھوڑتے ہیں ہر مسئلہ  
 لے عندلیب آج مٹا کر بہار کو  
 کیوں اسہ خون عینہ کا دھبہ لگا لیا  
 روزن کرے گی پردہ حائل میں ایک دن  
 چلنا بھر پھر یہ رگ رگ کے کاٹنا  
 گل چینوں کا لیتی عرص باغبان سے

بجلی نے کیوں لیلہ نشین سے انتقام  
 ٹھکرا کے جیسے لے کوئی دشمن سے انتقام  
 لیتے نہیں ہیں جھوٹے دشمن سے انتقام  
 دور خزاں نے لے لیا گلشن سے انتقام  
 میں لوٹکا حشر میں ترے دامن سے انتقام  
 آنہوں کو میری لینا سے ظہن سے انتقام  
 کب کا لیا ہے تیغ ڈی گون سے انتقام  
 کیوں تو نے از خزاں لیا گلشن سے انتقام

قربان ان کا شیوہ زمانہ میں عفو ہے  
 لیتے نہیں شریف تو دشمن سے انتقام

## ردیف ن

مستزاد  
 کوئی دل کامرے دنیائیں طلب گار نہیں۔ کوئی غم خوار نہیں  
 جس نابھق کا کوئی آہ حسرت یاد نہیں۔ کوئی تیار نہیں  
 غیر جھوٹوں کو کہے ہوتے ہیں فوز آستار۔ نہیں کرتے تکرار  
 وصل کا جھٹ سے دُہ کرتے مگر استرار نہیں۔ کیا ستم گار نہیں  
 کام دُہ ابر و مرگاں سے ہیں لیتے اکثر۔ یوں دکھاتے ہیں ہنر  
 ہتیر ترکش میں نہیں ہاتھ میں تلوار نہیں۔ کیا وہ ہشیار نہیں  
 سرفروشی کے لئے ہم ہی ہوئے تھے پیدا۔ جھوٹ سمجھو نہ ذرا  
 جان دینے کو کوئی عینہ تو تیار نہیں۔ کہ وہ دار نہیں  
 پھر رہے گا نہ کوئی یاد کا تیرے محرم۔ ہے فقط اتنا ہی غم  
 جان دینی تو ہیں بھر میں دشوار نہیں۔ جھوٹ دلدار نہیں

آپ کی دید کا پھولوں کو نہیں کیا ارماں۔ غنچے بھی ہیں حیراں  
 منظرِ سرِ آپ کی کیا زنگیں بیمار نہیں۔ یا طلبگار نہیں  
 آج فتنے جو ہوئے قسرت پر میری برپا۔ آج یہ راز کھلا  
 حشر ہے اور کوئی شے تری رفتار نہیں۔ اس میں اسرار نہیں  
 آپ پر ہونے کو تیراں نہیں کافی ہیں۔ ہم نشیں کافی ہیں  
 خلق پر عینِ سر کے اور آپ کی تلوار نہیں۔ نہیں سرکار نہیں  
 ایک قرباں ہی نہیں جس کے زباں مٹیں نہیں۔ یا بیاں مٹنے میں نہیں  
 کوئی دنیا میں تراحمِ سرم اسرار نہیں۔ واقف کار نہیں

واہ یہ عاشق نے پائی حُسن کی سرکار میں  
 قدرِ عاشق کیوں نہیں ہے آپ کی سرکار میں  
 دیدنی تھا رقصِ میرا حُسنِ خمار میں  
 رنگ لائے اشکِ کبرِ چشمِ دریا بار میں  
 ورنہ کس کو تھی امیدِ زندگی انکار میں  
 قیس بھی جنگل میں خوش ہے کوہکن کُبار میں  
 رہی حسرتِ لپٹ کر آہ نوکِ خار میں  
 حُسنِ ورنہ بک چکا تھا حُسن کے بازار میں  
 اک ترے اقرار میں اور اک تے انکار میں  
 واہ کیا انکار کے انداز میں استدار میں  
 اب روانی کیوں نہیں دہ آپ کی تلوار میں  
 اور بلبلِ گل سے یوں محروم ہو گلزار میں  
 تو بہ تو بہ۔ تو بہ کی خواہشِ دلِ میخوار میں  
 آپ کی رفتار میں اور آپ کی گفتار میں  
 لیکے اڑنا تھا بلبلِ اسے سہوار میں  
 برقِ ماماں ہے ہر اک تیرا تری سہوار میں  
 ورنہ تھا پہلے شمارِ برگ بھی اسرار میں

شکوے کا پہلو بھی نکلا در دے انہار میں  
 خاطرِ اعزازِ فرصت دے تو اتنا پوچھ لوں  
 بادہ و ساعز تو کیا سائی کو وجد آنے لگا  
 ضبطِ دل نے اور رازِ عشق افشاں کر دیا  
 تھا خیالِ وصل شاید وجہِ تسکینِ شامِ غم  
 ہم سے آشفۂ سروں کو کامِ آبادی سے کیا  
 آبلوں نے پاؤں گئے محروم گل رکھا بجے  
 جتنے رکھا ہے چھپا کر دل میں جلوؤں کو ترے  
 زندگی بھی بنے دیکھی موت بھی آئی نظیر  
 وعدہِ فردا سے میرے دل کی تسکین ہو چکی  
 غیر پر جھوٹی ہوئی کیوں چلتے چلتے رک گئی  
 باغباں چلیں کو یہ آزادیاں یہ سہارا میں  
 مجھ سے اور واعظِ چھپے۔ میخانہِ جنت نشاں  
 کس قیامت کا اثر کیا محو کی تائید ہے  
 دامنِ گلِ چیں میں گلِ کس طرح دیکھا گیا  
 دجہرِ بادی نہ ہو بلبلِ یہ فکرِ آسماں  
 بحر میں جینا پڑا۔ اس کی حقیقت کھل چکی

## جائزہ سربان لے بے دفتر اعمال کا

ایک دن جانا ہے لے غافل بڑی سرکاریں  
غیر تو قس نہ کر سائے و تاتل میں ہوں  
سارباں جب بھی چلا باندھنے محل کو کہی  
بیخودی میری رہی آہ زمانے سے نئی  
کیا تم ہے کہ نہیں راستہ اس کا مجھے یاد  
شیخ قدرت ہے خدا کی میرا اسی والدہ  
میرے ہی دم سے ہوئی بزم بہتاری مشہور  
ہول پکارا کوئی کشتی جو جھنور میں دہی

اس سے کیا واسطہ تجکو تر اہل میں ہوں  
قیس کے دل نے کہا شوق کر محل میں ہوں  
اپنی ہستی سے جو غافل ہر وہ غافل میں ہوں  
بار بار دیکھ چکا عشق کی منزل میں ہوں  
کہ تو دوزخ میں کئے خلدیں داخل میں ہوں  
غیر ہرگز بھی نہیں لائق غفل میں ہوں  
انٹک امید دیکھا اس دہریہ ساحل میں ہوں

## جشن میں خون مرا چھینے سکا لے قرباں

## خجھر پار پکارا تراتا تل میں ہوں

معجزات احمد مرسل کا جو قایل نہیں  
کشتی کھر خضر بھی جہاں مدح میں گذر  
فرش پرچن و بشیر اور عرش پر حور و ملک  
وہ ہوا امرد و جس کو شک نبوت میں ہوا  
گوریا بطن ہر وہ اور سمجھو کہ محرم البصر  
ہر کھڑی ہر وقت تیرا نام ہے ورد زباں  
اس بہار آفرینش کا ہوں دل سے شیفہ  
جمع لطف و عطا ہو مخزن جو دوست خاں

اس کی جانب قادر مطلق کبھی مایل نہیں  
بحر مدحت کا زمانہ میں کہیں ساحل نہیں  
کون ہے جو اس کے نام پاک کا شاعر نہیں  
اسکو بخشش رحمت حق کی کبھی صاف نہیں  
چشم دل سے جو محمد کی طرف مایل نہیں  
میں کی دم یاد ذات پاک سے غافل نہیں  
میں ترے اہلیں باغ نسیم کا قایل نہیں  
کوئی بھی محروم در سے آپ کے ساحل نہیں

## کیوں نہیں طیبہ میں قرباں کو بلاتے ہیں حضور

## آپے دانہ اس کا کیا اس شہر میں داخل نہیں

پر رنگ بھول میں نہ چمک آفتاب میں  
اللہ دے مرتبہ ترا محبوب کبریا  
اس واسطے نہ جسم مبارک کا سنا یہ تھا  
آدم سے پہلے حق کے ملائک کو بااختصاص

ایسا جمال ہوش میں دیکھنا خواب میں  
جبریل دوڑتا تھا پادہ رکاب میں  
در پردہ بھٹ جمال الہی نقاب میں  
دکھلایا تیری شکل کو طشت پر آب میں

ہر دن گزر رہا ہے اسی اضطراب میں  
پھر کیوں بردہ شہر پر ونگا عذاب میں  
کتک رہوں میں ہند کہ بلکے اب میں  
بید بھبھنا ہوں چرخ کدیں انقلاب میں

قربان جو مجھے ہو سکے کہ فکر آخرت

گذری ہے تیری عمر وہ ناصواب میں

تری الفت میں اپنے جان تک بادی شیریں  
خبر لیلے ذرا اگر تو اس ناشاد کی شیریں  
یہ تو نے کوہن کی جان پر بیداد کی شیریں  
تری الفت میں اپنے روح ہی آزاد کی شیریں  
وہ محنت کوہن کی ایک دم بیداد کی شیریں  
جو تیری یاد میں فرہاد نے فریاد کی شیریں  
کہ تسکین کوہن کو ہو مبارک بادی شیریں

یہی سار ہے جس قربان پر بیداد کرتے ہیں

کہ جیسے کوہن پر تو نے اپنی بیداد کی شیریں

اسی باعث تو کرتا تھا ہے سینہ کو شوق مجنوں  
کہ چمکا خون حسرت تیرا مانع شوق مجنوں  
بزار دلے یا الفت میں ہے تجھے سبق مجنوں  
ننگہ گردی پر دیکھو ترے جس کے شوق مجنوں  
فسانہ یہ سنا جس نے ہوا اسکو قلع مجنوں  
رہی جب تک کہ تیرے سانس کی بانی برق مجنوں  
نہ کر اس بات کا ہرگز تو کچھ دلیں قلع مجنوں  
کوئی دیکھے جو دشت بخد کو ہو رنگ فق مجنوں

اسے قربان بھی اب دیکھتا ہے سانس تیرے

نظر نے دیکھ تیری کردیا محفل کو شوق مجنوں

کب مجھ کو حکم حاضری ہو گا حضور سے  
میں خاک پا ہوں آپ کے آل کرام کا  
بلو ایسے بدینے میں جلدی مجھے ہشا  
راحت سے ایک دم بھی گزرتا نہیں مرا

قربان جو مجھے ہو سکے کہ فکر آخرت

گذری ہے تیری عمر وہ ناصواب میں

نہ کی کچھ قدرت نے عہت فرہاد کی شیریں  
ترا فرہاد روتا ہے کھڑا ہے کوہ کے اوہد  
بھلا عاشق سے بھی اپنے کوئی تھرتھرتا  
لیا ہے مار تیشہ سر میں خود فرہاد نے اپنے  
بدل ڈالا امید و نوب اسکی نا امید سے  
وہ کوہ بے ستوں کیا ساری دنیا پانگی از ش  
نہیں جاتی اگر تو بھیج دے اپنے تصور کو

یہی سار ہے جس قربان پر بیداد کرتے ہیں

کہ جیسے کوہن پر تو نے اپنی بیداد کی شیریں

ربا الفت کے مکتب میں تہا لیلی ہم سبق مجنوں  
اثر ہے آہ کا تیری فلک پر ہم نے ہی دیکھا  
میں جتنے عاشق صادق بنائے ہیں تو ان کا  
جو چشم شوق کو تو نے ذرا بھی اپنے جنبش دی  
اثر کرتا ہے قصہ دلہ بکے تیری الفت کا  
نہیں تو نے بھلائی یا دلیلی سب پہ روشن ہے  
جو سچے ہوتے ہیں عاشق وہی ناکام رہتے ہیں  
تری ہمت ہے بیجا ہے ایلا مائے صحر میں

کہتے ہیں کہ کوئی سکتا ہے مجھے مجبور نہیں  
 مجھ سے ملنا ہی اگر آپ کو منظور نہیں  
 اس پہ چلتا ہی رہا۔ ناخن وحشت ہر دم  
 کیوں نہیں غل میں جانے مجھے دیتا صنواں  
 کیا محبت ہے یہی کیا ہے یہی شان وفا  
 زخم دل کو وہ مرے کہتے ہیں ہر دم تازہ  
 کس طرح زخم کو دیں میرے وہ تشکیل کر  
 کیلئے سچ کے کہنے سے بول کو جوڑیں

لے کے دل پھیرنا یہ حسن کا دستور نہیں  
 غیر کیواسطے بھی کیوں یہی دستور نہیں  
 زخم دل پر مرے آیا یہی انور نہیں  
 ہوں گنگار خدا۔ تیرا تو مقہور نہیں  
 کچھ بھی تم کو تو خیال دل رکھو نہیں  
 بند ہوتا نظر آتا مجھے ناسور نہیں  
 کیا کریں پاس ہی جب مرہم کا نور نہیں  
 کہ ہیں اس کی طرح کچھ طلب غور نہیں

وہ نہیں آتے تو پہل تو ہی مکاں پر اُنکے  
 پاؤں سے اپنے تو قربان تو مہذو نہیں

جواب غیر کے خط کا شباب دیتے ہیں  
 لکھا ہے آخری اک سنے اُسکونامہ شوق  
 نہ جانے حُسن پرستوں کو کیا ہوا ہے یہ  
 لحد میں ہم کو نکیر میں دم تو لینے دو  
 صلے جو آتے ہیں زہاد میکہ میں بھی  
 نہ جانے کس کا فرشتوں کو ہو گیا دھوکا  
 جنہیں شاد و دریاے عشق کرتے ہیں  
 جو اذرو گول کو تکلیف دیکے آتے ہیں

وہ میرے خط کا بہ مشکل جواب دیتے ہیں  
 یہ دیکھنا ہر وہ اب کیا جواب دیتے ہیں  
 عذاب لئے ہیں اپنا شباب دیتے ہیں  
 پھر توجہ دہی ہم جواب دیتے ہیں  
 نہیں یہ چین سے پیٹے شراب دیتے ہیں  
 مجھے شراب کے بدلے عذاب دیتے ہیں  
 انہیں وہ زیت بھی مل جواب دیتے ہیں  
 فرشتے گوریں اُس کو عذاب دیتے ہیں

پچھائے رستے ہیں دلی لگی کو یوں قربان  
 کہ جب یہ آگ بھڑکتی ہے جواب دیتے ہیں

چرکے پہ چرکے مجھے آپ دئے جاتے ہیں  
 سوزنِ علم سے ہر لطف کے پردے میں یہاں  
 جان دیں جس پہ وہ آرام سے گھر بیٹھے ہیں  
 آئیں گے ہر عبادت وہ کہی بالئیں پر  
 کوئی یہ تو نہ کہے گا کہ گئے حالی ہاتھ

ظلم کیوں روز سنئے دل پہ کئے جاتے ہیں  
 زخم دل زخم جگر روز سے جاتے ہیں  
 غیر کا نہ ہے یہ مری لاش لئے جاتے ہیں  
 اسی امید پر اب تک تو جئے جاتے ہیں  
 ساتھ میں بارگاہ اپنے لئے جاتے ہیں

موت آتی نہیں کیوں پھر میں اُن کے ہمدم  
 رُخ سے پرنے کو اٹھا کر دے گرا دیتے ہیں  
 اس تم سے ہے خدا جانے اُنہیں کیا منظور

موت آتی نہیں کیوں پھر میں اُن کے ہمدم  
 رُخ سے پرنے کو اٹھا کر دے گرا دیتے ہیں  
 اس تم سے ہے خدا جانے اُنہیں کیا منظور

جن کا احسان نہ تاعسیر اٹھایا قبر بال  
 وہی دشمن ترسے لاسے کو لڑ جاتے ہیں

کسی طرح نہیں آتا وہ یار پہلو میں  
 نہیں ہے جب سے دل غم گسار پہلو میں  
 انہیں سے رستی ہے ہر دم بہار پہلو میں  
 لحد بھی کرنے لگی ہے نشا ر پہلو میں  
 تہارا ستر لگے یار بار پہلو میں  
 دباے رہتے ہیں مشکِ ستار پہلو میں  
 لبوں پہ اُن کے تبسم غنبار پہلو میں  
 بنائے بیٹھے ہیں دل کا مزار پہلو میں

کھٹکتا رہتا ہے ہر وقت خار پہلو میں  
 مرنے میں نہیں آتا ہے زیت کا مطلق  
 کھلے ہیں ذراغِ نجات کے پھول دلیں بہت  
 سمجھ کے آئے تھے اس کو کنارِ مادیں ہم  
 رہے نصیب یوں ہی ہم کو بار بار خلش  
 خیالِ زلف جو رہتا ہے دل میں آٹھ پھر  
 کھلا فریب ہے یہ حُسنِ التفات اُن کا  
 ہزاروں حسرت و اراماں کی یہ نشانی ہے

خدا کے واسطے اُن کو بلائے قبر بال  
 ترپ رہا ہے دل بے قرار پہلو میں

اباغِ ہستی کا بگڑتے ہوئے نقشہ دیکھوں  
 راستہ اُس کا کہاں تک دل شیدا دیکھوں  
 خیریت سبھی میجا میں مداد دیکھوں  
 اور کچھ دیر ذرا یار کا جلوہ دیکھوں  
 پکتا آنکھوں سے ترسے حُسن کا جلوہ دیکھوں  
 ہوں جو آنکھیں تو ترسے حُسن کا جلوہ دیکھوں  
 کچھ دنوں اور یہاں رہ کے تماشا دیکھوں  
 دل کی محض میں چراغِ یدِ برصیا دیکھوں

کس طرح چین سے میں دور خزاں کو دیکھوں  
 عمر گزری ہے مری اُس کی طلب میں ساری  
 مجھ کو ہمیشہ دلا دے کہ تنہا ہو گی بچے  
 بزمِ جاناں میں بھٹکنے دے ذرا اے حیرت  
 بالے قسمت نہ ہو مقدورِ حسرتِ داری کا  
 قابلِ جلوہ مرے دل کی بصیرت ہی نہیں  
 اور کچھ روز کی بھلت بچے دیدے موت  
 جلوہ طور جو پہلو میں عیساں ہو جائے

اُنکے جلوہ کو تو ہر اک ترسے ہیں پیدا قبر بال  
 جب ہنرِ قوتِ نظر اہ تو پھر کیا دیکھوں

جو اپنے سر کو خواب نیا ز کرتے ہیں  
رقم فسانہ ترا، سہم ایا ز کرتے ہیں  
کسی سے خواب میں راز دنیا ز کرتے ہیں  
رقم زمانے میں آئینہ ساز ز کرتے ہیں  
کرم جو بندوں پہ بندہ نواز ز کرتے ہیں  
سکون دل سے ادا جو ساز ز کرتے ہیں  
ہم اس خیال سے عشق مجاز ز کرتے ہیں  
وہ خود ہی قدر جہین نیا ز کرتے ہیں

وہ بال کھول کے کیوں آ رہی ہیں آقرباں  
فضول قیمتِ وحشت دراز کرتے ہیں

میرے نالے رنگ لاتے کیوں نہیں  
میرے گھر پر آپ آتے کیوں نہیں  
عینِ راب آج نہیں بھجکتے کیوں نہیں  
داد الفت مستے پاتے کیوں نہیں  
لیکے ایاں ساتھ جاتے کیوں نہیں  
تم رقم سے باز آتے کیوں نہیں  
چھوڑ دینا میں ہی جاتے کیوں نہیں  
بن رُلانے آپ جاتے کیوں نہیں

جب تری قربان قیمت ہے رسا  
نالے پھرتا چرخ جاتے کیوں نہیں

ظاہر ہوا ابھی میرا سوز نہاں نہیں  
گردن پہ عنذ لیب کے لئے باغیاں نہیں  
تیرے ثنائے گئی یہ مری داستان نہیں  
کیوں رکتی آج بارِ خدا، چکیاں نہیں  
پاؤں میں کوئی تیرے پڑی پڑیاں نہیں

وہ اکثر اُن پہ پچھال اپنا راز کرتے ہیں  
کرس نہ رشک کہیں ہم پہ غرت محمود  
نہیم صبح ابھی ہم کو اور سونے نے  
از نہیں کے دم سے یہ سا بان خود مائی ہے  
کسی کو اُن کی خبر مطلقاً نہیں ہوتی  
انہیں کو ہوتی ہے یکسوئی قلب کی حاصل  
سمجھتے اس کو ہیں زینہ خدا سے ملنے کا  
وہ خود ہی دیتے ہیں سجدوں کا حکم بندوں کو

آسمان کے پار جاتے کیوں نہیں  
آپ کا ہے راستہ دیکھا ہوا  
کھل گیا جب راز جھوٹے عشق کا  
داد گر ہو تم۔ تو پھر یہ سدا خواہ  
جانے والے عرصہ کا خوش ترین  
ہو گئے بدنام و نیاساں بہت  
لوگ جو دنیا میں کرتے ہیں گناہ  
کیا مزہ آتا ہے آخر پھر میں

سوداں نہیں زمین۔ جلا آسمان نہیں  
احسان تیرا کیا کہ خزان و ہمار کا  
میں روزِ حشر اپنے خدا کو سناؤں گا  
آتی ہے موت یا تجھے کرتی ہے کوئی یاد  
ہے غم سے خستہ جاں تو بھل اس جہاں سے

بلیں تو دیکھ شوق سے رنگِ ببار کو  
جو میرے آشیان سے تھا گلزارِ ہم نیش  
ہے دل کے بعد مجمعِ اربابِ دیاس و علم  
حائل ترے قفس کی تو کچھ تیلیاں نہیں  
کیوں اُس چمن میں آج مرا آشیان نہیں  
ابھان سیکڑوں میں کوئی میزبان نہیں

قربانِ داستانِ تری معمورِ درد ہے  
سُنتے مگر وہ ہائے تری داستانِ نہیں  
بے میرے خدا کی مجھ پہ نظر۔ تو میں بھی خدا کو دیکھتا ہوں  
وہ میری خطا کو دیکھتا ہے۔ میں اُس کی عطا کو دیکھتا ہوں  
اے خضرِ بہاں تجھ میں مجھ میں ہے برق اگر تو اترتا ہے  
تو آبِ بقا کو دھونڈتا ہے میں آبِ فنا کو دیکھتا ہوں  
سو تباہ نہیں ہوں ہجر کی شب۔ رہتی ہے مجھے بس یہی طلب  
کرتی ہے یہ کیا گردوں پہ اثر۔ میں آہِ رجا کو دیکھتا ہوں  
دھوکا ہوتا ہے یہ شب کو۔ اک سورج گھر میں اُترتا ہے  
جب خواب میں اپنی آنکھوں سے اُس ماہِ لفت کو دیکھتا ہوں  
میدانِ خوئی سے اپنی ہوا۔ تو رنج ہو پھر کیا مرنے کا  
گرتا نہیں میں کچھ موت کا غم اور تیری رضا کو دیکھتا ہوں  
ہے اپنا اپنا ذوقِ نظر۔ جو جسے کہ آجائے پسند  
تو میری وفا کو دیکھتا ہے۔ میں تیری جفا کو دیکھتا ہوں  
دُؤنوں میں تم دونوں میں غضب۔ یہ اس سے سوا وہ اس سے سوا  
کہ ناز کو پترے دیکھتا ہوں۔ کہ تیری ادا کو دیکھتا ہوں  
کیوں قید کیا کیوں رنج دیا۔ میں نے تو نہیں تھا کچھ بھی کیا  
تقصیر کو اپنی پوچھتا ہوں۔ اور اپنی سزا کو دیکھتا ہوں  
قربانِ خطا جو ہے یہ بشر۔ اور میری کرم پر اُس کے نظر  
سب میری خطا کو دیکھتے ہیں۔ میں اپنے خدا کو دیکھتا ہوں





دُنیا میں مرا لے میرے خدا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 کلفت کو مٹا دینے والا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 چارہ جو کرے اس دل کا کوئی۔ زخموں پہ رکھے پھابا جو کوئی  
 ڈھونڈا تھا مگر کوئی نہ ملا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 سب روتے ہیں حالتِ پِری۔ ہم درد سے دُنیا بھر میری  
 مجھ سے آرزوہ اور خفنا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 میں بندہ ترا تو میرا خدا۔ کچھ جھوٹ نہیں ہے اس میں ذرا  
 میں شکر کرونگا کس کا ادا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 لاکھوں ہیں وفا کرنے والے۔ اور دل کا کہا کرنے والے  
 ہاں مجھ پہ جفا کرنے والے۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 سب رکھتے ہیں خوش عارضی کو سدا نام کام مگر ہے تو نے کیا  
 اُفت کا جو دے ناکام صلا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 کرتا ہے مدد تو سب کی خدا۔ دشمن ہو کوئی یا دوست سیترا  
 کشتی کو مری بھی پار لگا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 تم پر ہی نظر پڑتی ہے مری۔ مشکل میں بڑی ہے جان پڑی  
 حل کرنے والا مشکل کا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 محکوم بھی ہوں بحرِ مہی ہوں۔ اور ساتھ میں میں مظلوم بھی ہوں  
 فریاد مری سُنتے والا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 مُنتا ہوں یہی لے جانِ جہاں۔ ہے یاد تجھے دِلکا درماں  
 دینے والا اس غم کی دوا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 معشوق تو لاکھوں دیکھے ہیں۔ تو سب سے لیکن بڑھ کر ہے  
 جس نے کیا ہو وعدہ وفا۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 قرباں کی نظر اُٹتی ہے جدھر۔ آتا ہے فقط تو اُس کو نظر  
 چاہیہ ہے کہ دلیں جلوہ نما۔ اب تیرے سوا کوئی بھی نہیں  
 اس حُسن کی دولت کے طلبگار نہیں ہیں دُنیا میں ترے ایک خریدار نہیں ہیں

دل لیکے کرے جو کوئی انکار نہیں ہیں  
اب مستحقِ رحمتِ عفا رہیں ہیں  
جاں دینے کو سرکار پہ تیار نہیں ہیں  
سہنے کو ترے عشق کے آزار نہیں ہیں  
ہیں جسکی دوا۔ آپ وہ بیمار نہیں ہیں  
کیا آپ کی محفل میں فقط خار نہیں ہیں  
اس تربت برباد کے زوار نہیں ہیں  
محفل کے تری جانتے اسرار نہیں ہیں  
اس وقت بھی آوارہ گلزار نہیں ہیں

کبتا ہے بصد ناز وہ سفاکِ ستمگر  
کام آگئے آخر کو کفِ روزِ قیامت  
ایثار بھی وقت یہ کام آ نہیں سکتے  
واقف نہیں دنیا میں عددِ رنج سے ہرگز  
ہو جاتی ہے دنیا کو شفا چارہ گروں سے  
ہر وقت رفیقوں کی کھٹکتے ہیں نظریں  
آ کر میری تربت پہ کہا کرتے ہیں جگنو  
معلوم نہیں غیر کو بایں سیر سی ہرگز  
کرتا ہے سیر کون یہاں آ کے خزاں میں

مے بیٹھے ہیں اک دل نلکہ یار کو قربان

اور اس پہ بھی نازاں ہیں کہ ہیار نہیں ہیں

یہ مار بن کر نقاب سے جو بہارے کیونکل رہے ہیں

سمجھ رہا ہوں یہ دل سے ڈنکے خوب پہلو نکل رہے ہیں

کسی کو زندہ کیا ہے تم نے کسی کو مردہ کیا ہے تم نے

تہائے منہ سے تہائے فقر ہے بھی بن کے جاؤ نکل رہے ہیں

ہزاروں دریا بنے ہیں لسنے ہزاروں قلم مبنے ہیں ان سے

بتہاری فرقت میں آنکھ سے جو ہوائے آئینو نکل رہے ہیں

سمجھ کے ان کی نظر کا کشتہ۔ سمجھ کے آنکھوں کا ان کی عشق

چڑھانے تربت پہ اپنی آنکھیں ختن سے آہو نکل رہے ہیں

سمجھتی ہے ماہِ عیدِ دنیا۔ مگر ہے یہ رازِ جھپٹِ روشن

بالِ بن بن کے یہ فلک پر بہارے ابرو نکل رہے ہیں

پھر آئی سوزِ دروں کی باری۔ ہوا سحرِ اروں کا درجہ باری

پھر آج بعدِ فنا ہماری۔ لحد سے جگنو نکل رہے ہیں

جھانے دیتا ہوں ضبطِ الفت ہے آبرو معرِ عنِ خطر میں

خفیف کرنے کو چشمِ تر سے یہ میرے آئینو نکل رہے ہیں

کسی کی ہے جان جانے والی۔ کسی میں ہے جان آنے والی  
 کہ آج وہ اپنے گھر سے قربان جگہ کے جاؤں گے ہے ہیں  
 دل خوشی کی رنگینوں نے جذب غول کر لیں  
 تری آنکھوں نے کچھ شمع کا جھل سنوں کر لیں  
 مجھے فرماؤ تم مجھے کہ ناخن پناخوں کر لیں  
 اگر چاہوں بتاؤ یہ بھی ہنگام جنوں کر لیں  
 مجھے لے ہم نشیں نعیمِ حشر میں ہمارت پر  
 جو ہو۔ امید مجھ کو بعد صحت اُسے ملنے کی  
 گھر وہ پاس بیٹھے ہیں نہ کر لے موت یوں جلدی  
 مجھے دُر ہے مصیبت کچھ اثر پھیر نہ ہو جائے  
 میں خود صیاد جنگِ حال گلشن کا تباہوں گا  
 فرشتوں نے کیا سجدہ بشر کو حکمِ خالق سے

کسی یاد میں آنکھوں کو اپنی لالہ گول کر لیں  
 تو شاید دور الفت کا تری ظالم جنوں کر لیں  
 ہتھکے ننگ در کو کسے میں بستوں کر لیں  
 میں ہرزہ کو کوہستانِ اک بے ستوں کر لیں  
 جو چاہوں اک جنوں نے سیر دل پہلے جنوں کر لیں  
 تو اپنے آپ ہی میں چارہ سوز دروں کر لیں  
 بیاں اپنائیں اُنکے سائے سوز دروں کر لیں  
 بیاں بجتے ہیں ہمد کسے حالِ ربوں کر لیں  
 بس آتنا صبر گر پیداوار میں سکوں کر لیں  
 میں اپنا سر نہ پھر کیوں سننے اسکے نگوں کر لیں

محبت ابھی کر دنگ صاف تو ہو جائے دل میرا  
 مناسب ہے یہ قربان پہلے اصلاح دروں کر لیں

انہ پنا ہو جاکے دل خریں تو کیسی زلف دراز میں  
 یہ بتا میں خضر ہے کیا بلا انہیں لطفِ دراز میں  
 تو حقیقتوں میں جو بات بھی وہ نظر نہ آئی مجاز میں  
 اُسے دیکھتا ہے جو بولتا ہے ہمیشہ پر وہ ساز میں  
 کہ اثر میں نام کو مرے دل کے سوز و گداز میں  
 کہ بنا کے شانہ نگاہ کا وہ کر گنا زلفِ ایاز میں  
 جو ادائیگی پہلے کہاں رہی وہ بتاں شوہ طراز میں  
 رہ جس میں ہوش نیاز کا وہ نماز کیا ہو نماز میں  
 کہ ملی ہو لذتِ زندگی۔ مجھے آج بحرِ نیاز میں  
 ہوا کی کا جھلہ تو جھلہ گرے تری جبینِ نیاز میں  
 تو بحرِ آفتاب سے بھی سوا۔ وہ نگاہِ درہ تو از میں

تجھے آج دیکھتے ہیں پُرا جو بلا کے سوز و گداز میں  
 مری عمر تھوڑی اگر ہے تو نہیں ہے اسکا محمِ خلق  
 ہوئی جب ہلو تیز ہے کہ حرام کیا ہے حلال کیا  
 یہ حجابِ تار نفس کیوں سے اخیال اُٹھایا  
 مری یاد پھر تجھے آئے کیوں کرو کو تو نہ بھلائی کیوں  
 ہر عجیبِ منتِ غزویٰ ہے نصیبِ حجابِ دل لگی  
 نہ وہ دلبری نہ نظر کشی نہ وہ شوخیاں نہ وہ سر خوشی  
 جو ہے فکرِ تجھ کو نمازی تو ہو شرطِ شیوہ بخودی  
 میں رہو نگاہِ سجدہ میں سر پوئی نہ ہو نگاہِ سر پوئی  
 جسے دہوندا تو ہر جگہ وہاں سے دیکھ لے سلا منے  
 کوئی دل چاہے میں ہو صلا۔ کوئی سر جو خاک پہ پڑا

مری ہونے میں آبرو بہ پھر نہ خلد کی جستجو  
امری اک یہی ہے آرزو و موت آسماں میں

جو جلو تو قرباں جلارو جو ہنوت صرف ہنارو

کوئی یہ بھی سوز سوز میں کوئی یہ ہی ساز ساز میں

اتک یہ دل سے درد بہار احساں میں  
تے کیا ہے فر میں محبت ادا نہیں  
بعد فنا بھی دلیں ہے روشن چراغ عشق  
پھر غم ہو گیا مجھے جو کھد پر دیا نہیں  
پیتے ہیں خون اپنا ملا کر شراب میں  
بے غم کے کچھ سرور میں ہم کو مزا نہیں  
حاکر بھی سنائیں انہیں داتاں غم  
کیا کچھ کہ اتنا نہیں حوصلہ نہیں  
جینکا ہوا وصال ہوا وصل انہیں نصیب  
جینکا ہوا وصال ہوا وصل انہیں نصیب  
عاشق کے دل کے حال کو صورت سے جان لو  
عاشق کے دل کے حال کو صورت سے جان لو  
بیار غم کی چارہ گری تو ذرا کرو  
خاتون عشق کا ہے مگر صفا بطر غلط  
لے شمع سوز حسن وہ گرمی کہ ہر گری  
اغت ہے مجھے درد کو اور درد کی مجھے  
میں نے جو بیکی سے نظر اُٹپ ڈال دئی

قرباں کمانا اگرچہ زمانے سے مٹ گیا

لکھا تھا جو کچھ اُس نے وہ اتک بٹا نہیں

داع فرقت کے تری سینہ پہ ہم کھائے ہوئے ہیں

درد الفت کا مزہ یار بہت پائے ہوئے ہیں

کیا ترے ہاتھوں میں عاشق کا ہو آج لگا ہے

کہ یہ مہجاں کی طرح رنگ نیا لائے ہوئے ہیں

مانگتا ہوں یہ دُعا عمر شب بھر ہوا فزوں

جب سے آنکھوں میں مری خواب میں وہ آئے ہوئے ہیں

بلبلو تم پہ ہی کیا دھست خزاں کی ہے عنایت

پھول گلشن میں سہی آج تو کھلائے ہوئے ہیں

نہیں کیا آئے گی تربت میں ہیں لب نہ فنا بھی

ہم تو اے دوست ترے بھر کے تر پائے ہوئے ہیں  
 دیر اتنی ہے وہ آئیں گے تو لاش بھی اٹھے گا  
 کیونکہ ہم کتنے اسی یار کے کہلائے ہوئے ہیں  
 غل دینے کی ضرورت انہیں کیا ہے پس مردن  
 کہ شہید آپ کے تو خون سے بہلائے ہوئے ہیں  
 وہ تو معصوم ہیں کیا جانیں ہوتی ہیں جانیں کیا ہے  
 دل یہ کہتا ہے مرا عین سر کے بہکائے ہوئے ہیں  
 وصل کے بعد ہوئی کیسی نداشت انہیں حاصل  
 پچی نظریں ہیں کئے بیٹھے ہیں شرماے ہوئے ہیں  
 اے خوشی تیرے لئے آج حُک دلیں نہیں ہے  
 یاس و حرمان و الم دل میں مرے آئے ہوئے ہیں  
 عیر کی موت کا کس درجہ سیناں اُن کو ہے ہدم  
 آج رنجیدہ سے ہیں اور وہ گھبراے ہوئے ہیں  
 یہ سمجھ کر کسی کم سن کی محبت کا اثر ہے  
 ہم بھی بچوں کی طرح درد کو بہلائے ہوئے ہیں  
 یہ اگر سچ ہے تو یحیٰی کی اب کھل گئی قیمت  
 گوئی کہتا تھا کہ تیرا بیان یہاں آئے ہوئے ہیں  
 میں نہیں پہ دل سے نثار ہوں۔ میں ہمارا سینہ فگار ہوں  
 کہ ہمارا عاشق شیفہ۔ کبھی خوار ہوں کبھی زار ہوں  
 ہے ترے لئے بھی ضرور اجل۔ نہ ہو زندگی پہ عدو تو خوش  
 کبھی میں بھی زندہ و شاد تھا۔ اگر آج زیر مزار ہوں  
 مرادل ہے تجھ پہ فریفتہ۔ مری جان تیری ہے مبتلا  
 مری جان تجھ پہ ہوں شیفہ۔ مری جان تجھ پہ نثار ہوں  
 تجھے سب سمجھتے ذلیل ہیں۔ مجھے سب سمجھتے حقیر ہیں  
 جو لگائے مجھ کو تو منہ صم۔ نہ حقیر ہوں نہ میں خوار ہوں

ہیں بوش اپنا مجھے ذرا۔ کہ کچھ اور مانگوں میں ساقیتا  
وہ جو سے پلائی ازل میں تھی۔ میں اُسی میں محض رہوں

یہ ہی میری شان نمود ہے۔ یہ ہی میری طرزِ وجود ہے  
کبھی خاک بن کے ہوں بیٹھا۔ کبھی اُڑتا شلِ عُبّار ہوں  
ہوئی عندلیب جو غنہ زا۔ تو بہانے بہ ادب کہا

نہ ہو مجھ پہ نازاں کوئی ذرا۔ کہ میں چند روزہ بہار ہوں  
نہ قدم کے پوسے نصیب ہیں۔ نہ نصیب ہیں مجھے ٹھوکر ہیں  
نہ کسی حریم کا آستان۔ نہ کسی کا سنگِ مزار ہوں

پھر قریباں مانگتا ہر کہیں۔ کبھی مجھ سے ہونے کا یہ نہیں  
مجھے واسطہ ہے کسی سے کیا۔ کئے اُس پہ دار و مدار ہوں

اگر آجاؤ تم تو جان پڑ جائے مزاروں میں  
ہمارا کام تو ہو جائے گا دو چار واروں میں  
رکھا تعادل کو بھنے اپنے کیوں آئینہ داروں میں  
کبھی مشہور ہم بھی تھے یوں ہی پرہیزگاروں میں  
سمجھتے کیوں ہو اپنے کو زیادہ ہوشیاروں میں  
اُسی تائید سے آنکھیں ہیں اپنی رازداروں میں  
مے لوٹے تھے دلے عیش کے اگلی بہاروں میں  
یہاں تو روشنی رہتی ہے خود لکے شراروں میں  
ہیں شرمندگی ہوتی ہے رہ کر داغداروں میں  
ہمارا نام بھی لکھ لیجئے گائے قراروں میں  
یہی بس رہ گئے ہیں اپنے دل کی یادگاروں میں  
زمانے کو تہ و بالا کیا۔ اک دو اشاروں میں  
یہ چرچے ہوئے ہیں آج ہر موبادہ خواروں میں  
خدا کی شان وہ بھی ہیں ہمارے سو گواروں میں

نکل کر قبر سے ہو نہیں سب اپنے سو گواروں میں  
پڑیں دشن تری چٹانک کے انتشاروں میں  
بڑی صورت کو بھی بہتر بنا کر یہ دکھاتا ہے  
تکلفِ برط زابد لگائے منہ سے بیانہ  
زمانہ ہم نے دیکھا ہے بہت معشوق بُرتے ہیں  
کچھ دیکھا تھا ہے خواہیں اکدن شبِ فرقت  
دلپن اور جوانی سے صغیفی نے لئے بدلے  
پس مردن مری تربت پہ ناحق روشنی کی ہے  
خیالِ یار کہتا ہے جگر اور قلب سے اکثر  
مرتب اپنے فہرست کی ہے بقراروں کی  
الم۔ اندوہ۔ غمِ حیران و حسرتِ یاس و ناکامی  
نگاہِ فتنہ زاکِ یہ قیامتِ حینِ خیالِ بکھو  
بہار آئی۔ بہار آئی۔ مئی کلفتِ مئی کلفت  
جو عمر نے کی دعائیں مانگتے تھے ہاتھ پھینکا کر

اُسے گابارا احساں سے ہمارا سرنہ قریباں

کہ ہم بھی ہیں کسی کافر نظر کے زیر باروں میں

خوب دُنیا کو دکھاتا ہے تماشا جو بن  
حشر دُنیا میں کرے گا کبھی بُرا جو بن  
دیکھ لیں وہ جو کبھی آکے بہتارا جو بن  
دیکھ کر آپ ہی آئینہ میں اپنا جو بن  
تم نے پایا ہے زمانے سے نرالا جو بن  
جب سے دیکھا ہے کسی ہوش رُبا کا جو بن  
بن کے اٹھتا ہے سیرا آج بھوکا جو بن  
تو نے بے ساختہ دیکھا ہے ہمارا جو بن

کن اُنکوں سے اُبھرتا ہے بہتارا جو بن  
سب ہیں حیران ترا دیکھ کے اُٹھتا جو بن  
بُت بنیں مانی وہ بے زاد مثال تصویر  
اپنی صورت پہ ہوئے آج وہ عاشق خود ہی  
یوں تو ہوئے کو حسیں اور بھی ہیں دنیا میں  
ہوش باقی نہیں بے ہوش پڑا رہتا ہوں  
خرین دل کو بنایا ہے بیولا اُس نے  
وہ یہ کہتے ہیں کہ آنکھیں تری چھوڑے نکلے مر د

آج بن صن کے سہرا بام وہ آہستہ ہیں

تو بھی قمر باں ذرا دیکھ لے اُن کا جو بن

عشق صنم کی آج کل دلیں لٹو خراش ہوں  
اپنی زبان پر لے مقصد دگر خراش ہوں  
کرتا اُسی کو آج کل چار طر ف تلاش ہوں  
ایسا ہی بد نصیب ہوں ایسا ہی مٹا ش ہوں  
اُنہیں ہی رکھتا آج کل اپنی میں بود دبا ش ہوں  
کم کچی کو اپنی آج کرتا میں خود ہی فاش ہوں  
کروں تو غلی چاکری دھونڈتا یہ معاش ہوں

کرتا میں تم سے دوستو را ز خود دہنا فاش ہوں  
سُن لیں جو میری داستاں رنج ہو سکو بیگیاں  
جس نے دیا ہے درد دل اُسکا کہاں ہے آستاں  
آج تو کہا حضور نے مجھ سے کوئی بُرا نہیں  
ہیں جو میں بیگیاں سب ہیں وہ مجھ پہ ہر ہاں  
دیکھا نہیں جسے کبھی اُس سے لگایا ہے دل  
مچکوٹے جو نوکری۔ دلے دعا ہے بس یہی

قمر باں جو تیرے کے وہ آئے ہدف بنانے کو

دلے کہا میں پہلے ہی پہلو میں پاش پاش ہوں

نکالے تم نے نہ دل سے صدا ہمارے ارماں ہمارے ارماں

تو ان سے مطلب ہے تم کو اب کیا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

نہیں ہے جب تاب آشتی۔ نہیں وہاں تک اگر رسائی

تو دلے کرتے ہیں کیوں تقاضا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں

فضول نارہن ان سے تم ہو۔ یہ تم سے کچھ بھی نہیں ہیں کہتے

ہیں سے روتے ہیں اپنا رونا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں  
 نہیں تو بس اب یہی ہے صدمہ۔ نہ ہو کے اپنے رہے یہ ظالم  
 خیال اپنا دھیان اپنا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں  
 لگا کے بھگت ہیں شور کرتے۔ یہ دیکھو لیل و ہنسار کیسے  
 ہجوم رکھتے ہیں دل میں کیسا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں  
 یہاں پڑے ہیں فسر وہ لیکن۔ وہاں بہت رنگ لائیں گے یہ  
 کس کے محبت میں اپنا دعویٰ۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں  
 کہیں نہ محفل میں اُس صنم کی۔ یہ جا کے بدنام ہمسکو کر دیں  
 لگا ہے دل کو ہمارے کھٹکا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں  
 لڑے جو آکر وہ آج بے حد۔ تو اُن نے قرباں نے کہہ دیا ہے

تہارا چہا ہا تہارا چاہا۔ ہمارے ارماں ہمارے ارماں  
 عدو و فعل محبت کا بار رکھتے ہیں  
 سمجھتے جنگو ہیں قابل جہاں میں یہ حسین  
 جہاں میں آئیگا ہرگز نہ ہوش مستوں کو  
 ہزار رنوں کی داغوں کی لے صنم اپنے  
 ہمارے دلو کو وہ کس طرح ہیں لچاتے  
 کپڑے شب وعدہ نہ آؤ گے کب تک  
 جو تیرے حسن طلب سے ہیں آشنا ظالم  
 حساب دیتے ہیں ہو جائے گی کچھ آسانی  
 عزیزندگیاں صدے تجھ پر اسے قرباں  
 وہ اپنے ہاتھوں سے زیر مزار رکھتے ہیں

پھول بٹیں کو جو تھا پیارا۔ وہ توڑا گل ہیں  
 تو نے بے وقت جو ٹھٹھن کو ٹٹایا گل ہیں  
 ایک بھی نکل نہ رہا۔ کس پہ یہ بلبلیں چپکے  
 ساتھ کے پھول جو تھے توڑے سب توڑنے  
 ہائے انوس ترا باہت نہ لوٹا گل ہیں  
 درد آیانہ تجھے کچھ بھی چسپن کا گل ہیں  
 تو نے کیسا یہ ستم آج بے توڑا گل ہیں  
 رہ گیا باغ میں اک میں تن تنہا گل ہیں



تجھ کو کچھ خوف خدا کا بھی نہ آیا گل چیں  
ہاتھ جب گل پہ پڑا۔ تیری جفا کا گل چیں  
مٹ گئی ہائے ہماری وہ متنگ گل چیں  
کیسے بیل کا بیل ہو گا گدہ ارا گل چیں  
گل کی فرقت تجھے کب ہو گی گوارا گل چیں  
تیرا ہر روز کا اچھا نہیں آنا گل چیں  
آ کے بیل کا ذرا دیکھ ترپنا گل چیں  
دیکھ آتا ہے ادھر خون کا پیسا گل چیں  
آتے ہی خوب دکھاتا ہے تماشا گل چیں  
تو نے اک بھول بھی امنوس نہ چھوڑا گل چیں  
جس طرح بجگو ہے بے چین بنایا گل چیں  
اسلئے باغ میں قدرت نے بے بھجکا گل چیں  
روح بیل کی ٹھنچی آتی سے گویا گل چیں  
ہاتھ اس گل پہ پڑا۔ ہتھ جو ہکتا گل چیں  
تیرے دامن سے تجھے گا نہ یہ دھبا گل چیں

سامنے تیرے ہیں بلبلین روتی ظالم  
بلبلوں نے تھاچن رو کے اٹھ یا سر پر  
تو نہ آتا تو بباروں کے مزے کچھ ملے  
گل کو توڑا ہے۔ اگر تیل اسے بھی کر دے  
ہے دُعا۔ اب تو کہ مینا د بھی جلدی آئے  
خون ارا مانوں کا بیل کے ہوا جاتا ہے  
فرقت گل میں ہوئی جاتی ہے کیسی حالت  
والدے پھولوں پہ جلد آنکھ کا پردہ ظالم  
چنیا ہے کوئی طائر۔ تو ترپتا ہے کوئی  
بڑھ کے دشمن ہے خزانے بھی مرے گلشن کا  
تو بھی دُنیا میں یوہنی چین نہ پائے ظالم  
گل نے حسرت کا تری خون کیا بھتا بیل  
تو جو جاتا ہے لئے ہاتھ میں اپنے گل تر  
تھے جو پرمردہ چھو بھی نہیں اُن کو تو نے  
تو نے بے جرم کیا بیل ناست و کا خون

موت پر مردہ اسے بھی تو کرے گی قبر بال  
کرے دورِ روز کو دل اپنا شگفتا گل چیں

سامان عیش روز ہوں غائب تو کیا کریں  
مے سے اگر نہ آج ہوں تا ب تو کیا کریں  
جب ہو نہ تیری رائے ہی صاب تو کیا کریں  
روشن فلک پہ گرہوں کو اک تو کیا کریں  
منفقو ہوں نہ دل سے مطالب تو کیا کریں  
مٹی ہی سے بنا ہو جو تالاب تو کیا کریں

دل پر پڑیں جو روزِ مصائب تو کیا کریں  
پتیا نہیں ہے ساتھ ہائے وہ بیٹھ کر  
کہتے ہیں ہم عدو سے کریں کس طرح حجاب  
قیمت کا اپنی جو کاستارہ نہ ایک دن  
جب وہ رہبان کا تلیں پہلے سوال سے  
ماؤنی سی ٹھیں پائے گیا ٹوٹ میسر اول

قربان رو دیا جاتا نہیں غیر کی طرح  
بھینکس خوشی سے ہم نہ مصائب تو کیا کریں

یہاں دیکھتا ہوں وہاں دیکھتا ہوں  
 تجھے زہرِ بے گستاہاں دیکھتا ہوں  
 مگر جنسِ اللہ گراں دیکھتا ہوں  
 زمانے کا سودو زیاں دیکھتا ہوں  
 میں آنکھوں کی جب پتلیاں دیکھتا ہوں  
 میں اس بُت میں جو تو خیاں دیکھتا ہوں  
 نفس کی جو میں تیلیاں دیکھتا ہوں  
 عدو کی جو میں پھبتیاں دیکھتا ہوں

ترا حُسنِ سب میں عیاں دیکھتا ہوں  
 گل میں بھی تو ہے بے گل میں بھی تو ہی  
 میں سمجھا تھا ستار ہے گایہ سودا  
 میں جس وقت کو ٹھکانے لگا کر  
 پس مرگ بھی ان میں ہے تیرا نقشہ  
 حسینوں کو شاید ہی ہوں گی میسر  
 نظر لاغری اپنی آتی ہے مجھ کو  
 تہا لے اشارے کنا لے ہیں اس میں

مُحبت جو قربان کرنی تھی تم سے

وہ معدوم اب بستیال دیکھتا ہوں

وہ باتیں کر رہا ہے میں نہیں ہوں  
 وہ ہی جلوہ بنا ہے میں نہیں ہوں  
 یہ قلبِ شیفہ ہے میں نہیں ہوں  
 وہ کچھ کو دیکھتا ہے میں نہیں ہوں  
 تقاضا آنکھ کا ہے میں نہیں ہوں  
 کوئی وہ دوسرا ہے میں نہیں ہوں  
 وہاں خلقِ خدا ہے میں نہیں ہوں  
 خدا جانے یہ کیا ہے میں نہیں ہوں

خدا ہی بولتا ہے میں نہیں ہوں  
 ہر اک بُت کہہ رہا ہے میرے اندر  
 خطا وارِ محبت اے حسینو  
 عدو کی خوش نصیبی میں ہے کیا شک  
 خطا اسکی ہے کہتی ہے وہ ہی دیکھ  
 غلط دعویٰ کیا جس نے دُعا کا  
 مری مُہرت کی کوتاہی کو دیکھو  
 ہیولہ میرا ہے ہستی کا دھوکا

وہ ہیں۔ دشمن ہیں۔ اور کُشن ہے قربان

بہاریں ہیں گھٹا ہے میں نہیں ہوں

ہمتو خوش میں پڑے کوئی نہیں جھکے کیوں  
 کیوں کوئی اپنے ہوش سے جلوہ کوئی دکھائے کیوں  
 بیٹھے ہوئے ہیں ہمتو چپ کوئی ہیں رلائے کیوں  
 گر نہیں شوقِ دلبری دیکھو وہ پھر بھجائے کیوں  
 آپ کی بزمِ نازیں آئے کوئی تو جائے کیوں

ہجر کی شب وہ ہونا خواب میں آخر آئے کیوں  
 طور یہ کوئی آئے کیوں طور یہ کوئی جائے کیوں  
 نقشہ خوش چھپر کر آہ کوئی سستا ئے کیوں  
 مجھے نظر ملائے کیوں غزبے چھو دکھائے کیوں  
 شمع وصال پر نہ کیوں اپنی کرے نثار جان

دل ہی میں جب نہ دروہ ہو آئے زبان پائے کیوں  
ہاتھ سے عنایت کے دامن گل چھڑائے کیوں  
ہمتوں میں خود جھلے ہوئے ہکوہی وہ جلائے کیوں

فریال نہیں جو حشر بھی اپنے خراام ناز سے  
مردے کوئی اٹھاؤ کیوں فتنہ کوئی اٹھاؤ کیوں

آیا نہ کام ہرگز تو مسیری بیکلی میں  
جلوہ فروز دیکھتا سخت کوکلی کلی میں  
مدن بنے ہمارا اس یار کی کلی میں  
اُس نے اڑا دیا ہے ہم کو سہنی سہنی میں  
چرچے یہ ہو رہے ہیں ہر شہر ہر کلی میں  
رہتی ہے راہ دنیا ہر دم چلا چلی میں  
ارمان اور حسرت تھے بند جس کلی میں  
انعام یہ ملا ہے اس بُت کی دوستی میں  
ایسا اثر نہیں ہے جاودہ کر سامری میں

جلدی نہ کر تو ہرگز۔ جلدی ہے کار شیطاں  
نکلے گا کام میرا قریبان راستی میں

دکھانے آج پھر انداز وہ بچپن کے بیٹھے ہیں  
لے قرآن سر جھانے وہ مرد فن کے بیٹھے ہیں  
نگاہ میں کے ارمان آہوں کے بیٹھے ہیں  
مٹانے حشر میں دھوکہ دہانے کے بیٹھے ہیں  
سنائے آج ہم تھے تھے گلشن کے بیٹھے ہیں  
جو بن کر بیچ پہلو میں مرد دشمن کے بیٹھے ہیں  
مرے زخم جگر سب منتظر سوزن کے بیٹھے ہیں  
سحر سے خطر ہم سانسے طعن کے بیٹھے ہیں  
کہ ہم مجروح ہو کر ایک سیس تن کے بیٹھے ہیں

یہ مری آہ یہ فغاں۔ ہے اثر عزم نہاں  
دشمن عنایت کے پہلو میں دل جو دے کھڑا  
اثر اشتیاق سے سوز تپ سراق سے

سامری حیات گذری اس تیری دل لگی میں  
ہم نے ہر نظر کی پایا جال سیرا  
جب جیتے جی دیا ہے مرکز بھی ساتھ دینگے  
روز کے جب کہا ہے اُس سے فنا نہ دل کا  
معتوق ہو تو تجھ سا۔ محبوب ہو تو تجھ سا  
کیا ہے بساطِ عالم۔ کب ہے ثباتِ عالم  
کھلائے وہ گری ہے مڑ بھلائے وہ گری ہے  
یہ نام ہم ہوئے ہیں ناکام ہم ہوئے ہیں  
آہو نہیں اُس کی جیسی دیکھ پ مومنی ہے

بُت چلے ہیں دلکے دیکھنے کو تن کے بیٹھے ہیں  
مٹاتے ہیں مجھے اب سوره اخلاص پڑھ پڑھ  
یہ حسرت ہے کہ دیکھیں نجد میں بخوف یسلی کو  
زباں خجری بھی کیا اس طرح خاموش کر دینگے  
جگر کو تمام لے صیاد۔ اور مضبوط دل کرے  
جھلانے کو دل مظلوم کے وہ کیا نہیں کرتے  
مداوایکے آکر لگا بھی دیتے تھے ٹانگے  
کسی صورت اٹھ پرہ تو دیکھیں ہم ترا جلوہ  
جگر پھلنی ہے دل زخمی کلیجہ منہ کو آتا ہے

ابھی ارمان میں رہتے ہیں ہم رزق کے بیٹھے ہیں  
نقطہ ہم آج سلجھائے تو اس آئین کے بیٹھے ہیں

یقیناً آج قرباں پھر کوئی صیاد آتا ہے

کہ ہو کر جمع طائر آج سب مجلس کے بیٹھے ہیں

تمام رات بسر ہو گئی مٹانے میں  
کوئی کسر ہی نہ رہی مرے مٹانے میں  
تہ نہ اُن کے ہوں مشہور کیوں زمانے میں  
ہوائے آنے میں ہم دم دہائے جانے میں  
کہ شرم آتی ہے صورت انہیں دکھانے میں  
مرے رُلانے میں اور غیر کے ہنسانے میں  
جمال اپنا بھگتے ہیں اب دکھانے میں  
عجب لطف اُسے آیا مرے مٹانے میں

رکھا ہے جبکہ کہ قرباں عاشقی میں قدم

مرے مٹانے کا چرچا ہے کل زمانے میں

اپنے پرانے سبک جو پردہ پوشیاں ہیں  
کیسی یہ حسن تیری ارزاں فروشیاں ہیں  
سانی عجیب تری یہ مے فروشیاں ہیں  
خوں ریزیاں گلوں کی یہ سرچ پوشیاں ہیں  
یہ باغبان تیری سب گل فروشیاں ہیں  
منظور ان کو موسیٰ جلوہ فروشیاں ہیں  
منظور تھ کر مولاجب عجب پوشیاں ہیں  
معنی لئے ہوئے کچھ اُنکی خموشیاں ہیں  
چھپ چھپکے اُس پر زاہدہ باہ پوشیاں ہیں  
گندم بنائیاں ہیں یہ جو فروشیاں ہیں

مشہور ان کی قرباں دنیا میں آج ہر سو

وہ کیونکر راہ گیروں کے دونکو لوٹ دیتا ہے  
ہم اُسے وہ رہیں ہو کر کہ دشمن کے رہیں ہو کر

نہ جانے لطف انہیں آتا ہے کیا تانے میں  
میں کیا کہ میرا نشان مزار تک نہ رہا  
فلک نے اُن کی جفاؤں کی ہے شاگردی  
حیات و موت ابھی درمیاں میں حاصل ہے  
بشاکھ آیا تو ان کو حجاب بھی آیا  
کسی کی شوخ طبیعت دُشمن کی ہو بہت  
وہ کہنی میں تو اتنے جبارست نہ تھے  
قص کے پاس ہی سویا ہے رات بھر صیاد

تربت کے رہنے والو کیسی خموشیاں ہیں  
دیکھو جسے گاہک تخصیص پہنچے نہیں ہے  
غیروں کو بے رہا ہے لہجہ رہا ہے ہم کو  
بیل کی حسرتوں کا اب خون یہ کریں گے  
پتھیں کے دور دورے خالی نہیں ہیں سہ سہ  
لینا ہے آج لیلو۔ یہ صفت نہ یہ سودا  
لگتے ہیں کیوں فرشتے اعمال تیرے مردم  
شاید کہ شاید شاق گذرا بھل میں اُنکو آنا  
دلیں خیال جنت حوروں کی آرزو بھی  
ظاہر میں سید سادہ باطن میں ہیں وہ پُرفتن

جلوہ نمایاں ہیں جلوہ فردشیاں ہیں  
 جاتی ہمارے تن سے نکل جان کیوں نہیں  
 کرتے کسی پہ آپ ہیں احسان کیوں نہیں  
 کیا ان پہ ان کے حسن کا جادو نہیں چلا  
 کیا گلستاں سے ہوگی رخصت بہار باغ  
 دمہ کیا تھا اور قسم کھائی تھی مری  
 دل ہے کہ پلوؤں میں سمندر ہے اشک کا  
 پھیلائے زخم بیٹھے ہیں دامن ہے دیر کا  
 جان لقصورتاں ہے روج خیال ہے  
 دیتے ہو سکے دکھ کی دوا۔ از رہ کرم

مرنے کے بعد پوچھتے ہیں وہ رقیب سے  
 مجھ میں آج حضرت قربان کیوں نہیں

رہوا ہوں ترا۔ اور کارسوا تو نہیں ہیں  
 نظارگی ہوں تیرے رُخ رُوح فضا کا  
 کیوں دیکھ کے مجھ کو نہ ہوا فخر و زمانہ  
 اے مدعی کس طرح کردں تیری خوشامد  
 میں نے جو کہا کیجئے درماں تو وہ بوئے  
 آنکھوں نے پلائے مجھے اک جام تو ساقی  
 مجنوں کی طرح دشت کی کیوں خاک اڑاؤں  
 ہیں زندگی کے پیکڑوں ارمان مرے ساتھ  
 اے باد مخالف تو اڑاتی ہے مجھے کیوں  
 تعلیم ازل میں جو ملی تھی وہ ہے از بر

قربان ہے جاتے ہیں آنکھوں سے سمندر

پہلو میں دبائے کوئی دریا تو نہیں ہیں  
 فسانہ اپنا بہت دگرخاش رکھتے ہیں  
 کہ دل کو پہلو میں ہم پاش پاش رکھتے ہیں

زہیں سے تاہ فلک ہم تلاش رکھتے ہیں  
جہاں سے اپنی زالی تلاش رکھتے ہیں  
ہم اے دل میں یہ ہی بود و باش رکھتے ہیں  
یہاں سے لیکے عدم تک تلاش رکھتے ہیں  
عقب کے طور عقب کی تلاش رکھتے ہیں  
اہم اپنے پاس دل پاس پاس رکھتے ہیں

ہمیشہ رہتے ہیں خدمت میں حسن والوں کی  
ہم اتواک یہی قمر بال تلاش رکھتے ہیں

لگا کے تجھے دل لے دوست شرمسار ہوئیں  
تہاے حسن پہ سو جان سے شہسار ہوئیں  
اگرچہ اب بھی بہت شایق بہار ہوئیں  
کہ ایک برفی زدہ سبزہ مزار ہوئیں  
تہاے رازِ محبت کا راز دار ہوئیں  
کہا چراغ نے باہر سے اشک بار ہوئیں  
سحر کے بعد بھی مصروف انتظار ہوئیں  
کہ آج تک وہی سرگشتہ خار ہوئیں  
کسی کے باغ کی روٹھی ہوئی بہار ہوئیں  
فقط تہااری محبت کا عزم نگار ہوئیں

بے میری وضع میں اسلاف کی جھلک قمر بال

پرانے لوگوں کی دنیا میں یادگار ہوں میں

آج میں دھکتا ہوں رنگِ خاں اکھوئیں  
ساتھ شوخی کے چلی آئی حیا اکھوئیں  
لال دُور سے نہیں چھپا یا ہوشا اکھوئیں  
تو لگا دوست کی خاک کھنڈ پا اکھوئیں  
دل کو میرے ہے لیا تو نے اُڑا اکھوئیں

تہاے حسن کا ثانی نظر نہیں آتا  
نہ ہم کو کعبہ سے مطلب نہ بتکدہ و سرخس  
کچھ انیس و اُغ ہیں کچھ تیر ہیں کچھ ارماں ہیں  
طلب میں اُن کی کسی گھر سے ہم نہیں غافل  
حبیب و صنم میں دُنیا سے کچھ ترالے ہیں  
ثبوتِ عزم کے اُغیٹیں روزِ حسرت دیتے ہیں

خدا کے واسطے آجا کہ بے قرار ہوں میں  
نگاہِ لطف کا ہر دم امیدوار ہوں میں  
مرے نصیب میں نظارہ بہار کہاں  
مری حیات پہ بھی مُردنی ہے پھالی ہوئی  
زبان کو میری نہ کھلواؤ بے یہی بہتر  
خیال تھا کوئی تربت میں عزم گسار نہیں  
عجیب چیز ہے یہ محویت تصور کی  
پلائی روزِ ازل ایسی ہے مجھے ساقی  
منانے آتی ہے اکثر مجھے نسیم صبا  
غلط ہے مجھ کو جو شاعر کوئی سمجھتا ہے

قتل کے بعد مرا خون چڑھا اکھوئیں  
مجھ کو پامال کیا اُن کو بچا یا شہر سے  
قتل کا میرے ہے کیا نام خدا اُن کو سہور  
ردنی چاہتا ہے آنکھوں میں اپنی تو اگر  
کام رہزن کا تری شوخ نکلا ہوں نے کیا

خواب کا خوب لیا ہم نے مزا آنکھوں میں  
کیف مستی ہے کہ جادو ہے بھرا آنکھوں میں  
میں نے مطلب کو کیا خوب ادا آنکھوں میں

کہد و قربان ندے ہم کو وہ اپنی تصویر  
نقشہ دوست ہے ہر وقت بھرا آنکھوں میں

ہمارے کشتہ جو زیرِ غرار ہوتے ہیں  
بعید رحمت پرور دگار ہوتے ہیں  
جو جن دوست پہ ولسے شمار ہوتے ہیں  
تو ان کی بزم میں ہم شرمسار ہوتے ہیں  
کسی کے فضل کے امیدوار ہوتے ہیں  
فzul صرفِ عشم انتظار ہوتے ہیں  
وہ مٹ کے خاک سرِ برگدار ہوتے ہیں  
ہمارے واسطے گل بھی تو خار ہوتے ہیں  
اک ہم فدا اسے عروس بہار ہوتے ہیں

وہ بے نیازی سے کہتے ہیں مرگ قربان پر  
جہاں میں واقعے ایسے ہزار روتے ہیں

کیا کریں تیری نزاکت پہ نظر رکھتے ہیں  
دلِ عشاق پہ دُرِ دیدہ نظر رکھتے ہیں  
یادِ تازہ تری ہم آہٹم پھر رکھتے ہیں  
ہم تصویر میں تجھے پیشِ نظر رکھتے ہیں  
ہم بھی فولاد کا دل اور جگر رکھتے ہیں  
بے خبر ہم ہیں مگر تیری خبر رکھتے ہیں  
ورنہ گھر رکھتے ہیں عشاق نہ در رکھتے ہیں  
حضرتِ عشق ہیں سینہ سپر رکھتے ہیں

غیر کا ہم کو نہیں کچھ بھی بھروسا قربان

سر جھکائے رہے دیکھو بھی تصور میں ترے  
دیکھتے ہیں جسے وحشی وہ بنا دیتے ہیں  
وہ اشاروں سے سمجھ ہی گئے حالتِ دل کی

وہاں بھی یاد میں وہ بے قرار ہوتے ہیں  
خدا سے جو کہ نڈر تیرہ کار ہوتے ہیں  
وہ پیارا اور کسی کو بھی نہیں کرتے  
وہ بچی کرتے ہیں نظریں جو دیکھ کر ہنس کر  
نہیں جو ہوتا کوئی عشم گناہگاروں کو  
جب انکے وعدوں سے واقف ہیں چاہنے والے  
حیات و موت کی جنب کو تیز ہوتی ہے  
چھلکتے ہیں یہ نظریں جو تم نہیں ہوتے  
سلام آخری اسے باغبان اسے عیاد

ہم بھی نالوں میں بہت اپنے اثر رکھتے ہیں  
کس بلا کا یہ حسین یاد ہنس کر رکھتے ہیں  
تیری فرقت میں سدا دیدہ تر رکھتے ہیں  
دے نہ ہزار دینا کر تری ہم کو تصویر  
قلب پھر سے زیادہ ہے تیرا تو ہمیں کیا  
تو جہاں جاتا ہے ہو جاتا ہے معلوم نہیں  
عشق نے کوہ کی اور دشت کی دی ہر جا گیر  
کیا خبر حُسن سے کس وقت تصادم ہو جائے

ہم تو اللہ پر بس اپنی نظر رکھتے ہیں

مجھ پہ کھل جاتا ہے اندر اٹھتا ہاتوں میں  
حال دل چھپ نہ سکا صاف کھلا ہاتوں میں  
اُس جھکا کرنے دل چھین لیا ہاتوں میں  
بات یہ کیا ہے کہ ہوتے ہو خفا ہاتوں میں  
یار کچھ کر کے دکھا کیا ہے دکھا ہاتوں میں  
جبکہ ہو جاتے ہوئی الغور خفا ہاتوں میں  
اہل محض مجھے لیتے ہیں لگا ہاتوں میں  
آگیا متند مکرر کا مزا ہاتوں میں

ہم نے تاثیر زبان دیکھ لی قرباں تیری  
آج آیا نہ انہیں کچھ بھی مزا ہاتوں میں

سو زردوں کے باعث تویر سی ہے تن میں  
بھڑکائے گی وہ شعلے پروانوں کے بدن میں  
اک آگ لگ رہی ہے عاشق کو تن بدن میں  
لیٹا ہوا ہوتا آیا لپٹا گیا کفن میں  
کیسا یاد کر رہا ہے کوئی ہیں وطن میں  
باندھو اب اسکو اپنی زلفوں کی تم رکن میں  
آئے تھے بن کے ہماں دُشیا کی انجن میں  
کیوں ڈالتے ہیں پانی یہ آتشیں کہن میں  
خوشبو بھائی اُس کی ہم اپنے پیر بن میں  
پھر نے لگے بھٹکتے پروانے انجن میں  
بھر دی ہے آگ جا کر ہر بھول کے دہن میں  
رکھ دینا آخری خط اُن کا مرے کفن میں  
باقی نہیں رہا ہے اک تار بھی کفن میں  
مُل صیں وہ پھول توڑا کیسا جو تھا چن میں

دل ہی جاتا ہے ترے دل کا پتہ باتوں میں  
وہ مکر تار سی رہا ہم نے بھی کیسا وہ ہنر  
سچی بچنے کی بہت کی تھی۔ مگر بچ نہ سکے  
کتنے نادان ہو تم بابت سمجھتے ہی نہیں  
لفظ ہی لفظ ہیں۔ یا پھر ہے عمل بھی و غلط  
کس طرح تم سے بھلا حال کوئی دل کا کہے  
بات کہنے نہیں دیتے کبھی اُن سے دل کی  
بار بار اُس نے جو دشنام سہر محفل دیں

دل میرا جل رہا ہے بستی کی انجن میں  
جو شمع جل رہی ہے آج اُن کی انجن میں  
آئی ہے جب سے گرمی ظالم ترے سخن میں  
مادر کا وہ شکم ہو۔ یا جو لحد ہے یکساں  
پچکی زباں پہ آئی آنکھوں سے اشک چمکے  
دیوانہ ہو گیا ہے۔ پہلو میں دل ہمارا  
ہم سا کین عدم ہیں جاہل کے پھر عدم کو  
بھڑکار ہے ہیں میرے سو زردوں کو آہنو  
گر آب غسل تیرا مل جائے اسے سخن رُو  
اے شمع سو زلفعت خاموش کیوں ہوئی تو  
بلیں کی آہ نے یہ گرمی دکھائی کیسی  
کچھ مرگ ناگہاں کی عیش میں ہو گواہی  
کچھ کھا چکی ہے مٹی۔ کچھ کھا رہے ہیں کیرے  
نوتا نہ ہو گا ظالم کیا اس سے دل کسی کا



سیر ببار کرتا۔ پھولوں کو پبار کرتا | صیتا خوب ہوتا۔ ہوتا جو میں ہیں

قبر باں کی یاد کس کو مینا نے میں نہیں ہے

لیتا ہے آج بچی مینا بھی محسن میں

وہ آسنو بھی رکے ہیں آنکھ میں جو ہنر لے نہیں  
تہاے راز الفت کو کھلا ہم کہنے والے ہیں  
مرے محنت جگر آنکھوں کی مرہاہ بننے والے ہیں  
وہیں جانا ہے ہلو ہم جہاں کے رہنے والے ہیں  
یہ دنیا و ملامت کے سارے تختے دہنے والے ہیں  
اب اپنی داستان غم ہم اُسے کہنے والے ہیں

بعد ضبط ہم تو ظلم تیرے سنے والے ہیں  
ہیں سمجھا ہے کیا منصور جو بد ظن ہوئے آذر  
خدا را۔ آئیے اور روکیے میری بتاہی کو  
قیام اس دار فانی میں فقط ہے عارضی اپنا  
بناتے تم عبت ہو قبر پختہ مرنے والے کی  
زمین و آسمان اپنی طنائیں خوب کس رکھیں

سہارا اُن کے غموں کی کیوں ہنوم کو خجست میں

کہ اے قبر باں سہارا پورے ہم رہنے والے ہیں

آئینہ رکھ کے وہ خوب اپنے کو تیراں کر لیں  
آج بلبلیں کو بھی اس چھپر سے حیراں کر لیں  
چاک کیوں غم میں تہا را نہ کہہ باں کر لیں  
خالی زخموں پہ مرے اپنا منگداں کر لیں  
آج وہ خنجر بیدار کو عسریاں کر لیں  
زلف کو اپنی جو وہ آج پریشاں کر لیں  
جب ہو منظور ہیں سیر بیباں کر لیں  
چاہے جب ہاتھ کو وہ چنبرہ مر جاں کر لیں

اپنی خود بینی کا وہ آپ ہی سماں کر لیں  
نالہ دل کو نوا سنج گستاں کر لیں  
بلبلو رنج گلوں کو بھی بہت ہوتا ہے  
پوچھ کیوں باندھ کے لچائیں مرے قتل کے بعد  
شوق دل کو یہ ہوا ہے کہ شہادت پائیں  
ساری دنیا میں ابھی ظلمت شب کا ہو ظہور  
ہیں قصور میں خلش ریز ہزاروں کانٹے  
خون حسرت کا مری رنگ حنا بن جائے

عہد کا دن ہے ضرورت بھی ہے قریبانی کی

شوق سے اب ہیں قرباں وہ قرباں کر لیں

ہم تارک وں ہیں یہ غم بھی تو کم نہیں  
کھاتا ہوں میں قسم کہ خدا کی قسم نہیں  
موت آگئی اگر تو کوئی دم میں دم نہیں  
پیر مغاں سے کم تجھے شیخ حرم نہیں

مانا کہ بعد ترک وں کوئی غم نہیں  
شک ہے فضول غیر سے بلکہ نہیں ہے عشق  
دم بھر بھی اپنی زلیست کا کس کو ہے اعتبار  
دیتا ہے ہام مجھ کو یہ وعدت کے دمدم

اپنے لئے عدم کا تختِ سل بھی کم نہیں  
ہوتا ہمارا دردِ دواؤں سے کم نہیں  
اٹھتا ہمارا کعبے کی جانب قدم نہیں  
میحٰنہ اس کو کہتے ہیں باغِ ارم نہیں

ہستی ہے جس کا نام وہ خوابِ طویل ہے  
جتنی دوا۔ پلائی مرص اور بڑھ گیا  
پاؤں لگی ہے ایسی یہ بُت خانے کی زمین  
زاہد شراب ملتی ہے کوثرِ یس کاں کہاں

قربان تیرے شعر نہیں جتنے ہیں صاف صاف  
مضمون ہیں بلا کے مگر بیچ و خم نہیں

ہم اپنے دل سے شبِ غم یہ کام لیتے ہیں  
کہ دام دیتے ہیں سانی کو جام لیتے ہیں  
تو شیخ ہی کو بس ہم امام لیتے ہیں  
وہ عاجزوں کا بھلاک سلام لیتے ہیں  
تہارا نام ہمارے غلام لیتے ہیں  
صلال کر کے یہ جنسِ حرام لیتے ہیں  
ہم اپنے ذمہ تمام ہستام لیتے ہیں  
کہ آئین کو گلِ چین کی ہمت لیتے ہیں

وہ سن کے آہ کیلجے کو ہقام لیتے ہیں  
معا ملہ ہے بہت صاف بادِ خوار و مکا  
کہی جو آتا ہے میخانے میں وہ بھولے کو  
سمجھتے ہیں کہ تکبر میں منسرق آتا ہے  
کسی کے نام سے کیا کام ان غریبوں کو  
شراب پڑی ہے جب فیج ہوتی بڑھوٹے  
تم اپنے کو چھ میں اعلانِ حشر کا کردو  
گلو نیکے باغ میں کانٹے ہی پہن گہاں ہیں

بجھ گئے ہیں وہ قربان کے ہیں کیا بھئی

بجھ گئے ہیں وہ قربان کے ہیں کیا بھئی

مستا ہوں تو تیرا ہی نشانِ کف پا ہوں  
میں خود ہی سکھاتا تجھے اندازِ جفا ہوں  
کرتا جو شبِ غم میں کہی آہ و بکا ہوں  
جس کا نہ کہی رنگ چھید گا وہ حنا ہوں  
میں طالبِ جرات مے ہوش ربا ہوں  
میں کھولتا تیری گردِ بندِ قبا ہوں

تصویرِ جفا تو ہے تو میں نقشِ وفا ہوں  
سہ سہ کے ترے جو رہم عشق میں غلام  
سُنتے ہیں کھرے شوق سے آ کر پس دیوار  
ملتا ہے مرا خونِ جو قاتل تو بجھ گئے  
سالی تری خیر آج تو دو گھونٹ پلائے  
کیوں ناخنِ تقدیر پر اپنے نہ کروں نازا

قربان کہو اپنا خدا۔ کس کو بسائیں

ہر بُت کو یہ دعویٰ ہے جہاں میں کہ خدا ہوں

ان کی الفت کا بھی کچھ دلیں اثر ہے کہ نہیں

عاشقوں کی بھی تہیں اپنے خبر ہے کہ نہیں

میرے نالوں کا ترے دل پہ اثر ہے کہ نہیں  
شامِ غم کی مری دنیا میں سحر ہے کہ نہیں  
خوف کچھ تجھ کو خدا کا بھی بشر ہے کہ نہیں  
حشر کا دل میں ترے خوف و خطر ہے کہ نہیں  
پاس کچھ آبرو کا دیدہ تر ہے کہ نہیں  
بچے پر وا نہیں اس کی کوئی پر ہے کہ نہیں

کیا سے کیا عشق میں تیرے وہ ہوا جاتا ہے  
تجھ کو قربان کی حالت پہ نظر ہے کہ نہیں

تیری خاطر سے پا کرنے کو محشر میں ہوں  
اپنی آنکھوں میں لئے حشر کا منظر میں ہوں  
جو بگڑ کر نہ بنے ایسا مفت در میں ہوں  
کر لئے ساتھ گناہوں کا بھی دفتر میں ہوں  
باغِ دُنیا کو بہت دیکھ کے شدر میں ہوں  
آج تک اُسکے ہی نشے سے گراں سر میں ہوں  
خوش ہوا۔ آج بہت گور سے بلکرتی ہوں  
تو ہنرِ جلد میں تو غلہ سے باہر میں ہوں

اُس نے پھینکا بھی اگر تیرا نظر اور حسین  
قلبِ قربان پکارا۔ تیرا خوگر میں ہوں

تیرے جی کہ قلب پر اب بھی اثر نہیں  
کہتے غلط ہیں لوگ کہ اُن کی مگر نہیں  
میں نے تو شامِ حشر کی دیکھی بحر نہیں  
خاطر سے تیری کرتے کبھی یہ مگر نہیں  
یہ ہے جی اٹھاتے مجھے دُش پر نہیں  
چھوڑا ہے اب قفس سے کہ جیل پر نہیں  
تیری حشر ہو کیا مجھے اپنی خبر نہیں

نظرِ لطیف نہ کر یہ تو سب اُسے ظالم  
عمر بھر دیکھی نہیں میں نے خوشی کی صورت  
جستجو کی نہیں۔ صرف ہے باطل کی تلاش  
ظلم یوں کرتا ہے۔ جیسے کہ خدا کوئی نہیں  
غیر کے سامنے اُس بزم میں اشکِ انشائی  
کردے صیاد تو آزاد۔ اُڑوں یا نہ اُڑوں

کہتے ہیں مارتا تربت پہ جو چھو کر میں ہوں  
دیکھنا ہے یہ مجھے جا کے دھچکتی ہیں کہاں  
راست آئے نہ کبھی ہے وہ ہی تدبیر مری  
کچھ مری قبر کو اجاب کشادہ رہیں  
ایسی باتیں تو کبھی خواب میں دیکھی نہ ہیں  
ساقیا تو نے پلائی تھی جو مے روزِ ازل  
مجھے بچھری ہوئی مٹی مری مدت میں ملی  
تیرے باعث ہی پسند آئی ہے مجھ کو جنت

جاتا ہے کوئی جان سے تجھ کو خبر نہیں  
ہے تو ضرور ہاتھ میں آتی نہیں مگر  
صبح امیدِ غیر کو اُسے نظر تو آئے  
چاہیں تو ہم رقیب کو کر دیں ہلاک ابھی  
آتے ہیں ساتھ ساتھ جازے سے دور دور  
صیاد اب رہائی ہے ہلاک مرے لئے  
لے دل غمی کی آنکھ نے بیہوش کر دیا

وہ آنکھ کیا ہے جس میں کہ تیرا نہ نور ہو

رکھتے خبر ہو غیر کی تو نفع ہم کو کیا

قربان کے تو حال یہ تم کو نظر نہیں

بچے زندہ پنہوریں گی یہ تیری خش مگیں آنکھیں  
ہیں وہ صانع عالم نے بخشی ہیں حسیں آنکھیں  
ملا سکتے ہیں تجھ سے کہی آہوے ہیں آنکھیں  
اٹھا کر آئینہ دیکھو ذرا اپنی ہمتیں آنکھیں  
حسینوں کی ہنایت شوخ دیدہ ہوئیں آنکھیں  
چڑھانے آئے تربت پر مری آہوے ہیں آنکھیں  
کسی کا خون کو دیں گی کسی دن یہ کہیں آنکھیں  
زمانہ پھر گیا جہنم سے تیری پھر گئیں آنکھیں  
کھلی اپنی رہی آخر مری بھتے راگین آنکھیں  
محبت کی جی بھٹتی ہیں چھپاؤ سے کہیں آنکھیں  
بچے جب دیکھتے ہیں پھر لیے ہیں حسیں آنکھیں  
پتہ دیتی ہیں میداری شب کا شر مگیں آنکھیں  
بچھاتا ہوں بجائے فرس بالائے زمیں آنکھیں  
خبر کیا حتی کریں گی کار مارا سیتیں آنکھیں

ہوئی ہیں لال غصہ سے تری لے ناز نہیں آنکھیں  
کسی کی آنکھ نے دیکھی نہیں ایسی کہیں آنکھیں  
ہیں بہتر نرس شہلا سے تیری شہر مگیں آنکھیں  
میں کہتا ہوں رو رو کر بچالیں مرگ دُستمن پر  
بھری محض میں اپنے دیکھنے والوں نے رتی ہیں  
مجھے بچا جو تیرے دیدہ خوں ریز کا کشتہ  
نہ دیکھا کچھ اہل نظر کو ترچھی نظروں سے  
بچے اب مونس و غور بھی آنکھیں دکھاتے ہیں  
کیا ہے انتظار یا برسوں صورتِ ترگس  
وہ بیگناش ہو کر پردہ در پردہ مگاہوں کا  
بھرے ہیں کان عزیزوں کے کچھ ایسے میری جانب سے  
دقیب روئید کے گھر رہے ہو ہماں شاید  
مرے گھر پر جو وہ شریف لاتے ہیں شہ عہد  
مری آنکھوں نے اک بیدار کا شہد کیا تجھ کو

رسائی کی نہ بخت نارسا نے اپنی لے قرباں

زیارت کو محمد کی ترستی رہ گئیں آنکھیں

آؤ وہ مجھ کو کرتا ہے تو کیوں شراب میں  
کیوں کر کے عشق جان کو ڈالا عذاب میں  
یعنی وسیل حسن ہے رہنا حجاب میں  
لب پر فغاں نہ آئے کہیں اضطراب میں  
پیتا ہوں خون دل کو ملا کر عذاب میں  
بختہ فتنے اٹھائے تھے عہد شباب میں

ساقی ہوں مست حبِ شہد و تراب میں  
لے دل تجھے ضرور تھا انجام کا خیال  
یہ تری جیا بھی کا شرفِ رازبہاں ہوئی  
کرتے ہیں ضبط کا وہ مرے آج امتحاں  
بے غم کے کچھ سرور میں کیفیتیں نہیں  
پیری نے آئے بسکا عرصہ ہم سے لے لیا

لیتا ہے درد چٹکیاں اٹھ اٹھ کے خواب میں  
بتلا دے دیکھ کر یہ جسم کتاب میں  
کس واسطے پڑا ہوں عتاب خطاب میں  
میں بھینس گیا ہوں دلوں لگا کر عذاب میں  
ایسی نہ ہوگی حشر کے دن آفتاب میں  
چمکا جوان کا عارض تاباں نقاب میں

لگ جاتی ہے جو آنکھ کوئی دم شب فراق  
باقی ہیں میرے بھر کے ایام کس قدر  
فرمایے تو کو کسی سرزد حفا ہوئی  
سختے بھڑکتے ہیں مرے سینہ میں رات دن  
جو آج داغ دل میں حرارت ہے عشق کی  
بجلی کا کوند نامری آنکھوں میں بھر گیا

قربان میکدہ سے بہیں اجتناب تھا  
دوبہ ہے کیسے آج یہ جبر شراب میں

مایل جسم ترا دل ستم ایجا نہیں  
زندہ جنوں نہیں وامق نہیں فریاد نہیں  
شاکل جو نہیں شکوہ بیداد نہیں  
قد موزوں کی برابر ترے شمشاد نہیں  
بن کے انجان یہ کہتے ہیں ہیں یاد نہیں  
تیرے دیوانہ کو اب حاجت فساد نہیں  
تیری بیداد کی دنیا میں کوئی داد نہیں  
میں کہی شاد نہیں وہ کہی ناشاد نہیں

بے سبب میری زباں پر تری فریاد نہیں  
کارنامہ ہیں زبانی کی زباں پران کے  
ہم ہیں اے عشق جفا کار رضا گئے بندے  
قریاں سرو کی کھا کھا کے ستم کہتی ہیں  
شکوہ کرتا ہوں جو میں وعدہ فراموشی کا  
پی لیا عشق نے رگ رگ میں لہو تھا جتنا  
دل مظلوم کرے سامنے کس سے فریاد  
فرق اتنا ہی تو ہے مجھ میں عدویں اور مست

عذلیان جن خوش ہیں بہت لے فریاں  
آج کل باغ میں گل چیں نہیں صیاد نہیں

مر بھی جائیں تو کہی منت عیسیٰ نہ کریں  
انے بیمار کو اسنوس وہ اچھ نہ کریں  
راز افست کو مرے یہ کہیں افشا نہ کریں  
عشق کرنا ہے کریں مجھ کو تو رسوا نہ کریں  
بھول کر بھی وہ ترے عشق کا چہانہ کریں  
کس طرح اہل نظر تیری منت نہ کریں  
میرا جاب مرے عشق کا چرچا نہ کریں

تیرے بیمار جو ہوں۔ فکر مداوانہ کریں  
نام ہو جن کا میخا وہ مداوانہ کریں  
تیرے ارمان مچلتے ہیں بہت اب دل میں  
سن کے وہ حال مرا کہنے لگے قاصد سے  
جان دینی ہے جنہیں تیری محبت سے عزیز  
جب خدا نے ہے دیا حسن حال بصورت  
مجھے رسوا کی کہی حسن کی منظور نہیں

کس طرح اپنی زباں سے تراشکوہ نہ کریں  
ہم تو دین میں کہی بھی علم عقبانہ کریں  
اپنے عاشق سے جو معشوق پہ پروا نہ کریں  
عشق کے پرے میں کہہ دو کہ نشانہ کریں

ہر کہہ دے ہو خریداریہ کہد و مسترباں  
حسن سی حسن کو اتنا تو وہ ستانہ کریں

نقبت ہے کہ وقت امتحان پھر یاد کرتے ہیں  
کہ ہم بیداد پر شور مبارک باد کرتے ہیں  
ہو جب قوت پر دازت آزاد کرتے ہیں  
فسانہ آج وہ الفت کا میری یاد کرتے ہیں  
ابھی تو فصل گل کی سیراے صیبا کرتے ہیں  
پس مرن بھی وہ مری مری برباد کرتے ہیں  
جہاں دیران کرتے ہیں عدم آباد کرتے ہیں  
نیا وہ جو رکرتے ہیں نئی بیداد کرتے ہیں

جو ہے قربان اکھبرو ہی قربان ہے تجھ پر  
نجنس پر ترے لے عشق ہم بھی صا کرتے ہیں

عشق کے ہاتھ سے خود ٹھیک مر اکام نہیں  
بے وفائی کا تو مجھ پر کوئی الزام نہیں  
جو کہ آغاز میں ہی واقف احبم نہیں  
تیرے پہلو میں نہیں ہاتھ میں مصمصم نہیں  
آج تک جس کو کہ معلوم مرا نام نہیں  
خیر قیمت میں ہماری جو کوئی جام نہیں  
دل کے دینے کے سوا اور کوئی کام نہیں  
عشق نچتہ ہے مرا جان جہاں خام نہیں

درد قرباں مرا بڑھتا ہی چلا جاتا ہے

تو زباں دے کے بہر حال مگر جاتا ہے  
یہ تو داعظ ہی نہیں یاد دلادیتا ہے  
خوب ہی پھر رُخ زیبائی بہاریں ٹوٹیں  
کہتے ہیں غیز سے وہ دیکھ کے جھکوبے چین

ہیں ناشاد کرتے ہیں ہیں برباد کرتے ہیں  
ہمیشہ دل کسی کا رنج سہکرا د کرتے ہیں  
زمانے سے زالا کچھ ستم صیتا کرتے ہیں  
نجانے کو سنا انداز آیا ہے پسند ان کو  
خزاں آئے تو پھر تیرا نفس آباد کر لیں گے  
ستم کی انتہا یہ حد ہے کوئی ظلم بے جا کی  
یہ مرنے والے دل کس قسم کا اپہلوں پر کہیں  
سمجھتے ہیں اسے عادت ہو جائے نہیں اس کی

شکوہ کچھ کچھ کو تراگردش ایام نہیں  
یوں تو میں تیرا گنہگار ہوں اور مجرم ہوں  
ہے خطرناک بہت ان کی جوانی کا مال  
کسے قاتل ہو کہ قبضے میں نہیں رکھ کوئی چیز  
دل ہی آیا ہے تو آیا ہے آہلی بس پر  
ہم بھی ساقی تری محفل سے چلے خیر تری  
دلغزوئی کا ملا ہم کو زمانے میں خطاب  
جتنا جی چاہے ستانے نہ کو دنگا شکوہ

اور معلوم مرض کا مجھے انجانم نہیں

کہیں اُتر اگلتاں ہو کہیں میں برق سماں ہوں  
ایسی مقصد سے میں محفوظ رکھتا دیکھیں سیکال ہوں  
کہ میری روح کتنی تریں کیوں خوبسُنداں ہوں  
ترامضبوطیں پکڑے ہوئے ہاتھوں داماں ہوں  
مگر میں آج اُسے کرتا سپردِ طاقِ نیاں ہوں  
عدو کی واسطے میں تیغ ہوں برچی ہوں سیکال ہوں  
ملا تا۔ تارِ دامن سے میں اب تارِ گریباں ہوں  
اتما شاگاہِ عالم دیکھ کر اُتک میں حیراں ہوں

کہیں اُتر اگلتاں ہو کہیں میں برق سماں ہوں  
قیامت میں اگر مانگا۔ تو کیا دو نگاہات میں  
بتا لے کا تب تقدیر کیا دل اب جواب اسکو  
مزا۔ آئے کہ تو دامن چھڑانا چاہے خشریں  
اگرچہ شیخ کی خاطر سے کی تھی توبہ لے ساقی  
رعایت تم ہو کر کرتے روا۔ رکھتا ہوں کب اسکو  
بڑھے ہیں ناخنِ حشمت نہ لوں پھر کام کیوں اُسے  
کھلیں میں مرے ہی آنکھیں نہیں مٹی مری حسرت

وہ لے قمر بان کہتے ہیں بہت صدقہ ہوئے پہلے

نہیں ہے قدر کچھ انکو اگر میں لاکھ قرباں ہوں

کہاں قوت ہے جسمِ ناقواں میں  
بہتیں سمجھتے بہت ڈھونڈا جہاں میں  
بسا ہے کون جا کر بوستاں میں  
کہ لگنت آچکی میری زباں میں  
کہاں تھی تاب و طاقت آسماں میں  
نہیں ہے قدرِ خشمِ باغباں میں  
مزمہ ہے جو مرے سوڑ بہاں میں

کوئی کیوں ساتھ رکھے کارواں میں  
نشاں ملتا نہیں ہے جانے والو  
بتا تو دے ہمارے بعد صبا  
بس اب لے چارہ گر اللہ حافظ  
مرے ہوتے اٹھاتے بارِ اُلفت  
بہت ناراض ہے فضلِ باری  
وہ لذت عیش ظاہر میں نہیں ہے

قفس سے آگیا غلبی کا پیغام

رستہ قمر بان بجلی آشیان میں

قوت تھی آہ کتنی ایک تیر فتنہ گریں  
ہوئی شفا نہیں ہے کچھ دست چارہ گریں  
توشہ لیا نہ ہم نے کچھ ساتھ اس سفر میں  
تو نے ندی ڈبو کر ہسکودوا۔ اثر میں  
گر زندگی کو رکھتی فذرت کھٹ بشر میں

دو دل بنا دے ہیں ظالم نے اک نظر میں  
بیمار کو دوا۔ نے بس یہ ہے کام اُس کا  
دنیا سے ہم بکسر سوئے عدم سدھائے  
تاخیر کچھ نہ اُس نے اسے چارہ گرد کھاٹی  
پھر دیکھتے کہ کہتے دیتے ہیں جان بکھ پر

اک ٹیس سی ہے اُٹھتی میرے دل و جگر میں  
دل میں تو میرے بس جا رہا جہاں غم میں  
رکھا ہی کیوں قدم تھا دنیا کے پُر حضرت میں

قربان مر گیا ہے تنگ آ کے سوزِ دل سے  
اب تو چراغِ گہی کے دشمن جلا میں گھر میں

چھوڑ کر ہر غم دینا سائے دلی جلتے ہیں  
آئے راضی سے نہ ہم اپنی خوشی جلتے ہیں  
وہ یہ کہتے ہیں ہمیں ہم تو ابھی جاتے ہیں  
بخیہ کر ٹانگے مرے دیکھ جوسی جاتے ہیں  
خون کے گھونٹ لگ کر دلیں تو پل جاتے ہیں  
آج منہ پھرے ہوئے بچے وہی جلتے ہیں  
ٹھوکر دے کر مری مری بھی تو جی جاتے ہیں  
بے کھلی ساتھ لئے دل کی کلی جاتے ہیں

ہم اگر جاتے ہیں قربان تو لطف آتا ہے  
یوں تو اس بزم میں جانے کو بھی جاتے ہیں

چین سے بیٹھے ہیں عاشقِ جانِ باز کہیں  
مار ڈالے نہ یہ ظالم تیرا انداز کہیں  
پہلے حاصل ہو تیں قوت پر واز کہیں  
منہ سے ہو جائے نہ ظاہر یہ تراراز کہیں  
تیرے انداز سے دیکھے نہیں انداز کہیں  
اب خیال اُن کا کہیں ہے ننگے ناز کہیں  
رنگِ عالم ہے یہی سوز کہیں ساز کہیں  
اچھے ہوتے ہیں ترے عاشقِ جانِ باز کہیں

کیوں رکھا اپنے اُس راہ میں قربانِ قدم  
جس کا انجام کہیں اور نہ آئے کہیں

آتی ہے یاد تیری رہ جاتا ہوں تڑپ کر  
آوارہ جُنِ جاناں کیوں تو یہاں داناں ہے  
خطر و نئے اب جو ہر دم اب ہے نہیں شکایت

موت آجاتی ہے جنکو وہی جی جاتے ہیں  
آمد و رفت تھی اپنی تیری مَرضی پہ فقط  
میں یہ کہتا ہوں ابھی رات ہے باقی ٹھہرو  
ناخنِ غم مرا۔ فوراً اُٹھیں دیتا ہے اُدھیر  
کچھ نہیں کہتے تجھے دیکھ کے ہم غم کی ساتھ  
ہاتھ میں ہاتھ دے کر کل جو مرے پھرتے تھے  
وہ یہ کہتے ہیں غلط کہتے ہو قاتلِ محسوس  
باغِ فردوس میں اب جا کے کھلائینگے اسے

شام ہوتی ہے کہیں۔ صبح کا آغاز کہیں  
چھ سے اب آنکھ چڑاتا ہے دکھا کر چہرہ  
یہ بھی کہہ دینگے کہاں جائیں گے اُدھر کہیں  
آگے تو کسی نے ذرا سولہ اُلفٹ سے  
گو زمانے میں بہت ہم نے تحسین دیکھے ہیں  
سن کے وہ آرزوئے وصل جو گھبرائے ہیں  
کہیں اک حال پر رہتا ہے زمانہ۔ تو بہ  
اُن کے درماں سے میا بھی ہوا ہے عاجز



نظر سے دیکھ لے کس کس طرح بس تڑپتے ہیں  
 تڑپنا محض مقتل میں نہ دیکھا جائیگا کچھ سے  
 اثر مجنوں تڑپنے کا ترسے خالی نہیں جاتا  
 نگاہ غور سے دیکھ انکو لے غارت گر محض  
 نہ جانے کس یم خوبی سے دل ہم نے لگایا ہے  
 نتیجہ کچھ نہیں ملتا۔ اثر تجھ پر نہیں ہوتا  
 ادائیں تیری لے عالم زمانے بھر کی ہیں قاتل  
 چلاتا ہے چھری اپنی جو تو لوگ رکے گردن پر

عُدو کو دیکھ کر قربان کر لو ضبطِ تم دل میں  
 کر بیگانہ نئے آگے بھی کہیں عاقل تڑپتے ہیں

کر دیا برہم خزاں نے ساز و سامانِ چمن  
 باغبان کیسا بے تھا تو نگہبانِ چمن  
 بلبلا اچھا ہوا۔ اب کے چراغانِ چمن  
 زریں سے بڑھ کر ہے اوصیاءِ ارمانِ چمن  
 ایک بھی دیکھا نہیں ہم نے غرِ نوحوانِ چمن  
 میرے علم میں رور ہے ہیں ہم صفرانِ چمن  
 دور میں تیرے کہاں باقی رہی شانِ چمن  
 ابنِ گلے مرغ ہوا جتنے تھے مرغانِ چمن

حسن کے گلزار میں کیسے چھلے قربان کچھول

میری آنکھیں پوری ہیں آج سربانِ چمن

تو ہم بھی دیکھنے کو اٹھتے جو بن کے نکلتے ہیں  
 اگر وہ سامنے سے میرے مدفن کے نکلتے ہیں  
 جو لینے کیلئے تینکے نشیمن سے نکلتے ہیں  
 یہ ارمان تیرے ہاتھوں صبر و شمن کے نکلتے ہیں  
 نشانے کیلئے جو تیرے چتون کے نکلتے ہیں

کر گئے خالی چمن کو۔ ہائے مُرستِ ان چمن  
 سامنے آنکھوں کے تیری لٹائی شانِ چمن  
 گل کھلے ہیں یا کہ انگارے دہکتے ہیں یہاں  
 خیریت کیا پوچھتا ہے پوچھ میری آرزو  
 سیر کو آئے تھے لیکن داغِ دل پر لیچلے  
 اب کہاں نفع ہیں نام کی صدائیں جا بکھا  
 لے خزاں پھولوں بھرا۔ سارا گلستاں لٹ گیا  
 باوہر صر کے اڑا کر لے گئے جھوٹے انھیں

حسن کے گلزار میں کیسے چھلے قربان کچھول

میری آنکھیں پوری ہیں آج سربانِ چمن

کبھی وہ میر کی خاطر جو بن ٹھن کے نکلتے ہیں  
 لحد کا ذرہ ذرہ دیدہ پُرسوق بنتا ہے  
 فلک پر خندہ زن ہوتی ہے بجلی دیکھ کر اُن کو  
 ہماری حسرتیں بھی ایک دن یونہی نکل جائیں  
 بدف بنکر مرادِ خیر مقدم اُن کا کرتا ہے

گریں کام کس کس جا۔ روگر۔ یہ تری موزن  
ہمارے ویدہ گریاں جھڑی ایسی لگاتے ہیں  
بھالو اپنے جو بن کو ہوس ہر تاک میں ایسی

گریں کام کس کس جا۔ روگر۔ یہ تری موزن  
ہمارے ویدہ گریاں جھڑی ایسی لگاتے ہیں  
بھالو اپنے جو بن کو ہوس ہر تاک میں ایسی

نظر اُنکے سوا۔ اپنی نہیں پڑتی کسی پر بھی  
ہزاروں گو حیں قربان بن گئے نکلے ہیں

اُس دن سے دل کہیں ہے ہمارا نظر کہیں  
دھونڈا لکے ہیں ہم اُنھیں جا جا کے ہر کہیں  
گم ہو گیا ہے راہ سے پیغام ہر کہیں  
بیٹھنے مانے چین سے ہم عسر بھر کہیں  
ہو جائے جو دعا کا ہر ری اثر کہیں  
پہلو سے گر گیا ہے دل بے خبر کہیں  
تو آبرو۔ ڈوبے نہ لے چشم تر کہیں  
اُرتے بسر ہیں شام کہیں۔ اور سحر کہیں

دیکھا ہے جب سے ہم نے کہ اک سیر کہیں  
طے نہیں رفیق جو ہم سے بھسٹر گئے  
خط سے زیادہ اپنے مجھے اُسکا ہے خیال  
گردش رہی ہمارے نصیبوں کے ساتھ ساتھ  
پھر دیکھو صبح عید ہے اور شب شب برات  
کچھ ہو بہتیں جسے تو بتا دوست نہیں  
آئی جب ان کی یاد تو آسنور نکل پڑے  
کب ہم ہو اے دہریں رہتے تھے ایک جا

قربان اُس کو دیکھ کے حیران ہم ہوئے  
دیکھا نہیں تھا آنکھوں نے ایسا بشر کہیں

ترے عاشق بہت بگڑی ہوئی تقدیر رکھتے ہیں  
کچھ میں یوہی پتھر اپنے بت سر رکھتے ہیں  
مرے دل میں ہمیشہ اپنی وہ تنویر رکھتے ہیں  
ہم ہے عاشقوں کو اپنے وہ دلگیر رکھتے ہیں  
لگائے اپنی آنکھوں سے تری تصویر رکھتے ہیں  
دکھانے کے لئے دُنیا کو بے توقیر رکھتے ہیں  
نہ کوئی تیر۔ رکھتے ہیں نہ وہ ہمیشہ رکھتے ہیں  
مر لیفوں کے لئے کیا چارہ گردِ بیر رکھتے ہیں

یہ رکھتے ہیں جو آپس بھی تو بے تاثیر رکھتے ہیں  
ترازو جیسے وہ فتر اک میں پتھر رکھتے ہیں  
یہاں صنوبر کوئی اور جلوہ ہو نہیں سکتا  
امیدیں اُنسے دلجوئی کی رہتی ہیں سدا اُن کو  
ہیں ممکن جہاں ہو ایک لمحہ کو تری صورت  
نہ آجائے تلخ عاشقوں کو وہ سبھتے ہیں  
ہیں معلوم ہے اُن کی نگاہیں کام کرتی ہیں  
ہیں یہ دیکھنا ہے کس طرح اُن کو بھال لیتے

ایکلا ہو نہیں لے قربان اُنکے جاں نثار وہیں  
کچھ پر میرے کیوں پتھر وہ بے تقصیر رکھتے ہیں

خود ہی اس سے دل ترا ملتا نہیں  
 تجھ سا کوئی دوسرا ملتا نہیں  
 ورنہ کیسا حاجت روا ملتا نہیں  
 مدد کی کو مدد ملتا نہیں  
 کیا کروں دل ہی ترا ملتا نہیں  
 تیری اُلفت کا صلہ ملتا نہیں  
 درد آیا لا دوا ملتا نہیں  
 تجھ سے وہ نازک ادا ملتا نہیں

کیا کہا تو نے خدا ملتا نہیں  
 دل فریب و دل نواز و دل خروار  
 ڈھونڈنے میں ہے فقط تیرا مقصور  
 آرزو کی دیر سب مانی نہ پوچھ  
 دل دہی میں تو نہ کی میں نے کی  
 ہے نتیجہ یوں تو ہر ایک کام کا  
 آپ ہوں جس کا علاج آخندی  
 جانے اُسکے دل میں ہیں کیا کیا گمان

رہتا ہے قمرِ بان کیا جانے کہاں  
 ہم کو وہ مردِ خدا ملتا نہیں

تجھے ہم دل میں اپنے بے مروت دیکھ لیتے ہیں  
 تری جو چال میں رنگِ قیامت دیکھ لیتے ہیں  
 مجازی آنکھ سے روئے حقیقت دیکھ لیتے ہیں  
 ہماری آکے چارہ گر جو اُلفت دیکھ لیتے ہیں  
 فقط اک بات میں رنگِ طبیعت دیکھ لیتے ہیں  
 مروت دیکھ لیتے ہیں محبت دیکھ لیتے ہیں  
 یہ حقوڑا کہ تیری آکے تربت دیکھ لیتے ہیں  
 فقط آکر جازے پر ہی صُوت دیکھ لیتے ہیں

جھکا کے تیری گردن اپنی صورت دیکھ لیتے ہیں  
 ہزاروں فتنے دیتے ہیں ہزاروں فتنے اُٹھتے ہیں  
 جھکا لیتے ہیں جب سر کو بصیرت جاگ اُٹھتی ہے  
 جنوں تجھ سے کرتے ہیں بجائے دردِ اُلفت کے  
 کوئی جو چال چلتا ہے تجھ لیتے ہیں ہم فوراً  
 وہ وعدہ وصل کا کرتے ہیں لیکن پیسے عاشق کی  
 پس مردن شکایت کیوں عزیزوں کی تو کرتا ہے  
 عیادت کو نہیں آتے علالت میں وہ عاشق کی

خدا کا منظر ہے قمرِ بان سمجھتے ہیں بتوں کو ہم  
 نظر آتا نہیں وہ اسکی قدرت دیکھ لیتے ہیں

تو مہر و طواف خانہ صیبا ہوتے ہیں  
 ہمیں آباد ہوتے ہیں بسین آباد ہوتے ہیں  
 گلے شکوے تھما ہے جتنے ہم کو یاد ہوتے ہیں  
 اگر گلشن اُجڑتا ہے تو بن آباد ہوتے ہیں  
 جھین برباد کرتے ہو وہ ہی آباد ہوتے ہیں

قفس سے جب اسیرانِ قفس آزاد ہوتے ہیں  
 عجب دنیا کی حالت ہے کہیں کچھ ہے کہیں کچھ ہے  
 تہااری دیکھ صورت وہ سب ہم بھو جاتے ہیں  
 یہاں ہر آج رونق تو وہاں ہوتی ہر کل زینت  
 عدم کی رونقیں بڑھتی ہیں کیا کیا مارنے والوں سے

وہاں تو روز ہی تازہ تم ایک ادھوتے ہیں  
وہی گمراہ ہوتے ہیں جو بے انتا دھوتے ہیں  
ادبائے اپنے پہلو میں دل ناشاد ہوتے ہیں

قضا ہوتی ہے جن پر ہر باں رخ مصیبت میں  
غم دُنیا سے وہ قربان سب آزاد ہوتے ہیں

تو تو کب تیرا قصور بھی نہ ٹھہرا لیں  
جب سے اک تیر لگا تیری ادا کا دل میں  
دیکھتے روز ہیں وہ آکے تماشاً دل میں  
تیری مرضی کا ہیں پاس ہے کتنا دل میں  
لے گئے دید کی آخر وہ منتا دل میں  
کیسی شرمندہ ہوئی ہو گی زلیخا دل میں  
کھینچ گیا عالم تصویر کا نقشہ دل میں  
دیکھتا ہوں میں ہمیشہ وہی جلوہ دل میں

یاد پھر اُن کی سستا نے مجھے آئی شاید  
آج قربانِ جو اک در دنا اٹھا دل میں

کسی کے حال پہ آخر وہ ہونگے ہر باں کس دن  
بہتیں مجبور کر دیں گی مری آہ و فغاں کس دن  
اٹھائیں گاہ وہ میری طرح اسکی سختیاں کس دن  
مرے پہلو میں ہونگے آپ آکر کہاں کس دن  
اٹھیں گاہ اُن کے درد اُنے کو آخر کہاں کس دن  
جلائیں گی عدو کی جان کو یہ جلیاں کس دن  
میتے ہو گا ہم کو دیکھنا پھر آشیاں کس دن  
جلیں گی میری آہوں کو قفس کی تیلیاں کس دن  
بنایا آپ نے تھا مجکو اپنا راز داں کس دن  
تو آخر کام آئیگی ہمارے پھر زباں کس دن

مجھے خاکِ کردہ اک غم کا کہی ہوئے نہیں دیتے  
وہی کچھ سیکھتا ہے جس کو مل جاتا ہے اک رہبر  
جو آتے ہیں تہا ری بزم میں نظارہ کرنے کو

رہ گئی ہو کے فنا میری متنا دل میں  
پٹھا میٹھا سا غیبِ درد ہے رہتا دل میں  
اُن کو ارمان کی حسرت کی لڑائی ہے پسند  
بد و عافیت کو بھی تیرے سبب دیتے ہیں  
تو نے عشاق سے وعدہ جو قیامت کا کیا  
وصل سے اُس کے جو يوسف نے کیا ہو گا گریز  
آگیا تیرا قصور جو شبِ غم لے دوست  
طور پر حضرت موسیٰ حتی نہیں جس کی تلاش

مٹیں گی اُن کی دُنیا سے قیامت خیزیاں کس دن  
بہتیں بیتاب کر دینگی مری بے تابیاں کس دن  
عدو کی جان پر لڑے گا آخر آسماں کس دن  
نشاط زندگی کو نیکی جانِ ناقواں کس دن  
ہزاروں چاہنے والے اٹھے جاتے ہیں دُنیا کو  
جلا یا دل کو میرے یار کی برقِ تبسم نے  
آہی قید سے صیاد کے تھوٹیں گے کب آخر  
مرے نالوں سے جب صیاد کو بھی آگ لگتی ہے  
یہ اب الزام کیوں ہے رازِ لعلِ فاش ہو نیکا  
اگر یہ داورِ محشر کے آگے بھی نہیں ٹھکتی



اپنے مجنوں کا نہیں رکھتی خیال  
خواب کے آگے مرے سببچ ہیں  
دینے کو تیار ہر دم ہے خدا  
آئیے ہیں مجھ کو شکوے سیکڑوں  
ہے فقط یہ ایک طلسم و لہریب

بُوئے الفت تجھ میں لیلیٰ کچھ نہیں  
سن لیا خواب زینا کچھ نہیں  
تجھ میں جذبہ ہی طلب کا کچھ نہیں  
آپ کہتے ہیں تو اچھا کچھ نہیں  
یہ جہاں اس سے زیادہ کچھ نہیں

ان توں کی کر کے اسے قبر بان چاہ  
کھوپا ہے کھوپا ہے پایا کچھ نہیں

ہو نہ حسرت جس میں بیشک وہ نظر اچھی نہیں  
غیرت الفت کو جوش آجائے ایسا بھی نہ ہو  
خواب میں ہیں وہ مگر تو کھیلتی ہے زلف سے  
دل میں آگے رک گیا پہنچا جگر تک بھی نہیں  
بالکل ایسا ہی ہے پیری میں ہمارا رنگ سوز  
تیرے خوش کر نیلو کہدوں میری حالت ٹھیک  
جو بھی لاتا ہے وہی لاتا ہے غم کی داستان  
بات تو جب ہے فلک بھی ٹوٹ کر ٹکڑے

جو نہ روئے عشق میں وہ چشم تر اچھی نہیں  
ہر گھڑی کی چھیر تیرے قندہ لکھی نہیں  
تیری یہ بے باکیاں بادِ سحر اچھی نہیں  
دیکھ لی تیرنی تری تیرے نظر اچھی نہیں  
شمع کی صنوج طرح وقت سحر اچھی نہیں  
دور نہ دے تو طبیعت چارہ گر اچھی نہیں  
کان میں پڑنی کوئی اپنے خبر اچھی نہیں  
جائے گردوں پر جواہر بے اثر اچھی نہیں

کوچہ قاتل میں جا کر اپنے ڈیرے ڈال دے  
تیری صحت آج کل قربان اگر اچھی نہیں

ہم اپنے ہاتھ سے وا عقدہ تقدیر کرتے ہیں  
عدو کا قتل ان کو جب کسی منظور ہوتا ہے  
خیر لیتے نہیں بیمار غم کی چارہ گر پہلے  
سمجھتے ہیں نہ سمجھتے ان کو کچھ تکلیف کچھ صدمہ  
نصو رہے ثباتی کا آئسے دھاتا ہے ذرا ہی  
جنہیں حیرت کہے میں عشق کے رہنا نہیں آتا  
دلی موسیٰ سے کہتی تھی تجلی برق سینا کی  
اجتا سے کوئی کہدے وہ مرنے میں نہ آئیں گے

خدا سے التجائے بخشش تقصیر کرتے ہیں  
گلے پر پہلے میرے تیز وہ ریشم کرتے ہیں  
یہ جب مرنے کو ہوتا ہے تو کچھ تیر کرتے ہیں  
شب غم ہم تو خود ہی آہ بے تاثیر کرتے ہیں  
عمارت جب خیالی ہم کوئی تعمیر کرتے ہیں  
نصو رکودہ کیوں دیوانہ تصویر کرتے ہیں  
جلاتے ہم نہیں کچھ کو مگر کبیر کرتے ہیں  
ہمارے دفن کرنے میں عبت تاخیر کرتے ہیں

وہ جھوٹے ہونیں سکتے تو جھٹلا بھی نہیں سکتے  
دیوانِ عملِ شربان جو تحریر کرتے ہیں

پینے کو دوا اسکی پتار رہے برسوں  
امید میں ہم اُن کی بیدار رہے برسوں  
ہوتے ہی ترے مجھ پر اقرار رہے برسوں  
ہاتھوں میں لئے اپنے تلوار رہے برسوں  
بدنام رہے برسوں ہم خوار رہے برسوں  
خند تیں بہتاری ہم سرکار رہے برسوں  
بھٹی پہ تری ساتی میخوار رہے برسوں  
مرنے کے لئے گر چہ تیار رہے برسوں

آیا نہ میجا ہم بیمار رہے برسوں  
گو آئینکا وعدہ تھا۔ لیکن وہ نہیں گئے  
وعدہ نہ کیا پورا۔ ایک دن بھی کہی آکر  
دشمن کا کہی اس سے تم نے نہ گلا کاٹا  
الفت میں کہی تیری عزت نہ ملی ہم کو  
کچھ بھی نہ ملا ہم کو امنوس دیا تم نے  
گو روحِ سدا انکی پیاسی ہی رہی پھر بھی  
فرقت میں اصل نے دی آکر نہ کہی شکیں

ہے شکر خدا آئے وہ نزع میں ملنے کو  
قربان کی جو صورت سے بیزار رہے برسوں

ہے قلق سارے زمانے کو مگر اُن کو نہیں  
تو نظر کے پاس سے حاصل نظر اُن کو نہیں  
قدرِ دل اُن کو نہیں قدرِ جگر اُن کو نہیں  
نکرم نے کی مرے وقت سحر اُن کو نہیں  
چین سے دیکھا کسی نے عمر بھر اُن کو نہیں  
معصیت سے کوئی لبِ نیامیں فر اُن کو نہیں  
دیکھتے آتا کہی تو چہ ارہ گر اُن کو نہیں

دردِ دل کی بھی ہمارے کچھ خبر اُن کو نہیں  
کورِ باطن جو ہیں کیا دیکھیں گے وہ جلوہ ترا  
کس طرح وہ آئیں قبضہ میں کسی کے لے ندیم  
اپنے جانے کی پڑی ہے اور ہے فکرِ عدو  
عیش سے اور دلی جو دنیا میں جلتے ہی رہے  
سُن لیا ہے تیرہ کاروں نے کہ تو رجن ہے  
کیا مریضانِ محبت کی نہیں آتی دوا

جو ہنر کو بے ہنر دنیا میں کہتے عیب ہیں  
آج لے قربانِ حاصل کچھ ہنر اُن کو نہیں

بھینا جب کوئی دل اسگری نلف پریشانیں  
اُوں جھک پاؤں پہچاتا ہے جو خارِ مغیلا میں  
اگر باقی نہیں ہے کچھ ننگ تیرے ننگدانیں  
تو دو دو ہاتھ ہو جائیں ہیں عشر کے میدانیں

رہا وہ عمر بھر محسوس ہو کر غم کے زنداں میں  
انہیں بہانہ کرتے ہیں کچھ کاٹے بیاباں میں  
ہمارے شورا الفت سے تو لیے قرض لے قاتل  
عدو کو ہے اگر اب بھی کہہ نہ اپنی شجاعت پر

اسے بھی تانک دولا کر مرے داماں بجزاں میں  
تو مجھوں دھونڈتا پھر تا ہے لیلی کو مایاں میں  
رہا جھگڑا ہمیشہ حبیب داماں اور گریباں میں  
کسی نے بھر دے ہیں اس قدر رگ رگ جاں میں

سیرِ محبتی کو تنہا چھوڑ دینا کیا ضرورت ہے  
ارے نادان وہ تو دل کے اندر تیرے رہتی ہے  
رفوگر بھی ہوا تیراں - کرتا پاس کس کس کا  
میں اپنی سانس میں بھی اک پیش محسوس کرتا ہوں

بتوں سے تیری یاد اللہ سر دم بڑھتی جاتی ہے  
نہ آجائے کہیں قربان کوئی نقص ایماں میں

عمر کھوئی تمام غفلت میں  
جب کہیں آگیا طبیعت میں  
کٹ گئی عمر خواب غفلت میں  
مل گیا امن ابر رحمت میں  
دل بہلتا ہے دشت وحشت میں  
چین پایا نہ ہم نے تربت میں  
جو کہ لکھا تھا میری قسمت میں  
پھر ملیں گے کہیں قیامت میں

کچھ نہ آیا مزہ محبت میں  
مجھ سے ملنے کو وہ چلے آئے  
ایک دن بھی نہ آنکھیں اپنی کھلی  
آبرورہ گئی گنہا ہوں کی  
تیرے وحشی کو کیا چمن بھائے  
واں بھی تیرا ہیں خیال رہا  
من و عن پیش وہ مرے آیا  
نزع کا وقت ہے خدا حافظ

ہنس نہ صورت پہ غیر کی قربان  
دخل کیا ہے خدا کی قدرت میں

عُدو کے کہنے سے سہل بنا کے بیٹھے ہیں  
رُلا کے اٹھے ہیں مجھ کو ہنس کے بیٹھے ہیں  
کہ جب بھی بیٹھے ہیں دل کو دبا کے بیٹھے ہیں  
جو آج پردے کو رخ سے اٹھا کے بیٹھے ہیں  
تو انتظار میں میری نقص کے بیٹھے ہیں  
کہ آج پہلو میں اک پار سا کے بیٹھے ہیں  
ہم اپنی چال کے فتنے دبا کے بیٹھے ہیں  
سناہ لینے یہاں تک تھکا کے بیٹھے ہیں

وہ پتھر دل پہ ہمارے لگا کے بیٹھے ہیں  
وہ اپنی بزم میں فتنے اٹھا کے بیٹھے ہیں  
ہمارے ضبط کا حال اپنی اکمن میں نہ پوچھ  
وہ برقی حسن گرائیں گے میری خرمن پر  
رُکا ہے کام جو عیار کا مرے باعث  
میں جام مے کے مقدر پہ کیوں نہ رشک کروں  
وہ مجھ سے کہتے ہیں اب حشر اٹھ نہیں سکتا  
اٹھانے دے تو اپنے کہنا تو اں ہیں ہم

یہ کہنا اُس سے تو قربان گر مریم ملے



مریض سیکڑوں طالب شفا کے بیٹھے ہیں

کہ ہے سب سے ہی وعدہ ملینگے تجھ سے محشر میں  
اثر ہوتا نہیں ہرگز بکر قلب مستمک میں  
پرٹ کے چلے مرغ چین دامن مہر میں  
ہمارا پاؤں البقۃ رہا ہر وقت چکر میں  
الہی وردے تو اس طرح کا قلب مضطر میں  
رودانی جو نہیں باقی رہی سے تیرے خمر میں  
کبھی سلوٹ جو رہ جاتی ہے کوئی اپنے بستر میں  
تاشا نوح کے طوفان کا دیھ دیدہ ترین

رہو نگا حشر کے دن بھی حسینوں کے مقدر میں  
کوئی رو دیا کرے یا التجا ان سے کرے ہدم  
خزانے حکم سے مرغ ہوا ہونگے یہ سب جا کر  
عدم سے آئے دنیا میں عدم کو ہم چلے واپس  
رہے جو داستان دل کی وہی بیتاب ہو جائے  
یہ کچھ تو مشق کا ہر نقص اور کچھ سخت جانی کا  
ہماری ناتوانی تیکہ پہلو سمجھتی ہے  
جو انسانہ سنا کرتے تھے اب اسپر لیتیں آیا

یہ دشواری رہ الفت کی اے قرباں معاذ اللہ

سنا ہے ہم نے جھکا آگیا ہے پائے مہر میں

سزا کوئی نہیں ہوتی مگر عذیر دیتے ہیں  
وہ اپنے قول کی خود ہی بتا قیصر دیتے ہیں  
زینیا خواب کی یہ ہم ترے قیصر دیتے ہیں  
ہمیشہ کونسے ہم تجھ کو چرخ پیر دیتے ہیں  
زبان سے گز نہیں تسکین تو نے تحریر دیتے ہیں  
وہ اپنی کہہ کے مجھ کو غیر کی تصویر دیتے ہیں  
ملا تصویر سے ہم اس کی اک تصویر دیتے ہیں  
دم کشتن چھری کی داد سب بخیر دیتے ہیں

سزائیں دل کو میرے آپے تقصیر دیتے ہیں  
میں جو وعدہ کروں اٹا سمجھنا چاہئے اسکو  
ندامت پہلے گو ہوگی مگر انجام اچھا ہے  
ہماری بد دعا سے بھی بگڑتا کچھ نہیں تیرا  
نہ کھنڈہ تجھے اب شوق کے نام نہ لکھیں گے  
تصور بھی نہ تھا ان شوخیوں کا خواب میں مجھ کو  
دکھا کر آئینہ اس کو ملا کر آئینہ اس سے  
شکر تیرے ہاتھوں میں وہ آکر بھول بنتی ہے

ہتھیں قرباں دیکھا ہے فقط ثابت قدم ہم نے

بالآخر ڈال کا نہ تھا عشق کے رہبر دیتے ہیں

کیا میکہ سے بھرے تھے اس چشم فتنہ گر میں  
لاشے کو دفن کرنا تو اس کے رہ گدو میں  
لیکن نہ کوئی آسنا تھا چشم نوحہ گر میں  
گھبراؤ تم نہ دل میں مر جائیں گے سفر میں

کاہل بنا دیا ہے مستوں کو اک نظر میں  
عبرت ہو اس سے حاصل کہتے ہیں وہ عدد سے  
میری تباہ حالی ترپا رہی تھی اسکو  
تکلیف اے عزیزو دینکے نہ ہم نہیں کچھ

ظاہر ہے حسن تیرا ہر برگ ہر شجر میں  
اب میں پڑا ہوا ہوں نشوونما سر میں  
دیوانہ ہوں میں لیکن سودا نہیں ہے سر میں  
رکھی ہوئی شفا ہے کیا دست چارہ گرمیں  
میں جادو ہم سے آکر اکبار غم بھر میں

کہتے ہیں جسکو دنیا سمجھی حقیقت اس کی  
تھی خوب ایک وہ بھی تیرا ان کی نظریں

خشمگین نظریں بلا سے کم نہیں  
درو-دروہ بھر دوا سے کم نہیں  
خون میرا کچھ جنا سے کم نہیں  
کہتے ہیں بت ہم خدا سے کم نہیں  
اُن کا آنا بھی دوا سے کم نہیں  
اے بھی کالی گھٹا سے کم نہیں  
اب بھی تیری خاک پاس سے کم نہیں

اس کی بھی تیرا ان ہے رسی دراز  
شام غم زلف رسا سے کم نہیں

نکلے ہیں تو کچھ مجھ بوجہ ہو کر نکلے ہیں  
وہ کہتے ہیں تری آنکھوں نے کیا گھر نکلے ہیں  
جو اسیں دوتے ہیں وہ کہیں باہر نکلے ہیں  
ایسوں کے پھرے صیاد بال دپر نکلے ہیں  
کہ وہ رکھے ہوئے ہاتھ کو اب دپر نکلے ہیں  
صدف سے کس لئے باہر درو گوہر نکلے ہیں  
کیوں محشر میں مرنے غم سے باہر نکلے ہیں  
چراغ بزم دقت صبح گل ہو کر نکلے ہیں  
کہ ہم فریاد کرنے کو محشر نکلے ہیں

ہم نے جہاں بھی دیکھا موجود محبت کو پایا  
گوچر سے اُن کے واپس آیا نہ خط ہی لایا  
فرہاد کی طرح کیوں تیشے سے سر کو پھوڑیں  
بیار دیکھتا ہے حسرت سے اس کو ناحق  
ہم زندگی کا حاصل سمجھیں گے اس کو اپنی

اُن کی ناراضی قضا سے کم نہیں  
چھوڑے لے چارہ گرمیرا علاج  
دیکھتے تو دل کے دست ناز میں  
کیا پڑے پتھر ہیں اُن کی عقل پر  
آ رہے ہیں وہ عیادت کے لئے  
ہے اندھیرا شام غم چھپایا ہوا  
مٹ گئے پھر بھی ہمارا نخر دیکھ

مرے آنسو بھلا کب آنکھ سے باہر نکلے ہیں  
امیں جب دیکھ کر آنسو کبھی باہر نکلے ہیں  
بھنوریں سیکڑوں میں مبتلا بھر محبت کے  
قفس میں رنگ پھر لانے کو ہے نشوونما انکی  
میں جانوں کچھ اثر ہوئے لگا میری محبت کا  
وطن کی چھوڑنے کی کیا نہیں معلوم شکلیں  
وہ کہتے ہیں لگا کر ایک ٹھوکر میری تربت پر  
جلائے ہیں جو اوروں کو انہیں راحت نہیں ملتی  
فرشتوں سے ہو کچھ انتظام محشر کر رکھیں

قیامت میں کہاں ہے آج تیری شان ستاری  
وہ ہرگز بھی نہیں ڈرتے کسی سے راہِ اُلفت میں  
بیاباں کا جو وحشت جائزہ لیتی ہے غربت میں  
نتیجہ شادمانی کا ہوا کرتا ہے غم اکثر  
متناے شہادت کیا مری برائے کی ہدم

بہتانِ ننگدلِ قربانِ پتھر کے چھلوانے ہیں  
سجھتا ہوں ہوں جس کو وہی پتھر نکلتے ہیں

حاصلِ فرقت بجز دردِ ہنساں کچھ بھی نہیں  
فضلِ گلِ کاکیت یارِ بخِ خزاں کچھ بھی نہیں  
یہ بھی مچتا ہے آخر ایک دن شیشِ بہار  
اُنکے عارض سے زیادہ اُنہیں کبے رنگِ درپ  
اسیں لاہولِ داغ ہیں جن کو نہیں خود پورِ خزاں  
مُسکراتے ہو مگر چہرہ ہے محسوسِ حجاب  
ہم ازل میں جس کے متانے تھے اُنکے سامنے  
جیسی جیسی ہم کو تکلیفیں کسی ظالم نے دیں  
کچھ نہیں سطحِ زمیں سے خاکِ دل کی مجھ  
داؤ کیا نادر کو دوں۔ حُسنِ کہتا ہوں نہیں  
ہو گیا واپس سکندر۔ بے پیئے آبِ حیات  
ٹھلے گئے ہم خاک میں ملتے ہی سوزِ ہجر سے

عیبِ لے قربان اپنے خود نہیں آتے نظر  
ہے نمبر جن کو ان میں خوبیاں کچھ بھی نہیں

اثرِ آبِ جو آہِ دفن میں نہیں  
ہیں ساتھ کیوں کوئی لیتا نہیں  
نہیں آتی فنون کی کوئی صدا  
دُعایوں ہے ناکام شامِ فراق

تو یارِ دلِ ناتواں میں نہیں  
جلگہ کیا کسی کارواں میں نہیں  
تو کیا عندلیبِ شیاں میں نہیں  
کہ تاثیر باقی زباں میں نہیں

جو چکر مرے پائے وحشت میں ہے  
تسائے نہ اللہ کوئی اسے  
خدا کے لئے کر دے عابر بہمن  
کوئی پھول بیل ترے دلے کم

کہو تم نہ فتر بان دل کی تلاش

دنا کا نشان ہی جہاں میں نہیں

آگ پر دانوں کے سپکریں لگا جاتا ہوں  
لے خبر جلد مری غم سے ہلا جاتا ہوں  
صبح ہوتی ہے گھڑی بھر میں بچھا جاتا ہوں  
درد کی اپنے میں لینے کو دوا جاتا ہوں  
بار عصیاں کا ہے اتنا کہ دیا جاتا ہوں  
جس طرح کر کے جہاں سے میں دفا جاتا ہوں  
ٹھہر د ٹھہر دو میں بہت دور رہا جاتا ہوں  
آ کے تربت پہ تری اشک بہا جاتا ہوں

سوز و درد دل جو کبھی بزم میں آ جاتا ہوں  
سوز الفت سے ترے اب تو جلا جاتا ہوں  
شمع محض ہوں مرے سوز سے دل کو نہ جلا  
جسے یہ درد دیا ہے اسی بیدار کے پاس  
بوجھ سے جھکو تو لے رحمت حق کرے بیک  
جب میں جانوں تو یونہی آئے جھائیں کر کے  
ٹھہر و اسے راہ رو و ساتھ بچھاؤ میرا  
جیسے وہ کہتے ہیں کیا اور کر دں تیرا خیال

رُوز دیتا ہوں حسینوں کو جہاں میں اک دل

اس نجات سے میں فتر بان لٹا جاتا ہوں

ہم کریں گے نیاز کی باتیں  
کچھ سنا دو ایاز کی باتیں  
میں سکے میں ناز کی باتیں  
تو مرے دل نواز کی باتیں  
اور سر راز کی باتیں  
کھول دوں گا میں راز کی باتیں  
واہ عابز نواز کی باتیں  
دیکھو زلف دراز کی باتیں

تم کرو گے جو ناز کی باتیں  
روح محمود کہتی پھرتی ہے  
توبہ کو جلد توبہ کر دے اعظا  
سن کے آخر کرے گا کیا ہدم  
مختصر ایک لمحہ نصرت  
محبت کو پھر اچو تو نے لے زاہد  
ایک پل میں وہ بخش دیتا ہے  
دل کو چھوڑا نہ اُس نے کر کے ایسے

آج فتر بان ہیں وہ نایل رحم

## کر لوراز وین ساز کی باتیں

کون ہے آکے جو دنیا میں پریشان نہیں  
حیف ہے آپ کو پھر بھی مری پہچان نہیں  
سن لیا ہم نے کہ ملتا نہیں تو غیر سے بھی  
بذہبِ عشق سے جس کو نہیں الفت زاہد  
مر کے بھی تیرے ہی کو چہ میں پڑے لہتے ہیں  
ہم نے خود غیر کے پہلو میں بچتے دیکھا ہے  
کوئی پہچان بھی سکتا نہیں اب عاشق کو

ہے پریشانی کا مجموعہ یہ انسان نہیں  
آپ احنان نہیں میں کوئی احنان نہیں  
تیرے ملنے کا ہیں اب کوئی ارمان نہیں  
ہم سمجھتے ہیں کہ حاصل لے ایمان نہیں  
جان دے دیتے ہیں عشاق مگر آن نہیں  
انفرا یہ نہیں ہمت نہیں ہبتان نہیں  
کیا ترے عشق کی کافی یہ ہی پہچان نہیں

غیر سے کہتے ہیں محفل میں نہیں لگتا دل  
آج محفل میں جو آیا مری قربان نہیں

خود اپنی زہیت کی ہم قطع راہ کرتے ہیں  
جو کرنا ہوتا ہے ہم کو وہ گزرتے ہیں  
کوئی جو آتا ہے دنیا میں لوٹ جاتا ہے  
خود اپنی موت سے رہتے ہیں بے خبر شاید  
ہنگامہ یار کے جو تیرے آتے ہیں ہم دم  
مٹائے سے نہیں بٹتے مثالِ حسرتِ دل  
بھٹکنے دیتے نہیں عزیز کے خیال کو بھی  
سوئے حرم نہیں جاتے ہیں تنگدے کو بھی

مراد والوں سے کہہ دو جوان مرتے ہیں  
بتوں سے خوف نہیں۔ ہاں خدا ڈرتے ہیں  
یہ ساکنِ انِ عدم کب یہاں بھرتے ہیں  
جب ان اسیروں کے حصار پر کترتے ہیں  
وہ دل سے ہو کے یکے میں جا اترتے ہیں  
ہمارے داغِ محبت سدا۔ ابھرتے ہیں  
جو پاسبان سے نہ ہو کام ہم وہ کرتے ہیں  
خدا معاف کرے ہم بتوں سے ڈرتے ہیں

ہم ان سے دل بھی اپنا طلب نہیں کرتے  
تو دل کو لیکے وہ قربان کیوں مگرتے ہیں

ستم سے سہ کے ہم چرخِ کہن کو آزماتے ہیں  
کے ہے فکرِ آزادی ہیں معلوم کرنا ہے  
ہماری محنت جانی سے وہ برسہم تو نہیں ہوتا  
دل پر داغ سے بُوئے دفا آتی ہے کیا اسکو  
چلے جائیں گے جب موج آئیگی سوئے وطن واپس

کمال ضبط سے رنج و محن کو آزماتے ہیں  
چمن میں ہم ہر اک مرغِ چمن کو آزماتے ہیں  
سرِ مقتلِ مزاج تیغِ زن کو آزماتے ہیں  
شب وعدہ دماغِ گلاب کو آزماتے ہیں  
ابھی ہم الفتِ اہلِ وطن کو آزما

جدا کر شمع اہل حسن کو آزماتے ہیں  
ہم اکثر وضع شیخ و برہن کو آزماتے ہیں  
جدا کر شمع ہستی تن بدن کو آزماتے ہیں

مذاہبی عیب جب قرباں چھالیتا ہے بندوں کے  
تو پھر کیوں عیب جو اہل سخن کو آزماتے ہیں

ایسی منزل میں رہتے ہیں اسی منزل سے اٹھتے ہیں  
بمشکل بیٹھتے ہیں اور بڑی مشکل سے اٹھتے ہیں  
شبِ فرقت میں جو شعلے ہمارے دل سے اٹھتے ہیں  
بہت مایوس ہو کے وہ تری محفل سے اٹھتے ہیں  
کہیں یہ بار نازک خنجر قابض سے اٹھتے ہیں  
بلوے جتنے اٹھتے ہیں تری محفل سے اٹھتے ہیں  
شبِ فرقت ہمارے دل سے اٹھتے ہیں  
یہ جتنے فتنے اٹھتے ہیں اسی محفل سے اٹھتے ہیں

کبھی قرباں وہ قبرستان سے ڈرتے ہی نہیں ہوتے  
بہت سے دلوں دن رات سیکر دل سے اٹھتے ہیں

اُن کی مڑگاں تیز چھریاں ہو گئیں  
اُن کے چہرے پر اگر زلفیں پریشان ہو گئیں  
شیخ پر فوراً بطانِ بادہ بریان ہو گئیں  
نیتیں - تو بہ کی ساری عندنیان ہو گئیں  
سب شگفتہ میری امیدوں کی کلیاں ہو گئیں  
آنکھ کی بوندیں مری مشہور طوٹناں ہو گئیں  
اس تماشے نگاہ میں آنکھیں ہی تیراں ہو گئیں  
تیلیاں سب اُسی خاطر برق سماں ہو گئیں

جب مگاہِ التفات انکی ہوئی پرسانِ محال  
مٹ گئیں قرباں جتنی تھیں سب آسمان ہو گئیں

وہ کہتے ہیں کہ دیتا کون ہے جاں مثل پروانہ  
کبھی کبھی میں جا کر اور کبھی بچانے میں جا کر  
اندھیرا - اس طرح شاید ہو کم ظلماتِ ہستی کا

تری اُلفت میں جتنے دلوں نے بھی دل سے اٹھتے ہیں  
نقابت ہو گئی ایسی مرعیانِ محبت کو  
ستارے آسمان پہ جا کے بجاتے ہیں وہ اکثر  
جو آتے ہیں تمنا دلیں نے کر تیرے جلوہ دلی  
انہیں وہ قتل میں بے وجہ کرنا سختیاں مجھ پر  
خطا سحر میں کچھ سیلی انہیں مجبوں کی وحشت کی  
اندھیرے میں مذاہجانے کہہ رہے ہیں وہ غلب  
خوابِ آبا و عالم میں ترے دم سے خرابی ہے

جان لینے کے لئے یہ آفتِ جان ہو گئیں  
لوگ یہ سمجھے کہن میں آگیا ہے مابتاب  
بادہ خواروں نے جو ساقی سے کہا دیدے کباب  
کیا کروں زائد کہ اک اندازِ ساقی دیکھ کر  
تم نے وعدہ کر لیا - اور اُس کو پورا کر دیا  
آبرو یہ دیدہ تر - کی بدولت ہو گئی  
کس قدر باز بچہ دینا بنایا دلِ فریب  
جس کو سبھی تھی نشینِ عندلیب نعتِ دل

نہیں بھولوں کا خیال اور جن یاد نہیں  
آج خاموش ہو کیوں دور خزاں آتے ہی  
آگے آپ تو سب بھول گئے تکیلیں  
آج نجانے میں پھر ہے وہی شغل و جام  
جیتے جی بارہتی سب پر مری بے سامانی  
جو تجھے سارے زمانے میں لئے پھر تا تھا  
یہ نقش کیا ہے جن کیلئے تو اڑ سکتا ہے  
لے مٹا فراسے کہتے ہیں فریب ہستی

دیکھئے کہ ہوتے ہیں فرمان بے عمر عزیز  
کہ تجھ پر عشق ہمیں کوئی بھی دن یاد نہیں

ایک مجبور نفس پر حرم فرماتی نہیں  
میری حسرت بھی انہیں کچھ جاگے بجا تھی نہیں  
گور کی مٹی کفن کو بھی مرے کھا تھی نہیں  
جو کھلی کھلتی نہیں وہ بُو کہی پاتی نہیں  
آسمان پر اب کہی کالی گھٹ چھاتی نہیں  
دیکھ کر کیوں اُن کو اے زُکس تو شرابی نہیں  
میرے لاشے پر مری حسرت بھی چلا تھی نہیں  
آنکھ زُکس کی کہی گلشن میں شرماتی نہیں  
زلف کی زنجیر کیوں تو اس کو پہناتی نہیں  
آج زنداں سے عدا زنجیر کی آتی نہیں

دیکھ اے قربان اپنی زندگی کی تدار  
جو گذرتی ہے کھڑی وہ ہاتھ پھرتی نہیں

چاہے مرجائیں مگر منت عیسیٰ نہ کریں  
ڈر ہے محفل میں تری یہ مجھے رُہوانہ کریں  
وہ میحالی کا ہرگز کہی دعوئے نہ کریں

رد کا اپنے یہ سوچا ہے مداد انکسریں  
نکلے پڑتے ہیں مرے اشک مری آنکھوں نے  
جن کو بیا رحمت کا نہ ہو یادِ علاج

کیا کریں ترک اگر اپنا تڑپنا نہ کریں  
عشق کرنا ہے کریں مجھ کو تو رسوا نہ کریں  
حلق پر غیر کے تلوار کو جھوٹا نہ کریں  
موت کی بھول کے ہرگز بھی تمنا نہ کریں

جان دینا مجھے قربان ہیئت آساں ہے  
نہیں کرتے وہ ندا وا- مرا اچھا نہ کریں

پھر یہ تلاش کیسا کہ خدا کا ہے گھر کہاں  
گذرے گی میری شام کہاں اور گھر کہاں  
پیلے بنا دو اس میں ہے تیری اثر کہاں  
جتنی نے تیرے آج بنایا ہے گھر کہاں  
گم ہو گیا ہے جا کے مرا نامہ بر کہاں  
پرواز کی ہے فکر مگر بال و پر کہاں  
اُس کی پیش کہاں مرا سوز و جگر کہاں  
دل نے دیا ہے چین نہیں عسبر کہاں

قربان بیچہ چین سے ہے وقت آخری  
پھر تھا ہے مارا مارا- ادھر اور ادھر کہاں

مڑہ آجائے اس ارمان اور حسرت کی محفل میں  
نصیب آیا کہ زخم آگیا پھر چشم قاتل میں  
خدا کا شکر وہ رہنے لگے تو نے ہو کر دل میں  
پڑا پردہ ہے خالی وہ نہیں سے قیس محل میں  
چراغ داغ ہی کافی ہے جلنے کو مگر دل میں  
نہیں دیکھی ہے اسی بیکار سی ہم نے سب میں  
پھر گویا لاکھ آسنو خون کے چشم عین دل میں  
اسے کہہ سکنے لے مجھوں بٹھائے دیکھے محل میں

چراغ بزم لے قربان دیکھو نہ تاتا ہے

وہ یہ کہتے ہیں تڑپنا نہیں آئین وفا  
چاہئے دانوں کو آیا ہے یہ اُن کا پیغام  
حسرت قلب ابھی دل میں ہے سیر باقی  
گرفتیں ہو کہ وہ آجائیں گے شامِ فرقت

بلکہ تجھے نصیب ہے نورِ نظر کہاں  
ہے اُس کے اختیار میں مجھ کو خبر نہیں  
کرنا علاج پھر شبِ فرقت کا چارہ گر  
دل میں ہر ایک ذرے کے مسکن ہے آجکل  
اتک جو میرے خط کا نہیں لاسر کا جواب  
میتا دسٹن کے مڑوہ آزادے تھنس  
دو ذرخ سے کیا مرے تپ غم کو ہیں نسبت  
رکھا ہے بغیر اوروہی اُس نے تابہ زیرت

کسی عورت خیال یا راگر رہنے لگے دل میں  
تڑپا قتل کی رہا ہے گی پھر قلب سب میں  
جنہیں آباد دل کو گھر بنانے میں تامل تھا  
تری سیلی تو تیرے دلیں آتی ہے لے غفل  
مکلف ہے کد پر شمع لانے سے تو نے نہ دو  
مری بیتابی دل دیکھ کر کہتا ہے وہ قاتل  
کہیں جاسیے رکتی ہے بہارِ باغ لے گلچیں  
کہاں بچد- اد کہاں ناقد- کہاں نازک بدن لیلی



کسی کی یاد میں یہ بچکیاں لیتا مجھے نہیں میں

کیف شراب عثم کا طلبگار رہی نہیں  
آزاد بھی ہیں صرف گرفتار ہی نہیں  
ہم جاں نثار بھی ہیں وفادار ہی نہیں  
زاد بھی خوف میں ہیں گرفتار ہی نہیں  
وہ دیکھتے کبھی سیرا دیدار ہی نہیں  
کیا دوں جواب طاقت گفتار ہی نہیں  
بگڑے ترے مریض کے آسنا رہی نہیں  
ادیتا ہے وہ تو کوئی طلبگار ہی نہیں

ساقی بہت ہیں کوئی مدح خوار ہی نہیں  
زلفوں میں تیری قید معیت نگاہ میں  
جب چاہو آ زما لو ہماری سرشت کو  
اللہ سے تمازت خوشنید و در شتر  
جن کو نہیں ملی ہے بصیرت کی روشنی  
وہ پوچھتے ہیں مجھ سے مراحل نزع میں  
بگڑا ہوا ہے اب تو نظام حیات بھی  
شکوہ فضول سا ہے خدا سے کریم کا

اللہ کے کرم کی نوازش تو دیکھئے  
مستربان آج کوئی گنہگار ہی نہیں

جوش جنوں بتائے کہاں پھر ساؤں میں  
غیروں کی طرح جھوٹی جو باتیں بناؤں میں  
سو بار کس لئے تجھے پھر آزماؤں میں  
کہتے ہیں کس لئے نہ تجھے پھر جلاؤں میں  
مکن نہیں کہ غیر کی محفل میں جاؤں میں  
سوئے ہوئے رقیب کو کیونکر جگاؤں میں  
سینے کے داغ کھول کے ناحق دکھائوں میں  
جنوں کی جا کے قبر پر چلے چڑھاؤں میں  
کس چیز سے پھر آگ یہ دل کی گچھاؤں میں

اپنا ٹھکانا جب دو جہاں میں نہ پاؤں میں  
مجھ کو یقین ہے کہ رہوں میں ترا جلیس  
اکبار چھپ کے دیکھ لیا ہے ترا کمال  
ضدک لے ہے دلو مے اور رقیب کے  
ایسا نہیں ہوں ہاتھ سے جو دوں کہی وقار  
کس طرح منع عشق سے تیرے کردوں اُسے  
اوڑھوں غلاف کعبہ تو تجھ کو یقین نہ ہو  
یلسی مری جو غیر کو پتھروں سے چھیدے  
روئے نہیں جو دیتے تبادو بدل کوئی

قربان اپنے وعدے پر آئے جو وہ کبھی  
آنکھوں کا فرش راہ میں اسکی گچھاؤں میں

لے پہلو میں اپنے ایک مایوسی بھرا دل ہوں  
نگاہ قیس کہتی ہے کہ میں یس کا محفل ہوں  
اگر اس کو جہاد کر دے تو میں مشکور قاتل ہوں

مری پریش نہیں دربار قاتل میں وہل ہوں  
میں راز حسن پر ہے میں چھپا لینے کو قاتل ہوں  
مرا سر بھی تجھے بارگراں معلوم ہوتا ہے

نہیں مرنے والے ہوں میں زندہ ہوں داخل ہوں  
نہ دنیا بچھڑا مل ہے نہ میں دنیا پہ مارل ہوں  
مڑتا تیری فرقت میں کہاں مرغِ بے گھر ہوں  
کبھی آباد تھے پہلو بھی لیکن اب تو بیدل ہوں  
مگر میری تیرا دیکھنے مستحق ساحل ہوں  
خیر اس کی نہیں جھگڑا دل سے میں تو غافل ہوں

مجھے قربان دی حق نے بڑی نا آشنا ہمت  
لگائے کوئی منہ جھکوا کہاں میں اس کے قابل ہوں

میری برباد کی کہاں نہایتی لاکھ خزاں  
پھر رہی سے سیر کرتی کیسی اترائی خزاں  
اب انہیں آٹھو نہیں ہے تصویر رسوائی خزاں  
کیوں نہ پھولوں کے عوض گلشن میں مہجائی خزاں  
لے رہی ہے آج پھر گلشن میں انگڑائی خزاں  
ہو گئی ہے تیرے گل بوٹو کی شیدائی خزاں  
کیوں ہوئی واقعہ طبیعت تیری مہجائی خزاں  
فصل گل کو دیکھ کر کہہ رہے گہرائی خزاں

ہم سے دیکھا بھی نہیں جاتا ہے گلشن کی طرف  
باغ میں قربان جسد سے کہہ دے آئی خزاں

کہ اس نے کہہ یا قائل قیامت کا نہیں ہوئیں  
تو اسے جوش جنوں کیا واقعہ مہجرائیں ہوئیں  
کہ اچھا ہوں مگر اب واقعی اچھا نہیں ہوئیں  
تہاے دامِ الفت میں کوئی لٹکا نہیں ہوئیں  
رہوں پردے میں عمل کے کوئی ایسی نہیں ہوئیں  
تہارا بادہ کش ہوں تشہِ اُصہبا نہیں ہوئیں  
غلط سمجھا مجھے احباب نے تہنا نہیں ہوئیں

بتھارے شوق نے کیسی امید و بیم میں ڈالا  
خدا کا شکر ہے میری سہر ہوئی ہر راحت سے  
کبھی پہلو نہیں ہے چین مجھ کو تیری الفت میں  
جسے کہتے ہیں دل اب کہاں ہے میرے پہلو میں  
میری کشتی بھنوریں ناخدا مایوس سب چراں  
کہاں جانا ہے جھکوا اور کہاں سے میں یہاں آیا

وائے ہمت کیسی گلشن میں مرے آئی خزاں  
اللہ اللہ باغ اتنی کو مرے کر کے خراب  
مے جن آٹھو منے دیکھی تھی کبھی فصل بہار  
آٹھو کی گلشن پہ آفت پھول سب مڑھانے  
دیکھتے کب تک رہے محفوظ یہ کیف بہار  
باغیاں اپنی نکالے گی یہ ساری حسرتیں  
کر دیا گلزار کو آتے ہی تو نے دشت ہو  
ہو گئی رخصت ہر اک زاغ و زغن کیساتھ ساتھ

اب اس کے بعد مجھ وعدہ فرما نہیں ہوئیں  
اٹھاتا ہے جو تو تکلیف ناحق رہنمائی کی  
شفادہ رحمت سے نہ پاتا میں تو اچھا ہوتا  
ہزاروں مجھے پہلے بھی اسیر عشق کیسے ہیں  
وہ کہتے ہیں تجھے کیا کام تیرے دل سے سو  
پلا دو اپنے ہونٹوں سے تو میں سرشار ہوجاؤں  
امیدیں ساتھ آئیں اور اماں ساتھ جاتے ہیں

جو فخر ہے تو زولیدہ بھارت ہے تو بچیدہ  
اسبت کچھ بھی مطلب یار کے خطا کا نہیں ہو نہیں

مجھے قمر بان دیا میں غم و شادی برابر میں  
کبھی ہنستا نہیں ہو نہیں کبھی روتا نہیں ہو نہیں

بہاری جستجو ہے اور میں ہوں  
کہ دل سے گفتگو ہے اور میں ہوں  
وہ مجھ سے دود و ہے اور میں ہوں  
وہ شوخ جیلہ جو ہے اور میں ہوں  
یہاں بس ایک تو ہے اور میں ہوں  
یہاں حاضر عدو ہے اور میں ہوں  
کہ ساغر ہے سبو ہے اور میں ہوں  
آج میں آب جو ہے اور میں ہوں

بہاری آرزو ہے اور میں ہوں  
گذرتی ہے بس اب یوں بچ غم میں  
قیامت میں پڑی ہے کیسی مشکل  
مری حسرت ہے اور دُرات وعدہ  
خیال یار سے دل کہہ رہا ہے  
کہ وہ اب طے مرا۔ اور اسکا فقہ  
گذرتے اب ہیں میرے رات دن یوں  
فلک پر ماہ اور خورشید انجم

یہ قمر بان کہہ رہی ہے تیغِ فراق  
کہ اب تیرا گلو ہے اور میں ہوں

ہمارا رقتہ فرقت ابھی مستام نہیں  
حسینو جھوٹ بول بول یہ میرا کام نہیں  
کہیں ہمارے تو مشرب میں سے حرام نہیں  
حضور آپ کا عاشق ہوں میں علام نہیں  
یہ کہہ سے ساتی یہاں آج ازل عام نہیں  
بہاری تیغ ادا۔ آج بے سیام نہیں  
مے جو صفت کی قاضی کو بھی حرام نہیں

کہانی عشق ہے وہ جس کا اختتام نہیں  
نہ دیدوں جان تو قمر بان میرا نام نہیں  
حرام تیغ اسے کہتا ہے کہنے دے ساتی  
اٹھاؤں ناز۔ رقبوں کے سامنے تو بہ  
آئے تیغ ترے میکدے میں عید کے دن  
رہا نہ ہونے کو کیا قتل۔ اب کوئی باقی  
شراب پینے سے نامح ہے بہت ناب فحول

وہ بزم بزم بزم۔ سے نہیں ہے کم قمر بان  
جہاں شراب نہیں اور دردِ جام نہیں

مٹا دیتے ہیں اور خود پردہ محل میں لہتے ہیں  
وہی تو سب مجھے عشق کی نزل میں لہتے ہیں  
مٹا دیتے ہو طرح کے آنکھ کو اک تل میں لہتے ہیں

یہ بُت پامال کر نیکو کسی کے دل میں لہتے ہیں  
تلاشِ خضر ہے جنکو بہنیں رہبر کی خواہش ہے  
زمانہ چلیوں کی طرح سے یاں رقص کرتا ہے

بہت ارماں یونہی باقی دل سہل میں رہتے ہیں  
کہ پروانے فروغ شمع تک محض میں رہتے ہیں  
مری آنکھوں میں رہتے ہیں وہ سہل دل میں رہتے ہیں  
چھپے تری نظر سے پردہ عمل میں رہتے ہیں  
بڑی مشکل سے کٹی ہے بڑی مشکل میں رہتے ہیں  
ہدایت کو ہمیشہ وہ دل غافل میں رہتے ہیں  
وہ کوئی اور ہیں جو حسرت سہل میں رہتے ہیں

ہیں مظلوم کیا دلیلیں انکے کیا ارادے ہیں

کہ اب قمر بان اکثر کوچہ قاتل میں رہتے ہیں

دشمن نے یہ سکھائی ہیں ساری شرارتیں  
کم سوز عاشقی کی نہ ہوں گی حسرتیں  
دیکھی ہیں میں نے سیکڑوں ایسی زیارتیں  
روتی ہیں ان کے مال پہ سنگیں عمارتیں  
دُشمن کے واسطے وہ بنی ہیں زیارتیں  
دل کی جگر کی اس میں ہیں شامل حرارتیں  
حق میں خدا نے جن کو عطا کیں بصارتیں  
ہوتی ہیں روز خواب میں محسوس باتیں

قمر بان جس میں درج ہوا سیرِ ارشاق و حُسن

مشکل ہیں بڑھنی ایسے متن کی عمارتیں

گر آپ سمجھ لیں مری تقصیر کے مضمون  
بھانپے ہیں یہاں کو مری تقریر کے مضمون  
ظالم ہیں بہت یہ مری تقدیر کے مضمون  
لکھوں میں اگر زلف گرہ گیر کے مضمون  
بیٹھا ہوں میں لکھنے کو جو کلگیر کے مضمون  
تقریر میں لائے جو ترے پیر کے مضمون

چلا جاتا ہے قاتل ذبح کر کے کبقر جلد سی  
ہماری حسرتیں ہیں صرف باقی حُسنِ جانان تک  
میں خود انکا مکان ہوں خود نشانِ عملِ انکی منزل ہوں  
خدا کا شکر کر جنوں۔ بہت سے عیب سہلی کے  
نہ پوچھو حال ہم سے سختے شہنائے فرقت کا  
صدائیں انکی پھیل رات کچھ کاٹو نہیں آتی ہیں  
میں تو دُوب جانا ہجرِ الفت میں ہے تر جانا

مد نظر ہتھیں نہیں میری حُسنِ ریتیں  
جتنی طیب دیکھا وہاں بڑھے گی آگ  
ترتیب یہ آ کے میری وہ کہتے ہیں ناز سے  
منا نہیں نشان بھی مکینوں کا ہائے ہائے  
مدفون جس جگہ ترے اہل و نا ہوئے  
پہچان میری مضمون سے مشکل سے درد کی  
رہتی ہے سب تیز انہیں صدق و کذب کی  
میں کیا کروں ندیم کہ رہتی نہیں ہے یاد

آساں ابھی ہو جائیں یہ تہذیر کے مضمون  
جاتے ہیں فلک تک مری تحریر کے مضمون  
کر دیتے ہیں اُلٹے مری تدبیر کے مضمون  
آنکھن میں رہوں عمر گزر جائے یونہی سب  
حیرت ہے کہ طاری ہے دماغ اور قلم پر  
فلکڑے کرے پہلے جگر و دل کے ہزاروں

یوں دست دیا لکھنے کو ہوتا نہیں تیار  
مشکل ہیں بہت یہ جو میں ایک لڑی ہیں  
نا کام رہا کرتے ہیں تاثیر کے مضمون  
کھڑے ہوئے وحشی کی ہیں بغیر کے مضمون  
آتے ہیں بھل خواب سے بغیر کے مضمون

قربان بڑے شوق سے مقتل کی زمیں پر  
نبیل نے لکھے خون سے شمشیر کے مضمون  
عجب طرح کے عذاب میں ہوں۔ جو آج دورِ شباب میں ہوں  
کبھی کسی اضطراب میں ہوں۔ کبھی کسی اضطراب میں ہوں  
نمیرے مرنے کا کچھ ٹھکانا۔ نہ میرے جینے کا کچھ تعین  
ہوں عارضی عالمِ فنائیں۔ کہ اک جہانِ جاب میں ہوں

جہاں میں آنا جہاں سے جانا۔ یہ مختصر ہے مرادنا  
ہے میرا ہونا بھی اک نہ ہونا۔ کہ بد فاضل کتاب میں ہوں  
ابھی کہاں فکرِ حشر و دوزخ۔ عذاب کیسا ثواب کیسا  
ابھی تو میں مست شیخ صاحبِ شراب میں ہوں کباب میں ہوں  
وہ آج آئے ہیں میرے گھر پر۔ وہ آج کہاں بنے ہیں میرے  
ذرا تباہی میں جالتا ہوں۔ کہ ہدمِ اسوقت خواب میں ہوں  
بتوں کا ہوں یا خدا کا بندہ۔ جواب انہیں دفعتاً میں دوں کیا  
فرشتے ناحق تھک رہے ہیں۔ آہی میں کس عذاب میں ہوں

شراب پی کر ہوں مست دے خود۔ نہ چھیر مجھ کو تو آج دواعظ  
گناہ کی مجھ کو کیا حشر ہو۔ کہ محو کارِ ثواب میں ہوں  
کسی سے تھک رہی کسی سے۔ کسی سے برہم۔ کسی سے بد نطن  
یہ کہہ رہی ہے کسی کی چتون۔ کہ آج کل میں عتاب میں ہوں  
مرے گناہوں کی کیا ہو پریش۔ ابھی تو باقی ہیں شیخ و زاہد  
گناہگار اور ہیں ہزاروں۔ تو میں بھلا کس حساب میں ہوں

وہ جلوہ معتب نظر ہے قرباں۔ کہ سب کی اس پر نظر ہے قرباں  
نقد اوروں نے بھی کیا ہے۔ تو میں فقط کیوں عذاب میں ہوں

بہشتی پھر کیوں نہیں اس میں اگر عمل نہیں  
لاکھ دل کوئی کے لیکن وہ ہرگز دل نہیں  
جس میں بٹھکے جانے کوئی ٹھیک وہ منزل نہیں  
پہلی سی رونق نہیں وہ پہلی سی محفل نہیں  
پوچھنا ارمان بس کا تو کیوں قاتل نہیں  
پوچھنا کیا اس کا پھر تحفیل لا حاصل نہیں  
ہے غلط تشخیص تیری ہم کو ہرگز رس نہیں  
صنہ کرنے سے بھی کیوں کم آج درد دل نہیں

جانتی کیا تیس کے دل کو وہ اپنا دل نہیں  
جس میں گنجائش محبت کی نہ ہو پھر ہے وہ  
راہیوں کیلئے منزل ہے وہ جو راست ہو  
منع بھی خاموش ہے پروانہ غنقا کیا سبب  
رسم ہے مجرم سے پہلے پوچھتے ہیں آرزو  
سچ جب حق نے تباہی ہے صراط مستقیم  
یاد میں اس کی اگلتے لال ہیں ہم چارہ گر  
پھیر کوئی زخم دل میں اور تازہ لگ گئی

سخت یہ بھی سنگ دل کے جو رسہ کر ہو گیا  
اب مرے پہلو میں لے قبر بان نازک دل نہیں

یہ ہو کے فنا لطف بقا دیکھ رہے ہیں  
کچھ اور بھی ہم اس کے سوا دیکھ رہے ہیں  
مانگوں کو جرات سے جہاں دیکھ رہے ہیں  
ہم چرخ زلف رسا دیکھ رہے ہیں  
بے پردہ ترے رخ کی صیاد دیکھ رہے ہیں  
الطاف ترے باوصا دیکھ رہے ہیں  
رحمت کی طرف اہل خطا دیکھ رہے ہیں  
بتا ہوا خون کینہ یا دیکھ رہے ہیں  
ہنس ہنس کے وہ نفس شہد دیکھ رہے ہیں  
ہر کام پہ اک حشر بیدار دیکھ رہے ہیں  
ظالم ابھی پردہ نہ گرا دیکھ رہے ہیں  
الفت کا کرشمہ یہ نیا دیکھ رہے ہیں  
ہم تری طرف آہ رسا دیکھ رہے ہیں  
پھیلی ہوئی دنیا میں زیادہ دیکھ رہے ہیں

جینے کا مزہ پھر شہد ا دیکھ رہے ہیں  
ابھرے ہوئے جوئی کی ادا دیکھ رہے ہیں  
زخموں کو محبت کے نہیں ربط رنو سے  
ہے پائے نظر بستہ زنجیر تحیر  
بول کرتے ہیں خورشید قیامت کا نظارہ  
احسان فراموش نہیں باغ کے غنچے  
حشر میں خلاصی کا نہیں اور سہارا  
لالی ہے ہیں وادی پر خائیں وحشت  
اللہ ترپنے کی بھی جاتی رہی تاثیر  
اٹھکیلیاں کرتے ہیں وہ ایسی دم رفتار  
لشکین تو کچھ دیکھ کے ہو جائے تہاری  
ہم جتنا مانا تے ہیں بگتے ہیں حسیں اور  
گردوں کی نگاہ غضب آلود ہے ہم پر  
جس روز سے آیا ہے جہانیں مرض عشق

نوتا ہے خزاں نے زمین و ہر کوئی سراں

ہر خنسل کو بے برگ و نوا دیکھ رہے ہیں

## رولیت - و

بدبختی سے میری وہی اک خشک شجر ہو  
جب انکے دلہنیں کہ خدا کا بھی نہ ڈر ہو  
تجھ پر بھی تو الفت کی کسی وقت نظر ہو  
پھر کیسے زبان میں تری بکجنت اڑ ہو  
کس طرح مرے حال کی پھر ان کو خبر ہو  
نہمت سے اگر تو مرے سہرا ہر خبر ہو  
آہادہ جو رسوائی پہ یہ دیدہ تر ہو  
افرت میں جسے حال کی اپنے نہ خبر ہو

قربان تجھے پھل کیا شجر عشق سے ملتا  
نہمت میں یہ لکھا تھا کہ محروم نہ ہو

میرے ترے رقیب اگر درمیاں نہ ہو  
سامان سب چمن میں ہوں اور باغباں نہ ہو  
ایسی بہار ہو جسے خوبصورت نساں نہ ہو  
جلتا کہیں چمن میں مرا اسٹیاں نہ ہو  
ایسی جگہ کہاں ہے خدا کے جہاں نہ ہو  
عاشق ہوں جس کا اس کا کہیں آستان نہ ہو

کھلتے ہی تیری آنکھیں  
قربان تجھسا کوئی جہاں میں جواں نہ ہو

بلبل نقش میں فصل بہاری چمن میں ہو  
گری توں نہ کیسے ہمارے سخن میں ہو  
خوشبو بوی بہتاری مرے ہیر من میں ہو

جس شاخ پہ گلشن میں مرا ہائے گزر ہو  
کس طرح یہ بُت پھر کریں عشاق کی تسکین  
غیر دل پہ تو رہتے ہیں گرم آپ کے ہر دم  
بدبختی کی باتیں تو ترے دل میں بھری ہیں  
جب آتے ہیں وہ سامنے کہتا نہیں کچھ بھی  
منزل حری کٹ جائے ہیں تکلیف نہ جھیلوں  
لے ضبط تو دنیا مری ہمت کو سہارا  
کس طرح خیر اس کو ہو آسے کی تہائے

پھر دل ہمارا تجھ سے کہیں بدگیاں نہ ہو  
ایسی بہار اپنے لیے کیوں نہ خاں نہ ہو  
بلبل بہار دیکھنے اور نہ مست نہ ہو  
آئی ہوائے گرم بے عشق کی ہمت سے  
چھپ کر نگاہ کیوں میں کروں جانتا ہوں میں  
کہتے ہیں لوگ کعبہ جسے سوچتا ہوں میں

کیونکر بھری نہ آگ بھلاتن بدن میں ہو  
دل میں ہر آگ سینہ میں آگ اور زبان میں آگ  
پردہ انہیں کفن کی شکر چست ہوتا ہوں

پھر کیوں نہ حشر آج تری محسن میں ہو  
باقی نہ ایک تار بھی میرے کفن میں ہو  
تصویر اک بہاری ہمارے کفن میں ہو  
خورشید روز حشر ہر اک موئے تن میں ہو  
بلبل نقش میں مضرب ہری چمن میں ہو

قربان تیرے شعر قیامت کے شعر میں  
پھر کیوں نہ آج دھوم تری انجمن میں ہو

بنا ہے مہر قدس مراد دل دیکھتے جاؤ  
ذرا رنگینے خون عناد دل دیکھتے جاؤ  
ابھی خود بھی جلے گی شمع محفل دیکھتے جاؤ  
ادھر آؤ۔ حذار۔ رنق بس دیکھتے جاؤ  
چمک جاتا ہے شکل ماہ کامل دیکھتے جاؤ  
بہی دیوانوں کی اگر یہ محفل دیکھتے جاؤ  
تم اپنے عشق کی آباد محفل دیکھتے جاؤ  
مگر پہلے ذرا ایلی کا محفل دیکھتے جاؤ  
تم اپنے مڑوں کی پہلی منزل دیکھتے جاؤ  
کہاں رکتی ہو جا کر تنہا قابل دیکھتے جاؤ  
بچے یہ دے گا ہے ایک عالی دیکھتے جاؤ  
ذرا پروانوں کی محفل میں محفل دیکھتے جاؤ  
ہمارے عشق کی محفیل حاصل دیکھتے جاؤ  
اکڑا لیں گے ہم اسکی انال دیکھتے جاؤ

سبھا لو تیج اپنی اورے لو ہاتھ میں خنجر

ہے کہنے ہاتھ کا قربان کا دل دیکھتے جاؤ

تم اپنے کشتہ فرقت کی حالت دیکھتے جاؤ  
اٹھا دیتے ہیں ہم کیونکر قیامت دیکھتے جاؤ

دلو اے ترے آتے ہیں مشتاق بادید  
وحشت اگر ہی رہی ہاتی تو کیا عجب  
سامان کچھ تو دل کے پہلے کا چسپا ہے  
گرمی بہارے عشق کی پوری اگر پڑے  
صیاد کیا تجھے ہے گوارا یہ اختلاف

ذرا تم اپنی بے ہری کا حاصل دیکھتے جاؤ  
پڑے ہیں ہر درن پر سرخ دھتے آج پھر لوٹنے  
بھلائی ہے جو پروانوں کو خوش ہو کر سر محفل  
مڑتا ہے پھر کتا ہے بہار نام لے لیکر  
فلک پہ چلے ہر داغ محبت رات میں غم کی  
بجاتے ہیں وہ اپنی بیڑیاں یا ساز بجتے ہیں  
تمنا شوق و حسرت آردو۔ ارمان ہیں دلیں  
خیر و جاکے مرگ فتن کی ایوان لیلیٰ میں  
نہ جاؤ اپنے گھر میت نہ جتا کہ دفن ہو جائے  
مرے سینے میں پہلو میں جگر میں یا مرے دلیں  
میں تم پر آزمائوں گا یہ نقش سحر نطارہ  
ہوئے ہیں جمع شیداؤں ہزاروں آج آکر  
کہیں داغ جگر ظاہر کہیں داغ دل ظاہر  
رقیبوں سے وہ کہتے ہیں کہ اسنے خطا کر لکھا

ذرا سوز جگر سوز محبت دیکھتے جاؤ  
وہ کہتے ہیں حرام ناز ہم تم کو دکھائیں گے



بہا دیں گے مرے عصیاں کریں گے سرخرو مجھ کو  
یہ پوندہ زمیں ہوگی ترس جاؤ گے پھر اس کو  
ہماری عاجزی بیچارگی اور حسد ویرانی  
نشا گاہ عالم ہے جسے کہتے ہیں سب دینا  
نم و اندوہ و حسرت پیچھے پیچھے روتے آتے ہیں  
ہمارا داغ دل بھی کی صورت آج چمکائے

وہ کیا تھا۔ اور اس عشق تباہی نے کر دیا کیا

سے عبرت ذرا قرباں کی حالت دیکھتے جاؤ

قیامت میں کرا شکِ مذامت دیکھتے جاؤ  
مرے لاش پہ آؤ میری صورت دیکھتے جاؤ  
عوض میں اس شکر کی یہ نخت دیکھتے جاؤ  
یہاں ہیں سیکڑوں سامانِ عبرت دیکھتے جاؤ  
ذرا کشتے کی اپنے شانِ رحمت دیکھتے جاؤ  
ابنی ہے صبح کیسا شامِ ہزفت دیکھتے جاؤ

روز کیوں اُس پر ستم ہو۔ روز کیوں اُفتاد ہو  
تا کہ میری رُوح قیدِ زلیت سے آزاد ہو  
تیرے وحشی سے نیا۔ ویرانہ اک آباد ہو  
اُس کا کیا کہنا ہے جس کے دل میں تیری یاد ہو  
روز اک افتاد ہو۔ اور روز اک بیدار ہو  
رُوز کا پھر اتر انگشت میں جب صبت ہو  
فتیس ہو دینیاں کوئی یا کوئی فریاد ہو  
خام جس لقمہ کی پہلے ہی سے بنیاد ہو  
جال دید و دل سرکٹ ڈل اور جو ارشاد ہو  
نالہ ہو۔ شیوں ہو۔ یا ہو آہ۔ یا فریاد ہو  
نام تیرا جبکہ دنیا عالمِ احباب ہو  
جس طرح کوئی کسی کے ساتھ میں ہمزاد ہو  
ہر کسی سے کیوں میاں یہ عشق کی رُوداد ہو  
فتیس تم مطلب کے اپنے خوب ہی استاد ہو

آفتیں جھیلیں مگر ات تک نہ کی قرباں نہ ہی

خوگر جو رستہ ستم ہو۔ خوگر بسد اد ہو

بتائیں کس طرح ہم اپنے اسرارِ نہاں تم کو

نہاں کس طرح سوزِ دردوں کی داستان تم کو

خدا چاہے سکھائی ہیں کس نے شوخیاں تم کو  
 بہتاری جتنی باتیں ہیں وہ منہ دیکھنے کی باتیں ہیں  
 بہتارا دل نہیں سوز آشنا کس طرح سمجھو گے  
 قفس سے اب ذرا نکلو۔ بہار آئی اسے دیکھو  
 تانے میں بالآخر ہو گئیں دونوں برابر کی  
 یہ کیسی ہے تنگبانی یہ کیسی پاسبانی ہے  
 مری بے تابیوں کا حال خود کھل جائے گا تم پر  
 خزاں کا جس جگہ کھٹکا ہے کچھ تھا برق کا کھٹکا  
 ستانا عاشقوں کا تم کو پہلے تو نہ آتا تھا  
 قریب رنگ کعبے لے تو پیا بوس ہونے کو  
 مے دلیں نہیں رہتے مے لیں نہیں آتے

نکلیا کی قبر ہاں روح مثل بوہی تن سے  
 رنگ ساری ہلے گی یوں مثال پوتیاں تم کو

سادہ پن میں بھی ذرا اُس کے ہنر کو دیکھو  
 بہت فیس ہے اور کچھ لیلی کا طواف  
 ظلم سہتا ہوں۔ مگر اُن نہیں کرتا ہرگز  
 بار عصیاں سے بڑی طرح دبا جاتا ہوں  
 میری کشمی کی طرح اور بھی لاطوں اب تباہ  
 گو ہے بندہ۔ ہے مگر زعم خدائی اُس کو  
 کون کہتا ہے اثر جذب محبت میں ہیں  
 پھوڑتا پھرتا ہے سرواہے سوداے جنوں  
 نہ ہیں نوزہ ظلمت وہی یکساں عالم

بنانا آگیا کیوں عاشقوں کو نیم جہاں تم کو  
 تہوں رہتا نہیں ہرگز ذرا پاس زباں تم کو  
 جتا دوں کس طرح اپنا بھلا سوز بہن تم کو  
 اسیرو۔ دُور ہے یاد کر کے باغباں تم کو  
 تری مجبوریاں مجھ کو۔ مری بے تائیاں تم کو  
 نہیں آتا چنانچہ بلبلوں کا باغبان تم کو  
 سناؤں گا میں جہن اپنے دل کی داستان تم کو  
 بیاباں میں عداول بانہ صفا تھا آشیان تم کو  
 سکھاتا ہے جھانیں غالبیہ آسماں تم کو  
 بنانا چاہیے تھا اپنا سنگ آستان تم کو  
 بتاؤ پھر دکھاؤں کس طرح درد نہاں تم کو

دل لئے جاتی ہے دُزدیدہ نظر کو دیکھو  
 منزل دور کو اور غم سفر کو دیکھو  
 قلب کو دیکھو درے اور جگر کو دیکھو  
 وہ بچو اس پوچھ کو اور میری کمر کو دیکھو  
 ظلم عشق کے پر شور بہانہ کو دیکھو  
 حوصلہ کیسا دیا حتی نے ہنر کو دیکھو  
 لو وہ تھا مے ہوئے آتے ہیں جگر کو دیکھو  
 رشتہ کوہ کو دیوانے کے سر کو دیکھو  
 کج خلوت میں مری شام و صبح کو دیکھو

طور دوسری کا وہ انجام سنو اے قبر ہاں

جلوہ یار کو اور میری نظر کو دیکھو

آج صیت دے تم مل کے عداول پوچھو

کیوں بنا روح گستاں کا وہ قاتل پوچھو

قیس کے دیس ہے اور قیس کی نظر میں ہے وہ  
وہ بھی میرا ہی بتا دیں گے پتہ رہے کہ  
قتل گاہوں میں یہ دستور ہے دستور قدیم  
اسکے ہے ابروئے خدار ہے یا عشوہ ناز  
ہم بتا دیئے ہیں سوز کا یا سنا ز کا حال  
کسکا دیوانہ ہے یہ قیدی زنداں کیوں ہے  
عشق کے ہم نے کئے بحر ہزاروں میں عبور  
چارہ گر حال سے واقف ہیں بتائیں گے نہیں

ڈالا لیٹی نے ہے کیوں پردہ محفل پوچھو  
خضر سے جا کے ذرا عشق کی منزل پوچھو  
قتل سے پہلے ذرا خواہش مہل پوچھو  
میں بتاؤنگا کہ نہیں کون ہے قاتل پوچھو  
اپنے پردانوں سے کیفیت محفل پوچھو  
نو گرفتار سے اسرارِ سلاسل پوچھو  
ہم شناسا اور ہیں کسی بحر کا ساحل پوچھو  
آج بیاہ ہے کیوں دیر سے غافل پوچھو

سوز اندوز ہے قربان پھر گئے گئے  
اس سے بلند نہ جب بہشت دل پوچھو

تڑپا دیا ہے طور پہ اک بے قرار کو  
ناحق خموش کر دیا اک راز دار کو  
خود پڑھ کے دیکھ لیجئے لوحِ مزار کو  
آتے ہیں دیکھتے وہ دلِ داغدار کو  
لاتے ہیں خوب کام میں وہ اخضر کو  
بس ہو مرا تو آگ لگا دوں بسار کو  
کچھ داد دیجئے مرے مشتِ غبار کو  
یوں تیر کو رہے ہیں شیبہ اشتیاق کو  
بنتِ عجبِ حرام ہے پر ہیز گار کو  
کیا ہو گیا ہے آج دلِ بے قرار کو  
رکھتے ہیں کیوں عزیز وہ بیوقوف کو

سوچھی تھی آج کیا یہ کسی پردہ دار کو  
منصور کر چھڑا دیا۔ لوگوں نے دار پر  
کشتہ ہے کس کا اور یہ کس کا مزار ہے  
بوئے وفا جو پھیلی اُنھیں آگنی پسند  
ہر بات کا جواب ہیں دیتے نہیں نہیں  
بر باد ایک لمحہ میں سارا مہن ہوا  
اس نے جگہ بنائی ہے دامنِ پرآب کے  
اُنھیں ہیں بیٹھے ہیں تڑپتے ہیں صبحِ تنگ  
زبید کا کام کیا ہے یہاں میکہ میں آج  
گھر میں ہے تجھ کو چین نہ باہر سکون ہے  
کیا داغِ دل کی آس میں ہے توشہ توئی ہوئی

قربان آئے دن ہے اسے غم کا سامنا

داحت نہیں نصیب دل سو گوار کو

کس طرح زندگی کا ہمیں اعتبار ہو  
ظاہر برنگِ سوزِ مثالِ شرار ہو

جب ایک لمحے پر بھی نہ کچھ اضیتار ہو  
داغِ مہنِ جگر کا کبھی آشکار ہو

رحمت جو تیری آکے بچائے وہاں ہیں  
سب بیچ ہیں نہ پہلو میں جنتک وہ یا رہو  
سمجھے ہیں تم کو شیخ بڑے سیرہ کا رہو  
کوئی یہاں نہ نام محبت کا لے کوئی  
پہلو میں رہ نہ جائے اپنی ٹوٹ کر کہیں  
کیوں اس کو اختیار نہ پھیر پڑے  
دل میں ہو روشنی تو ہمیں کچھ بھی علم نہیں  
رہتا ہے جس زمیں تو صرف خرام روز  
رندوں کے منہ نہ اُدھلو جاؤ شیخ جی  
دل یکے کہتے ہو کہ ہیں دل کی کیا خبر  
کیا جانے اس پہ کیا ہو تب ہی ہمارے بعد

کچھ بھی نہ پھر تو گور کے اندر فشا رہو  
بزم شراب ہو کہ وہ ضل بہار ہو  
مشہور گو بہان میں پرہیزگار ہو  
دُنیا یہ حالِ عمر جو مرا آشکار ہو  
ایسا لگا دُستِ جو سینے کے پار ہو  
جب ناوک ادا سے مراد ل شکار ہو  
گوشہ حد کا لاکھ اگر تیر دتا رہو  
مدفن اس جگہ پہ دل بے قرار ہو  
سب جانتے ہیں جیسے بھی پرہیزگار ہو  
تم ہو عجیب چور بڑے ہوشیار ہو  
رخصت ہمارے ساتھ چین سے بہار ہو

کچھ تو بتاؤ کیا یہ کئی دن سے حال ہے  
قربانِ آج کل سے سوا بے قرار ہو

یار ب نہ آج دیر دُعا کے اتریں ہو  
آج اُتم تو عید ہمارے بھی گھر میں ہو  
اک لمحہ بھی خوشی کا نہ شام و سحر میں ہو  
چالاک ہو تیار جو اپنے ہنسر میں ہو  
کس کام کا مخر جو نہ لذتِ مریں ہو  
ظالم مرا مزار تری رہ گذریں ہو  
سودا ترا ہی آٹھ پہر میرے سر میں ہو  
پھر کیوں غرور اور خُبرِ بشر میں ہو  
باقی کہاں سے اشک کوئی چٹم تریں ہو

جو دردِ دل میں ہے دل بیدا کریں ہو  
آنکھوں میں ہو سُورِ بخلی نظر میں ہو  
کیا لطفِ زندگی اُسے جسکے نصیب میں  
کیونکہ بچائیں اُس کی نظر سے ہم اپنا دل  
جو بن پھلا ہے اس کے مزے لینے دیجئے  
شاید جلا دے پھر تری ٹھوکر بجھے  
تیرے سوا میں نام کسی کا نہ لوں بھی  
جب اس کی کائناتِ نقطہ اشت خاک ہے  
سوزِ غمِ فراق لے جب آنسوؤں کو چوس

ہر روز آنے جانے کی سیتا ریاں رہیں  
قربانِ تم تو روزِ ازل سے سفر میں ہو

ارشادِ سیح دل کا مداوا ضرور ہو

بیار ترے ہاتھ سے اچھ ضرور ہو

میں منتظر ہوں اُس کا خدایا ضرور ہو  
اُس کے ہیں ہم تو وہ بھی ہمارا ضرور ہو  
ایسا نہ ہو وہ کہیں کہ تو نے کہا نہیں  
گھٹتے نہ باغِ حسن کے نخل مراد یوں  
مستوق کی صفت سے نکل جاؤ گے سنو  
میسرا اگر نہیں ہے عہد کا بھی وہ نہیں  
ظالم ترا خیال اندھیرے میں کیوں ہے  
آتی ہے نیلی مانگ لے بخت سیاہ قیس  
لقدیق طور چاہے تجھ دیدلوہ کر  
دل کا عوض ہے وصل تو انکار کیوں کرو

قربان کے منہ کو رکھنا صمغ خانے کی طرف  
مرنے کے بعد کوئی توبہ ضرور ہو

اس طرح جائے نکل رُوح کہ آواز نہ ہو  
تو میچا ہو۔ مگر صاحبِ عجز نہ ہو  
سوز بیکار ہے اُس سے جو عیاں ساز نہ ہو  
درِ اجابت کا۔ رہے بندہ بھی باز نہ ہو  
جس میں ستوخی نہ ہو انداز نہ ہو ناز نہ ہو  
عزم کیا کیجئے جب قدرست پرواز نہ ہو  
یہ قیامت کا اڑایا ہوا۔ انداز نہ ہو  
میں وہ محرم ہوں عیاں جس سے بھی راز نہ ہو  
آج بلبل کی طبیعت کہیں ناساز نہ ہو  
دیکھ ببل کوئی گل گوش بر آواز نہ ہو

اس طرح چاہے قربان جہاں میں رہنا  
کہ ترے دل میں کوئی حرص نہ ہو آرز نہ ہو

مراد دل پھین لینے کو وہ دُور دیدہ نظر کیوں ہو

سیر امت کش مضرب کبھی ساز نہ ہو  
جائے حیرت ہے جو اچھا ترانا ساز نہ ہو  
رودہ تارِ نفس سے ترے نکلے سرِ یاد  
یا آہی جو عہد دے بھی دُعا سے مانگی  
وہ بھی مستو تو نہیں مستوق ہے دُنیا میں کوئی  
حسرتِ باغ تو ہے بعد اسیریِ فتنس  
اپنی چالوں کو سکھایا ہے جو تم نے انداز  
آپ گھر میں نہیں میں کوئی منصور نہیں  
سازِ گلشن نہیں تیغوں کی وہ آواز نہیں  
شکوہِ فصل بہارِ دقتس میں تو بہ

بنو کیوں حُر رغا۔ اور چشمِ عشوہ گر کیوں ہو

کوئی نخل منت کو لگا کر بے ترکیوں ہو  
اگر تم اپنے دیوانے سے ہمدردی رکھو  
اندھیرا دل میں ہو تو پھر بجلی کیا نظر آئے  
جواب خط نہیں دیتا کہی لاکر بجھے ان سے  
بسی کے بحر میں کیوں سختیاں کوئی سے ہمدم  
ہم ان کے سامنے رونا نشا طغم سمجھتے ہیں  
ہماری داستاں اور طول شام غم برابر ہے  
یہ جو میرے دلیں کیوں نہاں ہو میری نظر و نظر  
رفیقانِ حین پھرتے ہیں جب اُسکے کھلبندوں  
ہنرمندوں کی محفل میں ہنر کی قدر ہوتی ہے  
زباں ہی میں ہو جب طاقت تاثیر خود اپنی  
جہاں سے غیر کو پیغام آتے اور جاتے ہیں  
اگر اے صیقلِ دل تو ان کی فرقت میں بہاؤ  
ذرا سا بھی اگر صیقا و دلیں رحم ہو تیرے  
عدم کے جانے والوں کیوں ہو معموم ہتی دستی  
ہزاروں بیت ہیں لاکھوں آیتاں میں خدائی میں

اٹھائیں غیر کیوں ہیں دوست کی غم میں سر کیوں ہو  
تو چہرہ دادی وحشت میں یوں شوریدہ سر کیوں ہو  
خیال زلفِ جاناں میں شبِ غم کی کھریوں ہو  
تو پھر احسان تیرا سپہِ میر سے نامہ بر کیوں ہو  
اگر تجھے رحم ہو دل میں تو پھر کاج کیوں ہو  
مگر جب غیر بھیجے ہوں ہماری آنکھ تر کیوں ہو  
اگر منظور ہے مٹنا تو حاکمِ محقق کیوں ہو  
جو آنکھ میں ہے میری وہ محبوبِ نظر کیوں ہو  
فقس میں عنایبِ غمزدہ بے بالِ دیر کیوں ہو  
نہو جب قدرِ دل کوئی تو پھر قدرِ ہنر کیوں ہو  
ہماری آہ میں نالے میں پیدا پھر اثر کیوں ہو  
دہاں سے پھر مرا محرومِ ہمدم نامہ بر کیوں ہو  
مری رسوائی کا باعث جہاں میں چشمِ تر کیوں ہو  
تو فصلِ گل میں بلبلِ اسطرِ جے بالِ دیر کیوں ہو  
کہ خالی ہاتھ آئے تھو تو اب زادِ سفر کیوں ہو  
جس میں سالی کی خاطر ایک تیرا انگِ دیر کیوں ہو

اگر قمرِ ہاں نگاہِ دوست مجھ پر حسیں فرمائے  
مرا بھروسہ دل کیوں ہو مرا بھگنی جگر کیوں ہو

الضف ہو ضرور مگر دو بدو نہ ہو  
وہ آنکھ کی جسے کوتری آرزو نہ ہو  
کرتی ہے یوں بھی ذبح کہ جاری ہو نہ ہو  
جب ایک زخمِ دل بھی ہمارا رَفو نہ ہو  
پیتا نہیں شراب میں جنتیکِ دھو نہ ہو  
تنا حشر مجھ کو حسرتِ حرامِ دبو نہ ہو  
جنتیک کہ ان سے آپ مری گفتگو نہ ہو

یارِ بادِ روزِ حشر مرے روبرو نہ ہو  
وہ دل نہیں ہے جس کو تری جستجو نہ ہو  
ریخِ نگاہِ یار میں کیسا کمال ہے  
کس طرح داد دیں بجھے اے سوزِ نگاہ  
اے سچا اسقدر ہے بجھے مے کا احترام  
آنکھوں سے پانی تم جو پلاؤ شرابِ ناب  
اگر تائیں مزہ تری باتوں میں نامہ بر

جاری زبان سے تیری کبھی ذکر ہونہ ہو  
نہیں کہ اس میں محبت کی بو نہ ہو  
عزت ہے اس کی جس کی کوئی آزد نہ ہو

جس زلف سے ہے عشق تورہ اس سے ہوشیار  
قربان ایک دن یہی طوق لگوانہ ہو

ہمارے چاک دامن پر اہو کا یہ نشان کیوں ہو  
دہواں ہی جب ہو تو پھر نائے آسماں کیوں ہو  
مردم گھوٹنے کو دلیں پید پھر دہواں کیوں ہو  
بتا دو پھر یہ کھونکے پردے میں ہنساں کیوں ہو  
پھر اُس پر شکایت سے سرب پر فغاں کیوں ہو  
ہمارے ہی لئے پھر تیرے در پر پاساں کیوں ہو  
بسان خضرہ تجو جبات جاوداں کیوں ہو  
کیا جو کچھ محبت میں وہ ظالم راگلاں کیوں ہو  
تو پھر میرے لئے پیدا کوئی ایذاں کیوں ہو  
زمانہ منقلب جب ہو کوئی پھر ہر باں کیوں ہو  
ضرورت ہونے کی تو پھر منہ میں باں کیوں ہو  
تعب سے وہاں باقی یہ ظالم باغیاں کیوں ہو  
جفا سے اپنی تاب آج تم کو جان چاں کیوں ہو  
تو میدان محبت میں ہمارا محتسب کیوں ہو

ہمیشہ مفت کی قربان تم جاتے ہو سپینہ کو  
بھلا پھر ہر باں میخانہ میں یہ رخاں کیوں ہو

نگاہ قہر سے تیری گلستاں بھی بیا باں ہو  
نہ کیوں میرے لئے وہ پھول بھی خار معیلاں ہو  
گریباں میرا دامن ہو میرا دامن گریباں ہو  
تعب ہے نہ خالی پھر اگر انکا منکداں ہو

زاہد اگر نہ چوٹ ہو دل پر لگی ہوئی  
جو دل جلا ہوا ہو ترے سوز عشق سے  
تو قریب ہی چاہے تو دل سے بے غرض

کو دم رحم تو چشم تماخون نشان کیوں ہو  
ہو جب سوز بھی دلیں تو پید پھر دہواں کیوں ہو  
نہ ہو گر آگ باقی آپ کی سوز محبت کی  
مجھے جلوہ دکھا نا جب نہیں مد نظر تم کو  
ستاتے ہو رلاتے ہو مٹاتے ہو جلاتے ہو  
جسے روں کیلئے کوئی یہاں تدن نہیں لازم  
تہائے عشق میں مجھے لطف زندگی جس کو  
صلہ کچھ تو مجھے مجھے میری جان فشان کا  
مقدور میں لکھا ہے خود ہی جب رنج دالم میرے  
عدو کیا دوست بھی اب پھکڑا نہیں چراتے ہیں  
ہماری داتاں شے سے کیوں انکار کرتے ہو  
اچارا گل کو بلبل کو خزاں نے جبکہ گلشن میں  
نفتیں کیا آئیگا کچھ آج میرے عشق صادق کا  
وفا کا اعتبار ان کو اگر آجائے لے ہمدم

نگاہ قہر سے تیری گلستاں بھی بیا باں ہو  
نہ ہو جس گل میں خوشویار کی زلف معبر کی  
جنون عشق میں لے چارہ ساز دیکھا تعجب ہے  
منک پاسی وہ زخموں پر کریں جب رات نہ پیہم

وہ صورت اپنی اسیں دیکھ کر پھر کیوں نہ حیراں ہو  
کلجے کا ہودل درماں بکلیجہ دل کا درماں ہو  
گھڑوں کے حال پہ کیوں شبنم گلشن نہ گریاں ہو  
حسین چہرے پہ اپنے پھر نہ کیوں شبنم حیراں ہو  
بطاعے رنج پر کر سیکدہ میں آج بریاں ہو

نگاہ یار جو گردن اڑا کے دے بکساری

تو قربان جی اٹھے اور سر پہ اُسکے بار اُحساں ہو

خوف آتا نہیں زہن رہنمگاروں کو  
دیکھ لے آکے اگر عشق کے پیاروں کو  
اور ملتا ہی نہیں دُر کوئی میخواروں کو  
اپنے دامن میں چھپا یا ہے گہنگاروں کو  
مالتا ہی نہیں وہ اپنے طلب گاروں کو  
مٹھے رہتے ہیں چھپائے ہوئے رخساروں کو  
کبھی تپکھٹ بھی تو بلی نہیں میخواروں کو  
اُکڑے میلانہ کبھی چاند سے رخساروں کو

غمِ فرقت سے کیا ہلے تو نشہ اور آب

دھونڈتے پھرتے ہیں قریبان وہ میخواروں کو

نہیں کرتا ہے کہ کرتا ہے نہ آوا دیکھو  
کچھ دلوں اور بہاں کا ابھی جلوہ دیکھو  
دل میں تم بیٹھے ہوئے دل ہی کا نقشہ دیکھو  
اپنے جو بن کی طرح میری مست دیکھو  
اپنے دل ہی میں نہ کیوں یار کا جلوہ دیکھو  
میرے قاتل کا ذرا اور ابھی رستہ دیکھو  
دیکھنے ہی کی تمنا ہے تو اچھٹا دیکھو  
تم اگر مست کو اپنے کبھی بہکا دیکھو

مُصفا آئینہ ہو جب ہمارے قلب روشن کا  
ضرورت پھر نہ کچھ باقی رہے یارب میحاک کی  
عنادل نے بہا یا خون اپنا یاد میں اُن کی  
ہمیں نے تو اُسے تعریف کر کے میر چڑھایا ہے  
کبابِ دل کی صورت نے اُٹھ سائی یہ بو اپنی

نگاہ یار جو گردن اڑا کے دے بکساری

تو قربان جی اٹھے اور سر پہ اُسکے بار اُحساں ہو

تیز بُت کرتے ہیں عشاق پہ تلواروں کو  
لے میحانہ کبھی نام میحالی کا  
تیرے میحانہ میں سائی یہ پڑے رہتے ہیں  
رحمت حق کی ذرا شان تو کوئی دیکھے  
جو طلب کرتا ہے اُس کو وہی دیتا ہے خدا  
چاند کے ساتھ تو اکثر نہیں ملاتے لیکن  
خم کے خم ہیں ترے میحانے میں سائی لیکن  
چاندنی میں نہ کہیں جاؤ مکاں سے باہر

غمِ فرقت سے کیا ہلے تو نشہ اور آب

دھونڈتے پھرتے ہیں قریبان وہ میخواروں کو

پاس آتا بھی ہے میرے وہ سبھا دیکھو  
باغِ دنیا میں ابھی پھول لگے ہیں کھلنے  
یوں بیٹھتے نہ پھر و جانِ جہاں چاروں طرف  
چاہئے اس کی حفاظت بھی جوانی میں نہیں  
طور پر جانے کے تکلیف کرو کیوں موصی  
دوستو نفس کے دفنانے میں جلدی نہ کرو  
دلِ مجروح نہیں دید کے قابل کوئی شے  
جانِ لوہیم نگاہی نے کیا آوارہ



گو ہونا کام مگر تھک کے نہ بیٹھو اب بھی  
اور قربان کوئی عشق کا رستہ دیکھو

جا ہے اس وادی میں کچھ بھی ہو حاصل مجکو  
اگ نظر دالتے ہی کر دیا بس حاصل مجکو  
پیار آتا ہے تجھے دیکھ کے قاتل مجکو  
جب نظر آنے لگا دُور سے حاصل مجکو  
کچھ قصور نے کیا ہے مے غافل مجکو  
تم سمجھتے جو نہیں رونق محفل مجکو  
تیر ہیں تیر نوا پائے غافل مجکو  
اکڑا سینے سے لگائے مرا قاتل مجکو

لوگ کہتے ہیں تجھے راہبر بادۂ عشق  
تو ہی شریانِ تباہ عشق کی منزل مجکو

چین پڑتا نہیں ہرگز کسی پہلو مجکو  
کافی ہو جائے گی اب ایک ہی چلو مجکو  
وہ نگھانے کے لئے آئے ہیں گیسو مجکو  
کر گئے بزم میں رسوا مرے آنسو مجکو  
کس پر لے پیک اجل چھوڑ گیا تو مجکو  
بلا معشوق تو وہ بھی مسلا بد خو مجکو  
مات دے دیتے ہیں آخر کسی پہلو مجکو  
کیا ڈبونے کے لئے نکلے ہیں آنسو مجکو

ہیلے عادت یہ وہ اپنی نظر غور کریں  
مدنی کہتے ہیں شریانِ جو بد خو مجکو

دیکھیں پڑتا۔ نہ ناکامی کا منظر مجکو  
کم نہیں ہے لبِ اعجاز سے ٹھوکر مجکو  
بلا کوئی بھی اس راہ کا رہبر مجکو

عشق کی دیکھنی منظور ہے منزلِ محسوس  
اللہ اللہ تری آنکھوں کی منزلِ سامانی  
آہ یہ جنبہِ خو خوار یہ نازک پہونچے  
کب مری کشتیِ امید ہوئی ہے عزتِ تاب  
شاید آئے مرے کا فو میں صد اصور کی بھی  
ننگِ محفل ہی لہتیں کر کے مجھے بیٹھنے دو  
وہ نہیں ہیں تو میں۔ بے چین ہوا جاتا ہوں  
خوب دل تیرے تصرف کو دعا میں ہیں دوں

اپنے سینے سے لگاتا نہیں کیوں تو مجکو  
نشہ کا توڑ ہے اب اور پلا دے ساتی  
ہے غنیمت مجھے بے ہوش سمجھ کے اپنا  
آبرو دل گئی سب خاک میں ضبطِ عزم کی  
قبر میں ہے کوئی غمخوار نہ ہمدم نہ رفیق  
میں نے تمہارے ہی زمانے سے زالی پائی  
بات اپنی کہی تھی نہیں ہونے دیتے  
میری آنکھوں نے اٹھایا ہے یہ کیسا طوفان

چاہتا دل سے میری طرح جو دلبر مجکو  
پھر جلائیگی تجھے تیرے قدم کی برکت  
راہِ لغت میں بہت ٹھوکر ہیں کھائی میں فی

دے دیا صرف مرے قتل کا محضر جھکو  
جانتا پہلے سے ہے وادِ محشر جھکو  
پوچھوں میں اُس سے ملے گر کہیں آذر جھکو  
دیکھنا اپنے گناہوں کا ہے دفتر جھکو  
کہ ٹھہرنا یہاں مشکل ہوا دم بھر جھکو

یہ بھی قربان بڑا اُن کا کرم ہے مجھ پر  
ایک غم کا بھی کرتے نہیں خوگر جھکو

مرنے بھی چین سے دیگانہ وہ بسل جھکو  
کہدے گر عشق کی معلوم ہے منزل جھکو  
چل دکھا لوں میں اُس شمع کی محفل جھکو  
کچھ خبر بھی نہ ہوئی اے دل غافل جھکو  
ڈوبنے دیتا نہیں عشق کا ساحل جھکو  
درخت سیلی کو دیا جائے گا محفل جھکو  
بہی مل جائے گا آرام بھی بسل جھکو  
پوچھتا پھرتا ہوں اے عشق کی منزل جھکو

راہِ نکال عشق میں تیرا بیان ہوئی مُرِ تمام  
کچھ بھی الفت میں ہوا ہائے نہ حاصل جھکو

چاہتی ہے مری نظر تجھ کو  
کہتی ہوتی نہیں خبر تجھ کو  
دے کے اپنا دل و جگر تجھ کو  
کچھ بھی میری نہیں خبر تجھ کو  
کون دے لاکے بال و پر تجھ کو  
اِس کا اللہ دے مڑ تجھ کو  
کیا حُسن اکاہیں ہے دُر تجھ کو  
ملکہ ہے یہ فتنہ گر تجھ کو

نامہ ہرنے نہ دیا اور تو کچھ مجھ کو جواب  
تجھ سے پہلے ودمری بات مئے گا ظالم  
بیت یہ پتھر کے بنا کر ترے کیسے پایا  
اسی تشویش میں رستی ہیں ہم آگیں آنکھیں  
مجھے بے چین کیسا دارِ فنا نے ایسا

خوب تر پڑے گا آخر تراست تل جھکو  
میت چھپا خضر کہ ہے راہِ بری فرعن ترا  
اپنی جنت یہ بہت ناز ہے آج لے زاہد  
حسبِ وعدہ وہ یہاں لے بھی اور چل بھی لے  
کشتی امید کی رنگتا ہے طلّاطم میں یونہی  
حشر کے روز بھی فیصلہ ہو گا لے قیس  
دم نکل جائے گا راحت تجھے مل جائے گی  
تو ہی دے کر مجھے آواز بلا لے لے کاش

دیکھے دُنیا میں جلوہ گر تجھ کو  
لاکھ کوئی و فاکرے لیکن  
ہو گئے فکرِ زیست سے فارغ  
کی ہے کس کس طرح بسر میں نے  
دی رہائی قفس نے اے بیل  
میرا نخل مرادِ سیخ دیا  
ظلم کرتا ہے بے خطا تجھ پر  
دل چرایا ہے آنکھ سے تو نے

## آج سُتے ہیں مرگیاں تیریاں کیا ابھی تک نہیں خبر تیرے کو

ساتی بھی ہو۔ بہار بھی۔ ٹھنڈی ہوا بھی ہو  
پہلے مرعین غم کی ترے پگھلا دوا بھی ہو  
غمرہ بھی ہو۔ ادا بھی رسم بھی جفا بھی ہو  
لیکن نگاہِ مست کی زاہدِ رخصت بھی ہو  
شوخی کے ساتھ ساتھ اگر کچھ حیا بھی ہو  
راستی میں تجھ کو سمجھوں اگر تو خفا بھی ہو  
پہلے کسی سے فرضِ محبت ادا بھی ہو  
ہو جاتی ہے دعا جو کوئی بد دُعا بھی ہو

پھر خواب دیکھ لو نگا نشاۃ حیات کے  
قریبان پہلے محسوس کو مرض سے تنہا بھی ہو

وہ گل ہے خاک جس میں تزارنگ ہو  
اے دوستِ حسرتوں کا ہماری اہو ہو  
جب تک الگ بدن سے یہ میرا گلو ہو  
کوچہ بھی ان بتوں کا کہیں مت کہہ رو ہو  
جب دل ہو اور دل میں کوئی آرزو ہو  
جتک کہ میری اُن سے کوئی گفتگو ہو  
اور پھر ہمارا زخمِ حبس کر بھی رو ہو  
یعنی جگہ ہے کوئی جس جا کہ تو ہو  
مشہور کیوں زمانے میں تو تشریف ہو  
جب تک کہ خونِ دل سے تھک ہو  
حائل ہماری راہ میں لیکن عذر ہو  
ساتی غمی بلا سے جو جہاں و سب ہو  
لیکن یہ پہلے دیکھ لو وہ بے وضو ہو

مُطرب بھی ہو۔ شراب بھی ہو۔ دلِ بہا بھی ہو  
پھر بیضیب میں جو نہ اچھا ہوا ہے سچ  
ہاں نہیں آپ کے کوئی ارمان رہ نہ جائے  
کہنے سے ترے کڑوں میں توبہ شراب سے  
امید ہے کہ پھر نہ ستائیں بے نیچے بھی  
اے پاک بے نیاز مری بات جب نے  
تعلیم و رسم کا اُن کے کرے پھر ہی کچھ گلہ  
عاشقِ تری زبان کا اُٹا ہے یہ اثر

بے جس وہ دل ہے جسکو تری جستجو ہو  
ہوتے ہوئے ہمارے عُد و سرخرو ہو  
قابلِ چرا کے آنکھِ جدا گھڑے سے تو نہ ہو  
بے مئے مرا لحد میں۔ ادھر ہی پھرا ہوا  
وہ زندگی بھی کوئی ہے دنیا میں زندگی  
قاصدِ خفا میں مجھے نہ مانوں گا میں کبھی  
مشہور ہوں وہ سارے زمانے میں بخیر گر  
چھپ کر کروں نگاہ تو آخر کہاں کروں  
دشمن یہ اور دوست یہ نظریں ہیں تیری تیز  
پڑتے نہیں نازِ کبھی کششِ تیرا عشق  
اس بُت کو رام کر لیں یہ مشکلیں نہیں ہے کچھ  
تو ہو نگاہِ مست جو تیری بہار ہو  
یخا نہ میں حساب کو آتا ہے محنتِ ب

اِس شراب پر وہ کرتے ہیں استرا دِصل کا ہم سے شب وصال کوئی گفتگو نہ ہو

قربان تجھ پہ کہتی ہی سدا دِاد ہو مگر

جاری کہی زباں سے تری باؤ ہو نہ ہو

تو کاش دن وہ شتاب ہو۔ کہ پڑا نہ مٹنے پہ نقاب ہو

نہ تو تم کو چھ سے محاسب ہو۔ نہ مجھے خیالِ حجاب ہو

نہ کسی کے دل کو جلاؤ تم۔ نہ کسی کے دل کو ستاؤ تم

یہ جو بات دل کی بناؤ تم۔ تو بڑا ہی کارِ ثواب ہو

کردن اپنا شکوہ وہاں بیاں۔ کردن درد اپنا وہاں عیاں

مرے دلتیں جو کہ ہے علم نہاں۔ وہ جو بیشش روزِ حساب ہو

نہ ہوں زخمِ دل کے کہی ہرے۔ جو نہ ساتھ غیش کی وہ پھرے

نہ تو آگِ دل میں کہی لگے۔ نہ یہ ہر جل کے مثلِ کباب ہو

یہی ایک میری ہے گفتگو۔ یہی ایک میری ہے جستجو

یہی دل کی ہرے ہے آرزو۔ کہ جو ہوتا ہے وہ شباب ہو

لگے دل میں اپنے ہوں آبلے۔ نہ ذرا سی ٹھیس، کس لگے

یہ بڑا وہ تجھ پہ گرم کرے جو سحرکِ مثلِ کباب ہو

میں شہیدِ غم و نیا ز ہوں۔ میں امین و حرمِ راز ہوں

یہ سمجھ کے کشتہ ناز ہوں۔ تو نہ کوئی مجھ پہ عذاب ہو

جو بیاں کرو غلشِ دردوں۔ جو کہی ہیں خطا بھی انہیں لکھوں

مجھے کیا کہ میرا کہا روں۔ یہی آتا اُن کا جواب ہو

ہمیں قربانِ تجھ پہ ہے فیتے۔ کہ تو آگِ شریف ہے بہترین

ترے یک ہونے میں شک نہیں۔ جو نہ شکلِ جامِ و شراب ہو

خاموش کیوں ہو رشکِ میا جواب دو

قاصد کو اذنِ شرکتِ محفل اگر نہیں

ہیں حکایتِ مٹانے کی تم کو بہت ہی یاد

انجامِ اِس سے کیا کہوں اقرارِ وصل کا

دل کا کرے گا کون ملاو جواب دو

پھر تجھ سے حال کون کہے گا جواب دو

کیونکر مٹے گی دل کی مٹنا جواب دو

دل کر رہا ہے تجھ سے تقاضا جواب دو

ناراض کیوں ہوئے مجھے اسکا جواب دو  
 جگہ یہ آج حضرت سید الجواب دو  
 کیا دیکھنا ہے اس کا تاشا جواب دو  
 اے ساکنانِ وسعت صحر ا جواب دو  
 کیونکر ہوا ہے داغ یہ پیدا جواب دو  
 کیا تم نہیں ہو آج ذریعہ جواب دو  
 کیوں چال سے اٹھاتے ہونقہ جواب دو  
 اے دیدہ ہائے نقش کف پا جواب دو

عیزوں کی عرض حال کا تم دیکھئے جواب  
 قرباں کی بات کا بھی حذارا جواب دو

جذب ہو جاتے ہیں سب آنکھ کے اندر آنسو  
 بن کے گرتے ہیں مری آنکھ سے گوہر آنسو  
 اور اک محشر تازہ ہے میرا ہر آنسو  
 لکھتے ہیں غم کا مرے چہرے پہ دفتر آنسو  
 غسل تربت کو دیا میں نے گرا کر آنسو  
 کھینچ لیتے ہیں مری آنکھ کا جوہر آنسو  
 کہتے ہیں ہم کو ڈراتا ہے بہ کر آنسو  
 تو بیاتا ہے انھیں دیکھ کے اکڑ آنسو

ہم کو ہوتا ہے تجھے دیکھ کے قرباں انوس  
 بند آنکھوں سے ذرا بندے حذا کر آنسو

اگر جا کے دقنب ادا ہو گیا تو  
 تو پھولوں میں بوئے وفا ہو گیا تو  
 مرے دل میں جلوہ نما ہو گیا تو  
 مرے دردِ دل کی دوا ہو گیا تو  
 اگر مجھ سے ظالم خفا ہو گیا تو

بہن نے ہالکاائی ہے کیا تم سے کوئی بات  
 جنوں سے بڑھ گیا مر افسانہ یا نہیں  
 مقتل میں اب تڑپنے کو بسل ہے مقہ  
 دیکھا ہے مجھسا آبلہ پا تم نے کیا کوئی  
 تم نے نہیں لگایا ہے دلیر جو میرے تیر  
 بے تاب یوں کا میری مرے درد کو کپ کا  
 منظور کر یہ ہے کہ قیامت ابھی نہ آئے  
 کس کی طرف گیا ہے وہ مست خرام ناز

ضبط دل آنے نہیں دیتا ہے باہر آنسو  
 یم خوبی کے نقوہ کا اثر تو دیکھو  
 نقہ پارینہ ہے اک نوح کا طوفاں ہدم  
 دیکھنے والے سمجھ جائیں مجھے کشتہ چشم  
 شکر ہے بد نفا آبروئے عشق رہی  
 انھیں دامن پہ دکھانے کو کمال حسرت  
 دیکھے ہم نے بھی بہت تجھے تورو نے والے  
 اے عدو گریہ کو ہم ضبط کیا کرتے ہیں

سمجھ لے کہ نذر جفا ہو گیا تو  
 جو کلیوں میں رنگیں ادا بن گیا تو  
 مری آنکھ میں پھر گیا نورِ مینا  
 تجھے دیکھ کر ہو گئی تجھ کو صحت  
 جہاں میں ہو پھر کون اب مجھے راضی

کبھی جو میرا ہمنوا ہو گیا تو  
کسی دن اگر رہنم ہو گیا تو  
ابنیں دیکھ کر جانے کیا ہو گیا تو  
جو کوچہ کا اُن کے گدا ہو گیا تو  
یہ کیا اے دل مبتلا ہو گیا تو  
مست ہو گیا تو فنا ہو گیا تو

فناعت کا انعام قدرت ہی دے گی  
جوت بیان وقف رضا ہو گیا تو

مرے دل کی دعاؤں کا نتیجہ دیکھتے جاؤ  
مری حسرت کا اے لوگو جنازہ دیکھتے جاؤ  
ذرا سہل کا اپنے تم مستانہ دیکھتے جاؤ  
ذرا ارمان و حسرت کا یہ جلدہ دیکھتے جاؤ  
مریض ہجر کو اچھے سیجا دیکھتے جاؤ  
کسی کا میری تربت کو مٹانا دیکھتے جاؤ  
نہ دیکھا ہو تو یوں مرنے جلانا دیکھتے جاؤ  
مری آنکھوں کا تم آنسو بہانا دیکھتے جاؤ  
ترقی پر ہے میرے دل کا سودا دیکھتے جاؤ  
ذرا سی بات پر اُن کا اُکھٹنا دیکھتے جاؤ

ابھی بچوئی انکی صرت دل لینے کے قابل ہے

ابھی قربان کرتے ہیں وہ کیا کیا دیکھتے جاؤ

آزنا ناپا ہوتا ہوں نالہ شب گیر کو  
ناخن تدبیر سے بند ہے مری تقدیر کو  
بے بنایا ساز و حشی نے تری زنجیر کو  
منہنم قدرت نے اُس کا کر دیا گئی گیر کو  
راستہ ملتا نہیں ہے عشق کے رہ گیر کو

عدو کی مشادوں کا ساری شرارت  
رہنم سکھینے اے حضور تجھ سے  
کچھ اب اور ہیں تیرے انداز ایدل  
بچے کچھ ملے گا تو کچھ پا ہی لے گا  
نہ میری رفاقت نہ غم خوریاں ہیں  
کسی کی محبت میں اے نقیب بزدلی

کسی کے اُٹھتے جو بن کا مستانہ دیکھتے جاؤ  
کسی ظالم کا ہنس ہنس کر مٹانا دیکھتے جاؤ  
ترتیا کس طرح ہے اور کیونکر آہ کتاب ہے  
مرنے کی کرپے ہیں آج میرے دہس تقریریں  
بتا رہی وہ کشتہ ہے نہیں پر ہے نظر اُسکی  
وہ کہتے ہیں کہ اس سے راستہ میں اکڑ کاوٹ ہو  
لگاتے ٹھوکر اس عجاز سے ہیں میری تربت پر  
ابھی کیا ہے ابھی تو سیکڑوں طوفان اُٹھیں گے  
میں اپنی جان دینا حسن کی قیمت سمجھتا ہوں  
وہ کہتے ہیں کہ تیرا درد دل ہم آج دکھائیں گے

ہے جگنا آج شب بھر ایک رت بے پیر کو  
اک گرہ کھلتی ہے پڑ جاتی ہیں گرہیں سیکڑوں  
تو بھی آرمناں میں نمہ سن کہی جھٹکار کا  
تو نے جو پروانے کا ٹٹے تھے پرے سن بزم  
اسقدر رشتہ دار یوں نے اپنے کاٹے ہیں بھجائے

سچ صاحب شوق سے پھر کیسے صبا کو حرام  
حشر تک قابل رہی تری صورت ساتھ ساتھ  
لاجہ دیدوں میں اپنے دل میں سکو بیدھڑک  
تم جو کہتے ہو وعدہ کو میں نے حظ لکھا نہیں  
خیر جو تقدیر میں لکھا ہے بہتر ہے وہ ہی  
پھر اسے زندہ نہ کر دے اس کے دکا اضطراب  
نامے میں لکھا ہے اس نے میری محبت کا لکھا  
درد ہو جاتا ہے سر میں نیند آتی ہی نہیں

پلے پڑھئے تو سمجھ کر آیا تظہیر کو  
آٹھ میں بس نے رکھا ہے تری تصویر کو  
سچ کو خنجر کو برچی کو سُنناں کو تیر کو  
میں سمجھتا ہوں بہاری شوخیِ محسوس کو  
کون اب سمجھانے جائے کا تب تقدیر کو  
دیکھتے جاؤ ذرا فتراک میں بخیر کو  
لاٹکے سے لگا لوں نامہ بر تقدیر کو  
کوڑے ہیں وہ ہمارے نالہ شب گیر کو

راہ پر کیا آئے گما۔ کیوں رحم مجھ پر کھائیگا  
مجھ سے تو قربان بند ہے آسمان پیر کو

لایا ہوں اپنے ساتھ دل داغدار کو  
تو نے صبا اڑایا ہمارے غبار کو  
آئے گما رحم حال پہ پروردگار کو  
دل میں اٹھا کے رکھ لو دل داغدار کو  
کہتے ہیں بعد مرگ یہ بدعت کی بات ہے  
جب میں ہوں تو خزاں ہر نہیں تیرا بہار  
اشکوں سے اک حصار بنا جلد کیسی  
پرے سے اپنا جلوہ دکھا کر صبر ادا  
پوئے وفا جب اس جہنم سے آئیگی  
کس طرح کھول دے کہ ہر پاس دفن ہوئیگی  
وہ دیکھ صفتِ قلب سے پرورش ہوئیگی

دول کا یہ نذر جا کے عروس بہار کو  
رکھا تھا ان کے واسطے خاکِ مزار کو  
امیدِ مغفرت ہے کسی تیرہ کار کو  
آنکھوں سے دیکھ لو جو تم اس کی بہار کو  
گل آس کے کر گئے وہ چسپ سراغِ خزار کو  
صند ہوئی ہے مجھ سے خزان و بہار کو  
آئے ہیں وہ مٹانے مری یادگار کو  
بیتاب کر دیا ہے دل بے قرار کو  
دو کے بہت دعا میں دل داغدار کو  
معلوم ورنہ بھید ہیں سب رازدار کو  
اصفا و جلد دے عرقِ گل ہزار کو

قربان اپنے رخ سے گھرا نہ اس قدر  
مولا کرے گا دور ترے انبشار کو

گلزارِ داغِ عشق سے سارا بدن کرو  
بہارِ عشقِ حتم ہے فکرِ کفن کرو

دیکھ گشتِ مری دل کو چن کرو  
چارہ کرو دواؤ دُعا کا نہیں ہے وقت

کھڑا میرے دل کو کرو۔ یا کہ بن کر دو  
کشتے کا اپنے اور اہی۔ ہلکا کفن کرو  
موت میں بکیوں سے نہ ذکر وطن کرو  
عاشق سے سخت اپنے نہ آشنا کفن کرو  
جاؤ نہ مٹوے بغیر نہ سیر چمن کرو

طعنہ وہ تم کو دیں گے جو اہل سلوک ہیں

قر بآل جنوں میں چاک نہ یوں پیر بن کرو

کریں گے دیکھنا سامانِ محشر آنکھ کے آنسو  
تھے رسوا کریں گے اب نکل کر آنکھ کے آنسو  
کہ آئے میرے دامن تک میں بیکر آنکھ کے آنسو  
مرے دامن کو اگر کر گئے تر آنکھ کے آنسو  
گرے میں آنکھ سے نیچے ترپ کر آنکھ کے آنسو  
مرے عصیاں کا دھو دینے یہ فتر آنکھ کے آنسو  
رکے ہیں آنکھ کے اندر ہی اندر آنکھ کے آنسو  
دکھاتے ہیں زمانہ کو جو منظر آنکھ کے آنسو

ذرا آنکھیں دکھانا ان کو قر بآل روکنا ان کو

لے جاتے ہیں سخت دل بہا کر آنکھ کے آنسو

خلق کے مشکل کشا ہو۔ احمد بخت ر ہو  
انبیاء و مرسلین کے قافلہ سالار ہو  
کیوں نہ اس کے روح پاک مصطفیٰ پیرار ہو  
بہر غور جرمِ جہنم آپ کا دربار ہو  
یا محمد یا محمد قلب پہ لاکھوں بار ہو  
اواں شمار و رضہ اقدس پہ جان زار ہو

تم ہی قر بآل کی کرو گے آکے مشکل میں مدد

تم ہی ایسے غمزدوں کے حامی و مخوار ہو

ہے اختیار تم کو بہاری ہے سیر گاہ  
کیا بوجھ اٹھ سکے گا بہت ہی بخت ہے  
لے اہل دشت یہ اہی دیدنی اپنی جان  
اُسیں نہیں ہے تاب اٹھانے جو سختیاں  
انہوں میں میری آکے رہو دل میں بیٹھ جاؤ

نکل آئے ٹپک کر آج باہر آنکھ کے آنسو

آہی آہر دکھ لے مجھے دے ضبط کی قوت

آنکھیں شاید نہیں روکا ہے رستہ میں گریباں فر

عباد کو سے جاناں جذب کرنے کا ارادہ تھا

نہیں دیکھی کئی جب میرا رری قلب مضطر کی

غیبت میں سمجھتا ہوں نکلتا ان کا آنکھوں سے

عدو کو دیکھ کر ہمراہ ان کے غیرت آئی ہے

زمانے والے آنکھوں کی مٹم کھا کر تباہیں گے

ہمت عامی کی بخشائش کے ذمہ دار ہو

کی امامت مسجد اقصیٰ میں سب کی آپ نے

بعد نام پاک جو پڑھتا نہیں صلی علی

یا درکھنا اپنے اس مداح کو بھی یا بنی

مزع کا جب وقت مجھ پر آپڑے یا شاہ دین

خاتہ باخیر ہو جا کر مدینہ میں مرا



مطلبت مدعا تھا ایک گرچہ تھے ہم کلام دو  
کرتے ہیں صبح و شام کا بل کے یہ نظام دو  
ارن و سما کے رات دن کرتے ہیں سائے کام دو  
دیجئے شتر میں ذرا۔ ہاتھ سے اپنے جام دو  
لے جا صبا مرے وہاں صبح و سہا سلام دو  
میری طرف سے روضہ شاہ پر و سلام دو  
ان کے مقیم ایک ہیں ظاہر میں ہیں مقام دو

پرے میں دونوں ایک تھے گو تھے برائے نام دو  
شمس و قمر بھی رات دن حدم بارگاہ ہیں  
رہتے زمین پہ خضر ہیں اور فلک پہ ہیں سج  
تشنہ وہن بہت رہا۔ اب تو تجھے ملے صلا  
ایک سلام شوق ہو۔ ایک سلام آرزو  
یادہ صبا سے عرس ہے نالہ دل سے اتنا س  
روضہ پاک ہو کہ عرش دونوں میں مرکز ادب

قرباں ہوں تجھے یا نبی میں ہوں تہا راشیتہ

طاعت و خدمت حضور آتے ہیں مجھ کو کام دو

وہ دل سے مدح خوان شہ ذی وقار ہو  
میرا چراغ گور دل داعیہ ار ہو  
بے تاب دل کو میرے یقیناً قرار ہو  
اے خیر فوج تیرے اشائے سے پار ہو

جس شخص پر عنایت پروردگار ہو  
میں مر گیا ہوں آتش سوز فراق سے  
دیکھوں میں جا کے گنبد خضر آج آنکھ سے  
منجد ہار میں پڑی ہے مری کشتی امید

قرباں اُس کو یاس سے پھر کیا ہو واسطہ

فضل و کرم کا اُن کے جو امید وار ہو

وفا کا کیوں ٹیسل بہتیاں ہو  
یہاں کس طرح دل کی داستاں ہو  
جو روح باغ و جان آشیان ہو  
نہ پھر بھی ختم میری داستاں ہو  
جو ہم پر ہر باں پر مہمان ہو  
رواں سوائے عدم جو کارواں ہو  
نہجے وہ خواب اک خواب گراں ہو

بُت کافر جو مجھ پر ہر باں ہو  
زباں پہلے ہی میری کاٹ ڈالی  
اُسے کیوں ذبح تو کرتا ہے صیاد  
قیامت کے اگر دن ہوں ہزاروں  
کریں کیوں بہت صہب و ساغر  
مرا پیغم لے جائے وہاں تنگ  
عدو کو ساتھ لے کر جہیں آؤ

پریشاں دشت غربت میں ہے قرباں

کہاں ہو۔ اے وطن والو کہاں ہو

اگر منظور دُنیا میں اٹھانا ان کو خسر ہو | تو کافی کل زمانے کے لئے بس ایک لمحہ کر ہو

آہلی سامنے سے آنکھ کے یہ دور منظر ہو  
سوانیرے پہ جب آیا ہوا خورشید منیر ہو  
خضر بھی راہ الفت میں جو آ کر میرا رہبر ہو  
یہ کیوں بدنام دنیا میں ترا لے یا خضر ہو  
قص میں ایک ساتھی اہل طرح بے باں کے رہو  
تڑپ پھر کس طرح سے بند تیری قلب مضطر ہو  
نہ وہ مشہور گوہر ہو۔ صدف سے جو نہ باہر ہو

ہزار دن سختیاں قربان پر دن رات کرتے ہو  
بڑی حیرت تو یہ ہے آدمی ہو کر بھی پتھر ہو

فرقت کی زباں سے مری روداد نہ پوچھو  
نہ لاکھ بھی حال دل ناشاد نہ پوچھو  
رکھی مری کس چپ ستر پہ بنیاد نہ پوچھو  
کیوں کرتا ہوں میں نالہ و فریاد نہ پوچھو  
کیوں غم میں تہا لے ہوا۔ برباد نہ پوچھو  
محبوب ہے کیوں باغ میں شمشاد نہ پوچھو  
تم قصتِ ناکامی فریاد نہ پوچھو  
حالِ کرم و الفت صیاد نہ پوچھو

جو سر پہ پڑی جھیل لی اب ذکر کریں کیا  
قربان رہ عشق کی افتاد نہ پوچھو

اچھا وہ چارہ گر تری تدبیر سے نہ ہو  
مجبور کوئی اپنی جو تقدیر سے نہ ہو  
جو کام پیر سے نہ ہو ہمیشہ سے نہ ہو  
ڈر ہے معتبہ فلک پیر سے نہ ہو  
ڈر ہے کہ بدگمان وہ حکمیر سے نہ ہو  
انسوس اتنا کام بھی اک پیر سے نہ ہو

وہ آتے ہیں عدد کو ساتھ لیکر آج گھر میرے  
مری دلکی پیش اس سے بھی بازی جیت لیجائے  
مری ہمراہ کم ہو جائے اپنا راستہ بھولے  
تری ابرو درخشاں ہی جو میرا کام کر جائے  
ہنوا حساس تم کو ہم صغیر ان تمن کھچے بھی  
پیش سوز دروں کی جب اسے اٹھ اٹھکے ترپائے  
نہ نکلے گھر سے جو اپنے اسے عزت نہیں ملتی

مجھ سے مرا حال دل ناشاد نہ پوچھو  
معلوم نہیں ہو گا مراد از محبت  
ہستی مری مبنی رہی سیلاب فضا پر  
ڈر ہے کہ جہاں میں کہیں بدنام نہ ہو جاؤ  
ہستی طلب حسن میں کیوں میں نے مٹا دی  
آج آیا تھا گل گشت چمن کو وہ بھی قد  
ایسا نہ ہو تقلید پر شیریں کہ اُڑاؤ  
پر دوائے عشق نہیں اب مجھ کو قص میں

سیرِ غم کو فائدہ اکسیر سے نہ ہو  
جگر سے ہو جو کام ہوں تجا میں اس کے سب  
لیو وہ تم نگاہ سے میں اپنی آہ سے  
مجبور کر رہا ہے مرا نالہ فراق  
لکے ہیں میں غم کو نامہ میں سخت لفظ  
جودل کے ساتھ ساتھ جگر کو بھی چھید دے

اس کو بنا کے دیکھ رہا ہے جو بار بار  
اگ اپنے دلیں ہم نہ لگائیں تو کیا کریں  
مانی کو عشق آہکی تصویر سے نہ ہو  
جب دلیں روشنی تری تویر سے نہ ہو

ہم سے جو پوچھتا ہے تو صفت پہ چھوڑا سے  
قربان تیرا کام جو تدبیر سے نہ ہو

تیز کرتے ہیں یہ عشاق پہ تلواروں کو  
اے میجا ہو بھلا تیری میجائی کا  
میکدے ہی میں رہا۔ اُن کا ٹھکانا ساقی  
تیری رحمت کے اس اندازِ کرم پہ قربان  
جو طلب کرتا ہے اُسکو وہی مل جاتا ہے  
جب تو بے پردہ مرے سامنے آیا ایشیخ  
کس لئے رکھے ہیں تم تو نے یہ ساقی بھر کر  
چاندنی میں نہ خدا کے لئے بے پردہ پھر دو

خوف آتا نہیں زہنِ رستمگاردوں کو  
دیکھ لے آ کے کبھی عشق کے پیاروں کو  
راس آیا نہ کوئی در ترے میخواروں کو  
اپنے دامن میں پھپھایا ہے گنہگاروں کو  
نہیں کرتا کبھی مایوس طلبگاروں کو  
شعلہ طوڑ میں سجھاتے رخساروں کو  
ہائے پلچھٹ بھی تو ملتی نہیں میخواروں کو  
میل کر دے نہ کہیں چاند سے خساروں کو

کیا نیا غم کوئی قسمت سے ملا ہے تم کو  
دھونڈتے پھرتے ہو قربان جو میخواروں کو

تو دوا بنے تو میں درد ہوں۔ میں سینا ز ہوں جو تو ناز ہو  
تو سرد ہو تو میں غم ہوں۔ کہ میں سوز ہوں جو تو سنا ز ہو  
ترے دل میں یز کے دفا رہوں۔ کبھی تجھ سے پھر نہ جدا رہوں  
بنوں راز حسن کا میں ترے۔ جو نگاہ راز نواز ہو  
ترا عشق ایسا اثر کرے۔ کبھی زحیم دل کا نہ بھر سکے

مرے دل میں درد بھرا ہے۔ مرے دل میں سوز و گداز ہو  
مری دل وہی کے لئے تو آ۔ تجھے اپنی شکلِ حبس دکھا  
مجھے غزنوی جو بنا دیا۔ تو آپ جواب آیا نہ ہو

ہویں ختم وہم کی ظلمتیں۔ نظر آ رہا ہے وہ اب ہیں  
کھلتیں اُس پہ کیوں نہ حقیقتیں۔ جو اسیر عشقِ محب ز ہو  
انہیں دھب پسند ہے عجز کا۔ انہیں پاس عجز کا ہے برا

نہیں اس میں شک کہ ملے خدا۔ جو خیال مجھ سے زہو  
سیر راہ ذکر صمیم نہ ہو۔ کہ غیاں حقیقت عینم نہ ہو

کین قریباں ایسا ستم نہ ہو۔ در راز بھولے سے باز نہ ہو  
ہے آیا آج وہ دلبر آیا یا نہ آیا۔ اُدھو ہو ہو

مرے پہلو میں ہے دلبر آیا یا نہ آیا۔ اُدھو ہو ہو  
شراب عشق سے بھر کر آیا یا نہ آیا اُدھو ہو ہو

وہ آئیگا مرے گھر پر آیا یا نہ آیا اُدھو ہو ہو  
ہوا ختم رسل پیدا مٹانے دور ظلمت کو

مرے دل پر نگاہوں نے تہاری اپنی ترگاں  
مٹائیگا مری حسرت اڑا کر میری گردن کو

لحد میں آجو سوتے ہیں ملیں گے پھر قیامت کو  
اُٹھیں گے جب صمسم سو کر آیا یا نہ آیا اُدھو ہو ہو

کہاں تو پھر کہاں محفل بنائے بلو آقرباں  
غزل تو اک نئی لکھ کر آیا یا نہ آیا۔ اُدھو ہو ہو

منفصل عشق سے میں ہوں دل بیار کہ تو  
تو وفا اپنی جہتاؤں کو سمجھتا ہے مگر

کر کے چرچا مری الفت کا ہوا خود سرا  
پاس آیا ہوں ترے دل کی کشش لٹی ہے

کتنا پھر تا ہے زمانے میں نہ میرا  
قتیل سے پہلے ہیں آنا بتائے قاتل

ہم نہ کہتے تھے نہ کر عشق بتوں سے ایدل  
اس لئے کہتے تھے اُن سے نہ محبت کرنا

وہ ہوئے عشق میں قریباں ترے بیار کہ تو



# مناجات

رویت - ۵

محمد مصطفیٰ کا تو دیکھو دربارِ الہ  
گناہوں سے مجھے آتی ہے خود ہی عاری الہ  
تکبر کا تو اس کا قلعہ کر مہارِ الہ  
زباں سے میری نکلے ہر گھڑی ہر بارِ الہ  
تو ہی بس ایک ہے اُنکا کفیلِ کارِ الہ  
کریں جانیکو اک مدت سے ہوں تیارِ الہ  
جو میں تجھیں زنداں بے گنہ ناچارِ الہ  
جو تو چاہے تو کرے آگ کو گلزارِ الہ  
کی ہرگز نہیں عبت کو تو ہے غفارِ الہ  
جو ہونے والے ہوں مجھ پر زبِ دارِ الہ  
ترے ہی نام کی کرتا رہوں شکرِ الہ  
عنایت سے تو اس کا کردے پیرِ الہ  
تجھے آسان ہے جو ہم کو ہے دشوارِ الہ  
تجھے چاہے تو جیہا رکھ تو ہے مختارِ الہ  
اُسے تو ہے شفا جو کوئی ہو مہیہِ الہ  
دکھا دے اپنی رحمت سے اُسے دیدارِ الہ  
ہمارا حشر اُن میں ہو جو ہیں ابرارِ الہ  
میں ایسی زینت سے دنیا میں ہوں بنزیرِ الہ  
عدو کی کام کر سکتی ہوں تلوارِ الہ  
زمانے میں نہ ہو گا مجھسا بیتہ کارِ الہ  
کریں سے رُسے اُس کا نہ کوئی کارِ الہ  
ہمیشہ سر پہ عزت کی رہے دستارِ الہ

مجھے بھی فخر ہو حاصلِ بنوں زوارِ الہ  
زمانے بھر میں تجھسا کون ہے بدکارِ الہ  
تس بندے کو جو تجھے ذلیل و خوارِ الہ  
رہوں سکرات میں بھی اسقند ہشیارِ الہ  
زمانے میں ہیں جن کا کوئی سخنوارِ الہ  
مراقبہ حرمِ پورا ہو کچھ سامانِ الہ  
ربانی کر عطا اُن کو انھیں آزاد بھرِ الہ  
حلیل اللہ کے قصے سے ہم کو یہ ہو حاصل  
ہیں اولادِ جتنے کر عطا اولاد اُن کو کر  
انھیں بھی ابنِ مریم کی طرح سے ربانی تو  
زباں کو میں کروں گندہ نہ اپنی گندی باتوں سے  
یعنی ہوس کی کشتی آگے گردابِ حوادث میں  
تو وہ ہے کُن کے کہنے سے کرے چودہ طلب پیدا  
مرے اعمال ایسے ہیں شکایت کر نہیں سکتا  
زبانی زینت ہوجن کی انھیں پھر زندگی دیدے  
تمنا ہے یہی دل کی ترے جلوؤں پہ صدقے ہو  
قیامت میں انھیں اُنیں جو تیرے غافل بندے ہیں  
میں بندہ ہو سکے تیرا غیر سے اپنی طلب رکھوں  
پر رحمت کی تیری ہم پہ گرسا یہ رکھے اپنا  
زباں گو میں نے پائی تھی نہ تیری نہیں کچھ کی  
کسی کی ہو کوئی حاجت ہو یا خیر نہ اُس کی ہو  
عطا کی جو جنیں عزت گذاریں عس سر عزت میں

اٹھا مجھے نہیں جاتا۔ نخل ہوں میں گن ہوں سے  
 ابھی بے گن ہی کہ دے ظہران کی دُنیایں  
 تو ہی ہے وہ جو رکھیا۔ مری عزت کو اب قائم  
 گناہ ہیں گو مرے بید۔ تری رحمت بھی بید ہے  
 کر دل تم سر کو میں اپنے۔ کر دل ہرگز نہ میں شکوہ  
 شکر کرے انھیں دیگر مدد عینی حُسن انوں سے  
 بجایا بطن ماہی میں تھا مولا تو نے یوسن کو  
 عطا یعقوب کو بنیائا مولا تو نے ہی کی تھی  
 نکالے لگا تو نکلوں گا میں اس غاصبیت سے  
 تو اپنے دشمنوں تک کو کہی بھوکا نہیں کہتا  
 عدم میں دوستوں کو بھی بوہنی مولا عطا کرنا  
 میں تجھ تک کس طرح پہنچوں کوئی رستہ نہیں ملتا  
 مجھے دے ظرف ایسا۔ اور دل ایسا غایت کر  
 وہ کیا دے راہ میں تیری کہ خدمت کیسی کیا

مرے سر پر گناہوں کا ہے اتنا بار یا اللہ  
 کسی نے گرتی پر ہو رکھا طوطا یا اللہ  
 ہوا خیزی کو دشمن ہیں بہت تیرا یا اللہ  
 تو ہے رحمن بھی جتنا تو ہے ہنسنا یا اللہ  
 تجھے جنت میں بھیجے یا تو سُوءے مار یا اللہ  
 ہو دام و قرض کا جن کے سروں پر بار یا اللہ  
 خلیل اللہ پہ کی آگ تھی گلزار یا اللہ  
 زلیخا کو جانی تو نے دی دُعا یا اللہ  
 ہو گرنے سے بہت دُنیا کا گہرا عمار یا اللہ  
 نہیں عالم میں تجھ جیسی کوئی سرکار یا اللہ  
 جہاں میں عیش جیسے کرتے ہیں اغیار یا اللہ  
 معاصی کی ہے حالتِ بیچ میں دیوار یا اللہ  
 لٹا دل راہ میں تیری میں سب گھر بار یا اللہ  
 نہ جس کے پاس جب ہو ایک بھی دینا یا اللہ

شفا کو عطا اس کو میا ہے تو ہی اس کا  
 ترا قربان اک مُت سے ہے بار یا اللہ

وہ جل کر شمع پر تھنڈا ہوا۔ دلیگر پروانہ  
 یہاں آیا تھا۔ ظالم دیکھ کر تنویر پروانہ  
 ہوا ہے سر محض سوز دل بگلیگر پروانہ  
 کہ تجھ کو شمع نے سمجھا تھا اک پتھر پروانہ  
 ہے شمع بزم بھی تیرے لئے دل گیر پروانہ  
 ہے تیرے ہی صیغے دلی اک تنویر پروانہ  
 کہ تھا اک عاشق صادق ترا دل گیر پروانہ  
 اُجھ لایا تھا اک سوز آشتی تقدیر پروانہ

دفا کی بن گیا اک ہو ہوا شمع پر پروانہ  
 کیا شمع تجھ خاک تو نے اسکو دھوئے سے  
 بیک لمحہ ہزاروں سفتیں ہیں شمع کے جی کو  
 رکھا دابستہ تنویر محبت کو صبح ہونے تک  
 تری دل کی لگی ہے پھونک ڈالا مجھ کو تجھ میں  
 جسے کہتے ہیں شمعِ آئین یہ آئین دالے  
 نہ کرتا جان اپنی تجھ وہ لے شمع کیوں قربان  
 نقطہ اک رات بھر کی عمر تھی وہ کاٹ دی جل کر

میں بو بخت سے بچنے کے سورتے بہت اوتیا

### اگر قربان مجھ سے پوچھتا ہے پیر پر دانہ

گرچہ تھا بال سے باریک نظر کا رستہ  
رات بھر دیکھا کئے رشک شہر کا رستہ  
آپ کے تیرے دیکھنا سے جلکا رستہ  
عمر بھر دیکھنا کئے آہ اثر کا رستہ  
کام ہوتے ہی لیا عین نے گھر کا رستہ  
دیکھتے ہی رہے تاعمر اثر کا رستہ  
شام غم دیکھ لیا اک سر گھر کا رستہ  
ازخیم دل دیکھتا ہے رستم جلکا رستہ

دل ہی جاتا ہے کوئی راہ کا قربان رفیق  
ریل میں خوب گذرتا ہے سفر کا رستہ

اسی باعث تو بھر پر ہر باں ہے پیر میخانہ  
لگا دیتا ہے ہم کو دیکھ کر زنجیر میخانہ  
مری آنکھوں میں رہتی ہے صدا تصویر میخانہ  
کفن میں میرے رکھنا میسر کشتہ تصویر میخانہ  
مری خاک لحد سے چائے بھیر میخانہ  
ہوا پر اڑ رہی ہے ہر طرف بھیر میخانہ  
نظر آنے لگا کیوں آج خوش خوش پیر میخانہ  
بڑھادی شیخ نے آکر بڑی تو میر میخانہ  
عطا کرتا ہے جلکا فیض اپنے پیر میخانہ  
جو قول خشک زاہد ہو مرید پیر میخانہ  
جو خم میں گاد رہا ہے بسنے اکسیر میخانہ  
اگرے بے تاب ہو کر جب کھلی بھیر میخانہ  
انہ جانے گیسوئے سانی ہے یا زنجیر میخانہ

یہاں اکبر جو آیا میں کا ہو گیا تریاں

اک ہی تھا تیرے جلوؤں کے سفر کا رستہ  
عید کی چاند کی مانند شب وعدہ ہم  
منزل دل میں گھر نے کا کوئی کام نہیں  
آہ نے اپنی نہیں کچھ نہ دکھائی تائید  
ہم نہ کہتے تھے نہیں اس کو محبت تھے سے  
نخل امید میں پھل اپنے نہ پایا کوئی  
غیر کے گھر کبھی جاتی نہیں جو راہ میں ہے  
وہ جو بھر جائے تو برس نے کی یہ کچھ فکر کرے

مے دم سے بڑھی ہے ساقیا تو قیر میخانہ  
آہی کیوں ہونا راض ہم سے پیر میخانہ  
کبھی کیف تصور ہے کبھی جان چین ہے  
اسی کے مت نظارہ سے شاید دل پہلجائے  
مری پیکر میں ترکیب سرور کیف دہتی ہے  
دور نشہ سے یہ کیا نظر آتا ہے مستوں کو  
مئے گل رنگ پیلی تیغ نے کیا اس کے گہر سے  
بہت سے لوگ میخانے میں تقلید چلے آئے  
سدا سرشار رہتے ہیں ہمیشہ مست رہتے ہیں  
مزہ آجائے تھ کو زبڈگی کا کیف آجائے  
جو کچھ شیشہ میں باقی ہے اہرت وہ بھلے  
کھڑے تھے خطر سب رند مشرب دیر سے ساقی  
ایسر میکہ ہوتی ہے اس کو دیکھ کر دینا

ہنیں ستر بان دیکھی شیخ نے تاثیر میخانہ

ظلم ناحق جو کر رہا ہے وہ  
میرے پہلو سے جب جدا ہے وہ  
جب میرے علم سے آشنا ہے وہ  
خاک گھل گھل کے ہو گیا ہے وہ  
ہے بھلا کون اگر برا ہے وہ  
درد ایسا کہ لا دوا ہے وہ  
بت کافر کی اک ادا ہے وہ  
یا وفا ہے نہ بے وفا ہے وہ  
فتنا سب ہی کی التجا ہے وہ  
درد الفت میں مبتلا ہے وہ  
ترے کوچہ کا اک گدا ہے وہ

اڑائے کی صبا مشت عبا رہا ہے آہستہ آہستہ  
یہ علم کا دور ہو گا انتشار آہستہ آہستہ  
طے کا تم کو اس پانچیا رہا ہے آہستہ آہستہ  
نہ گھبرا آئے گی فضل بہار آہستہ آہستہ  
کہ خود آجائے گا صبر و قرار آہستہ آہستہ  
لحد بھی تجھ پہ کرتی ہے فشا آہستہ آہستہ  
کیا کرتا ہے آہیں بے قرار آہستہ آہستہ  
ہے کیا بیمار کہتا بار بار آہستہ آہستہ  
اکروں گا آپ پر میں جاں نثار آہستہ آہستہ

مجھے لذت کبش خنجر سمجھ کر آج لے قربان

چلتا ہے وہ شیخ آب دار آہستہ آہستہ

نفق ہے جسے کہتے ہیں اس یار کا کوچہ  
گھر کو مرے کہنے لگے مہم یار کا کوچہ

مجھ سے بے جرم کیوں خفا ہے وہ  
صحت جام وے نہیں مرغوب  
اُس سے میں کیوں جگہ کروں غم کا  
دیکھ لوحِ لاپنے وحشی کا  
اپنے جاں باز کو برا نہ کہو  
جھکواے عشق کیوں نصیب ہوا  
جس کو دنیا سمجھ رہا ہے جہاں  
اُس کی عادت میں ہے جفا مثال  
دوست ہوا اُس کا یا کوئی دشمن  
جس کو بیمار آپ سمجھے ہیں  
جس کو ستر بان لوگ کہتے ہیں

منے گا یہ میسر افقش فرا آہستہ آہستہ  
کرے گا فکر میرے دل کی یار آہستہ آہستہ  
نہ گھبراؤ اُنھیں عادت سے واقف اپنی ہو دو  
خزاں بھی رفتہ رفتہ جاگی گلشن سے لے بلبل  
ذرا درِ عالم کا دل کو خوگر اپنے ہونے دو  
ہوا ہوں۔ یہ ضعیف ناتواں اُس کی محبت میں  
اسے یہ خوف رہتا ہے نہ ظاہر راز ہوا سکا  
پس کس کا نام لیتا ہے ذرا لے چارہ گرسن لے  
تجھی دل آپ کو دوزگا کبھی دول کا جگر اپنا

دیکھا نہیں کیا تم نے سنگار کا کوچہ  
افسانہ ہوا میرا مرض سارے جہاں میں



دیکھو تو کبھی طسالب دیدار کا کوچہ  
لکھ دیتے ہیں وہ عاشق بیدار کا کوچہ  
ہم کو نہ ملا کوئی بھی عشق خوار کا کوچہ  
کوچہ کا ترے نام ہوا قرار کا کوچہ  
مشہور زمانہ یہ ہے خوں خوار کا کوچہ  
میخانہ بنا ہے ترے سرشار کا کوچہ

دیکھا نہیں قربان کسی کو بھی یہاں خوش  
کیا ہے یہ دُنیا کے ستمگار کا کوچہ

سرشار تجلی ہے ساقی تراستان  
ہو سخی کا دیوانہ جیسے کوئی پروانہ  
حسرت یہ مٹا دینا اے جلوہ جانا  
پیمانِ وفا اب ہے ٹوٹا ہوا پیمانہ  
کیا جانے وہ اس کو جو۔ ہو درد سے بگناہ  
کہتے ہیں جسے دُنیا ہے ایک پری خانہ  
گانگھا ہے صبا نے بھی کیا آپسے یارانہ  
گرتا ہے کوئی تارا۔ یا قوت کے پیمانہ  
سجدہ کو بھی سمجھے ہیں ساقی تراے خانہ  
آنکھوں میں لئے اپنی ہم پھرتے ہیں بیتخانہ  
تو سخی محبت ہے میں ہوں حزا پروانہ  
آنکھوں کو بنا یا ہے اس ٹکلی سے بیتخانہ  
صفحات پر دل کے ہے منقوش یہ افسانہ  
درباں سے کرینگے اب اُس یار کے یارانہ

زنگس کے ہر اک سمت تہیں پھول ملیں گے  
نالوں کی رعایت سے مرے خط کے تہیں  
دُنیا میں ہر اک جاہیں دشمن ملے اپنے  
اقرار تو کرتا ہے بہت اپنی گلی میں  
جاتے ہوئے دُرتے ہیں گلی میں تری انسان  
ہر ذرہ سے عشق کا پیمانہ نو ہے

شیشہ ہے تری گردن آنکھیں تری پیمانہ  
ہر ایک جیس پر میں ہوتا ہوں فدا ایسے  
پھر ہوش اُڑا دینا۔ پھر جلوہ دکھ دینا  
قلین ہو کیا دل کو بھوٹے ترے وعدوں سے  
جو درد میں لذت ہے دل والوں سے وہ بوجھو  
خوڑیں بھی ہیں پریاں بھی غلام بھی فرشتے بھی  
آتی ہے یہ بوئے کر۔ زلفوں کی مجھے شگفتہ  
دل میرا یونہی ٹوٹا۔ ساقی تری باتوں سے  
وعدت کے یہاں آکر پی لیتے ہیں ہم ساعر  
سب اپنی نگاہوں میں جلوہ ہیں اسی بُت کے  
جلوؤں کا میں طالب ہوں تو منظر جلوہ ہے  
یہی ہے تری لے بُت تصویرِ نقوش میں  
جلوئیں نہ ہم ہرگز۔ اس عشق سیتری باتیں  
تدبیر یہ سوچی ہے ملنے کی ستمگر سے

رُودادِ سنان کو۔ اے ذہن تو کر یاری

سُننے کو وہ آئے ہیں قربان کا افسانہ

مرغم میں دل مُبتلا کر چکے وہ | جو مُبت فرم اُنکا ادا کر چکے وہ

رہا اور کیا ہے کہ میں گے وہ اب گیا  
تجھے ہوش اسے دل نہیں پھر بھی آتا  
کوئی کرچکا کچھ کوئی کرچکا کچھ  
مرے آج ارمان کیا پوچھتے ہو  
نشانہ نگہ کا عسہ دو پر لگا کر  
جنہیں لوگ دنیا میں کہتے ہیں عاشق  
نہیں پاس اب کچھ ترے عاشقوں کے  
کریں چارہ گر صبر بیاہ سنم پر  
تھا عاشق کا دل جو غراب الفت  
مرے دل کو بیکار کیوں چھیرتی ہے

ستم کر چکے وہ جفا کر چکے وہ  
تجھے گواہ سیر بلا کر چکے وہ  
دست کر چکے ہم جفا کر چکے وہ  
ہوا اک زمانہ وقت کر چکے وہ  
ہیں اک تیر اپنا خطا کر چکے وہ  
ابھی جان تم پر خدا کر چکے وہ  
کہ پہلے ہی دل کو خدا کر چکے وہ  
دعا کر چکے تم دعا کر چکے وہ  
اُسے نذر سب فنا کر چکے وہ  
مجھے یاد باد صبا کر چکے وہ

اُڑاے کی اک دن وہ خاک اُسی قبر پاں  
مقرر یہ دل کی سزا کر چکے وہ

مستی لار زار میں توبہ  
کر رہا ہوں مزار میں توبہ  
توبہ کرنا تجھے جو ہو منظور  
مے بھی ہو اور۔ ابر باراں بھی  
ہائے امنوس بعد مرنے کے  
نزع کے وقت ایسا گھبرایا  
پاک دوزخ میں ہو گیا جل کر  
اُس کی رفتار سے یہ ظاہر ہے  
مے کو ہرگز نہ میں چھوؤں زاہد  
دیکھ کر مست میں فرشتوں کو  
جو رصیتا دیکھ کر بلبس  
میں تو ہوں انتظار ساتی میں  
جل گئی آج دیکھ اے زاہد

توبہ توبہ بہار میں توبہ  
پڑ گیا ہوں فشار میں توبہ  
کروں ساتی ہزار میں توبہ  
ایسے بیل وہنا ر میں توبہ  
دل گئی ہے عمار میں توبہ  
کر گیا انتشار میں توبہ  
کی جو عیساں نے نار میں توبہ  
ہر نفس کے ہے تار میں توبہ  
ہو اگر اختیار میں توبہ  
کر رہا ہوں مزار میں توبہ  
کر رہی ہے بہار میں توبہ  
اور مرے انتظار میں توبہ  
میرے دل کے شرار میں توبہ

## آخری وقت آگیا ترباں کیا کرو گے مزار میں تو بہ

مرے دل کی تو مجھے حالت نہ پوچھ  
زمانے سے تو میری تربت نہ پوچھ  
ہوا کیا بروزی قیامت نہ پوچھ  
خدا کے لئے میری حسرت نہ پوچھ  
گنہگار سے شاہن رحمت نہ پوچھ  
شب بھر ہے کیا معیت نہ پوچھ  
گذشتہ زمانے کی حالت نہ پوچھ  
شب وصل دل کی مسرت نہ پوچھ  
ہوا حال کیا وقتِ رحمت نہ پوچھ  
ہے کس کس سے مجھ کو شکایت نہ پوچھ  
مجھے ہے کہا تک نہ امت نہ پوچھ

مرے سوزِ اُلفت کی حدت نہ پوچھ  
پتہ دے گی خود شمعِ تربت نہ پوچھ  
دہاں بھی وہی کل کا وعدہ رہا  
خفا ہو گا تیور بدل جا میں گے  
اگر دیکھنا ہے گنہگار کے دیکھ  
نہ کاٹے کٹے ہے نہ ٹاٹے ٹاٹے  
تو یہ دیکھ کیا حال ہے اب مرا  
بھل آئے آنکھوں سے اشکِ نشاط  
گئے تیرے ہمراہ صبر و ستار  
تری ہر ادا سے ترے حسن سے  
گناہوں سے اپنے پشیمان ہوں

گذرتی ہے کیونکر ترے ہجر میں

تو قربان کی اپنے حالت نہ پوچھ

موت کی ہچکچی مجھے آئی تری یاد کے ساتھ  
آگیا میرا سبھی جا مرے جلا دے ساتھ  
آپسے آپ چلے جاتے ہیں صیاد کے ساتھ  
ہے مزہ عشق کا کچھ نالہ و فریاد کے ساتھ  
داسطہ مجھ کو پڑا تجھ سے نوالہ کے ساتھ  
ہے نئی روزاک افتاد ہر افتاد کے ساتھ  
خند میں پھرتی ہے شیریں اسی فریاد کے ساتھ  
میرا دل نوہ سرا ہے مری فریاد کے ساتھ  
یہ ضروری تھا ترے حسنِ عدا د کے ساتھ

جان بکلی شبِ فرقت مری فریاد کے ساتھ  
حاصل وصل سمجھتا ہوں میں احب ام وصال  
کتنے مانوسِ قفس سے ہیں اسیرانِ چین  
ایک بنگامے سے تسکینِ دل مضطر ہے  
سخت جانی نے مری دن یہ دکھایا آخر  
جادہ عشق میں ہر گام پہ ہے لغزشِ نو  
بے ستوں پر جسے خسرو نے کیا بھٹانا کام  
ہمنوا۔ میری اسیری نہ ہو کیوں شور انگن  
باطنی حسنِ ملاجھ کو نہ ظلم اُمنوس

رُخ و غمِ قبر میں قربان کا بچھا چھوڑیں

اُن کا کیا کام ہے اک خستہ و برباد کے ساتھ

بس آبرو دے اتو ہماری خدا کے ہاتھ  
عاشق نے گڑاٹھائے کبھی بد دعا کے ہاتھ  
انہیں کسی کے سلئے کیوں، التجا کے ہاتھ  
جز خاک کے نہ اور کچھ آیا صبا کے ہاتھ  
ہے سرخروئی شب وعدہ خدا کے ہاتھ  
میری دنا کے ہاتھ سے تیری جفا کے ہاتھ  
ہیں دیکھنے ہیں تری تیغ ادا کے ہاتھ  
زلفوں سے اپنی باندھے اتنی خطا کے ہاتھ  
دینی پڑی ہے جان بالا خدشا کے ہاتھ  
اخلاص سے تواناگ تو اکمل اٹھا کے ہاتھ

پیلنے لگے ہیں دل پہ تہاری جفا کے ہاتھ  
ہو گا عیاں جباب اثر میں زوالِ حسن  
بے ماسکے جب خدا بجے دیتا ہے رات دن  
مٹی اڑائی گور کی اس نے جو بدمرگ  
ہندی لگا کے آؤ تو رنگِ خا برے  
دُنیا میں شرمِ عشق کی اور لاجِ حسن کی  
گردن تھکائے بیٹھے ہیں ہم تیرے سامنے  
دل نے کیا ہے مجھ کو ایسے ہواے زلف  
ہوئی شہانہ مجھ کو نہ مرتا سب راق میں  
بھر جائے گا امید سے دامن مراد کا

دُورِ رخ میں اُس کے تہ نے پھینکا تو گو مجھے  
رحمت نے قرباں کیج لیا پر بڑھا کے ہاتھ

میرے سر پر جو رہے ابر کرم کا سایہ  
روزِ ہم پر رہا دامنِ ستم کا سایہ  
جس پہ پڑ جائے تری تیغِ دودم کا سایہ  
پڑ کے دل پر نہ گیا پھر شبِ غم کا سایہ  
تیری محض میں فقط ہے مے دم کا سایہ  
خواب میں بھی نہیں دیکھا ہے عدم کا سایہ  
گور پر اُن کی پڑے تیرے قدم کا سایہ  
اہم پہ بھی آپ کریں لطف و کرم کا سایہ

حشر تک پھر نہ مٹے میرے بھرم کا سایہ  
ہم نے دیکھا نہ بھی اُن کے کرم کا سایہ  
سائن لینا اُسے دشوار ہے پھر دُنیا میں  
صبحِ امید نے ہم کو نہ دکھائی صورت  
تیری تنویر کا اُسے شمع میں پردانہ ہوں  
سنتے آتے ہیں عدم بھی کوئی دُنیا ہے کہیں  
مردے جی انہیں۔ نیا عالم دُنیابہوا اگر  
غیر پر ہوتی ہے الطاف کی بارشِ ہر دم

خوب قرباں مضامین چک اُسٹھ ہیں  
جب بھی قوطاس پہ پڑتا ہے ستم کا سایہ

ہزار زلزلے آتے ہیں اضطراب کے ساتھ  
یہ غور کر کہ خزاں بھی تو ہے بہار کے ساتھ

زمین بھی اٹھتی ہے گویا رے غبار کے ساتھ  
بہارِ باس پر اتنا غمِ دردِ رے بلبل

نشاہ و غم کا زلمے میں ساتھ ہے ہم  
چھپیں گے جسے کہاں خار و شہتِ اُلفت کے  
ستاؤ۔ اُس کو سکوں جسکو ہو یہاں حاصل  
گئی جو آہ فلک پر عجیب عالم تھا  
بس اب عبا رونا کا پتہ کہاں ہم

جب اُنکو دیکھے قریبان ہیں رقیبوں میں  
کبھی وہ رہتے نہیں اپنے جاں نثار کے ساتھ

ممنون ترے ہوتے ہیں ہم اور زیادہ  
گھٹتا ہے تفس تری فرقت میں ہمارا  
حسرت کہیں رہ جائے جنازے سے نہ چھچھے  
جس درجہ بڑھا شوق۔ بڑھی اور مصیبت  
کیا بعد فنا بھی کوئی اُفتاد ہے باقی  
جتنا بچے بدنام کیا اہل غرض نے  
وہ خواب میں میرے شبِ فرقت اگر آئے  
جب سے یہ سنا ہے کوئی کا فرمیر اسیاد  
جتنا کیا مجبور مجھے عمر و دمانے  
یہ سن کے کہ سراپا کائنات نے کو ہوں تیار  
اب کیلئے بے منزل ہمیں خود ہاتھ بڑھا کر  
جب ہونے لگیں کچھ نئی دشواریاں پیدا  
جب اور زیادہ ہوا اعیال میں مرے جوش

راحت نے کہا عمر بہت ہے مری تھوڑی  
قریبان یہ سن کر ہوا غم اور زیادہ

جتنی ہے عنذیب کو اُلفت چمن کے ساتھ  
باقی نہ پیر بن میں رکھا میرے کوئی تار  
کتنی کشش ہے اُن کی بزم میں اے ندیم

اُتنی ہی رُوح کو ہے محبت بدن کے ساتھ  
ناخن کو دشمنی تھی مری سپہ بن کے ساتھ  
بہتے ہیں زخم بھی مرے غنچہ دہن کے ساتھ

مٹی کو دشمنی تھی ہمارے کفن کے ساتھ  
شیریں نے کیا سلوک کیا کوہن کے ساتھ  
کر کے مقابلہ مرے زخم کھن کے ساتھ  
وہ بات الجھن کی گئی احسن کے ساتھ  
اس راستے میں چاہے چلن چلن کے ساتھ

قربانِ ابن سے کچھ کیوں فکر دشمنی  
وابتہ مرگ و زلیلت ہے اہل وطن کیساتھ

کسی سے نہ ٹوٹا مرے دل کا شیشہ  
نہیں تم نے دیکھا مرے دل کا شیشہ  
بنالاء بنا لا مرے دل کا شیشہ  
زمانے کا نقشہ مرے دل کا شیشہ  
یہ ہے تاب افزا مرے دل کا شیشہ  
کرو تم نہ میلا مرے دل کا شیشہ  
نہ ٹوٹا نہ ٹوٹا مرے دل کا شیشہ  
دکھائے تماشا مرے دل کا شیشہ

نہیں اس میں قربانِ ذرا بھی کدورت  
کہ ہے صاف سچا مرے دل کا شیشہ

بڑا ہے بُرا ہے یہ کرنا گلہ  
نہیں گے نہ ہرگز وہ بڑا گلہ  
عُدو کا گلہ ہے نہ سید کا گلہ  
کیا بزم میں کیوں ہمارا گلہ  
نہیں اور تو کوئی کرتا گلہ  
مجھے تو یہ ہے نام بُرا کا گلہ  
کرے جو بہتاری جفا کا گلہ  
کسی کا ہے کیسا مزے کا گلہ

آخر اُسے بھی خاک کے ہم رنگ کر لیا  
جو درگراںِ حُسن سے ہے تلخ کا ہمِ عشق  
اسے آفتابِ تجھ کو اگر کچھ غمِ در ہے  
اب شمعِ میری قبر پہ جلنا ہے رات دن  
رنگِ رِنگدازِ فنا شو جیاں نہ کر

ترے غم نے توڑا مرے دل کا شیشہ  
کبھی پھر کدورت نہ تم دل میں رکھتے  
مزمہ اس میں دے گی منے عشقِ ساقی  
دکھاتا ہے اہل نظر کو ہمیشہ  
جسے آپ خورشیدِ سجھ ہوئے ہیں  
مناسب نہیں مجھ سے غیروں کی باتیں  
بنایا تھا مضبوطِ قدرت نے اس کو  
محبت سے اس کو اگر آپ دیکھیں

نہیں اس میں قربانِ ذرا بھی کدورت  
کہ ہے صاف سچا مرے دل کا شیشہ  
نہ کر مجھ سے اے دل کسی کا گلہ  
بڑے سنگدل ہیں بڑے تند خو  
ہیں شکوہ اپنے مقدر سے  
وہ کہتے ہیں ہم کاٹ لیں گے گلہ  
تو ہی کرتا رہتا ہے شکوےِ فضول  
کیا میرے خط کو عُدو کے سپرد  
میں اُس کی چھری سے نکالوں زباں  
کہا کیوں مرے دوست کو بیوفا

کما مجھ کو بھی تجھ سے شکوہ ہے کچھ  
 گلے کرنے لگتے ہیں اُٹے مرے  
 ہوئی کیوں تو پیدا ہمارے لئے  
 شکر ہے کیا وہ چلتا ہوا  
 سنا جو کبھی اُس نے میرا گلہ  
 دکھاتا ہے کیا تماشا گلہ  
 ہے تجھ سے بھی ہم کو متن گلہ  
 وہ کرتا ہے ہم سے گلے کا گلہ  
 یہ کہتا ہے **قرباں** نہ ہونا خفا  
 مجھے اب تو از رو ہے چھوڑا گلہ

## رَدِیْف - ۵

بہ پاس عشق سن لیتے ہیں ہم سرکار کا ایما  
 میں حاضر ہوں اڑائے شوق ہو گردن مرے غلام  
 کبھی نرمی برتتے ہو۔ کبھی سختی برتتے ہو  
 قدم تیرے جو پڑتے ہیں تو وہ کروٹ بدلتے ہیں  
 مرے گھر پر نہیں آتے وہ جھوٹوں بھی کبھی ہمد  
 نہیں جب بھید مجھ پر منکشف تبج کا اس کی  
 بہت مشکل سے آتا ہے سچ میں اُسکا مطلب ہم  
 کلبہ سے لگائے اس کے دل کا یہ ارادہ ہے  
 اگرچہ اُس میں رہتا ہے ہناں اغیار کا ایما  
 اگر ہے قتل کرنے کو نیت ہی تلوار کا ایما  
 نہیں معلوم ہوتا آپ کی گفتار کا ایما  
 سمجھ لیتے ہیں مردے بھی تری زقار کا ایما  
 اگر اس باب میں پاتے نہیں اعینا کا ایما  
 برہمن شیخ کیا جانے تری زنا کا ایما  
 کھلا ہے کس پہ دُنیا میں نفس کے تار کا ایما  
 عبث ہو پوچھتے مجھ سے کسی ناچار کا ایما

لُجھانا ہے تجھے منظور دُنیا میں حسینوں کو  
 سمجھتے ہیں ترے **قرباں** ہم اشعار کا ایما

## رَدِیْف - ۱۱

دُنیا میں ملا ہم کو ہے مطلوبِ نرالا  
 کرتے ہیں حسین ٹوٹ کے سب صبر کے اُسپر  
 لیتے ہیں سبق تجھ سے وفا کیش جہاں میں  
 شوخی میں حیا میں ہے وہ محبوبِ نرالا  
 ہے لوزِ نظر بھی سیرِ یعقوبِ نرالا  
 ہے صبرِ جہاں میں سیرِ ایوبِ نرالا

دُنیا سے مگر ہے ترا محبوب نرالا  
بالکل ہے جدا - ترا یعقوب نرالا  
کیا ہے زینا ترا محبوب نرالا  
دُنیا سے کسی کا جو ہو - مطلوب نرالا  
کرتا ہے ستم مجھ پہ وہ محبوب نرالا

الفاظ میں کچھ اور تو مفہوم ہے کچھ اور

قربان ہے اُس شوخ کا مکتوب نرالا

دُور ہو جائے ہر اک فیس کی شکل لیل  
نجد کا دشت بنا عشق کی منزل لیل  
عشق صادق ہے ترے حُسن میں شامل لیل  
دیکھ لے توجہ دل میں کا محسوس لیل  
یری اُلفت میں ہو ایتیس بھی کامل لیل  
اپنی اُلفت کا ذرا دیکھ تو حاصل لیل  
دیکھ لے آکے ذرا ایتیس کی منزل لیل  
اجرا اُلفت کا بہت دُور تھا حاصل لیل

عاشق اک سیلی بندی یہ پوہنی ہے قربان

جیسے صورت کا تری فیس ہے بسمل لیل

رہتا ہے بے مترادف زار چلبلا  
لے کر وہ آج ہاتھ میں تلوار چلبلا  
کرتا عجب طرح کی ہے گفتار چلبلا  
رکھتا ہے حشر خیز وہ زقار چلبلا  
آتا نہیں ہے قابو میں زہن چلبلا  
آتا ہے گمزار پہ وہ یار چلبلا  
کیوں اب اٹھائے پھرتا ہے تلوار چلبلا  
پڑھتا ہے روز روز وہ اخبار چلبلا

خود اپنی وفاؤں سے بھی آتی ہے اُسے شرم  
دیدارِ سپر سے تری کھل جاتی ہیں آنکھیں  
منظور ہے اُس کا ہے سودا سر بازار  
تھوڑا ہے کرے جتنا بھی وہ ناز جہاں میں  
اک بوسے کے بدلے میں طلب کرتا ہر سودا

تو اٹھا دے جو کبھی پردہ محسوس لیل  
تیرا ناکہ ہیں آ - آ کے سدا رکتا ہے  
کیوں ترے دل پہ ہونیس کی منزل کا اثر  
ترک محل کو کرے اُس میں رہے جلوہ فروز  
پاک تھا عشق ترا - خوب نیتجہ نکلا  
ہو گیا فیس ترا عشق میں تیرے جنوں  
حسرت و یاس و الم کا ہے عجب ہنگامہ  
کشتی عشق نہ جنوں کی کبھی پار لگی

جب تک کہ ہو نہ پہلو میں وہ یار چلبلا  
سر کاٹنے کو آیا ہے اک جاں نثار کا  
بر بات میں ہے اُس کے شرارت بھری ہوئی  
فتنے ہزاروں اٹھتے ہیں مٹوتے ہوئے ندیم  
سو سو طرح کے دیتا ہے عشاق کو فریب  
ٹھوکر سے میری قبر کو کرتا ہے پامال  
عاشق تھے جتنے موت کے سب گھاٹ اتر چکے  
افسانہ ہلے عشق سے اُس کو جو شوق ہے



اہل خطا کی صف میں بھی رہتا ہے پیش پیش  
قربان تو ہے کیا گنہگار چلے

مے سے بھی سرور اپنا کچھ بڑھکے دکھاؤالا  
جب چاہا رُلاؤالا۔ جب چاہا ہنسناؤالا  
اس چرخِ ستارے نے ہلکو تو مٹاؤالا  
مٹی میں مری اُس نے یوں آبِ بقاؤالا  
تربت کو جو اُس بُت نے ٹھوکر سے ہلاؤالا  
عصیاں کو مرے اپنے سایہ میں چھپاؤالا  
بلبل نے گلستاں میں اک شور مچاؤالا  
کیا تیل مرے خوں کا تھا دُزدہ خداؤالا  
عجب کو تو جلاؤالا۔ عجب کو تو کھلاؤالا  
ان آنکھوں کے رستے سے سب ہمیں بہاؤالا  
قدرت سے جو پایا تھا سب ہم نے لٹاؤالا

ساقی تری آنکھوں نے بے ہوش بناؤالا  
اس تیرے تکلم نے اس تیرے تبسم نے  
ہو گا وہ کوئی جس کی امید ہوئی پوری  
دیکھی جو مری تربت وہ شوخ لگا روئے  
سمجھائیں اُسے محشر ہشیا رہو ا۔ اٹھ کر  
میں نے جو کہا رو کر رحمت نے کیا پردہ  
چکھیں نے جو پھولوں پر گل دست درازی کی  
دشمن کو نہ کچھ بھائے جب ہاتھ ترے سونچے  
سوزِ تپِ فرقت نے سوزِ غم اُلفت نے  
دل میں نہ رہی باقی اک بوند بھی اب خوں کی  
دل جان دجگر اپنے سب تجھ پہ کئے قصد تے

تقدیر کی خوبی ہے۔ تقدیر کو کیا کہئے  
قربان کو خرافات دُنیا میں ہے لاؤالا

## ردیف۔ سی

میرے دل میں بھی تو ہو۔ اے ماہِ بیکر چاندنی  
یوں تو ہے پھیلی ہوئی سارے جہاں چاندنی  
رہ گئی دُنیا میں لاکھوں بار کھل کر چاندنی  
چاند کی ہرگز نہیں ہے دل سے بڑھ کر چاندنی  
اگر کہے تہ اے چاند رکھ اپنی نور چاندنی  
چاند تاروں سے ہوئی ہے آج گھر گھر چاندنی  
نور کے ذروں سے ہے دامنِ شمع چاندنی

آج تیرے دم سے ہے دُنیا میں گھر گھر چاندنی  
روشنی سے دل کے میرے بڑھ نہیں سکتی کبھی  
خاندانِ دل تک نہ پہنچی روشنی کی اک کرن  
ہم نے دیکھا ہے کھلا کر روزِ فرقت لے ندیم  
نہ مہا عالم میں ہے کافی اُن کی توبہِ جبال  
سب کے دہیں جلوہ گر ہے روشنی اک نور کی  
اللہ اللہ ورہ بائے روشنی کا انتشار

سوزِ الفت دل میں کرتا ہے ہمارے رُوشنی | شمع پھیلاتی ہے اُس محفل میں جل کر چاندنی

آج وہ پھر بے نقاب آئے ہیں شب کو بامِ پر

آج اے قریبان پھر چلے گی گھر گھر چاندنی

طبیعت نہیں ہے سبھل جانے والی | شہزاد تری دیکھ کر روزِ محشر  
رہیں گی کھلی لبِ دہن بھی آنکھیں | تجھے تم نہ صورت دکھاؤ حسینوں  
ترے کو زُلفت سے اک دن ستمگر | تنوں کو ہے ہم سے بھلا واسطہ کیا  
زمانے سے کہدو زمانے کی صورت | یہ امید یہ آرزو ہے یہ حسرت  
وہ اک شمع خاموش لبریز سوزِ ش | بچاتا نہ قریباں اگر آج جاتی

تو زاہد سے اپنی جتنی چل جانے والی

تو نے نہ کبھی بھول کے کی ذوقِ نوازی | وہ خوب ہے جسیں ہو محبت کی جھلک کچھ  
وہ عشقِ حقیقی ہو کہ ہو عشقِ محبتِ بازی | الفت میں فنا ہو کے بقا پاتا ہے جو شخص  
لے جاتا ہے وہ عشق کے چوگان میں بازی | ہے شانِ حقیقت مری ہر شان میں مضمر  
بلوٹوس ہے میرا بھی شکلِ مجازی | محفل میں اُنھیں عشق کا میں سحر دکھاؤں  
دکھائیں مجھے حسن کی وہ شہدِ بازی | غورِ ہنسِ شب وصل کی کوتاہی کے ایدل  
دیکھی نہیں جاتی شبِ فرقت کی درازی | دُور سے ترے رگیزہ کیں تھک کے بیٹھیں  
لے رہے رہے الفت نہ بستارہ کی درازی | مر کر بھی شہیدانِ محبت رہے زندہ  
ہر دور میں کہتی رہی دُنیائیں غازی

الزامِ نمازوں کا قیامت میں ہے کیسا

دُنیائیں تو قریباں تجھے دیکھا تھا نوازی

مُل گاہِ عاشقاں تھی وہ تری محفل نہ تھی | اُدھو چروانوں کی کس کس طور سے بسل نہ تھی

تھا جو دل میں وہ کہی اراں نہ پورا ہو سکا  
تو نے لیلیٰ کو چھپا کر فیس کو برس م کیا  
مرکتیں وہ دیکھتے تھے ترہی نظروں سے مری  
کیوں ہوا اے عشق کے جھونکے نہ دلو جھونکتے  
گر میاں جتنی تھیں شاید صرف پر دانو نے تھیں  
یا دیں تیری سدا ہم خون دل اگلے کئے  
مجھ کو ہر شے میں ترا جلوہ نظر آتا رہا

بوجھ ہلکا کس طرح قربان ہوتا قلب کا  
ایک دم کو بھی جدا پہلو سے غم کی سبب نہ تھی

ہوئی جاتی ہے حالت خود بخود ابتر مرے دل کی  
نہ نکلی بلے اس پر بھی کوئی حسرت مرے دل کی  
نہ پائی کچھ خبر لیکن کہیں لیلے کے عمل کی  
ہوا۔ وق اس قدر پیدا شکایت ہو گئی سب کی  
ٹھکی ہے شل زکس آنکھ قابل تیرے سب کی  
ہلال ایسا کیا فرقت میں مجھ کو ماہ کامل کی  
جو بس ہوتا تو لے لیتا بلائیں اپنے قابل کی

نہ دے قمر بان دل اپنا تباہ عسیدہ جو کو  
کہ دل کو پھین کر کرتے ہیں کا فرد لگی دل کی

اڑاتے ہیں رتیب رو سیہ ہر روز بے پردگی  
حکایت گزریاں ہو جائے میرے سبب مضطر کی  
بری حالت ہے ان روزوں ہمارے قلب مضطر کی  
بد لجاے گی شاید یوں کوئی صورت مقدر کی  
مرے قابل نے کیوں برداشت کی تکلیف خضر کی  
بھی جھوٹی قسم کھاتے نہیں مینا و ساعسری کی  
چمن میں شوخیاں باقی رہیں گے باد صبر کی

مکدر رنگ کرنے کے لئے محفل میں دہر کی  
تلاطم حشر کا ہو۔ درہم و برہم زمانہ ہو  
بخدا جائے یہ کس پیدا و گر پر ہو گی ماہ ل  
جیں روٹا کر دنگ میں جو سنگ در پر اس بت کے  
برائے غارت عشاق کافی تیغ ابرو ہے  
جہان کے میکدہ میں ہم وہ رند خوش عقیدت ہیں  
کسی دن بلبس نا شاہ کا بر باد ہو گا

ہو رہا تھا ہوا عاشق میں اُس ماہِ سیر کی  
ہوا بھی چھیر دیتی ہے اگر زنجیر کو در کی

نراکیت ہیج ہے گہائے ترکی اپنی نظروں میں  
بسی ہے قبرِ بال یاد میں اُس صنوبر کی

کہہ دیا صبا نے حاجت نہیں تکبیر کی  
پیش چلتی ہی نہیں کچھ ناخن تیر کی  
محفل تیرہ ہو گئی آسمانِ پیر کی  
تیری روپوشی نے میلی حسن کی تشہیر کی  
پڑھ ذرا قنیر واعظ آئیہِ طہیر کی  
مٹ نہیں سکتی لکیریں نامہ تقدیر کی  
ہم نے وہ تصویر کھینچی اُس بُت بے پیر کی  
نامہ برنے اس قدر آنے میں کیوں تاخیر کی  
عرش تک پہنچیں صدائیں نالہِ تجسیر کی  
شب گذرتی ہے سرا میں جس طرح رگبیر کی  
جن کے دل میں ہے محبت حضرت شبیر کی  
کیا ضرورت تیر کی حاجت ہے کیا تشہیر کی  
دیدہ حیرت بنی ہے ہر گھڑی زنجیر کی  
ادب دم رنگت بدلتی ہے ہر اک تصویر کی

اتو وہ بے رحم بھی بھرنے لگا لغت کا دم

نالہ ہائے دل نے لے قبرِ بال کچھ تاثیر کی

بات ہی سنتے نہیں وہ عاشقِ ناشاد کی  
غفلِ حیرت میں پڑی ہے مانی و ہزار کی  
کر رہی ہیں یہ شکایت بلبلیں صیت کی  
باغباں نے آمد و شد بند کی صیاد کی  
ہائے بعدِ مرگ بھی مٹی میوہی برباد کی

چھپا لیتا ہوں اکثر دل میں اپنے راز لغت کو  
وہ رہنمائی کے در سے وصل کی شمعِ ناکھٹے میں

سب تمنا دل کے دل میں رہ گئی تجھ کی  
میں گرہ کس طرح کھوٹوں عقدہِ قفسِ تیر کی  
روز یہ دل کو جلاتا ہے چراغِ آفتاب  
پردہِ محفل نے پردہِ نشانِ تیرا کر دیا  
دُختِ رز کی کیا نہیں حرمتِ خدا کے سامنے  
ہو کے رہتا ہے جو کچھ محبت میں ہوتا ہے لکھا  
دیکھ کر ہزار و مائی حسنِ حیراں رہ گئے  
دلِ مرانا ہتھوں او چھلتا ہے آہی خیر ہو  
کیا عجب دیوارِ زنداں کی جو بنیادیں ملیں  
عمر یوں انسان کی دُنیا میں ہوتی ہے بسر  
جائینے جنت میں روزِ حشر وہ بے ربِ شک  
ہیں اشارے ابروئے شرگاں کے کافی قتل کو  
زلف کے سوا دیوں کا جوش و حشر دیکھ کر  
رنگ اڑتا ہے حسینوں کا ہتھارے سامنے

کیا کرے اُن سے شکایتِ ظلم کی بیداد کی  
اس کے اندازِ داد کی کس طرح تجھیں شبیر  
عینِ فصلِ گل میں ظالم لے کیا گل سے جدا  
ہو مبارک محفلِ گل اُسے عندِ لیباں چمن  
دے دیا تشہیرِ کامیت کی اس ظالم نے ظلم

کات ڈالوں گا زباں بڑ سے اگر فریاد کی  
مڑ نہ جائے وھار میرے خنجر فولاد کی  
تم نے کیوں پہنائی ایچھ کو تھکڑی فولاد کی  
پیش کچھ چلتی نہیں سرخ ستم ایجاد کی  
میری گردن پر نہیں چلتی پھری جلاؤ کی  
جان پڑ جائے عجب کیا خاک میں فریاد کی  
کیا کروں عقیل حضرت آپ کے ارشاد کی

کیا کرتی ہے قرباں خاک کو ان کی نگاہ  
کہ نہیں اکیر سے صحبت مرے استاد کی

ہے وہ سیخ جو اسے اچھا کرے کوئی  
ایا کرے بلا سے کہ جایا کرے کوئی  
بیکار ہیں خطوط جو لکھا کرے کوئی  
اچھا نہ کرے بہت اچھا کرے کوئی  
یہ بھی گلہ ہے کیوں تجھے رسوا کرے کوئی  
ہلو میں دل نہیں ہے تو پیدا کرے کوئی  
دامن کو آسنوؤں سے نہ دریا کرے کوئی  
اگر طرح تیرے حسن کا سودا کرے کوئی

تم بزم میں مال متنا جو کھول دو  
قربان پھر نہ انکی تناکرے کوئی

میری وجہ سے ترک اگر دوستی ہوئی  
راحت تجھے ملی جو منہم وہ مجھے ملی  
تقدیر میں لکھا تھا جو بندے نے وہ کیا  
ہستی سے ہے رہائی ہی تکیں زبانی  
اے ہمنشیں یہ درد یہ ٹیسیں نہ جانیں گی  
روقی جہاں کی خوب بڑھائی ہے رنے

حکم ہے خاموشی تم بیٹے رہو جب تک رہو  
سخت جانی کو مرے وہ دیکھ کر کہنے لگے  
لکڑے لکڑے دمت و حش کر کے پھوڑ گھاڑی  
جب سے تم نے کر دیا جوڑ و جفا کا ابدال  
دیکھتی ہے جب مری حالت تو آجاتا ہے تم  
فاتحہ خوانی کو شیر میں آ رہی ہے مت پر  
دل ہی قابو میں نہیں ہے ناخوشگن میرا

جب جانوں مرے دل کا دوا کرے کوئی  
رہتا نہیں ہے بزم میں ان کو کسی کا ہوش  
کہتے ہیں وہ کہ کچھ مرے دل پر اثر نہیں  
میرا مریض رہنا ہی کچھ عجب کو اس ہے  
عادت ہے یہ بھی غیر سے کہتے ہیں راز دل  
اٹھار بے دلی پہ وہ کہتے ہیں ناز سے  
ان کا بخار دل کبھی دھویا نہ جائے گا  
ہے حسن تیرا تمیت کو نین سے گراں

آئی ہمار پھول ہر اک باغ میں کھلے  
لیکن نہ میرے دل کی شگفتہ کلی ہوئی  
دشت جو مجھ کو لے گئی صد چاک پر ہر  
قربان ان کی بزم میں کیسی ہنسی ہوئی

خدمت جو تھی وہ حسب ضرورت ادا ہوئی  
میرے کے بعد بھی رہا بے چین دل میرا  
کچھ جیتے جی تو موت کا ہم پر کھلا نہ راز  
میں نے خداوند حکم کیا تیرے سسر بھر  
اے کاش ہوتی تیرے محبت میں وہ بسر  
تاریکی من راق سے اللہ کی پناہ  
سب اُنکے یہ سکھائے ہوئے پاسان ہیں  
چاہا کہ تم کو لاکھ بُرا اور صلا کہوں

قربان شکوہ اُس کا نہ میں نے کبھی کیا  
راضی ہوا۔ اسی پہ جو اس کی رضا ہوئی

مجھ سے راضی گر قضا ہو جائے گی  
موت ہی میری دوا ہو جائیگی  
دھل اس کا ہو گیا جس دن نصیب  
زندگی کیف آشنا ہو جائیگی  
اعتبار اے روح تجھ پر کیا کریں  
تو بھی آخر کو جدا ہو جائیگی  
گر قیامت آئی دینا میں کبھی  
وہ بھی اک تیری ادا ہو جائیگی  
ایک دن آئے گی اس کو بھی قضا  
موت ہی آخر منسا ہو جائیگی  
آپ ہی ملنے لگیں گے مجھ سے وہ  
اُن پہ جب ظاہر و باطن ہو جائیگی  
ایک دن تن سے روانہ میری روح  
صورت ہوئے دن ہو جائیگی

دل توں کو دے دیا قربان اور  
حُسن اب نظر خدا ہو جائے گی

جس نے بھی پی لی اسکی طبیعت بجال کی  
نزدت ہے ایک جرءے میں کمال کی  
مانی سے کیا غرض سے تصور نے ٹھنچدی  
نصیر دل میں آپ کے حُسن و جمال کی  
اُسے کہوں گا حشر میں کس طرح حامل دل  
تاریخ مختصر ہے بہت انصاف کی

صورت یہی رہی جو مرے انفعال کی  
کیونکہ وہ تاب لائے گا تیرے جمال کی  
آئی نہ تھی زبان سے نوبت سوال کی  
ہستی کی اپنی ہم نے بہت دیکھ بھال کی  
وسعت میں ہے دیکھنی اپنے خیال کی

رحمت ضرور حال پہ میرے کرے گی رسم  
انسان کو بصیرت قدسی کہیں نصیب  
پہلے ہی اس نے کر دیا انکار وصل صاف  
آئی نہ اس میں صورت بہتر کوئی نظر  
گھر بیٹھے ہے ارادہ۔ نظارتہ دو کون

قدرت نے جب دیا نہیں کوئی تجھے کمال  
قربان تجھ کو فکر ہے پھر کیوں زوال کی

مری روح آہستہ قضا لے گئی  
مری خاک کو تو صبا لے گئی  
وہ ہی خواب میں جا بجا لے گئی  
یہ کیا لینے آئی تھی کیا لے گئی  
قیامت سے سبقت ادا لے گئی  
درگور تک خود دوا لے گئی  
اتصال لائی تھی اور قضا لے گئی

اُسے ساتھ اپنے لگا لے گئی  
اُڑا کر کہاں سے کہاں بعد مرگ  
مجھے آگئی تھی جو فرقت میں نیند  
فسرہ رہی دہریں میری زسیت  
تہ و بالا سارا جہاں کر دیا  
نتیجہ یہ درمان دل کا ہوا  
قضا و قدر کے تھے پابند ہم

تجربے مت قربان اُن کی ادا  
ترے دل کو کیوں کر اُڑا لے گئی

کہ اس سے شان کم ہوتی نہیں کچھ تیری رحمت کی  
اذاں جب کا میں آئی مرے صبح قیامت کی  
پلاک جام اک جگہ صراحی بھر کے وحدت کی  
بجھائے سے بھی بھجھ سکتی نہیں اب شمع تربت کی  
مرے لاشے پہ لا کر ڈال دینا خاک عبرت کی  
سُناتی ہے وہ عبرت کسانہ لوح تربت کی  
اگر اک بوند بھی اس پر پڑے گی ابر رحمت کی

ابھی آبرور کھلے مرے اشک ندامت کی  
کفن سے منہ نکالا نام تیرا لے کے اٹھ بیٹھا  
کیا ہے ان بتوں نے تلخ میری زسیت کو ساقی  
کیا ہے اس کو روشن میرے دل کے سوزِ فطری نے  
میز و گر نہ ہو دو گز کفن کا انتظام آساں  
رُلاتی ہے اُسے جو فاتحہ پڑھنے کو آتا ہے  
یہ میری فرد عصیاں صاف ہو جائیں گی لے واعظ

عدو کی دشمنی کا حال اُن سے کس طرح کہہ دوں  
مجھے قربان دیے بھی نہیں عادت شکایت کی

یاد تیری دل کو میرے آہ تر پانے لگی  
تیلیاں منقار میں بلبلی نئی لانے لگی  
جو کئی کھلنے کو تھی گلشن میں مرجھانے لگی  
حسرت قتل اور دلیس پاؤں پھیلانے لگی  
مہربان ہو کر تری تصویر سنبھالنے لگی  
موت کی اب نیند آجھو نہیں ترے آنے لگی  
دیکھ کر تجھ کو منت پاؤں پھیلانے لگی  
خود مری تقدیر بھی تصویر کھینچوانے لگی  
آنکھ دل پر تیراں کی آج برسانے لگی  
سب ٹھکانے تیری محنت آج برونے لگی  
آہ میری مصیبت خود مجھ سے شرمانے لگی  
پھر کہاں یہ دولت سب جوش ہاتھ آنے لگی  
پانے سے فصل بہاری باغیاں جانے لگی  
آرزو ابھی ہوئی زلفوں کو سلجھانے لگی

کیا کریں قرباں کیونکر اپنے آسودہ دل کی  
یاد اُن کی پھر ہمارے دل کو تر پانے لگی

میری آنکھوں پر اس نے آج اپنی آیتیں رکھ دی  
یہ کیا تھے کیا گروہن پہ کیوں شیش رکھ دی  
کہ دھوکے میں یہاں ایمان والوں نے جیس رکھ دی  
اسی کی نقش تم نے آج خود زیر پر میں رکھ دی  
کہاں تو نے جاتا کر کے لے پردہ نشیں رکھ دی  
کہ اُٹنی سیدھی لکھ کر اسنے تحریر نہیں رکھ دی  
نئی بنیاد یہ کیوں تو نے لے پردہ نشیں رکھ دی  
کوئی حسرت کہیں رکھ دی کوئی حسرت کہیں رکھ دی

لکھ میں طرح قربان بلیں گے یہ پوچھا تھا

پھر تصور میں تری تصویر لہسرا نے لگی  
باغیاں تجھ کو مبارک ہو خزاں جانے لگی  
پھر خزاں آتے ہی گلشن میں ستم ڈھانے لگی  
آپنے تلوار کیوں ناحق اٹھالی ہاتھ میں  
میں جو رو یا تیری فرقت میں تنگ رات بھر  
عاشق ناکام جاگ رہے شب فرقت میں تو  
تیری فرقت میں کب آنسوں ملتا تھا مگر  
اُن کی غیرت کیلئے اوروں کی عبرت کیلئے  
یا آہی خیر ہو میرے جگر کی حیر ہو  
ستم پر جل کر شہادت ہو گئی تجھ کو نصیب  
اس فنا آباد میں میں نے کئے اتنے گناہ  
میکشتو جام و سبو کی مستد کرنا چاہئے  
ہم بھی جاتے ہیں خدا حافظ ترے گلزار کا  
دفعتاً عقد مری تقدیر کے کھلنے لگے

بنائے عشق اسکے دلیں غم نے باایقین رکھ دی  
تہا ہے شجر الفت کا تھا مارا ہوا عشق  
بنایا لکھ کی صورت تو تجھانے کو تم نے  
عزیز و اپنی آنکھوں پر بٹھاتے تھے جسے ہر دم  
مکمل کر سامنے اُتار کے آیا سب محض  
کیا تھا کاتب تقدیر کو مجبور کب میں نے  
کہیں عاشق سے چھینا رسم دنیا کی نہ ہو جائے  
عصاف دلیں کیا تیر نظر نے تیرے لے ظلم



تو میرے سامنے اک اُسے تصویر میں رکھ دی  
 دشمنی ہم سے کی نہیں جاتی  
 بات ہم سے کہی نہیں جاتی  
 بخشے والے نے تو بخش دیا  
 بعد مرنے بھی تیرے بسمل کی  
 نور آنکھوں میں جبکہ اُس کا ہے  
 کیا شگفتہ ہے میری فطرت بھی  
 کر چکا ہے وہ وصل کا وعدہ  
 ایسی تحریر خط میں لکھتے ہیں  
 عادت دوستی نہیں جاتی  
 اور تیری سنی نہیں جاتی  
 اپنی شرمندگی نہیں جاتی  
 بے کسی بے بسی نہیں جاتی  
 دلیں کیوں روشنی نہیں جاتی  
 رنج میں بھی ہنسی نہیں جاتی  
 اور مری بے گلی نہیں جاتی  
 جو کسی سے پڑھی نہیں جاتی

دل پہ قربان چوٹ لگتی ہے  
 مے صغیفی میں پی نہیں جاتی

بہت سبب عدالت کے میرے داد گستر کی  
 خدا سے کرو عا وہ اس کے دل میں رحم والا ہے  
 وہ اٹھ کر بیٹھ جائیگے وہ زندہ ہو کے اٹھیں گے  
 تہ و بالا کیا اس نے زمانے کو شبِ فرقت  
 زمانہ ہے بھنور میں اور نہیں چمکتے مرے آنسو  
 اب اے صیاد کیا روشن رہیگی آنش گلشن  
 کسی کے عشق میں گزری ہے اپنی عمر مر کے  
 ہوئے ہیں زندہ جو مر کر تے ادنیٰ اشاروں سے  
 خزان کو نہیں تھی آج تک انصافِ عشر کی  
 خوشامد کیوں دل بے تاب کرتا ہے شکر کی  
 ضرورت ہے فقط مردوں کو تیرے ایک ٹھوکر کی  
 قیامت ننگی گویا توبہ بھی قلبِ معطر کی  
 لڑائی ابر تر سے ہو گئی ہے دیدہ ترکی  
 غمِ بیل میں پھینکی پڑ گئی رنگت گل ترکی  
 یہ ہے تعبیرِ تعمیرِ نجد میں سنگِ مرمر کی  
 وہی کچھ جانتے ہیں قدر ظالم تیری ظلمت کی

وہ ترگاں خود ہی اے قربان کریں گی کامِ سوزن کا

نہیں چاک جگر کو میرے کچھ حاجتِ رنوگر کی  
 ظالم ہے مرے حال کی کچھ تجھ کو خبر بھی  
 ہے شام بھی تاریک نگاہوں میں سحر بھی  
 دشمن ہے مری شامِ مخالف ہے سحر بھی  
 غزبالِ بنادل ہے مرا - اور جگر بھی  
 حاضر ہے مرہجان - مرا دل بھی جگر بھی  
 دنیا میں کسی وقت مجھے چین نہیں ہے  
 کیا یہ تم تو نے کیا اے نگرِ ناز  
 ترگاں کے لئے بھی تیری ابرو کے لئے بھی

جنے کو کہا تھا تو رہے زندہ بھی برسوں  
آتی ہے شبِ غم مجھے کیوں روزستانے  
ساتی کہیں محشر میں یہے رنگ نہ لائے  
ٹوکتے نہیں ہوتے ہی چلے جاتے ہیں عصیاں  
محروم رہے باغِ محبت میں سدا ہم  
اک میں ہی نہیں کرتا ہوں جاں بچپہ نقد

مرنے کو کہا تھا تو گئے دیکھ لوم بھی  
میرا ہی نہیں غیر کا دنیا میں ہے گھر بھی  
پینے کو تو پیتا ہوں مگر دل میں ہے ڈر بھی  
اعمال یہ رہتی ہے مری گرچہ نظر بھی  
مٹ دیکھے ہیں گو ہم نے بہت اور غم بھی  
اتارے بھی خدا تجھ پہ ہیں اور شمشاد غم بھی

قربان میں پتیا ہوں مگر چھپ کے جہاں سے  
یعنی ہے مرے عیب کے ساتھ ایک ہنر بھی

ساتی بھی جانتا ہے صراحی بھی جام بھی  
کرتا ہے نالہ بے جگری سے دلِ نزار  
دعویٰ اگر کریں تو کریں کس پہ خون کا  
آیا وہ میکہ میں مرے بعد انقلاب  
گر غم نہ ہو شریک تو بے کیف ہے سرور  
دیکھے کوئی غرور بتوں کا خدا کی شان  
مدت ہوئی کہ اُن سے نہیں کوئی رسم و راہ  
یہ تو بتاؤ آنکھ سے دیکھا بھی ہے کبھی

بیٹھا ہے اس کی بزم میں اک تشنہ کام بھی  
لیتے ہیں ہم تو اپنے کچے کوہِ تشنہ کام بھی  
معلوم تک نہیں ہیں قتِ تل کا نام بھی  
چکر میں تھی صراحی تو گردش میں جام بھی  
بڑتا ہے ہم نے بادہ بھی ساتی بھی جام بھی  
لیتے نہیں کسی کا یہ ظلم سلام بھی  
نامہ بھی اب تو بند ہے اُن کا پیام بھی  
امویٰ اگرچہ اس سے رہے ہم کلام بھی

قربان میں کسی کو سمجھتا نہیں حقیقت  
بدنام بھی اُسی کے ہیں اور نیک نام بھی

روحِ جسدِ جسم سے میرے فنا ہو جائیگی  
شکل جو پیدا ہوئی احسن فنا ہو جائیگی  
جہاں کے غلغل میں کروں گاجب میں اظہارِ ستم  
دل کی مجھ کو بقا ہو کر فنا کے چارہ گر  
دیکھتے ہی شکل تیری جھک گئی میری نظر  
آج تو وہ بن بلائے آگئے ہیں میرے گھر  
بے تعلق غیر سے ہو جاؤ پھر ہے سب روا

آپ کو معلوم دینا کی ہوا ہو جائیگی  
ایک دن یہ بے کہے نذرِ قضا ہو جائیگی  
باغ میں بلبل بھی میرے ہمنوا ہو جائیگی  
موت بھی میرے لئے اب تو دوا ہو جائیگی  
کیا خبر تھی آنکھ بھی یوں بے وفا ہو جائیگی  
آج تو منظور میری التجا ہو جائیگی  
تم کرو گے جو جفا وہ بھی وفا ہو جائیگی

دل کو لے قربان اپنے تو ذرا مضبوط رکھ  
جان تیری غم میں در نہ مبتلا ہو جائیگی

جس بجا رہے ہیں زنجیر اپنی اپنی  
نقدیر اپنی اپنی تدبیر اپنی اپنی  
سب داستان کہیں گے چھپ سرائی اپنی  
تیزی نہ کیوں دکھائیں پھر تیر اپنی اپنی  
اب اس کی کیا شکایت تا تیر اپنی اپنی  
اب رو چلا رہے ہیں شمشیر اپنی اپنی  
تقصیر اپنی اپنی نقدیر اپنی اپنی  
لائے ہیں ساتھ یہ سب تقدیر اپنی اپنی  
کھجوا میں حسن والے تصور اپنی اپنی

اُن کو سنا رہے ہیں قسیر اپنی اپنی  
مجھ سے ہے انکو نفرت اغیار سے محبت  
ختر اک میں بھی ہو گا۔ اک شہرِ شرِ برپا  
انکی نگاہ بھی جب ان سے ملی ہوئی ہے  
ناکامیاب آہیں۔ نالے ہیں کارِ سراما  
کرنے کو ذبح میرے قلب جگر کو دونوں  
اُن کو سنا کر عاشق ہیں اُن سے لیتے  
ہماؤں سے تو اپنے کیوں ہے کبیدہ خاطر  
باز اریں نظر کے ہے امتحان صورت

قربان تو بھی جلدی سامانِ گرفتار ہم  
منزل کو جا رہے ہیں رہبر اپنی اپنی

نظارہ کا بیاب آیا۔ نظر بھی کا بیاب آئی  
مرے دل سے جو نکلی ہو تو وہ مثلِ کباب آئی  
کبھی مجھ کو جو۔ یاد آئی ادائے نیم خواب آئی  
کبھی فکرِ شباب آئی کبھی فکرِ خضاب آئی  
یہ کیوں شیشوں میں ساتی جوش پرتی شرب آئی  
ہیں اسوقت کیا کیا یاد تیری لے شباب آئی  
یہ جب آئی سہ ڈالے ہوئے منہ پر نقاب آئی  
خدا کی یاد مجھ کو کیوں نہ وقتِ اضطراب آئی

خدا کا شکر صورت سامنے وہ بے حجاب آئی  
خدا جانے یہ کب سے جل رہا تھا سوزِ فرقت سے  
مری آنکھوں نے گویا دفعتاً نیند اڑ گئی ہدم  
ہمارا رویہ کرنے کو وقتِ شیب دنیا میں  
کسی میکش یہ شاید تیز نظریں ہو گئیں تیری  
بڑھاپے نے تھکائی جب کمرِ مثلِ کماں اپنی  
شبِ فرقت کے پردے میں نہ دیکھا اور نہ کہوں  
سنا ہے دلوں کو جانی ہر لڑکیں نام سے اسکے

کہ ہم نے کئے تھے بینہاں اس واسطے قربان  
ہمارے واسطے رحمت جو آئی بے حجاب آئی

دو طرح کی عاشق یہ قیامت نہیں اچھی  
وعدے پہ مرے تیری طبیعت نہیں اچھی

نخوی نہیں چھپے شرارت نہیں اچھی  
وعدے پہ وعدے تو ہوں بیمار بھی اچھے

اے چشمِ شکر یہ شہادت نہیں اچھی  
والہدیہ غمازی کی عادت نہیں اچھی  
دنیا میں کسی سے بھی کدورت نہیں اچھی  
آپ کو ہونے جہاں میں کوئی نعمت نہیں اچھی  
بچہ کہتے ہیں مطلب کی محبت نہیں اچھی  
نخوت کا ہوسامان تو دولت نہیں اچھی

چلتے ہیں ذرا۔ اس کی عبادت کے لئے ہم

سننے ہیں پھر چمن میں کہیں ابتری ہوئی  
رکھی ہے تیرے پاس جو قوت بھری ہوئی  
بہتر ہے لاشِ ہائے ہماری وہری ہوئی  
بہتر ہے کیسی باغ میں بلبل ڈری ہوئی  
جلوہ گری ہوئی نہ بھی دلبسری ہوئی  
ہے اس قدر شراب سے نیت بھری ہوئی  
ساتی تھے نہ مے کہ جو نیت بھری ہوئی

قریبِ بآنِ دُوب جائے نہ بے کر کہیں ہیں  
کشتیِ گناہ کی ہے بہت کچھ بھری ہوئی

چند روزہ تھا خواہِ زندگی  
ہوش میں آ بادہ خواہِ زندگی  
دیکھ لو انجمنِ کام کارِ زندگی  
جو بنا تھا رازِ دارِ زندگی  
خشک ہو گا سبزہ زارِ زندگی  
مشربت ناپائندِ زندگی  
ابنِ نہیں امید وارِ زندگی

جانے دے قبرِ بآنِ اس کا عزم نہ کر

بے وجہ نہ لے دل کا مے خون تو سر پر  
غیروں کو سناتے ہو مراحاں جو حب کر  
انسان اُسے کہتے ہیں دل جھکارِ صاف  
کیوں کھاتا ہے آنکھوں کی ستم میری تو ظالم  
ملنا ہے اسی کا جو ملے بے غرض اکثر  
اچھا وہ جس سے جو نہ ہو خشن پہ مغرور

سب شاخِ غم کی آج ہمارے ہری ہوئی  
ساتی ہمارا حصہ نہیں اس میں کیا بت  
دینا نہیں ہے کوئی زمیں میں جو داب دے  
جب سے کہ ہم صغیر کو صیاد دے گیا  
کس کام کا جو تیرا رابستار دے تو  
منت کرے کوئی تو لگاؤں نہ مٹے کبھی  
ہلی تھی میں نے روزِ ازل اس کا ہے غار

دیکھ لی ہم نے بے بارِ زندگی  
موت کا پینا ہے تجھ کو جام بھی  
دشتِ غربت میں ہوں محتاجِ کفن  
اُس نے ہی کھولا ہمارا بھیدِ آہ  
تم نہ دو گے لطف کا بانی اگر  
موجِ صہباتی کہ تھی بوسےِ کلاب  
زندگی نے خواہِ محب کو کر دیا

ہو نہ ہرگز اشکب کار زندگی

خواب سے زیادہ نہ بھلی داستان زندگی  
مختصر یہ ہے بیان داستان زندگی  
موت نے کی بند آخر کو زبان زندگی  
اب نہ ٹھہرے کا کہیں یہ کاروان زندگی  
بلبل کی طرح ہوتا ہے نشان زندگی  
تھا خیال عیش و عشرت باغبان زندگی  
کون ہے آخر ہمارا زادان زندگی  
ہو گیا دم بھر میں خالی آشیان زندگی

ہم نے دیکھا ہے کے آخر امتحان زندگی  
عمر ساری لہج و غم ہی میں ہماری کٹ گئی  
ایک دم کیو اسطے بھی یہ نہ جیتے جی رُکی  
مل گیا اس کو عدم کا ایک سیدھا راستہ  
اک ذرا سی ٹھیس لگنے سے یہ ہو جاتا ہے گم  
اُس کے دم سے زندگی کے تھے یہ سب نقش و نگار  
بھید کچھ معلوم کر لیں اس کے کہنے پر چلیں  
میرا مرغِ روح آخر اُڑ گیا دے کر فریب

میری ہستی کا چمنِ فترتِ زبان اُجڑا ہی رہا

بے وفا بھلی بہارِ گلستانِ زندگی

آہ جو بھلی مرے دل سے وہ خالی نہ گئی  
تیرے دامن سے مرے خون کی لالی نہ گئی  
تم سے الفت کی بنا خود کبھی ڈالی نہ گئی  
نوک جو دل میں چھپی پھر وہ نکالی نہ گئی  
تم سے تو میری طبیعت بھی بھالی نہ گئی  
تجھے میت پہ مری خاک بھی ڈالی نہ گئی

تھی کچھ ایسی ہی بلا اُن سے بھی ٹالی نہ گئی  
تو نے دھودھو کے بہت دلِ مٹانے چاہے  
تم گریزاں ہی رہے بات نہ پوچھی میری  
تیرے مڑگان نے ترے ہائے کیا کیا یہ غضب  
کیا سبھا لو گے مرا حال سچا جاؤ  
ڈالتے آہ کبھی سایہ دامن کیا خاک

تجھے سے قربانِ محبت وہ روا رکھتے ہیں

آج تک تیری ہی خامِ حیلِالی نہ گئی

اب نہ الفت ہی رہی اور نہ محبت باقی  
موت کی چھنی مگر رہ گئی لذتِ باقی  
اہلِ عالم کے رہی دل میں نہ الفت باقی  
اب فقط دیکھنا ہے گلشنِ جنتِ باقی  
دیکھنی ہم کو رہی صرف قیامتِ باقی  
اُس نے پھوڑی نہ کسی پھولیں رنگتِ باقی

رہ گئی صرف زمانے میں عداوتِ باقی  
کوئی ارمان رہا اور نہ حسرتِ باقی  
کچھ موت نہ رہی سب کے ہوئے خونِ سفید  
میکدہ دیکھا ہے اور دیکھا ہے تبخا نہ بھی  
حشر جو تو نے اُٹھائے وہ بہت دیکھ چکے  
بادِ صحرے نے گلستاں کا لہو چوس لیا

جس طرح پھولوں میں رہتی نہیں نگہبت باقی  
قبضہ غیر میں رہ جاتی ہے دولت باقی

لطف آئے ہیں جینے میں تو کیونکر قرباں  
اب نہ باقی ہے جو دینی نہ ہے صحبت باقی

بیس بھی گردش میں ہوں سیر پاؤں کی زنجیر بھی  
کام دیجائے گی اکدن یہ مری تقصیر بھی  
بن گئی دیوانے کیا وحشی تری زنجیر بھی  
ناز کرتی آتی ہے رخسار کی تنویر بھی  
بولنے لگتی ہے خود منہ سے تری تصویر بھی  
کیسا دیوانہ ہے راہ عشق کا بیکبیر بھی  
تیر بھی پریکان بھی خضر بھی اور شمشیر بھی  
بن کے نامیدہ بیٹھی آہ کی تاشیر بھی  
مدی تو بھی ہے میرا آسراں پیر بھی  
دائے قسمت مجھ کو ذلت ہو گئی تو قیر بھی  
راگناں جاتا ہے اپنا نالہ شکیہ بھی  
دوستوں رکھنا لمحہ میں یار کی تصویر بھی  
ہے تلکیر میں بھری ظالم تری تصویر بھی

بولتے برسوں نہیں ناراض وہ ہوئے ہیں جب  
ہے زالی اُن کی لے قرباں یہ تقدیر بھی

میں سمجھا غیر کی حسن طر مری تو قیر کم کر دی  
کہ طول و عرض میں ہم نے تری تصویر کم کر دی  
چراغ زندگی کی تو نے یوں تنویر کم کر دی  
کہ خوش تقدیر کے کرنے کو ہے تدریر کم کر دی  
کہ میرے نالہ شب گیر کی تاشیر کم کر دی  
سزا میری بڑھادی غیر کی تفسیر کم کر دی

چھوڑ کر جسم مرا رُوح چلی جائے گی  
ساتھ لیجاتے نہیں کیوں اسے دُنیا سے چلیں

بیچھے بیچھے اُن کے پھرتی ہے مری تقدیر بھی  
داور محشر کے آگے مجھ کو کر دے گی کھڑا  
غل مجار کھا ہے زنداں میں بڑا جھنکار سے  
چہرے پر بردہ لئے آتے ہیں وہ کس شان سے  
سینے پہنچے ہیں تیرا نقشہ بیٹھے کے بے عیب جب  
راستہ پوچھا نہیں اور چل دیوے بیدھڑک  
قتنے حربے ہیں ترے تاج میں تیرے حکم کے  
دل ہی کیا بیٹھا شبِ فرقت و فوریاس سے  
گھر گیا ہوں اپنے دود و دشمنوں میں ایک میں  
اس نے محض میں بٹھایا تو مگر غیروں کے بند  
وہ سمجھتے ہیں کہ دیوانہ ہے یا مجذوب ہی  
ظلمت و تنہائی میں یہ کام میرے آئینگی  
بولتی ہرگز نہیں دیتی نہیں ہرگز جواب

محبت اکدم تم نے جو ہے تقصیر کم کر دی  
کہاں جذب دے اسکو کھینچا آنکھ کے تل میں  
مجھی سمجھ دل سوزاں ہوا جب سوز مر کم کر دی  
مرضِ عشق کو اب یوں خدا پر چھوڑ بیٹھے ہیں  
عجب اپنا اثر والا ترے رعبِ نزاکت نے  
نہ کی پہنچے صفی تم نے خطا و دلوں کی یکساں تھی

عدو پر بعد مردن خاک ڈالی اپنے ہاتھوں نے  
مناسبت اُنکے تو تابع ہے چلتا ہے اشارہ و پنہ  
نہ وہی اسکو جگہ پہلو میں فتراک محبت کے  
سمجھ کر پاؤں پھیلائے نہ یہ دیوانہ الفت  
نہ گردن گٹ سکی اُنسہ ہوئے بے حد وہ شرمندہ  
اگر ہے عزم اپنی منزل مقصود لینے کا

ہم اے قرباں جو کرنا چاہتے ہیں کہ نہیں سکتے  
عمل جب سے ہوا مد نظر تقریر کم کر دی

ہم سمجھتے ہیں کہ یوں اسکی قضا آنے کو بھٹی  
ریخ و غم سے تھا بہت لبریز کر دیتے سبک  
تو نے اے کچھیں لیا الزام ناحق اپنے سر  
کب کیا صیاد نے بیل کو بھولوں سے جدا  
کیوں خیال یار جا تا ہے پھر پنجم اور دیر  
حشر میں بھی اس نے کھولی ایک لمحے کو نہ آنکھ  
باد صحر تو نے کیوں زحمت اٹھائی اسقدر  
جس نے افسانہ سنا میرا وہ مجھ پر رُو دیا  
اسیں مٹ پتھر کے تھے اور دھڑلے نطق ریز  
اب تجھے بے سجد کوئی جانتا بھی تو نہیں  
یہ غنیمت ہے کہ تم نے اپنے دل میں دی نیاہ

نہ آئے میرے لاشہ پر مری توقیر کم کر دی  
شکایت اس لئے عینے بھی چیخ پر کم کر دی  
غضب تمنے کیا اک خواہش بچہ پر کم کر دی  
مرے چارہ گروں نے خود مری زنجیر کم کر دی  
برا ہو سخت جانی قوت شمشیر کم کر دی  
تو کیوں رفتار اپنی عشق کے رہبر کم کر دی

سر فردوسی کی متن خاک بردائے کو بھٹی  
اب تو پھلکے کی حاجت دے لکے پیاے کو بھٹی  
یہ مرے دلی کلی تو خود ہی مر بھانے کو بھٹی  
ہائے حب باغ تمنایں بہار آئے کو بھٹی  
تیرے ہی دم سے تو رونق دے لکے کاشانے کو بھٹی  
بیخودی کس درجہ ساقی تیرے متانے کو بھٹی  
میرے بدن کی نشانی خود ہی بٹانے کو بھٹی  
حق نے دی تاثیر کتنی میرے انسانے کو بھٹی  
اسلئے تزجج بٹخانے پہ بیخانے کو بھٹی  
فتیس ہی کے دم سے رونق تیرے دیرانے کو بھٹی  
ہو کی صورت ورنہ میری روح اڑ جانے کو بھٹی

چنگیاں لے کر گیا بے چین یاد دوست نے  
میری آنکھیں نہ بھٹیں قرباں نیند آنے کو بھٹی

لیکن یہ بتاؤ ہے کوئی اس کی خطا بھی  
بیٹھی ہے چھپاے ہوئے منہ اپنا قضا بھی  
غمرہ بھی ہے بنوئی بھی جیا بھی ہے ادا بھی  
شوخی بھی ہے انداز بھی ہے اور جیا بھی

ہوتا ہے ستم دل پہ مرے اور جفا بھی  
آتی نہیں کہنے سے ہمارے شب فرقت  
سامان ہیں عاشق کے فنا کرنے کے کیا کیا  
اٹھی ہے نقاب اس نے مجھے چہرہ دکھ کر

بے کار دوا بھی ہوئی ناکام دُعا بھی  
 مے ڈال کے ساتی تو ہیں جامِ بلا بھی  
 ہے تجھے محبت بھی نہیں اور گلا بھی  
 فرقت میں تری آئی نہ کجنت قصا بھی  
 اب دیکھ لو تم آگے ذرا میری وفا بھی  
 معدوم ہوئی جاتی ہے دنیا سے وفا بھی  
 بُت یہ بھی نہیں جانتے ہے کوئی خطا بھی  
 ہے جام بھی ساتی بھی ہے اورے بھی گستا بھی  
 یہ کیسے کوئی زخمِ مرے دل کا سیا بھی

یارانِ چین بھول گئے اہلِ نفس کو

قرباں نہیں آتی ادھر اب بادِ صبا بھی

پیری جو آئی زینت کی صورت بدل گئی  
 کیا آگے میری موت کی ساعت بدل گئی  
 خوں ہو گئے سفید حمیت بدل گئی  
 جامِ شراب دیکھ کے نیت بدل گئی  
 رہ کر عدو کے ساتھ میں سیرت بدل گئی  
 پہلو کچھ اپنا آج قیامت بدل گئی  
 تیرے مریضِ حشر کی حالت بدل گئی

جب کھل گئی حقیقتِ دنیا بے ثبات

قرباں نفرتوں سے محبت بدل گئی

تصویر سے ہتھاری طبیعت بہل گئی  
 حسرت ہماری دیکھ کے اُن کو چل گئی  
 فرقت میں منہ سے آہ جو میرے بھل گئی  
 آئی بلا تھی مجھ پہ مگر اُس پہ مل گئی  
 کوچ میں تیرے لے کے ہماری اجل گئی

آخر مرصعِ علم سے نہ صحت ہوئی مجھ کو  
 بکواس یہ واعظ کی نہ جا بکنے دے اسکو  
 دل رکھتے ہیں اور ساتھ ہی رکھتے ہیں بالِ ہم  
 تجھ کو تو نہ آتا تھا۔ نہ آیا مگر انسوس  
 تم نے توجہ کر کے ادا۔ اپنی دکھا دی  
 دیکھو جسے مطلب سے وہ ملتا ہے ہمیشہ  
 کرتے ہیں ستم ہو کے نذر اہلِ دنیا پر  
 انسوس ہیں ایک بھی چلو نہیں ملتی  
 مشہور تو دنیا میں ہوئے آپ رفوگر

یارانِ چین بھول گئے اہلِ نفس کو

قرباں نہیں آتی ادھر اب بادِ صبا بھی

وہ ولولے کہاں کہ طبیعت بدل گئی  
 قاتل کی آج قتل سے نیت بدل گئی  
 کرتے نہیں حسین زمانے کے کچھ منا  
 کہنے سے تیرے توبہ تو کر لی تھی میں نے شیخ  
 پہلے انہیں فریب نہ آتے تھے اسقدر  
 میرے بجائے غیر کے گھر ہو گئی بپا  
 باقی ہیں سائنس اب بھی اُسے آکے دیکھ لے

جب کھل گئی حقیقتِ دنیا بے ثبات

قرباں نفرتوں سے محبت بدل گئی

حسرت تہاری دید کی دل سے نکل گئی  
 رخسار کی صفائی پہ ششاید پھسل گئی  
 جا کر کسی حسین کا ترپا دیا ہے دل  
 غصہ مرا اُتارا ہے دربانِ پرستِ م  
 اپنے قدم سے چل کے ہوئے خود اسیرِ ہم



## قربان تیری آہ جو نکلی شب سداق

کا پنا جو آسمان زمیں بھی دہل گئی

باقی جو جان کچھ تن بسل میں رہ گئی  
جب دل سکی نہ راہ تو منزل میں رہ گئی  
امید دیدہ دیدہ بسل میں رہ گئی  
رکھی ہی تیغ قبضہ قتل میں رہ گئی  
اور شمع بجھ کے یار کی محفل میں رہ گئی  
نکلی بھنور سے داہن سحر میں رہ گئی  
لیے لرز کے پردہ محفل میں رہ گئی  
پڑ کر ہماری جان بھی شکل میں رہ گئی  
کچھ بات اس سے آپ کی محفل میں رہ گئی  
عزت ہماری یار کی محفل میں رہ گئی

حسرت لپٹ کے ناوک قاتل میں رہ گئی  
حسرت اٹھی جو دل سے وہی دل میں رہ گئی  
قاتل نظر نہ پھیر کہ آنکھیں ابھی ہیں دا  
بسل کا کام خنجر ابرو نے کر دیا  
پردہ آنے جل کے خاک ہوئے سو حسن سے  
گشتی ہماری آئی نہ میدان تک کبھی  
نکلی جو آہ دشت میں لب لائے قیس سے  
امید میں وصال کی اٹھجے رہے سدا  
ظننے جو میرے ذکر پہ اغیار کو دے  
اسنو نہ نکلی آنکھ سے اے ضبط آفریں

کچھ صبر کے سوا نہیں قربان چارہ اور

ہم کیا کریں جو حسرت دل میں رہ گئی

کام آخر اچھی صورت آگئی  
میں تو یہ سمجھا قیامت آگئی  
آج تو ان کو بھی عنایت آگئی  
زیر باعاشق کی تربت آگئی  
دیکھ کر صورت مروت آگئی  
جن کی آنکھوں میں مذمت آگئی  
پھر زباں پر کیوں شکایت آگئی  
دیکھ کر مجھ کو شرارت آگئی  
کیوں یہ آنکھوں میں مروت آگئی

دیکھ کر ان کو محبت آگئی  
میری تربت کو وہ ٹھکانے لگے  
دیکھ کر حالی مکان دل مرا  
جانے والے چاہئے کچھ احتیاط  
روز محشر کیا کر دوں شکوہ ترا  
حشر میں ان کے گنہ بخشنے گئے  
جب لگا دی اُسے میرے منہ پہ ہر  
غیر کے سینے سے فوراً جا لگے  
غیر کے کیوں قتل سے بھینچا ہے ہاتھ

جس جگہ قربان جانا ہے محال  
اس جگہ میری طبیعت آگئی

نگہ کام اُن کی یہ کربائے گی  
صفایا دلوں کا وہ کربائے گی  
مرے خواب میں بھی جو آجاو گے  
دعائیں نہ لیں میرے دل سے اگر  
ندے ساتھ اسے شمع تیری خوشی  
خطا سے بنا ہے کسے گا خطا  
کہو آسمانوں سے دیں راستہ  
مجھے نشہ بادہ عشق ہے  
تیری موت ہے تیرے سر پر سوار  
خزاں کی جو مقرّاعن چلنے لگی  
ہمارا آئی بلبس چمن میں اگر  
کہہ دل گا اگر دل چُرا نے کا ذکر  
ابھی ہے طبیعت بہت بے قرار

کہہ دل سے اُترتا جگر جائے گی  
جدھر کو بھی ان کی نظر جائے گی  
مری بکری ہی قسمت سنو جائے گی  
مری بد دعا کام کر جائے گی  
کہہ رات تھوڑی گزر جائے گی  
نہ عادت تری یہ بشر جائے گی  
دعا لینے میری اثر جائے گی  
غلط ہے کہ سستی اُتر جائے گی  
یہ لے کر تجھے بے خبر جائے گی  
تو بلبس ترے پر کتر جائے گی  
گلوں میں وہ رنگ آئے بھر جائے گی  
نظر ان کی نوزا مگر جائے گی  
ٹھہرتے ٹھہرتے ٹھہر جائے گی

کریں گے وہ مستربان پر وہ اگر  
تو حسرت مرے دل میں فر جائے گی

یہ دھناتی تو کوئی دیکھے حیا آئی نہ تھی  
میرے کہنے سے قضا تک بھی مری آئی نہ تھی  
عشق کی دنیا میں مشکیں ہم نے تو پائی نہ تھی  
اس طرح کی ہم نے دیہی پہلے رسوائی نہ تھی  
کیا نیم مجدم نے زلف سلجھائی نہ تھی  
جب میسر ہی زبان کو مرے گویائی نہ تھی  
سامنے کیا تیرے آتا جھگو بینائی نہ تھی  
میری تنہائی بھی کوئی عاتہ نہائی نہ تھی

قتل کر کے بھی مجھے وہ آنکھ شرمائی نہ تھی  
وہ شب وعدہ بھلا کیسے چلے آتے یہاں  
لے عدد کیونکر سکون قلب نچھ کو مل گیا  
جس طرح یہ تیری الفت میں ہوئی دلت نصیب  
صح ہوتے ہی پڑی ہے منہ پہ جو بکھری ہوئی  
داوہ جھٹر کے آگے حشر میں کہتا میں کیس  
دیکھتا کس طرح تو جلوہ کسی کا لے بشر  
میں اکیلا بھی رہا تو ساتھ تھا تیرا حیل

جب گیا قربان کے پہلو سے تو جھک کر صبح دل  
وہ قیامت کی تھی کردت تیری انکڑائی نہ تھی

بہت ہی کام کرتیں پھر تو رنگ آمیزیاں میری  
مرے دامن پہ دیکھو پھر ذرا گلکاریاں میری  
نشین سے سب آئی ہیں نفس کی تیلیاں میری  
کہ پہلے ہی کسی نے کاٹ ڈالی ہے زباں میری  
نشان تو سمجھ لیا اسی کو باغبان میری  
اگر نکلے تری العنت جس جان ناتواں میری  
قیامت کا نو نہ بن گئیں بے چنیاں میری  
بہت ہی شوق سے سنتے ہیں آہ و فغاں میری  
خدا جانے کہاں ہوگی وہ شاخ آشیان میری  
سمجھنے لگے یارب زباں یہ باغبان میری

حق و ناحق پہ جو دل چاہتا ہے بول اُٹھتی ہے

نہیں رہتی ہے چپ قریبان یہ ظالم زبان میری

ہیں نشین مری بات پر نہیں نہ سہی  
مری دعاؤں میں کچھ بھی اثر نہیں نہ سہی  
ہمارے غم کی جو ہوتی سحر نہیں نہ سہی  
ہمارے حال کی تم کو خبر نہیں نہ سہی  
دہن نہیں نہ سہی - اور کبر نہیں نہ سہی  
تہاری پہلی سی مجھ پر نظر نہیں نہ سہی  
نکل ہی آئیں گے کل آج پر نہیں نہ سہی  
گھر آپ کا بھی میرا یہ گھر نہیں نہ سہی

خدا کو تو میری حالت کا علم ہے قریباں

توں کو حال کی تیرے خبر نہیں نہ سہی

وہ پہلے پہل ہر ربانی تہاری  
کوئی بات ہم نے نہ مانی تہاری  
رہے یوں ہی برسوں جوانی تہاری

زباں سے میری سن لیتے اگر تم داستان میری  
گرائے ایک خوں آلودہ چشم خونفشان میری  
مرا صیاد بھی کرتا ہے کتنی میری دلداری  
کرونگا خاک اب شکوہ قیامت میں تم کا میں  
ترے گلشن میں جو برباد اک میرا نشین ہے  
میں یہ سمجھوں شہادت کا مجھے درجہ ہوا اصل  
تہ و بالا کیا ہستی کو میری شرم تنہائی  
وہ کہتے ہیں کہ تیرے سوز میں بھی سانس نہ پناں  
خزاں اس کو اڑا کر لے گئی تو ہائے کس جانب  
فسانہ عشق گل کا سب اُسے رد کرناؤں میں

یہ کہہ رہے ہو کہ ہم فتنہ گر نہیں نہ سہی  
ہزاروں اور بھی بندے جہاں میں ہیں محروم  
شب فراق ہی سے اپنا دل لگالیں گے  
ہیں تو اس کی خبر ہے کہ بے خبر ہو تم  
ہیں جتنے آپ بس اتنے ہی اک قیامت ہیں  
تہاری پہلی محبت کا ہے اثر اب تک  
تجھے اسیر نفس کیوں ہے حسرت پر واز  
کسی طرح تو ہوں جہان میرے دلیں آپ

لگاؤٹ سے وہ دل تباہی تہاری  
ہماری بھی مانو گے پھر یا نہیں تم  
ہماری جوانی پہ بھی جسم کھاؤ

نہیں دیکھی خلد آج تک ہم نے زاہد  
مرے دل میں ہے عشق کا دلغ روشن  
جو منتا ہے ہوتا ہے وہ شاد دل میں  
یہ رکھ دے گی اک دن جہاں کو اٹ کر  
کبھی خود دینا کے دل سے نہ ہو گا

گھلایا بہتیں غم نے **ستر بان** ایسا

بڑھاپے میں گزری جوانی تہاری

نصفان نور حق ہے جمال محمدی  
سینہ ہو پاک منکر احکام شرع کا  
پھیکا پڑے ابھی تو ندامت سے آفتاب  
معراج میں بھی یاد رہی امت آپ کو  
ہرگز نہ مجھ کو ترو تسنیم کی ہو چاہ  
یاں ہے مجھ جرم و خطا سے زبان تلخ  
قدسی ثنا گداڑ ملا تک ہیں مدح خواں

قر بان! اسی نشان کے سایہ میں ہے اماں

تاہاں جو بس نشان پہ ہلال محمدی

صرف مطلب کا کرے کیسے اعادہ کوئی  
جتنا مقصود میں ہے سب کو خدا دیتا ہے  
آخرش وہ ہی ہوا جو کہ خدا نے چاہا  
وہی بربادی کا رکھتا ہے ارادہ دہیں  
دیکھ لے پھیر کے منہ اپنا ذرا بانگے سوار

کیوں نہ پھر تجھ سے کرے دل سے محبت دینا

تجھ سا **قر بان** نہیں عاشق سادہ کوئی

تو نے اُن کو جو دی پلا ساتی  
بس اب انکار کر چکے کاسانی

رند دیں گے تجھے دُعا ساتی  
جو چسکی عہد پلا پلا ساتی

ایسی ہلکی ہوئی پلاسائی  
ہیں ترے در کے اک گداسائی  
جب سے ہم سے ہوا خف سائی  
دیکھ میرا بھی حوصلا سائی  
خون دل سے میں دے ملا سائی  
کر نہ رندوں پہ توجہ سائی  
یوں بنام خدا لٹ سائی  
یہ گھٹا اور یہ ہوا سائی  
بد مزہ ہوں کب اب لا سائی  
کلفت دل میری مٹا سائی  
سُن لے میرا بھی ماجرا سائی  
رنگ ایسا تو دے چڑھا سائی  
کر زباں پر ہے میری یا سائی  
میرے تو یہ کو لے ملا سائی  
مے مرے دل کی ہے دوا سائی

روح کو بوئے کوثر آج لائے  
تیرے صدقے نہ ہم کو تو ترسائے  
غم کے پیتے ہیں گھونٹ مے کے کوثر  
میں بہو پی کے بھی نہ بہکوں گلا  
غم بھی کچھ ہو سُرور کے ہمراہ  
باب مینا نہ اُن پہ کر کے بن  
نام جس سے ہو کل زمانے میں  
بعد مدت ملا ہے یہ موقع  
شیخ پر دے چڑھا بطے کو  
الفت بادہ میں ترپٹا ہوں  
گو ہے بے کیف پھر بھی ہے پر لطف  
حشر تک بھی نہ جو کبھی چھوٹے  
میں ہوں حشر دار بادہ کوثر  
رنگ ہے دیکھنا تو صہبائیں  
درد و غم اس سے دور ہوتے ہیں

بھاگا بھاگا یہ تجھ سے پھرتا ہے  
آج قریباں کو کیا ہوا سائی

دونوں ہیں ان کی جو یاں حسرت بھی آرزو بھی  
رہتی ہیں دل میں گریاں حسرت بھی آرزو بھی  
پکڑے ہوئے ہیں واماں حسرت بھی آرزو بھی  
کیسی ہیں دونوں ناداں حسرت بھی آرزو بھی  
کرتی ہیں روزِ ماماں حسرت بھی آرزو بھی  
رکھتے ہیں ہم یہ ارماں حسرت بھی آرزو بھی  
ہیں شکوہ سچ نالاں حسرت بھی آرزو بھی  
دل میں لئے ہے انساں حسرت بھی آرزو بھی

رہتی ہے دل میں نہاں حسرت بھی آرزو بھی  
جب سے سائی دلیں راحت کبھی نہ پائی  
مشکل ہے جان بچنا ان سے بردِ حشر  
بیٹھی ہوئی ہیں تکیہ امیر پر لگا کر  
اقرارِ وصل کر کے آتے نہیں کبھی وہ  
پہلو میں ان کے بھٹیں دیکھیں جہاں اُن کا  
تو نے فلک ستایا۔ تو نے فلک رلایا  
کیا ہے تصور میرا طالب وصال کا ہوں

وہ آئے شام وعدہ اور ان کی شامت آئی  
اپنی امید سے تم دونوں میں حُبِ انِ ڈالو  
اُس در پہ کر کے حُب کو محروم باریابی  
مومنیت سے مملو انسان کی کیا خطا ہے  
رستہ بتاؤ تم ہی کیسے یلوں میں تم سے

قرباں ہے نام میرا۔ آجاؤ تم جو اکدن

کردوں میں تجھ پہ قرباں حسرت بھی آرزو بھی

بدلتی ہے ہر لحظہ حالت کسی کی  
دبا دیں گے مٹی میں مرتے ہی ہدم  
ہمارے لئے تو برابر ہیں دونوں  
کٹا دی ہے گردن رہ عا شتی میں  
وہاں فاختہ تم کو پڑھنی ہو لازم  
تبسم نے زخموں کے ٹانگے اکھاڑے  
سلاسل کی جھنکار زنداں سے آئی  
کوئی آج آیا ہے سیرِ حُسن کو  
مرے گھر پہ دشمن کے کہنے سے آئے  
عدو کے جو ہمراہ پھرتا ہے ہر سو  
مری موت نے خود کیا میرا درماں  
مریضیاں الفت نے دی جان اپنی

چلو آج **قربان** تم میکہ کے کو

سنا ہے کہ وہ بھی ہے جنت کسی کی

پھر کوئی نہ دنیا میں تدبیر نظر آئی  
جب یاد تری آئی جب دہیان تزا آیا  
جب ساتھ دیا اپنا ہمواریِ محبت نے  
دی اس نے سزا جگلو ناشاد کیا مجھ کو

پلی ہوئی جب اپنی تقدیر نظر آئی  
موجود تری دل میں تصویر نظر آئی  
باکار ہیں اپنی تدبیر نظر آئی  
دشمن کی بھی گر کوئی تعقیبہ نظر آئی

مٹی ہوئی ممت کی تحریر نظر آئی  
اسے آہ نہ کچھ تن میں تاثیر نظر آئی  
خود خام ہیں اپنی ہمتیہ نظر آئی  
منزل بھی محبت میں رہے بغیر نظر آئی  
دشت ہی ہیں اپنی جاگیر نظر آئی  
ہر چیز میں تیری ہی توبہ نظر آئی

اُس در کی جبین سالی۔ آخر مرے کام آئی  
خود دل کو جلاؤ والا۔ خود محکوم شاؤ والا  
تعمیر جہاں پر ہم تفتید ہی کیا کرتے  
اس راہ میں رہ رو کو آرام کہاں ملتا  
دشت ہی کو ہم اپنا سامان بھاگتے  
جب غور کیا ہم نے تھا نور تارا تاباں

جب ترک تعلق کا اس بت سے سبب پوچھا  
قربان ہیں اپنی تقصیر نظر آئی

سوچ خود ہی پہلے کیا تھی اور اب کیا بن گئی  
میری صورت بھی جہاں میں اک نشان بن گئی  
میری الفت تازہ دنیا میں نہ بن گئی  
آکے آنکھوں میں جیا نور اُہی پردہ بن گئی  
آنکھ میری بادۂ الفت کا شیشہ بن گئی  
میری حسرت بھی آہی حنا بر صحرابن گئی  
جائے عبرت ہستی فانی سے دُنیابن گئی  
وصل کی امید ہی اُس کا مدا بن گئی  
میری حسرت چہرہ الفت کا غارہ بن گئی  
آنکھ میری دیکھ لے خود جام و صہبان گئی

عندلیب خستہ جاں کیوں گل کی نشید بن گئی  
جب تجھے دیکھا کسی نے جو حیرت ہو گیا  
فتیں اور فرہاد کے بقتہ دے سب نے بھلا  
شوخیوں نے ان کو چاہا تھا کریں رسوا مگر  
روتے روتے کیوں آیا اس قدر غم میں ترے  
آبلے میں دل کے کھٹکی اور جگر کے داغ ہیں  
ہر بشر کو موت نے آخر دیا درس فنا  
خیر یہ اچھا کیا وعدہ کیا بیمار سے  
اس سے پہلے عشق کا یہ روپ یہ نقشہ نہ تھا  
مے مجھے دے یا نہ دے سالی اڑایا اسنے رنگ

کیا کریں قربان آخر ہم سوائے فکر کے  
غیر کی تقدیر جب اپنی ممت بن گئی

ہرگز نہ کبھی دل میں راحت کی بنا ڈالی  
بولی یہ قضا ظالم آفت کی بنا ڈالی  
عنوان محبت سے حسرت کی بنا ڈالی  
کیوں تو نے مرے دلیں حیرت کی بنا ڈالی  
ہوتے ہی یہاں پیدا تربت کی بنا ڈالی

ڈالی بھی اگر تم نے کلفت کی بنا ڈالی  
جب ہم نے سنگ مرے الفت کی بنا ڈالی  
افسوس مرے دلیں لے یا ترے غم نے  
کہتے ہیں دکھا یا کیوں آئینہ مجھے ناداں  
اس عالم ہستی میں مجبور فنا تھے ہم

جس نے یہ زمانے میں حکمت بنا ڈالی  
ہندے نے اگر دل میں طاعت کی بنا ڈالی  
دل بت سے لگا بیٹھا بدعت کی بنا ڈالی

تجویز کیوں درماں الفت کا کیا کوئی  
حق اس کو ملا فوراً۔ افضل وہ ہوا سب سے  
تو دور ہوا حق سے۔ معذور حقیقت سے

قربان زباں شاید تھی منہ میں نہ انساں کے  
جب کاتبِ قسمت نے قسمت کی بنا ڈالی

یہ سب خوبی ہے محبتِ نارسا کی  
حقیقت کھل گئی ناز و ادا کی  
ہنسی کچھ انتہا اُن کی جفا کی  
بنوِ قصور تم صدق و صفا کی  
محبت اک بتِ نا آشنا کی  
ہوا جو کچھ وہ مرضی تھی خدا کی  
سنی آواز جب بانگِ درا کی  
عبث امید ہے ان سے وفا کی  
مٹاتے ہیں نشانیِ نقشِ پا کی  
خدا کا شکر اتنی توحید کی  
بھلا اتنی کہاں طاقتِ ہما کی  
نگاہوں نے یہ اک پہلی خطا کی  
مرے دردِ محبت کی دوا کی

مری تدبیر بن بن کر مٹا کی  
کینٹن ہیں یہ سب اُس بے وفا کی  
ہیں حد جس طرح اپنی وفا کی  
یہ عادت چھوڑ دو کذب و دغا کی  
ہمیں بیگانہ کر دے گی جہاں سے  
کوئی کیا دخل دے قدرت میں اس کی  
یہ سمجھا میتس لیلے آرہی ہے  
وفا کے نام سے نا آشنا ہیں  
کوئی پہچان لے راہیں نہ ان کی  
مجھے دیکھا تو لے لی غیر کی ادٹ  
ہمارے دہم سے اونچا چلا جائے  
نہ ان کو دیکھتے موتے نہ رسوا  
لگا کر ہم تسکین اس نے

شراب میں چھپکے پینا روزِ تیراں  
یہ عادت اور تجھ سے پار س کی

## روایت

کہاں سے تو ہو کر صبا آرہی ہے  
اثرِ ساقی لے کر دوا آرہی ہے

مجھے تجھ سے پوئے وفا آرہی ہے  
شفا سے نہ مایوس بیسار غم ہو



مٹانے کو شوخی حیا آرہی ہے  
مے دل کو دینے جلا آرہی ہے  
مری جان لینے ادا آرہی ہے  
یہ کیوں بن بلائے نقاب آرہی ہے  
ابھی میرے دل میں مینا آرہی ہے

مٹانے کو جوانی  
تغلی ترے رخ کی میں نے مٹا ہے  
نقشا سے بھی پہلے کسی پر جفا کی  
یہ کیوں بے طلب آج وہ آرہے ہیں  
ابھی اپنے چہرہ پہ برقعہ نہ ڈالو

وہ قربان اب رات دن رو رہے ہیں

انہیں یاد میری وفا آرہی ہے

وہ دل سے دل ملا کر دیکھ لیتے  
مری حسرت مٹا کر دیکھ لیتے  
مکی دل کی بجھ کر دیکھ لیتے  
ذرا پردہ اٹھ کر دیکھ لیتے  
مجھے گر آزمائش کر دیکھ لیتے  
وہ میرا حال آ کر دیکھ لیتے  
جس حال اپنا دکھا کر دیکھ لیتے  
اگر چیلن اٹھ کر دیکھ لیتے

ہیں اپنا بنا کر دیکھ لیتے  
اگر دنیا مٹانا چاہتے تھے  
جہاں میں کس طرح ہوتی ہے ٹھنڈک  
کھڑا ہے منتظر جلوؤں کا علم  
بھروسہ غیر پر ہرگز نہ کرتے  
مے دل میں نقطہ یہ آرزو تھی  
مرا اور حضرت موسیٰ کا انجام  
کی کیا آپ کے جلوؤں میں ہوتی

جو دی تھی برہمن نے دعوت دیر

ذرا مستربان جا کر دیکھ لیتے

لیٹیں ناز میں عطر سہاگ ملتا ہے  
وہ انقلاب زمانے سے کب بھٹکتا ہے  
تو یوں گلے نہیں ملتا کہ جی دہلتا ہے  
ہوا میں تیرا حیرانِ غیاث ملتا ہے  
زمین لرزتی ہے گردوں کا دل دہلتا ہے  
ہمارے عشق کا ہر دم چراغ جلتا ہے  
کہ اب تنہا ہے تصور سے دل بھلتا ہے  
بہار آئی ہے رنگ جہاں بدلتا ہے

نسیم خلد کا جھونکا جو آنکلتا ہے  
جوراہ راست سے گمراہ ہو کے چلتا ہے  
کبھی جو میرے تصور میں آنکلتا ہے  
تفصیل کے جھونکوں سے کب تک بچا لگا سکو  
ہماری قبر پہ بھوکو جو تم لگاتے ہو  
کبھی نموش بھی ہوتا ہے تیرے حسن کا ساز  
جو تم نہیں ہو تو یہ ہے کرم محبت کا  
بچے بھی قید سے جوشِ جنوں کرے آزاد

یہی وہ چشمہ ہے جو رات دن اُبلتا ہے  
ہماری آہ سے پتھر کا دل پگھلتا ہے  
وہ گھر سے نکلے ہیں ملنے کو تجھے اے قربان  
نوید باد کہ ارمانِ دل نکلتا ہے

ہیں سوزِ دل ہی سے آنسو نصیب چشمِ جہاں  
مغضب ہے کچھ نہیں ہوتا اثر تے دل پر  
کیوں نہ پھر خوش میکدے میں تیرا مٹانہ رہے  
حشر تک اترے نہ لے ساقی خمارِ بخود

ہاتھ میں ساقی اگر بسیرِ پیانہ رہے  
میکشوں کے لب پہ گر ہر دقت پیانہ رہے  
ہر باں جب تک گہبی پر پیرِ میخانہ رہے  
میں نہ ہوں تو بند ساقی تیرا میخانہ رہے  
قید میں مرغِ فتنے بے اکب اور دانہ رہے  
حشر تک مشہور میرایوں ہی افسانہ رہے  
جھومتا پی پی کے ساقی تیرا مٹانہ رہے  
حسرت و غم سے مرا آباد ویرانہ رہے  
ہم سے اے قربان گلشن میں رہا مانوس کون!

محب کا خوف اُسے زہنا ہو سکتا نہیں  
ہے مرا حُسنِ طلب گویا کلیدِ میکدہ  
حیف اے صیاد تیری سیرِ چشمی کیا ہوئی  
قصہ اغیار دنیا میں نہ کوئی بھی سُنے  
جام بھر بھر کر دئے جا میں تری آنکھیں اسے  
یہ ہوئے رخصت تو تنہائی سے بھرا جاؤنگا  
ہم سے اے قربان گلشن میں رہا مانوس کون!

باغِ بہشتی میں بہ مشکل مرغ ویرانہ رہے  
تو دامنِ تک گریباں سے گہر چمکے گہر تر پے  
تو آغوشِ دعا کی آرزو میں کیوں اثر تر پے  
دوبارہ دیکھنے کو عمر بھر اس کی نظر تر پے  
مرے دلے نکل کر آہ کیوں شل شل تر تر پے  
کہ ہم تا عمر اس گلشن میں چکھنے کو شل تر پے  
تو فتنے کے ہماری یاد میں دیوار و در تر پے  
بجس میں تری وہ عمر بھر لے چارہ گر تر پے  
ابھیں پردل مرا تر پے کہیں میرا جگر تر پے

نکل کر آنکھ سے میری اگر لُخت جگر تر پے  
جو ہو محروم تقدیر اکناہ آرزو میری  
دکھا دے تو جسے اکبار اپنا دلِ باجہرہ  
نہ کیوں بجائے جا کر بجلیاں اس رتے کاؤنیر  
نہ تھا کس گھر ہی نخلِ دنا گلزارِ بہشتی میں  
ترپ کر سامنے قاتل کے جب ہم ہو گئے ٹھنڈے  
نہ آیا تو نہ آیا تو خیر لینے مرصیوں کی  
فرہ آئے جو قاتلِ رقص یوں ہو تیری محض میں

رہا ہے جسم سے میرے تعلق عمر بھر اس کو  
نہ کیوں قربان میری روح کو جگر تر پے  
میرے نالے تیر بن کر شامِ غم جانے لگے

رہا ہے جسم سے میرے تعلق عمر بھر اس کو  
نہ کیوں قربان میری روح کو جگر تر پے  
ٹوٹ کر ٹکڑے زمیں پر چرخ کے آنے لگے

اب جفاؤں سے نہ ہو تو دست کش بھر خدا  
یہ نہیں کیونکر مرے ہوتے گوارا ہو گیا  
غیر کی خاطر تو ہاں ہاں ہو گیا منہ سے رواں  
عاشقوں کے سوز کا ان کو یقین آ ہی گیا  
کسبی میں ان کو کیا ظلم و ستم سے کام تھا  
دیکھئے کس کس کی شامت آج آئی ہو ندیم  
نام و پیغام ان سے شکر ہے ہونے لگا

اب ہمیں تیری جفاؤں کے زب آنے لگے  
غیر کے پہلو میں جا کر مجھ کو تڑپانے لگے  
اور مری خاطر نہیں وہ منہ سے فرمانے لگے  
صورت پر دانہ جب محفل میں جل جانے لگے  
جب جوانی آگئی تو غیر بہکانے لگے  
وہ قیامت کی طرح پھر رنگ میں لانے لگے  
میرے خط جانے لگے ادراکے خط آنے لگے

پھر دل بیتاب نے مجبور قرباں کر دیا  
پھر کیلجہ تھام کر اس بزم میں جانے لگے

اٹھ اٹھ کے فتنے راہ میں ٹھوکر کھے رہ گئے  
پورے وہ ہونے بعد فنا صورت غبار  
بستکین دینے آج بھی اسکو نہ آئے وہ  
دفتر بنیں گے اس سے شہادت کے خرمیں  
سوار تیرے عشق میں زندہ ہوئے ہیں ہم  
وہ اور ہوں گے جن کو ملی انبساط زسیت  
رک رک کے جھکوا آئی ہیں دو چار بچکیاں  
افسوس ان سے لطف اٹھا یا رقیب نے

سامان کرتے کرتے وہ محشر کے رہ گئے  
چکر جو باقی میرے مقدر کے رہ گئے  
ارمان آج پھر دل مضطر کے رہ گئے  
گردن پہ کچھ نشان جو خنجر کے رہ گئے  
سوار تیرے عشق میں ہم مر کے رہ گئے  
ہم زندگی کے ہاتھ سے خود مر کے رہ گئے  
پھر یاد آج مجھ کو وہ کر کر کے رہ گئے  
سامان اپنی عیش کے ہم کر کے رہ گئے

قربان ہائے اپنی یہ بے اختیاریاں  
جب زندگی پہ بس نہ چلا مر کے رہ گئے

جو میرا دشمن جاں اور دشمن کامیاب ہے  
دوائیں حقیقی دیتا ہے غلط ہوتا نتیجہ ہے  
زباں سے کہدے تو اپنی ابھی میں جان ویدھکا  
لگا لوں تم کو سینے سے بٹھا لوں تمکو اہو نہیں  
وہ جس کو حسن کہتے ہیں خریدنا جان نہیں سکتا  
نکلنا اس کا شکل ہے نکلنا جان کا آساں

مقدر سے اسی کے ہاتھ میں میرا دوا ہے  
یہ کیسا میرا چارہ ساز ہے کیسا میجا ہے  
میں تیرا سچا عاشق ہوں نہیں جھوٹا یہ دوا ہے  
یہی بس میری حسرت ہے یہی میری تنہا ہے  
اے ستا سمجھتے ہو بہت ہنگامہ سودا ہے  
مرے دیس وہ وحشت ہو مرے دیس وہ سودا ہے

ہیں جو دیکھتا ہے عالم وحشت میں ہنسا ہے  
جو پوشیدہ ہے آنکھوں نے اُس کا سارا جلوہ ہے

ستم ہوں لاکھ لیکن ان نہ منہ سے آپ کے نکلے  
یہی قربانِ آداب محبت کا نتیجہ ہے

ہوا ہے دلنیش ایسا جو غم نکلے تو دم نکلے  
کہیں اس چھاونی سے لشکر اندوہ غم نکلے  
فرہ جب ہر دم وعدہ ترے منہ مستم نکلے  
کہ جیسے استینوں سے ترے دست تم نکلے  
ہمارا نامہ پڑھ کر گھر سے وہ با چشم نم نکلے  
حسینؑ ایسا تو ہو جس پر حسینؑ کا بھی دم نکلے  
اگر سر سے ہوا ہے طرہ پڑتی چرخِ جسم نکلے  
جو کھینچا اس نے پہلو سے دل پریاں بہم نکلے

مرضیانِ محبت کی بڑی حالتِ حرجِ قربان  
دُعائیں مانگتے ہیں موت آئے جلد دم نکلے

کہ اس یللی کو دھپ سی ہے اس خاص محل سے  
بھرے دان گل باغ میں خونِ عنادل سے  
بے طعنی صلی میری آرزو دامنِ قاتل سے  
تعلق ہے بت پندار کو اتنا کہ تے دل سے  
ہیں کم دو قدم کا فاصلہ بھی ایک منزل سے  
ہوا ہے زنگ زائل اس قدر آئینہ دل سے  
ستم بڑھ کر گیا کون یار بیکسرِ قاتل سے  
قیامت باغ میں برپا ہوئی شورِ عنادل سے  
کوئی ارباں نہ نکلا عمر بھر حشرِ بے دل سے  
متنا دید کی کہتی ہے وقتِ ذبحِ قاتل سے  
کہ مشکل بٹھ کر اٹھنا ہوا ہے انکی محفل سے

ابھی ہم ہیں وحشی یا جنوں ہے ساری دنیا کو  
نظر جو آ نہیں سکتا وہی موجود ہے ہر سو

ستم ہوں لاکھ لیکن ان نہ منہ سے آپ کے نکلے  
یہی قربانِ آداب محبت کا نتیجہ ہے

ہیں ممکن کہ جیتے جی ہمارے دے غم نکلے  
ہمارے دے لیں خیمہ اسنے کیوں دل میں فرقت میں  
کرے تو وصل کا اقرار۔ تسکین ہو مرے دل کو  
میانوں سے نہیں ہوتی ہیں تیغیں اس طرح باہر  
ہوئی معنوں درود سے اُنکے دل کو بیتابی  
وہ کہتے ہیں دکھا کر آئینہِ نقویر کا اپنی  
جنوں میں ہو کی تھوڑا بہت جاتا رہے سودا  
ہوا تھا قلب میں پیوست ایسا تیر قاتل کا

نقصِ زلفِ جاناں کا نہ چاہیگا مرے دے  
کسی صورت نہیں کم سخنِ گلشن کوئے قاتل سے  
ہیں شوقِ شہادت ہے تمنا قتل کی اس کو  
ہیں لے تیغ میں قاتل تری زہد و ریاضت کا  
اٹھانا پاؤں ہے راہِ وفا میں ضعف سے مشکل  
مکہِ غیر کی صورت سے بھی ہوتا نہیں عاشق  
عدو کے دل کو خوش کرتا ہے تڑپا کر مرے دل کو  
گلوں کے کان پھونے سیرۂ خوابیدہ چونک اٹھا  
ہماری زندگانی سب فراقِ یار میں گزری  
چلا آہستہ آہستہ چھریِ حلقوم پر میرے  
دے میں سامنے اعیانہ کے ایسے مجھے طعنے

تجھے حاصل ہے کہا ہے شیخ اس تحصیل حاصل سے  
سبق اب عشق کا نہیں گے کسی اتاد کا دل سے  
مزہ تیر نظر کا کوئی پوچھے تیرے بسمل سے

خدا کا شکر ہے قربان اس نے کہا یا آخر  
خطائیں سب گزشتہ ہمنے تیری محو کیوں دل سے

دیدار حق ہے اصل میں ویدار مصطفیٰ  
ہے مصطفیٰ طیب میں بمبار مصطفیٰ  
حاصل کسی طرح سے ہو دیدار مصطفیٰ  
دینا میں جو رہا ہے طلبگار مصطفیٰ  
خادم رہوں میں چاکر دربار مصطفیٰ  
بیٹھوں نہ زیر سایہ دیوار مصطفیٰ

قربان خستہ حال کی ہر دم ہے اجت  
یار ب نصیب ہو مجھے ویدار مصطفیٰ

ارتبہ ہے کس کا بڑھ کے رسالت مآب سے  
دیکھانہ جائے جس کی طرف آفتاب سے  
ایک دم میں پہنچے اور پھر آفتاب سے

جو دل میں ہے ترے تو ڈھونڈتا ہوا اسکو عالم میں  
تری تعلیم سے مجھوں نے کچھ حاصل ہوا ہم کو  
دہ کیا جانے جو گھائل ہی ہو تیرھی نگاہوں کا

دیدار حق ہے رویت انوار مصطفیٰ  
درماں ہے میرا اور میں اسکا مہین ہوں  
قدسی تھے باادب شب معراج یوں کھڑے  
زہار اس کو شورش محشر کا ڈر نہیں  
منصب اگر ملے تو ملے مجھ کو بس یہ ہی  
اے موت تو نہ آنا میں جنتک کہ دو گھر ہی

حق نے پکارا کس کو حیدری خطاب سے  
وہ روئے پاک آئینہ ہے روئے ذات کا  
الہیے تیز گامی کہاں سے کہاں گئے

قطع

کرنا یہ عرض بجا کے رسالت مآب سے  
با صد ادب و نور عم و اعظم اب سے  
دائق حضور میں مرے حال خراب سے  
قلب و جگر میں پہلو میں جلتے کباب سے  
مسرد کر کے وصل کے جام و شراب سے  
اور حال مجھ ضعیف کا پوچھیں عتاب سے  
قاصر نہ ہو زباں مری اس دم جواب سے  
ان سے کہوں جواب میں فوراً شراب سے

بہر عین جا کے مدینہ میں اے صبا  
کرتا تھا اک حقیر سا بندہ یہ اہمیت اس  
زخمی کیا ہے تیغ نے فرقت کی سرسہر  
سو زفراق سے میں سراپا برشتہ ہوں  
سیراب اسکو کچھے دیدار سے حضور  
منکر نکیر کرنے لگیں آ کے جب سوال  
میری مدد کے واسطے آئیں وہاں حضور  
بندہ ہوں رب کا اور میں امت بنی کی ہوں

السلام میرا دین ہے امت بنی کی ہوں | الفت ہے مجکو خاص رسالت مآب سے  
مداح دل سے ہے ترا قربان خستہ حال  
اس کو ملے نجات لحد کے عذاب سے

بود وجود عالم ذات محمدی ہے | روح الایمن ہے دریاں غلام اسکے  
بارغ ارم کی خواہش شیریں میں جھگو کیا ہو  
ہے دل نشین صورت محبوب کبریا کی  
سایہ نہ ہوتا قد کا کیا بات ہے ذرا سی

قربانِ غلام اس کا تو آپ کو سمجھ لے  
الفت کا کر نہ دعویٰ یہ تو زیادتی ہے

گر یہ چشم میں یارب اثر اتنا ہو جائے | کام لیں ہم شیش دے اگر فرقت میں  
ہے وہ انسان پڑیں تیری نگاہیں جس پر  
میں رہوں زندہ جاوید شہادت پا کر  
بہر گلگشت گلستاں میں اگر جائے تو  
آج تک حسن کی قیمت نہیں گھٹتے دیکھی  
چاند سی شکل دکھا جائے کسی دن وہ شوخ  
باقی سے اپنے جوئے غیر کو ساتی یارب  
مانگتے ہیں یہ دعا رات کو اٹھ کر شیش

جو گریہ اشک مری آنکھ سے دریا ہو جائے  
تم کو مجبور شبِ حشر میں آنا ہو جائے  
دل ہے وہ جو ترے تیر و نکاشا نا ہو جائے  
دم شیشِ آہی دم سے ہو جائے  
رنگ گل دیکھنے صورت تری بیکہ ہو جائے  
یہ وہ سودا ہی نہیں ہے کہ جو ستا ہو جائے  
ماہ کامل مری قیمت کا ستارا ہو جائے  
جام مے زہر ہلاہل کا پال ہو جائے  
آسمان بادۂ گل رنگ کا شیشا ہو جائے

ایسے انداز سے کر عرض تمنا قربان  
کہ اس سے رحم محبت میں گوارا ہو جائے

دل میرا بدن کرتے ہیں دُزدیدہ نظر سے  
ہم نے بھی لگائی ہے بھڑی دیدہ تر سے  
دیکھے کبھی وہ شوخ مجھے تو بھی نظر سے  
اتنا بے جا کر کوئی اس رُشک قر سے

کرتے ہیں جو وہ عیب تو کرتے ہیں ہنر سے  
ہو ابر کو دعویٰ جو برسے کا تو برسے  
مٹ جائے غلش یار جو ہو تیر جگر سے  
کبتک ترا شیدائی تری دید کو تر سے

آتا ہے سراپہ کوئی غیر کے گھر سے  
اک شعلہ سارہ رہ کے بھڑکتا ہو جگر سے  
ہم غیر کا شکوہ نہیں کرتے اسی دُور سے  
اک فیس سی اٹھتی ہے مرے زخم جگر سے  
کچھ کام چلے گا نہ ترا شیخ حذر سے

کچھ بات نہ تھی بوسہ جو قربان نے مانگا  
بجورے ہوئے کیوں بیٹھے ہوئے جان بھر سے

میکش خوب ہو آج بہا ر آئی ہے  
ایک دنیا تری شاق ہے شیدا ائی ہے  
صورت شمع بھی مشکل سے نظر آئی ہے  
مجھے کیا بات بھی کرینی مٹم کھائی ہے  
کس کی لے باد صبا زلف تو چھو آئی ہے  
مدتوں میں نے میحا کی دوا کھائی ہے  
بھول جانا نہ اُسے بات جو سمجھائی ہے  
دو گھڑی کو یہ گلستاں میں چلی آئی ہے  
عاشقو نہیں کوئی۔ کوہی۔ کوئی صحرا آئی ہے  
باعث رنج کہی من کر شکیبائی ہے  
جو کلی آئی ہے اسیں وہی مرجھائی ہے  
اب ادا سی ہے کہ ہر چار طرف چھائی ہے  
آج ہنسنے بھی نہیں تیغ نظر کھائی ہے  
شامت آئی ہے مری آج تضا آئی ہے

دل کو دیتا ہے تسلی رُخ جاناں کا خیال

اب تو قربان یہی مولیں تہنائی ہے

دنیا کے رنج و غم سے جو بے نیاز کرے  
سر کو نہ میں اٹھاؤں محو نیب از کرے

پنچی ہے نظر اور پریشان ہیں گیسو  
لہلہ کر دہم سے نہ تم تذکرہ غیر  
آجائے نہ میل ان کی طبیعت پہ مہا دا  
یاد آتی ہیں لے شوخ جو فرقت کی جفا میں  
اب محفل رنداں میں تجھے پیمنی پڑے گی

فصل گل آئی ہے گلشن میں گھٹا چھائی ہے  
ایسی کیا تجھ میں ادا لے بت ہر جائی ہے  
کس قیامت کی اندھیری شب تنہائی ہے  
وصل کی رات جو تم بت سے بنے بیٹھے ہو  
مُشک کی چار طرف پھیل رہی ہے خوشبو  
درود دل میں کہی محسوس کمی کچھ نہ ہوئی  
نامہ بردی کے خط شوق یہ سمجھا دینا  
فصل محل پر نہ ہوئے بلبل شیدا نازاں  
قیس و فرہاد کو دیکھا تو یہ معلوم ہوا  
بیترازی کی بدولت ہے کہی دل بیتاب  
شاخ امید میں کیا خاک شگفتہ ہو دل  
میکشو بھول بھی جاؤ۔ وہ گھٹا کا آنا  
لڑائی ہے کسی محبوب جفا کار سے آنکھ  
کوئے جاناں کی طرف دل جو لڑ جاتا ہے

سامان کوئی ایسا لے کار سا نہ کر دے  
الفت عطا مجھے کر اپنی تو ایسی مولا

زادہ کو دم میں چاہے گمراہ تو بنا دے  
اے عشق تیرے آگے جیتی نہیں کسی کی  
بربط مرے نفس کا مضر اب غم سے ٹوٹا  
ظلمت کو دور کرنے اٹھے جورخ سے پردہ  
اڑ کر جو کوئی آئے پر دانہ حقیقت  
ہستی کا ذرہ ذرہ خورشید صوفیاں ہو

ہرگز نہ کوئی آفت تنگو کبھی ستائے  
قریباً بال اگر تو دل کو مجھنا زکریا

جلد بیٹے دنیا سے ہم وہ آج تک آیا کئے  
وہل کی شب بھی تو مجھے ہائے وہ روٹھا کئے  
کچھ سمجھ میں ہی نہ آیا کیا کسی نے لکھ دیا  
ہائے بے بہری کسی نے انکی دلسوزی نہ کی  
سیکڑوں پردانے کرتے ہی سے انکا طواف  
آج انکی بزم میں جلوؤں کی بھیت ازرائیاں  
روزن دیوار بھی اک آنکھ گویا بن گیا

جس طرح تڑپے سے مچھلی دام ماہی گیر میں  
ہم یونہی قربان انکے دام میں تڑپا کئے

کیوں پیر مغاں پھر اُسے دنیا نہ بنا دے  
سن لے جو کوئی اسکو وہ بیتاب ہو فوراً  
جو کچھ بھی بنا اپنی ہی الفت میں بنا تو  
اے عشق کرشمے ترے ایسے ہیں جو چاہے  
اے شمع محبت ہے اگر تجھ میں ذرا سوز  
بتانے کو تو چاہے تو کرے ابھی کعبہ  
کیف نکلے ناز سے جھک جائیگا عالم  
اس بیخود ہی شوق کا ہوں عشق میں طالب

زندوں کو چاہے دم میں تو پاکباز کر دے  
محمود کو جو چاہے دم میں ایاز کر دے  
اللہ پھر مرتب میرا یہ ساز کر دے  
دنیا میں شام ان کی زلف دراز کر دے  
خاموش ایک دم میں شمع مجاز کر دے  
ادنی اگر آتش رہ ذرہ نواز کر دے

جیتے جی رستہ کسی کا عسیر بھر دیکھا کئے  
بات سلجھایا کئے ہم اور وہ الجھایا کئے  
نامہ برہم نامہ کو سو سود فتنہ اٹھا کئے  
لوگ پردانوں کو جلتا بزم میں دیکھا کئے  
اور حلق میں وہ خود بیٹھے رہے پردا کئے  
سب اٹھیں دیکھا کئے اور سکو وہ دیکھا کئے  
جسکو تانا کا بنے تھا اسے ہی وہ دیکھا کئے

جس کوئے الفت تری متا نہ بنا دے  
پروردہ مرا یوں کوئی افسانہ بنا دے  
فرزانہ بنایا مجھے دیوانہ بنا دے  
کاشانہ نشاد اب کو دیرانہ بنا دے  
پردانے کے ہر پردہ کو بھی پردانہ بنا دے  
کعبہ کو اگر چاہے تو بت خانہ بنا دے  
ساقی ننگہ ناز کو ختم خانہ بنا دے  
جو تجھ سے بھی ظالم مجھے بیگانہ بنا دے



دشت کے ہیں آثار ترے عشق میں قریاں

دور سے تجھے یہ شوق نہ دیوانہ بنا دے

تو پھر ناخن سے دشت سے وہی ناسور بنتا ہے  
کہ جو شعلہ نکلتا ہے چراغ طور بنتا ہے  
تری آنکھوں نے جب ساتی کوئی مخمور بنتا ہے  
تم ایجاد ہوتے ہیں نیب دستور بنتا ہے  
محبت کر کے دنیا میں کوئی مشہور بنتا ہے  
کرینی سے تری یارب گدا منصور بنتا ہے  
تو مرنے کیلئے وہ ایک بانگ صور بنتا ہے

جو میرے دکنے زخموں کا کوئی انگور بنتا ہے  
منور کر دیا ہے یوں جلا کر دل محبت نے  
اسے سینے کی کیا حاجت اسے شیشوں کی مطلب  
ہمارا اول دکھانے کو ہماری جان لینے کو  
کوئی بدنام ہوتا ہے بغائیں کر کے دنیا میں  
غصے تیرے یارب مانگتا ہے بھیک فقیر بھی  
تری ٹھوکر کا جو کھٹکا کسی تربت میں ہوتا ہے

اے قربانِ فطرت عشق کی ترتیب دیتی ہے

بڑی دشواریوں سے ایک دل مجبور بنتا ہے

تجھے کتنا حاصل کمال سخن ہے  
وہی اپنا مسکن وہی اک وطن ہے  
چمن سے زیادہ یہ دل کا چمن ہے  
عدم کی ابھی ایک منزل کھن ہے  
زمانے میں مشہور شمع لگن ہے  
کہ عبرت ہی غربت میں اپنا کھن ہے  
بندھا اپنے سر پر تو ہر دم کھن ہے  
ہوا دست برد خزاں وہ چمن ہے

تزی بات آساں بھی گویا کھن ہے  
جہاں کوئی تکلیف پہنچے نہ دل کو  
دل داغ داغ آس کے دیکھو تو میرا  
نہ سمجھو کہ آساں ہو میں منزلیں سب  
نہ پوچھو میرے من سے تم میری حسرت  
ہیں ہے کھن تو تردد ہے بے جا  
خدا جانے کس جا ہیں موت آئے  
جہاں خونِ بلبل سے پورے اُگے تھے

غزل ہے جو پھسکی تو رہنے دو قرباں

مجھے کب عنبر و کمال سخن ہے

یوں میں خدا سے کہتا تھا اس دلو ہی منزل کرنے  
ان ترچھی ترچھی نظر نے دلو میرے بسل کرنے  
جو شکل کوئی حائل ہو تو حل میری مشکل کرنے  
یارب دکھلا کر حق کی جھلک اس ظلمت کو بطل کرنے

پتلی کو مری تو لیں نا پھر آنکھوں کو محل کر دے  
ناک نہ چلا برپھی نہ دکھا خضر نہ اٹھا تکلیف نہ کر  
انھیں نہ خدا یہ درست سخن رکھوں نہ کسی کوئی ہوس  
ظلمت نے لیا جو گھر جہاں شکلِ رقیم اب اپنا یہاں

تو در محبت میں یارب اک صبر اگر شامل کر دے  
کچھ ہوش نہ باقی بچو رہا اس دوسری غافل کر دے  
عنوان محبت پڑھ لینے خود ہی اندازہ کر لیں گے

تو سامنے انکے قریب بال یہ اپنی کتاب دل کر دے

پھر اسکا نام کرنا ہے پھر سوگ میں اسکے رقتا ہے  
اسنے کا اب لطف نہیں جب سنن والا سوتا ہے  
وہ اپنے اشک نہامت سے خود اپنی محامی دھوتا ہے  
دیبا ہی پھل بھی ملتا ہے جو بیج کہ جیسا بوتا ہے  
انسان کا چاہا کہ ہو اوجا چاہو خدا وہ ہوتا ہے  
دیکھ آکھ نہ کھلجائے اسکی پہلو میں مگر وہ سوتا ہے  
کوئی احشر سے ہنتا ہے کوئی فرقت میں روتا ہے  
جو آنکھ سے آنسو گرنا ہے وہ نرم کو میر دھوتا ہے

آکھوں پر لے قریب بال جسے لیتے تھے بھاجا اب کبھی

ترت پر آ کر دیکھ ذرا وہ خاک کے نیچے سوتا ہے

کیوں نظر آتے ہیں الفت کے ٹر ٹوٹے ہوئے  
چار سو پھرتے ہیں اڑتے میرے پر ٹوٹے ہوئے  
دل میں رکھ چھوٹے ہیں سینے میں شتر ٹوٹے ہوئے  
گرنے لے صیاد ہوتے میرے پر ٹوٹے ہوئے  
انکے دل میں ٹکڑے ٹکڑے اور بکڑے ہوئے  
ٹھوکریں اب کھا رہے ہیں انکے سر ٹوٹے ہوئے  
بدنیں گزری ہیں قاصد کی مکر ٹوٹے ہوئے  
ایکڑوں پیانے ہیں سانی کے گھر ٹوٹے ہوئے

ہیں کہاں قریب بال میں انکے نہیں ملتا نشان

آج دنیا میں پرے ہیں لاکھ گھر ٹوٹے ہوئے

ایک کیا نہ تھے تشنہ لبی میری دعا دے

دلکو نہ مرے پھر غم ہو کبھی میں ضبط کروں ہر بد فرنگی  
لے چارہ آتدیر تجھے میں دردی اپنے بتلا دوں

پہلے تو اپنے ہاتھ سے مالی خود بلبل کو کھوتا ہے

اب تجھے یاد دلانے سے کیا رام کہانی اپنی کہیں

اب ابر کر مجرم پہ ترے بارش نہیں کرتا تو نہ کرے

جو رحم کرے تو رحم ملے جو ظلم کرے تو ظلم ملے

وہ دونوں جہاں کا مالک ہے وہ مالک ہے وہ قادر ہے

لے شوق نہ عجلت کام میں لایہ نیند کا منظر ہے طرف

دنیا کا تماشہ ہے طرف ہے ساتھ خوشی کے غم بھی لگا

تم رونے پر کیوں ہنستے ہو رونا میرا بیکار نہیں

آکھوں پر لے قریب بال جسے لیتے تھے بھاجا اب کبھی

ترت پر آ کر دیکھ ذرا وہ خاک کے نیچے سوتا ہے

کیوں محبت کے پرے ہیں سب شجر ٹوٹے ہوئے

بنگئے مرغ ہو اسب شوق میں گلزار کے

یہ کھٹکتے ہیں تو تیری یاد آتی ہے مجھے

لیکے اڑ جاتا قفس کو میں تو گلشن کی طرف

خوش تری محفل میں عاشق کس طرح آئیں نظر

رکھتے تھے نخوت سے سراپا جو دنیا میں بلند

کسے ہاتھوں بھیجوں خط شوق یارب کیا کروں

بچو دی میں ہلے کتنا میں نے نقصاں کر دیا

ہیں کہاں قریب بال میں انکے نہیں ملتا نشان

آج دنیا میں پرے ہیں لاکھ گھر ٹوٹے ہوئے

ہاتھوں سے مجھے اپنے جواک جام پلا دے

ایک کیا نہ تھے تشنہ لبی میری دعا دے

دشت کی تو چیزیں ہیں سنی میں نے بہت کچھ  
لے یا تری چال کے انداز کے صدقے  
حاصل کو مرا حال ہو معلوم یقیناً  
ہستی کو مٹایا تو یہ - تو وہ بھی عبت ہے  
منظور اگر ہے کہ نہ دیکھوں ترا جلوہ  
تیرا نہیں مقدور نہ منہ در ہو اتنا  
مدت سے ترے کستے پڑے سوتے ہیں اسجا

قربان اُسے ہم بھی سمجھ لیں گے میا  
تکلیف ترے دل کی اگر کوئی مٹا دے

مجھے تر چھیں نگاہوں نے کسی کی مار ڈالا ہے  
برتا تو نہیں اے ابرو اور وہ منہ نہیں دینا  
دیا خود غم مجھے اُس پر شکایت میرے شکوے کی  
تہا ری نوک نرگاں بھی کہیں جھوٹی ہوئی شاید  
نہیں پھولو مکا یہ گجر - تری گردن میں اے گلرد  
نہیں گویا داب لیکن میں اس رستے سے گزرا ہوں  
ستم سہ سہ کے دنیا کے تقاضے ہو گئی اتنی  
یہ کیا میراث پدھی تھی کہ تھی میری خطا یا رب

جہا میں لوگ جتنے ہیں وہ قربان کھاتے ہیں  
مگر اک تو نہیں ڈرتا ترا غم بھی نرالا ہے

بھلائی جہاں میں بھلی چیز ہے  
امانت بہت ساری کوئی چیز ہے  
وہ کیا جانے کوئی خوشی چیز ہے  
مرے پاس بھی تو وہی چیز ہے  
تہا ری مہنسی بھی کوئی چیز ہے  
وہ کیا جانے غم بھی کوئی چیز ہے

مری جاں برائی بُری چیز ہے  
ذرا آ کے پہلو میں بیٹھو تو میرے  
گذرتی ہے جن کی سدا رنج میں  
خدا جانے کیوں دل ہے ظالم ترا  
منسانی سے محکوم جو روتا ہوں میں  
گذرتی ہو جس کی سدا عیش میں

یہ مجنوں بناتی ہے انسان کو  
مری چاہ سے آپ واقف نہیں  
طبیعت کا آنا بڑی چیز ہے  
مری جان یہ تو کھلی چیز ہے

کہاں تو نے قمر بان دل کھودیا  
نہیں پاس تیرے تری چیز ہے

میکشتو خوب پیو آج بہ رانی ہے  
ایک دنیا تری شقائق ہے شیدا ئی ہے  
صورت شمع بھی مشکل سے نظر آئی ہے  
مدتوں میں نے میجا کی دوا کھائی ہے  
بھول جانا نہ اسے بات جو سمجھائی ہے  
دو گھڑی کو یہ گلتاں میں چلی آئی ہے  
عاشقو میں کوئی کوہی کوئی صحرائی ہے  
باعث رنج کبھی منکر شکیبائی ہے  
جہ کلی آئی ہے اسیں وہی مرجھائی ہے  
اب ادا سی ہے کہ ہر چار طرف چھائی ہے  
شارت آئی ہے مری آج قضا آئی ہے

دل کو دیتا ہے تسلی رخ جاناں کا خیال

اب تو قمر بان یہی مومن تنہائی ہے

دل عشاق کی ممکن ہے کوئی آرزو نکلے  
خدا ہی ہے جو تیری قلب مضطر آرزو نکلے  
نہیں دیکھا خدا ئی میں تم ایسے حیلہ جو نکلے  
رے گو سو برس پانی میں کب پھیلی کی بو نکلے  
تو کیوں نہ کر شرار سے مرے لے آہ تو نکلے  
جفا کی سخت شکل ہو کر انکے دل سے خون نکلے  
بہت ہو کر تری محض سے ہم بے آبرو نکلے  
صبا اس برت کے کوچ میں گر بھولے سو تو نکلے

فصل گل آئی ہے گلشن میں گھٹا چھائی ہے  
ایسی کیا تجھ میں ادا لے بُت ہر جا ئی ہے  
کس قیامت کی اندھیری شب تنہائی ہے  
درد دل میں کبھی محسوس کی کچھ نہ ہوئی  
نامہ بردے کے خط شوق یہ سمجھا دنیا  
فصل گل پر نہو لے بلبل شیدا نازاں  
قیس و فرہاد کو دیکھا تو یہ معلوم ہوا  
بیقراری کی بدولت ہے بھی دل بیتاب  
شاخ امید میں کیا خاک شگفتہ ہو دل  
میکشتو بھول بھی جاؤ وہ گھٹا کا آنا  
کوئے جاناں کی طرف دل جو لے جاتا ہے

کبھی خنجر کلف گھر سے جو وہ آئینہ رو نکلے  
ہوا اس شورش پر مائل جو عیاری میں کال ہو  
کبھی اقرار ہے مٹ کا کبھی وعدہ سحر کا ہے  
اثر کرتی نہیں نیکوں کی صحبت بد شرشتوں کو  
نہو نہاں اگر سوز محبت اس جفا جو کا  
وہ کشتہ کرتے ہیں دل تھین کر لے اتھاتی ہو  
ہزاروں گالیاں کھائیں اٹھائیں چھڑکیاں لاکھوں  
بیاں کرنا تپ فرقت کی مراری دانتاں میری

یہی ہے آرزو قرباں سہر بالیں وہ بیٹھے ہوں  
اگر نکلے مراد میں بھی تو ان کے رُوبرو نکلے

شرم و حیا کو چھوڑے پردہ اٹھائے  
کچھ درست ہاتھ میں شانہ اٹھائے  
پھر دیر کیا ہے جلد جب ازہ اٹھائے  
نسبتی سے پاؤں جانب صحر اٹھائے  
کیا آنکھ سوئے زگرےں شہلا اٹھائے  
آگے سے مرے ساغر وینا اٹھائے  
گھر سے نکل کے لطف تماشا اٹھائے  
جو پیش آئے عشق میں ایذا اٹھائے  
راحت بلیگی عشق میں ایذا اٹھائے  
راہ خدا میں حاصل دُنيا اٹھائے  
ہمت یہ کہہ رہی ہے کہ تنہا اٹھائے  
اب تو تڑپ چکا ہے کلیجا اٹھائے  
اکتا ہے دل کہ پھر کوئی ٹھکڑا اٹھائے

قربان در عشق سے ممکن نہیں نجات  
کچھ آس ہو تو ناز مسیحا اٹھائے

دُور یہ در حُزنیں ہو یا محمد مصطفیٰ  
دیں کے تم مند نشیں ہو یا محمد مصطفیٰ  
اس کا گھر خلد بریں ہو یا محمد مصطفیٰ  
دل کے تم ماہ میں ہو یا محمد مصطفیٰ

آرزو اس کی یہ ہے بطحا کی خاک پاک میں  
دفن قربان حُزنیں ہو یا محمد مصطفیٰ

اسا چند باشم مبتلا فریاد رس یا محمد مصطفیٰ  
محبوب در گاہ خدا فریاد رس یا محمد مصطفیٰ

اٹھئے نقاب رخ سے خدا را اٹھائے  
کچھ ہوئے ہیں بال پریشان زلف سے  
جب دے چکے ہو غسل و کفن پڑھ چکے نماز  
جو سن جنوں پکار کے کانوں میں کہہ گیا  
اس میں یہ مستیاں ہیں کہاں چشم یار کی  
ساقی بغیر یار کے ہے زہر مینکشی  
بسل کار رقت آپ نے دیکھا نہیں کہہ  
گھبرائیے نہ رخ و مصیبت سے اے ندیم  
ہوتا ہے ہمد تاجر کے صل ثباں نصیب  
رہتا ہے نام فیض سے دُنيا میں حشر تک  
ہر چند کوہ سے ہے گراں بار عشق کا  
کیا دیکھتے ہو تیسرا لگا کر کھڑے ہو کر  
آتا ہے اس کو کچھ سیر ہی تکرار میں فزا

گرمے دل کانگیں ہو یا محمد مصطفیٰ  
میرا تکیہ ہے تہا ری ہی عنایت پر فقط  
بیت مدحت میں تری کوئی اگر گوزوں کرے  
روشنی رہتی ہے ہر دم اسکے اندر رات دن

ہستم زندان بلا فریاد رس یا محمد مصطفیٰ  
ممتاز قرب کبریا مسند نشین اصطفیٰ

تو سید حنیس البشیر من بتلابی خیر و شہر  
لے زینت دنیا و دیں لے افتخار مرسلین  
لے جبر فرق مرسلان لے طرہ تاج شہاں  
دیدند فیض عام تو کردہ قبول اسلام تو  
نالم زنجبٹ و ازگوں کریم زچرخ نیلگوں  
من سرسیر آوارہ ام از دست غم بیچارہ ام  
تولال تاج منقبت من زرد و از معصیت  
آنکہ کہ مرغ روح من یا بد بخت از قید تن  
پشت و پناہ منوی - بلحاوی - ما و اتوی

بر حال من بہر خدا - فریاد رس یا مصطفیٰ  
رحمہ سخن بر حال ما - فریاد رس یا مصطفیٰ  
لے شایخ روز جزا - فریاد رس یا مصطفیٰ  
صد ہا لعین اشقیاء - فریاد رس یا مصطفیٰ  
دارم نفال صبح و سا - فریاد رس یا مصطفیٰ  
بکیں غریبیم بے نوا - فریاد رس یا مصطفیٰ  
شرمندگی دارم بسا - فریاد رس یا مصطفیٰ  
بر روضہ گوید این صدا فریاد رس یا مصطفیٰ  
دارم بفضلت التجا فریاد رس یا مصطفیٰ

قربال زاجوان زماں و ارد شکایت بر زباں  
بر گیرش از جاہ بلا - فریاد رس یا مصطفیٰ

کہ ختم المرسلین قائم ہیں گے آج کو شر کے  
جہاں جلنے لگے تھے بال پر ناموس اکبر کے  
مقابل ہو جو اسے باغ کے سر و صنوب کے  
امام دو جہاں تھے پیشوا ہر اک پیغمبر کے  
و عاے امت عالمی میں لب ملتے تھے سرور کے  
جو کچھ بھی آج کل ہیں رنگ میر و حال تبر کے  
نہیں بلحا ہیں ما و اہر اک تو بے زرد پر کے

اسی امید پر پیاسے سبر کرتے ہیں مریض کے  
وہ پہونچا پشت پر رہو ار کے انجا البصد نکلیں  
ہو اسے نخل طوبی زیب جنت پر نہیں امکاں  
گئے جب شش پر تھے حق سے ملنے کیلئے حضرت  
وفات ظاہری نے جب عمل اپنا کیا ظاہر  
وہ ہرگز سرمن کے قابل نہیں لے سرور عالم  
بولے ذات والا کس سے ہوں مدد کا خواہاں

ہیں قربان کو کھٹکا، کوئی دین و دنیا میں  
حوالے کرے سب کام اس کے آل اہل کے

ہے رسالت ختم تم پر یا محمد مصطفیٰ  
سب ملائک کے چھلے سر یا محمد مصطفیٰ  
کہتے ہیں گردن جھکا کر یا محمد مصطفیٰ  
کیا رسول اور کیسے پیغمبر یا محمد مصطفیٰ  
سائل رحمت عطا کر یا محمد مصطفیٰ

دو جہاں کے تم ہو سرور یا محمد مصطفیٰ  
تھا شب معراج شہرہ خیر مقدم کا تے  
حاملان عرش اعظم قدسیان محترم  
کون کر سکتا ہے دعویٰ ہم سہری کا آپ کی  
اس غرق بحر عصیاں کو مدینے میں بلا

آپ کی فرقت میں ہے بیتاب قربانِ رات دن  
سُن لو اس کا حال آکر یا محمد مصطفیٰ

تھفل یار میں جب مجمعِ اعینا رہے ہے  
ہائے اس پر بھی نظریں تری ہم خواہ رہے  
طالب دید ترا کیوں نہ وہ بیتاب رہے  
جو تری زلفِ مسلسل کے گرفتار رہے  
پرکریں کیا جو نہ قابو میں دل زار رہے  
دیر تک ہاتھ میں خنجر لئے بیتاب رہے  
ٹوٹ کر سیکڑوں تلواروں میں مگر خار رہے  
مار کر محب کو ترے گیسوئے خمدار رہے  
خوار آنکھوں میں نہ کیوں ناقد تاتار رہے

لب پہ کیونکر نہ مرے آہِ شرر بار رہے  
قلبِ جاں و جگر و دل کئے سائے قربان رہے  
زندگی جس کی ہوئی پوشِ فرقت میں تام  
نہیں ممکن کہ میسر ہو رہائی اُن کو  
بھول کر نامِ محبت کا نہ لیتے ہم تو  
بہرِ خوشنودے اعیانِ مرے قتل پہ وہ  
جویشِ وحشت میں کیا جب میں بیا بانی ظن  
سانپا کو تھاپے سینہ پہ ہر دم ظالم  
سر میں سودا ہے کسی زلفِ معبر کا مرے

آرزو ہے ہی قربان کی لبِ مردن  
اپنا مقدم بھی نہیں نہ دیدار ہے

بزمِ حسرت میں نیا رنگِ نظر آتا ہے  
دمِ شکنے نہیں پاتا کہ دمِ آج آتا ہے  
خود بخود نوزِ بصیر طور بن جاتا ہے  
اُنکے چھینے میں بھی اک لطفِ نیا آتا ہے  
دل مرا پیچھے کی مانند کھلا جاتا ہے  
ترے رُونے کو تو آہوں کا اثر جاتا ہے  
خواب میں آکے کبھی شکل دکھا جاتا ہے  
قلبِ مضطر کا ہر از حسم جو ہو جاتا ہے

واغ غم جب کبھی پہلو میں جبکہ پاتا ہے  
حسرتِ ہم نے ہی سنا تم ہو میچائے جہاں  
سرِ مکیں آنکھوں کا کس کی ہو قصورِ شبِ بھر  
بے نیازی سے بھی اندازِ حفا ہے ظاہر  
نہیں معلوم یہ کیا مژدہ سن لائی ہے  
جنبط کر ضبط کر لے دل یہ تڑپنا کیسا  
یوں تو آتا نہیں وہ اس کا ستم تو دیکھو  
وہ لگاتے ہیں نئے اس پہ ہمیشہ مرے ستم

نہیں تگمیں شبِ غم جو میسر تو نہ ہو  
مجھے قربان ترپنے نہیں مژدہ آتا ہے

کیا بسملِ مٹا مٹا کے مجھے  
چھوڑا چر کے لگا لگا کے مجھے

تجِ ابرو لگا لگا کے مجھے  
دیکھیں اٹھا جو رقصِ بسمل کا

مار اغم میں کھلا کھلا کے مجھے  
 مارا بجلی گرا گرا کے مجھے  
 وق کیا یوں ستا ستا کے مجھے  
 پاؤ گئے کیا ستا کے مجھے  
 اپنا جون دکھا دکھا کے مجھے  
 مار ڈالا۔ رُلا رُلا کے مجھے

کتنی چاہنا بات کی اُس نے  
 چٹکے افشاں کو آج ماتھے پر  
 لادوا ہو گئی ستپ سسرت  
 رنج دینا نہیں ہے کچھ اچھا  
 میرے دل کو ہے اس ڈوٹ لیا  
 آگ تن میں مرے لگائی ہے

دل کو غزال کر دیا مسترباں

مسترباں لگا لگا کے مجھے

کل نہیں پڑتی کسی کرٹ کسی پہلو مجھے  
 دے خدا کے نام پر ساتی کوئی چلو مجھے  
 لیکے اڑ جائیگا اپنے ساتھ زنگٹ بو مجھے  
 چاندنی کے پھول آتے ہیں نظر ہر سو مجھے  
 مجھ کو جبرست ہے نظر آتا نہیں کیوں تو مجھے  
 جب اندھیری رات میں آئے نظر جکھنو مجھے  
 اب غن میں بھی نظر آتے نہیں ہو مجھے  
 اضطراب دل لے تڑپا یا ہر اک پہلو مجھے  
 ایک گل میں بھی نہیں آئی وفا کی بو مجھے  
 ہنس کے فرمایا دکھا دیکھ کر پہلو مجھے  
 مست رکھتی ہے صدائے لغزہ یا ہو مجھے  
 کر گئے رسوائے عالم میرے دو آنسو مجھے  
 دفن کر دیں گے اگر اجاب قبلہ رو مجھے

چھوڑ کر تنہا گیا ہے جب اے جنت تو مجھے  
 ہوں بہت تشنہ جگر تشنہ دہن تشنہ زباں  
 کیا ہوا جو ناتوانی نے گرایا خاک پر  
 لطف دیتی ہے اندھیری رات میں سیر چمن  
 یہ جہاں بھی جبکہ آئینہ ہے تیرے حسن کا  
 مجھ کو آیا اپنی آہوں کے شزار و کھا خیال  
 کر لیا اس نئی نگاہ ناز نے سب کو شکار  
 وصل میں جب اس پری پیکر نے لی کرٹ بدل  
 اس سکر سے اس سکر تک جہان مارا باغ دہر  
 جب کہا میں نے کہ نہیں آبدہ ہے عشق کا  
 یاد میں سانی کے ایسا گونجتا ہے دل مرا  
 دیدہ تر کی بدولت آبر و حباتی رہی  
 کوئے جاناں کی طرف خود منہ میرا پھر جائیگا

آگیا تھا عشق مجھے قمر بان اُن کو دیکھ کر

ہوش آیا جب نگھائی زلف کی خوشبو مجھے

یہ ہر دم جاہ غم میں صورت سیاب مضطر ہے  
 کہ ان کو آئینہ بھی دیکھ کر حیران و شذر ہے

فراق یار میں صدمہ صدمہ میرے دل پر ہے  
 یہ بت پتھر نہیں لیکن شکل و صورت ہر کج آب و ہوائی



خدا کا شکر کرتا ہوں بسر ہوتی ہے راحت سے  
نقص تو پر کسی کے منحصر ہے اس کی آبادی  
گل و ریحاں کا غازہ بن گئی خاک قدم تیری  
کہاں ساتی کہاں مطرب کہاں رند و ننگ وہ جلسہ  
جہاں میں آبرو کیا خاک ہوا شک چکیدہ کی  
جہاں میں ہر طرف غل ہے گہن میں آفتاب آیا  
بنا تھا نامہ بر آوارگانِ دشت و حشت کا  
اشیاں جمشید کا دیتا ہے جامِ بادہ گُلگوں  
ہیں یہ ہوش رکھتی ہے نگاہ مست ساتی کی  
شبِ فرقت پر ہے ہم کر و میں لیتے ہیں کانٹوں پر  
چلتا ہے چھری منہ پھیر کر جلاؤ گردن پر  
لہو کی چھینٹ کم ہر گواہی سے نہیں قاتل

نہ میں شیدہ کسی کا ہوں نہ کوئی میرا دلبر ہے  
دل و دیراں مرا لے خانہ بر بادی عجب گھر ہے  
تری زلفوں کی بو سے طرہ سنبل معطر ہے  
نہ صہبا ہے نہ مینا ہے نہ بوتل ہر سرِ سر ہے  
جو پیچھے تیرے دامن تنگ حقیقت میں وہ گھر ہے  
رُخ پر نورِ جاناں زیرِ گیسوئے معنر ہے  
جو جھ پوچھو اسی دن سے تباہی میں کبوتر ہے  
جو آئینہ ہے وہ آئینہ حلالِ سکندر ہے  
کہ ہر اک آنکھ اسکی بادہ اُحمر کا ساغر ہے  
بڑے آرام سے ہر وہ جو ہم آغوشِ دلبر ہے  
ہمارا داغِ دل کس درجہ برکشتہِ مقرر ہے  
ہزار امان پر خونِ قتل کا عاشق کے محضر ہے

رہا کرتے ہیں محفل میں تری آئینہ رُو لا کھوں

تو لے قربانِ احمد وقت کا اپنے سکندر ہے

سغینہ آسمان کا عرق ہو جائے عجب کیا ہے  
انہیں وہ بھوتا ہرگز جو سخت کو دیکھ لیتا ہے  
وہی ہے دل کی بیتابی لحد میں بھی تڑپتا ہے  
نہ آنکھوں میں کھانا انکی نہ رخ پر آنکھ پر دا ہے  
زمین شورِ سنبل بریں باروشِ کھتا ہے  
جب اعضا تک نہیں اپنی ہاں پر کون اپنا ہے

مرے ہر اشک سے طوفانِ سا طوفانِ برپا ہے  
تری تصویرِ دلکش ہے ترا دیکھتے نقشہ ہے  
نہ پایا عاشق بے تاب نے کچھ چین مر کر بھی  
سرِ بامِ آج نہ کھولے ہوئے بیٹھے ہیں بے پردہ  
جہاں کے بد مشقوں سے نہ رکھ امید نیکی کی  
برائی کر رہے ہیں داؤدِ محشر کے آگے سب

خدا کا شکر یہ کلمہ تہوں کے آگیا لب پر

ہم اپنے چاہنے والوں میں اک قربان اچھا ہے

آتی نہیں ہے دردِ جگر کی دوا مجھے  
کسوقت تو نے ان سے کیا تھا جدا مجھے  
پھر دیں ضرور صبی ہو دینی سزا مجھے

آخر یہ چارہ ساز سے سُنا پڑا مجھے  
منا نصیب پھر نہ ہوا لے خدا مجھے  
پہلے تو آپ میری بتائیں خطا مجھے

روضہ کی مصطفیٰ کی زیارت نصیب ہو  
میں روبرو ہوں دشت میں تنہا کھڑا ہوا  
سبزہ کارنگ کیا ہے کھلے کیسے کیسے پھول  
اب مجھ کو دام زلف سے آزاد کر بھی دو  
اے دل بتوں کے عشق نے کیا حال کر دیا  
کیا کیا نہ تجھ کو یاد کروں گا میں بعد مرگ  
زنجیر میرے پاؤں میں کیسوی ڈال دی  
بجلی گری تھی دل پہ پرانی گری نہ تھی  
اُوبت نہ جب تک آیا تھا تجھ پر یہ دل مرا

لے چل مدینہ ہند سے بخت رسا مجھے  
تیجھے گیا ہے چھوڑ مرا تافلہ مجھے  
افسانہ بہار سنا دے صبا مجھے  
حسرت سے دیکھتے ہیں اسیر بلا مجھے  
آتا ہے رحم دیکھ کے مروحہ بلا مجھے  
دیکھا نہ مرتے دم بھی گرے بیوفا مجھے  
تم نے کیا اسیر حسرت ہم زلف کا مجھے  
آفت ہوا ہے خندہ دندان بلا مجھے  
کہتے تھے لوگ نیک مجھے پار سب مجھے

قرباں ترے کلام کے قرباں دل مرا  
بہر خدا منزل تو پھر اپنی مناسبت مجھے

بڑے دربار میں پہنچے بڑی سرکاری آئے  
نسیم دل کشا باغ شباب یار میں آئے  
نظر سے غیر کی چھپ کر ذرا آسنو بہا لینا  
صنوبر سرو قد تعظیم کو بے ساختہ اٹھ  
خدا محفوظ رکھے ان حسینوں کی عنایت سے  
دل شیدا چھنا ہے اس طرح گرداب الفت میں  
دم وعدہ عہد کو دیکھ کر تم مسکراتے ہو  
تنائیں برائیں آرزو میں دل کی پوری ہوں  
مرا آنے لگے گا آدم ثانی کے طوفاں کا  
تسے آگے نہ لگا کوڑیوں کے مول بھی کوئی  
ابھیں ہے اسقدر زبرد نظر خاطر رقیبوں کی  
مے منہ سے لگا دے شیشیہ مے کا دہن ساتی  
کسی دیوانے نے چٹکا ہے سر کو رات بھر ایسا

خدا کا شکر ہے ہم بھی حضور یار میں آئے  
کھلے پنچہ دہن کارنگ گل خنایں آئے  
خبر جب مرگ عاشق کی کسی اخبار میں آئے  
اگر گلگشت کو وہ سرو قد گلزار میں آئے  
سنائیں بے نقط لاکھوں جہاں پیاز میں آئے  
سفینہ جہط کوئی کسی منجھڑا میں آئے  
مرے دل کو نہ کیوں شک و صل کے اتر میں آئے  
اسی امید سے یارب ترے دربار میں آئے  
اگر دو چار آسنو چشم دریا بار میں آئے  
اگر سو بار یوسف بصر کے بازار میں آئے  
وہ جب آکر یہاں ہو تو ہوئے ایں میں آئے  
سب کو کش کو مزہ کیا سارے سرشار میں آئے  
ہزاروں کیڑوں رخنہ تری دیوار میں آئے

صلاوت بخش عاشق ہے اذیت عشق کی قرباں

اگر دل میں محبت ہو مزہ آزار میں آئے  
 زخمِ دل کا دکھا نہیں سکتے  
 دلیوں پر نگلوں کی بٹھکی ہیں  
 عشق کا بوجھ ہے بہت بھاری  
 میں نے مانا ہے شوخ چشمِ رفیق  
 آپ کی یاد اپنے دل سے ہم  
 آسمانوں کو اختیار ہے کیا  
 بغض کو کینہ کو کہ دُور ت کو  
 غفلتوں میں پڑے ہیں دانستہ

قصہ غم سنا نہیں سکتے  
 بلبُلوں کو آواز نہیں سکتے  
 اسے اناں اٹھا نہیں سکتے  
 آنکھ مجھ سے ملا نہیں سکتے  
 بھول کر بھی بھلا نہیں سکتے  
 یہ کسی کو مٹا نہیں سکتے  
 ان کے دل سے مٹا نہیں سکتے  
 جاگتوں کو جگا نہیں سکتے

وہ بہت ہوشیار ہیں قریباں  
 پتھری باتوں میں آ نہیں سکتے

آہی حد کی طاقت بھی بے زباں کے لئے  
 چراغِ تجھ کو بنا یا ہے دو جہاں کے لئے  
 کہ آدمی راتِ مؤذن اٹھا اُڑاں کے لئے  
 میں لاؤں پھاؤ کہا سنو یہاں کے لئے  
 کہ جب ملا تو قدم ہم نے پاساں کے لئے  
 مگر کسی کو اجازت نہیں فغاں کے لئے  
 جو سینہ وقف تھا بیدار آسماں کے لئے  
 کہ آج حاجتِ تنویر ہے جہاں کے لئے  
 کہ مضطرب از کاشکل ہزار و اداں کے لئے  
 بنا لیا اسے تعویذِ حفظ جہاں کے لئے  
 جنابِ خضر نے بی عمر جاوداں کے لئے  
 زباں کھلی ہے فرشتوں کی الاماں کے لئے  
 کہ باغِ دہر لگا لگایا حنزاں کے لئے  
 چنے ہیں بوم نے تینے ابیشاں کے لئے

زبانِ دی جو دہن کو مرے بیاں کے لئے  
 ہے روشنی ترے دم کی بیاں دہاں کے لئے  
 شبِ وصال میں یارب یہ کیا قیامت ہے  
 ہائے زخم جو دیکھے تو چارہ کرنے کہا  
 بنا لیا اسے یوں ہم نے ہر باں اپنا  
 جفا و جور تو اہلِ دنیا پہ کرتے ہیں  
 ہائے دل نے اسی سینہ میں جگہ پائی  
 نقابِ چہرہ انور سے دور کر لے ماہ  
 یہ کہہ رہا ہمتِ اسرار پر لبِ منصور  
 دیا جو نامہ مجبُوبِ لا کے قاصد نے  
 شرابِ آبِ بقا بھر کے جام میں مُنہ تک  
 مری فغاں جو شبِ غم فلک پہ پہنچی ہے  
 بہار کا ہو گزر اس میں باغبانِ کوئٹھ  
 اُڑ گیا ہے حنزاں میں نشیمنِ بلبل

شاہدہ میں سنائیں گے اسکو اے قرباں  
غزل لکھی ہے یہ نذر خدا بنگاں کے لئے

کہ درد عشق کا پہلو میں گھر ہے  
مدد کا قول نشتیں کا ٹھہر ہے  
چراغِ نادل کا آنکھوں کا ہنر ہے  
آہی تیری رحمت پر نظر ہے  
پریشاں بلبے بال و پر ہے  
مری بیلے مری بیلے کدھر ہے  
مرا تارِ نفیس تاجِ حشر ہے  
مری آغوش میں دردِ حشر ہے  
تھکے ماندے مسافر کا وہ گھر ہے  
وہ نقشہ آج تک پیش نظر ہے  
ہیں کس بات کا خوف و خطر ہے  
ابھی تک اشکِ فشاں چشم تر ہے  
جھکے سر ہمارا حشر کم ہے  
وہی اپنا وطن ہے اپنا گھر ہے  
درِ حاجت روا جب تیرا در ہے

ہمارا رنج بھی راحت اثر ہے  
وہ بُت قائم اسی کی بات پر ہے  
بڑی عیبِ بارِ دیدہ نظر ہے  
ہنیں مایوسِ بخشش سے گنہگار  
نفس میں چھوڑ دے بیدادِ صیاد  
یہ گورِ قیس سے آتی ہے آواز  
یہ دیتا ہے خبرِ صنیعی کی ہر دم  
تم آؤ یا نہ آؤ کچھ نہیں غم  
لحد کہتے ہیں جس کو اہل دُنیا  
ہنیں بھولا جو دیکھا تھا ازل میں  
ترا سایہ ہے جن تک اپنے سر پر  
کئی رونے میں ساری ہجر کی شب  
بڑھاپے میں لحد کو ڈھونڈتے ہیں  
جہاں ملنے لگے آرامِ دل کو  
بھٹکتا کیوں پھردں در درِ جہاں میں

کہاں ہے اور ہے کس حال میں وہ  
نہیں قرباں احمد کی خبر ہے

کیفِ جتنا عاشقِ نوخیزِ خوشی میں ہے  
اک زباں گویا دہانِ تنگِ خاموشی میں ہے  
ایک گونہ لطفِ حاصلِ خودِ فراموشی میں ہے  
گفتگو میں وہ کہاں جو کیفِ خاموشی میں ہے  
مدعیِ کجخت کیوں مصروفِ سرگوشی میں ہے  
کچھ رضامندی کا پہلو انی خاموشی میں ہے

میکش حاصل کہاں وہ لطفِ مے نوشی میں ہے  
کہہ رہا ہے سب سے زخمِ دل کا اجرا  
ہوشِ آنازہر ہے وارِ فنِ گانِ شوق کو  
تو نے لے مصروفِ کھویا بول کر لطفِ سکوت  
میرا آنا شاق گذرا ہونہ محفل میں کہیں  
چپ ہیں منہ سے کچھ نہیں کہتے سوالِ وصل پر

بھن رہی ہیں اُنکے پر تو سے شعا میں حُن کی  
 خاک ہے تو لے بشر اور خاک میں طجایگا  
 ان کی بدنامی کا باعث انکی شہرت کا سبب  
 مسجد و مین ڈھونڈتے پھرتے ہوزاہ کو عبث  
 جا چھپی ہے دھت رز اب خرّہ سالوس میں

باطنی جو ہر پہلے قریباں نہیں جاتی نظر  
 آجکل جو قابلیت ہے وہ تن پوشی میں ہے

کوئی اچھا ہوا البتک ترا بیمار بھی ہے  
 دیکھ لے پہلے کہ مظلوم خطاوار بھی ہے  
 گل کے پہلو ہی میں فطرتے رکھا غار بھی ہے  
 تیر تر کش میں بھی ہے ہاتھ میں تلوار بھی ہے  
 تھر کے ساتھ ہی میں رحمت عفا رہی ہے  
 ذکر مضمور بھی ہے تذکرہ دار بھی ہے  
 پوچھ لو جان کے دینے کو وہ تیار بھی ہے  
 اتیرنی گفتار بھی ظالم تری رفتار بھی ہے

چارہ گرا نے مدا میں تو ہشیار بھی ہے  
 بعد میں قتل کو تلوار اٹھانا ظالم  
 آستیں اپنی بچا کی نہیں واقف گل چیں  
 دیکھے آج ہے کس شخص کی ثبات آئی  
 کیوں ڈراتا ہے ہیں شیخ تو دوزخ سے سدا  
 اب نہیں ایسا کوئی راز جو کہدے پتجا  
 غیر کو شوق سے پھر مجھ سے سمجھنا بہتر  
 بجلیاں دل پہ گرانے کو مٹانے کو مجھے

صبر کر صبر کہ الفت کے چمن میں قریباں  
 ایک میں ہی تو نہیں نہ گس بیمار بھی ہے

کیا کہد یا گلوں نے کہ بلس ادا س ہے  
 ہم کو نہیں ہے آس مگر تم کو آس ہے  
 ہے دل نہ میرے پاس اب تیر پاس ہے  
 ہے دل مرا ادا س تو دنیا ادا س ہے  
 پہلی سی ان میں بو ہے نہ پہلی سی پاس ہے  
 تم سے نہیں ہے آس خدا کو تو آس ہے  
 جو دل تھا اپنے پاس وہ دل تیر پاس ہے  
 بلس چمن میں بیٹھی ہوئی پھر ادا س ہے

کیوں فصل گل میں ٹوٹی ہوئی اسکی آس ہے  
 ملنے کی اپنے دوست سے دنیا میں لے عدد  
 تو نے لیا تھا مجھے عدد و تجھ سے لے گیا  
 خوش ہے جو میری مع تو عالم ہے شادیاں  
 آئی خزاں تو پھول مسرودہ سے ہو گئے  
 ناراض تم ہو موصدا تو نہیں خفا  
 اپنے تو پاس جان ہے وہ بھی ہے عاصی  
 ہیں آج برق و باد کے آئنا پھر کچھ اور

علم و کمال کی نہیں قربانِ قدر کچھ

قابلِ وہی ہے رکھتا جو دولت کہ پاس ہے

نہ چھڑو زخمِ دل کا اب مرے انکوار اچھا ہے  
بچے اس کی تنہا ہے مجھ تیری تنہا ہے  
ترا اے بزمِ امکان جو شاہِ رواہ جھوٹا ہے  
وہی ناکامِ الفتِ کردہ ہی الفتِ تیرا ہے  
ہمارے دل میں ہر دمِ حضرت موسیٰ وہ جلوہ ہے  
ایسا تو خوب گذری اب فقط محشر کا کھٹکا ہے

نکد اں لے کے آئے ہوتے ہیں کیا سوچا ہر  
تعلق غیر سے تجھ کو تعلق مجھ کو ہے تجھ سے  
عدم سے بات اچھی اسیں کوئی بھی نہیں پائی  
ہتھیں جس سے عداوت ہو۔ برا تم جسکو کہتے ہو  
جسے تم نے کبھی دیکھا تھا با ہم طور پر جا کر  
بتوں کے عشق میں بدستیاں کی عمر بھر بنے

عدو دس طرح لے قربانِ آئیگا مقابل میں

کہ ہم خادم ہیں الفت کو ہیں الفت کا پوئی ہے

ترا بیمارِ الفت فی الحقیقت عارِ بستر ہے  
ہوئی اب اتھواں میری زبانِ خارِ بستر ہے  
کلِ بستر سے بھی نازک ہے وہ جو خارِ بستر ہے  
ہمارا جسم لاغر چارہ گر اب بارِ بستر ہے  
سمجھتا وہ اسے اپنی نظریں خارِ بستر ہے  
ترا بیمار بھی محسوسِ اسرارِ بستر ہے  
یہ زینت تیرے دم کی تو ہی سرکارِ بستر ہے  
جو نظر و نہیں جہانِ عیش کی ادبِ بستر ہے

شکنِ بستر کی اب اسکے لئے اک خارِ بستر ہے  
لگے چھٹے نقاہت کے سب سے شل بھی بستر کے  
نقاہت نے نکھارا رنگ کیا تیرے عاشق کا  
نہ تاب اٹھنے کی ہے ہکو۔ نہ ہمت پیچھا جانی  
کوئی تیکہ جو رکھتا ہے ترے عاشق کو پہلو میں  
نہ تھا اس کا پتہ صبحِ شبِ غم اپنے بستر پر  
میرے ہمراہ سوتا ہے تو زینت اسکی ہوتی ہے  
اسکی کو اپنے بستر پر لئے بیٹھے ہو خلوت میں

عدو جب بیٹھتا ہے میں سمجھ لیتا ہوں لے قربان

نگاہوں میں مری ہر ایک اُن کا تارِ بستر ہے

تیر جب پھینکے کوئی ہاتھوں سے لکھو مقام لے  
دل لرزتا ہے کسی کا کس طرح سے نام لے  
ہاتھ میں سانی عراجی لے قدح سے جام لے  
سے گلوں سے خار ہی اچھا جو دامنِ تھا لے  
محتجب آئے تو سانی آج اذینِ عام لے

آہ لے عاشق نہ کر اور ضبط سے کچھ کام لے  
خوف ہے افشائے الفت کا دلِ مجبور میں  
دیکھ بیٹھے ہیں ہزاروں رند تیرے منتظر  
پھول وہ کس کام کے بلبل سے نفرت جو کر دیں  
ابر باراں ہے۔ بہاریں ہیں۔ ہوا میں سرد ہیں

ایک دم بھر کو بھی دم جو گردشِ ایام لے  
پھر کبھی الفت کا تیری وہ نہ ہرگز نام لے  
نام جو دل سے خدا کا صبح لے اور شام لے

شکوہِ شام دراز بھر پر طعنے کئے

اپنے سر قربان کیوں اتنا بڑا الزام لے

بات ہی کرتے ہو ایسی جو بنائے نہ بنے  
چین پھر تم کو مرے گھر پہن آئے نہ بنے  
رخ پر نور سے بے پردہ اٹھائے نہ بنے  
بکڑے تھے حنکے مقدردہ بنائے نہ بنے  
اور جاؤں تری محفل میں تو جائے نہ بنے  
چین بے اپنے کلیجے سے لگائے نہ بنے  
نہ دبائے نہ بنے اور دبائے نہ بنے

انکی محفل کا یہ قربان عجب رنگ ہوا

جانا چاہے جو دہاں کوئی تو جائے نہ بنے

تھے جو آگاہ رہ الفت وہی غافل رہے  
کوئی ارماں دلیں اب باقی نہ اوقات رہے  
کیوں جگر مایوس کیوں محروم میرا دل رہے  
روح بنکر دل کے اندر لیلیٰ محفل رہے  
ہو کے آساں ایک دن آخر میری شکل رہے  
فائدے میں عالموں کے حشر میں جاہل رہے  
اور ہم موجوں میں ناحق ڈھونڈتے رمل رہے  
نئے محفل میں تری ہم رونق محفل رہے

غیر کی صورت جو تجھ پر رحم آجائے انہیں

پھر کوئی باقی نہ لے قربان تری شکل رہے

مٹو کر کے واسطے مرا سنگِ مزار رہے

میں بھی کچھ تدبیر سوچوں فکر کچھ وہ بھی کریں  
کارنامہ میری الفت کا اگر کُن لے رقیب  
صبح ہوتے اسکے منہ سے آئے خوشبوئے نسیم

کیوں ملے غیر کہ بے ساتھ اُسے لائے نہ بنے

جذب الفت میں اثر کچھ بھی جو پیدا ہو جائے

میری آہوں سے جو محفل میں اندھیرا ہو جائے

عمر بھر کا تب تقدیر کے شاکی ہی رہے

گر نہ جاؤں تو تقاضے ہوں دلِ مضطر کے

میری ہی طرح ترا دل بھی جو ظالم ہو جائے

آئی ہے جو شہ میں یوں انکی جوانی کی انگ

راہ چلتوں سے ہمیشہ پوچھتے نسرل ہے

رکھ کے گردن پر چھری تو پھیرے بھیکو رنج

تیر دونوں کی طرف اک پھینک دے چشمِ بار

فتیس الفت میں تری اک جذبِ لیا چاہے

کیا تعجب ہے نگاہِ ہر ہو جائے تری

وہ چھپے لا علم ہو کر یہ بھنے خود علم سے

اپنی قسمت کا سفینہ بھنس گیا گرداب میں

عشق میں بھی اپنی حالت کچھ نمایاں ہی رہی

غیر کی صورت جو تجھ پر رحم آجائے انہیں

پھر کوئی باقی نہ لے قربان تری شکل رہے

اللہ کی زمیں سے تہیں کیوں جبار رہے

کیا اپنی زندگی کا تجھے اعتبار ہے  
اسکا ہی آج تک مرے سر میں خمار ہے  
معلوم اپنی زلیلت کا اعجاب کار ہے  
بخش کا اسے رحیم وہ امید وار ہے  
منظوران کو دیکھنی دل کی ہمار ہے  
انسوس خشک آج وہی لالہ زار ہے

وہ تنگ و رند کر بھی نہ شاید ہوں مطمئن

قربان ان کے دلیں بہت ہی عباس ہے  
مگر نہ میرے دل پر محن کے پھول کھلے  
تجھے جو دیکھنے ہوئے ہیں کے پھول کھلے  
ہزاروں گور کے اندر کن کے پھول کھلے  
ابھی دیکھتے پھر بھی وطن کے پھول کھلے  
کسی نے دیکھے نہ داغ ہن کے پھول کھلے  
نظر جو آئے کہیں یاسمن کے پھول کھلے  
ہمارے دم سے تری انجمن کے پھول کھلے  
تری جفا سے ہمارے بدن کے پھول کھلے

جہاں کے باغ فصاحت میں آج اکر قربان  
بڑے عجیب یہ تیرے محن کے پھول کھلے

جیسا معشوق ہے ویسا ہی دلازار بھی ہے  
نغمہ ہے ساز بھی ہے رنگ پہ گلزار بھی ہے  
دیکھ گل چیں انھیں پھول میں کہیں خار بھی ہے  
اور پوشیدہ گلے میں مرے زنا بھی ہے  
تیری رحمت کی تنائیں گنہگار بھی ہے  
ہے وہی مصر وہی مصر کا بازار بھی ہے  
ہاتھ میں تیر بھی ہے پہلو میں تلوار بھی ہے

واعظ و کھانہ خوف و روزہ حیات سے  
ساتی جو تیرے ہاتھ سے پی بھی ازل و دن  
مثل جباب نقش مئے گایہ ایک دن  
جس نے کئے تھے جیل رحمت سر سب گناہ  
داغوں کے رنگ ابھارے موج ہوا کر غم  
کل تک برس رہی تھی جہاں مستی ہمار

ہزار بار چمن میں چمن کے پھول کھلے  
ضرور تو دل پر داغ و کیمت امیرا  
بہت سے کیروں نے اسیں ہیں کرے روزن  
زمانہ گذر اغزیروں میں ہم نہیں پہونچے  
لگا کے مرہم کا فوکر کر دیا منہ بند  
ہمارے واسطے چاہا کہ توڑ لیں ان کو  
ہمارے دم ہی سے رونق برھتی ہے محض کی  
ترے خدنگ محبت نے کر دیا زخمی

سخت دل جتنا ہے اتنا ہی جفا کار بھی ہے  
حیف ہے ساتھ ہو۔ ایسے میں میر معشوق  
پھول توڑے ہے کہیں ہاتھ نہ زخمی ہو جائیں  
ہاتھ میں میرے دکھانے کو ہے ہر دم شمع  
اس پہ بھی ڈال دے جھپٹے تو ذرا بہر کرم  
حسنِ یوسف نظر آتا نہیں آنکھوں کو کہیں  
قتل کا سہرا رہے دیکھئے کس کے سر پر



عشق میں تیرے نہیں کو لسی آفت ہم پر | شکوہ دوست بھی ہے طعنے اغیار بھی ہے

عشق میں تیرے اسیر آج ہے دل بھی میرا

دام میں تیرے یہ قمر بان گرفتار بھی ہے

میری حالت کی کچھ خبر نہ رہی | مجھ پہ الطاف کی نظر نہ رہی  
دیگی دل نے جو غیر کی تکلیف | میری حالت کی کچھ خبر نہ رہی  
اس نے دُنیاس میں کر دیا رسوا | اپنے قابو کی چشم تر نہ رہی  
عینک کا غل آرزو دینا | میری الفت بھی بے غم نہ رہی  
رکھ دیا کیس کسی نے ہاتھ اپنا | آج کیوں سوزشِ جبک نہ رہی  
تو نے ساتی پلائی کیسی سے | ایک ہی جام میں خبر نہ رہی  
بے ہنر ہوں یہ ہی ہنر ہے مرا | اب کہیں وقعتِ ہنر نہ رہی

اُن کے آنے کی کیا خبر قمر بان

مجھ کو اپنی بھی کچھ خبر نہ رہی

نہ تو سودا لی ہے کوئی نہ یہ دیوانہ ہے | ختم تو ہے - دل سوزاں ترا پروانہ ہے  
اب کوئی دم میں جھپکنے کو ہر دل اے ساتی | بادہ یاس سے لبریز یہ پیمانہ ہے  
جبکہ منہ سے یہ لگا پھر نہ چھٹا - تاہر حیات | کچھ عجب چمکنے میں عشق کا پیمانہ ہے  
بات جب سے کہیں - اب اس سے بجا و باہر | نیم نے آباد کیا دل کا جو ویرانہ ہے  
صبحِ محفل کی ادا سی کا یہ عالم توبہ | سمع اب بزم میں باقی ہے نہ پروانہ ہے  
دیکھتا ہے جو کوئی جوش اڑا دیتی ہے | آ نکھ ساتی ہے تری یا کوئی مینانہ ہے  
دو دن تھے ایک ہی سحر و سے دیکھا جو خلیل | تیرا کعبہ ہے وہی جو مرا بت خانہ ہے  
اپنے عاشق سے جو ہم کرتے ہو باتیں اُر لسی | اکوئی سودا لی ہے یہ یا کوئی دیوانہ ہے

نزع کے وقت کسی کی یہ صدا آتی ہے

ابھی قمر بان محبت سے تویگانہ ہے

ترے دلیں اے شیخِ نار خودی ہے | نہیں بانستیں کہ تو خشتی ہے  
بچے کی نقطہ یہ بچھائے سے تیرے | تری آگ جو دل کے اندر لگی ہے  
ترے واسطے ہے فقط اسکی خواہش | نہیں اپنے جینے کی ہم کو خوشی ہے

عدوتجہ میں اتنی ہی باقی کی ہے  
مرے دل کی بڑھتی ہوئی سبکی ہے  
نفسے میں تیرے اگر مخلصی ہے  
مٹا لینگا وہ ہی مجھے جسے دی ہے  
طریقہ کی گردِ شمنی دوستی ہے

محبت تو کرتا ہے لیکن غرض کی  
زبانے میں ہے نام جسکا قیامت  
تجھے آپ صیّا دھوڑے گا بلبل  
مرے دل کی کلفت مر و لگی سوزش  
نہیں دونوں دراصل خالی مزے سے

یہ قمر بان کیا بچ گئی ہے خزاں سے  
کلی جویتن کا تیری بھلی ہے

میری حسرت اور ہے میرا تقاضا اور ہے  
میری منشا اور ہے اُن کی تمنا اور ہے  
اس کا جلوہ اور ہے اس کا منشا اور ہے  
ان کے بیارِ محبت کا مداوا اور ہے  
حسنِ یوسف اور ہے حسنِ زلیخا اور ہے  
تیری لیلیٰ اور ہے اور میری لیلیٰ اور ہے  
دلِ عدو کا اور ہے اپنا کلیتہً اور ہے  
فکرِ دنیا اور ہے اور فکرِ عفتہً اور ہے  
میری شہرت اور ہے اور تیرا چرچا اور ہے

میرا۔ ارمیاں اور ہے میری تمنا اور ہے  
میرا مطلب اصل سے ہے انکا مطلب لکھ ہے  
کہتے ہیں دُنیا جسے اور کہتے ہیں عقیلیٰ جسے  
چارہ گر ہوتا نہیں اچھا دوا سے یہ کہہی  
اس کی قیمت ہے مگر اس کی کوئی قیمت نہیں  
فتیس وہ تو دلنشین ہے اور یہ محلِ نشین  
موت سے ڈرتا ہے وہ اور موت کا خوگر ہے یہ  
اس کا ساماں وقت کا ہے اس کا ساماں شکی  
جکوب دیوانہ کہتے ہیں تجھے دیوانہ گر

مرے دُنیا کے طے ہم کر چکے جتنے کہ تھے

موت کا قمر بان باقی ایک ٹھکڑا اور ہے

تباہ اپنے عاشق پر یہ کی بیداریوں تو نے  
کی اتنی قتل میں جلدی تباہ دیکھوں تو نے  
کہ جگوشامِ فرقت پھر کیا تھا یاد کیوں تو نے  
کیا بلیں کو پھر پر بند لے صیاد کیوں تو نے  
پھر اپنی جان دیدی عشق میں فرہادیوں تو نے  
مراد دلِ شاد کر کے کر دیا ناشاد کیوں تو نے  
کچھ تھا ضبط کا دعویٰ تو کی فریاد کیوں تو نے

کیا ہے شاد کر کے اسکو پھر ناشاد کیوں تو نے  
نہ ارمیاں میرا کچھ پوچھا۔ نہ خواہش میری کچھ پوچھی  
ڈرا ہوں جب نزع میں موت سے تو دی صدا آؤ  
نہیں منظور تجھ کو دل دکھانا جب کسی کا بھی  
نہ حاصل ہو سکی شیریں۔ رہا نا کام دُنیا میں  
کیا اقرار کر کے وصل کا انکار کیوں آخر  
وہ صبحِ شامِ غمِ غمنا یہ دینے آئے ہیں جگلو

یقین تھا جب تجھے سہمی وفا کی نامرادی کا  
کی اپنی عمر اے قربان پھر برباد کیوں تو نے

مر رہیں گے ایک دن ہم آپ خبر مار کے  
مر گیا ہے تو جلائے ایک بھوکہ مار کے  
بار بار مضا دے دیکھا ہے نشتر مار کے  
دام میں تیرے پھنسا دو چار ہی پر مار کے  
توڑ دو دل کو مرے دو چار پتھر مار کے  
مر گیا فرہاد جیسے تیشہ سر پر مار کے  
بیٹھ آ خر سب گئے دو چار چکر مار کے  
رہ گئے اس راستے میں سیکڑوں سہ مار کے

آئیگا کیا ہاتھ تیرے دل پہ نشتر مار کے  
ریج کرتا ہے عبت کشتے کا اپنے اے مسیح  
ایک قطرہ بھی کبھی دل سے نہ نکلا خون کا  
اے جیٹا داک مظلوم سامع چمن  
روز کے رنج و الم سے جھوٹ جلتے ایک دن  
میں اگر کمزور دل ہوتا تو مر جاتا یوں ہی  
کون ہو بچا کو چھ دلدارتک میرے سوا  
راز ہستی کا نہ اتیک عقل انسان سے کھلا

روح مضطر کو تری کچھ چین آیا۔ یا نہیں

مجھے قربان پوچھتے ہیں تیرے دل پر مار کے

دل کے کچھ ارمان نکل جانے لگے  
میرے نالوں سے دہل جانے لگے  
ساتھ میرے اے اجل جانے لگے  
شیخ صاحب کیوں پھسل جانے لگے  
کر کے وعدہ وہ بدل جانے لگے  
اتو زخم دل بھی پھسل جانے لگے  
برف کی مانند ٹھل جانے لگے

تیرے جب نظروں کے چل جانے لگے  
اک زمین کیا شام غم سنا توں فلک  
حشر کیا ہو گا اگر ارمان بھی  
میکدے ہیں دخت رز کو دیکھ کر  
بد نصیبی سے زمانے کی طرح  
نخل الفت بار در ہونے لگا  
مرہم کا فور سے یہ زخم دل

دھل کا ان سے کیا جب بھی سوال

سن کے وہ قربان ٹل جانے لگے

اے چارہ گرد و اہ یہ ہی ناچار چاہے  
عاشق کے ساتھ نرمی گفتار چاہے  
کرنا نہ بند خانہ خمت ارچاہے  
زندہاں میں ایک روز دن دیوار چاہے

سہارا غم کو شربت دیدار چاہے  
سخن سے اس کا شیشہ دل ٹوٹ جائیگا  
ساتی کلیدہ میکدہ ہے عید چاند کا  
شاید وہ دیکھنے کہی آئیں جنوں کی سیر

دل دیکھو وہ رہیں ندامت رہے مدام  
ساتی نے بے طلب ہی تجھے دیدیا ہر جام  
کہتے ہیں لے کے میری نگاہوں کا امتحان  
فنتوں کے ساتھ ساتھ ہی اتنا ہے خیال

عاشق پہ اتنا ظلم نہ دلدار چاہئے  
تجھ کو تو شکر رندِ قدح خوار چاہئے  
تجھ سے سبھی مجھ کو محرمِ اسرار چاہئے  
دُنیا کو دیکھنا دمِ رفتار چاہئے

قربان ہے جو عشق توں کا ترا شعار  
بیکج کے عوض تجھے زُنا چاہئے

جو صلح و جنگ ہوتی ہے اسی منزل میں ہوتی ہی  
لڑی رہتی میں نظریں جلوہٴ مہیاکِ قافل سے  
نگاہِ شوق کو وہ دیکھ کر اکثر یہ کہتے ہیں  
ہمارے دلکے اک کونے میں رہتی ہے بجلی سے  
نہیں ہوتی کسی داوی کسی رستے میں دُنیائے  
پھٹک اٹھتے ہیں خنجرِ دیکھ کر کشتے محبت کے  
پھٹا لیتی ہے اپنا شمع بھی فانوس میں چہرہ  
بجھی کو آپ اٹھاتے ہیں مجھی پر ظلم دھاتے ہیں

عداوت ملیں ہوتی ہے محبت ملیں ہوتی ہے  
ذرا بھی جان باقی کر دلِ لب میں ہوتی ہے  
جو ہوتی ہے زبانِ تیرے میرِ دل میں ہوتی ہے  
یہ جتنی روشنی اک شمع سے محفل میں ہوتی ہے  
جو سختی عشق کی صبرِ آزما منزل میں ہوتی ہے  
کہ انکی جانِ محزون خنجرِ قاتل میں ہوتی ہے  
عدو سے جب نظر مازی تری محفل میں ہوتی ہے  
مرے ہی دم سے رونقِ آپ کی محفل میں ہوتی ہے

نہ مانگو ترکِ ارماں کی دعا بھجوا دیتے ہیں  
کہ ارمانوں سے لے قربانِ رونقِ دل میں ہوتی ہے

بو جاتی ہے کیا بحر میں حالت نہیں کہتے  
اسکو بھی سمجھتے ہیں ادا حسن کی عشق  
اے شمعِ قیامت کو لئے پھرتے ہو اپنی  
گو پریش احوال کو آتے ہیں مسیحا  
ہو دوست میں اخلاص تو ہر لطفِ محبت  
وعدوں کے دفا کرنے کو کہتے ہیں مردوت  
ہم جانتے ہیں اسکو بھی اک حسن کی سیرت  
ہم روح کی صورت اسے رکھتے ہیں چھپا کر

ہم اُن سے کہی اپنی مصیبت نہیں کہتے  
مستوق کی رحمت کو عداوت نہیں کہتے  
کیوں چال کو تم انکی قیامت نہیں کہتے  
ہم اُن سے بھی کچھ حالِ طہیت نہیں کہتے  
مطلب کی کہی رسم کو اُلفت نہیں کہتے  
وعدوں میں تھلانے کو مردت نہیں کہتے  
شوخی کو تری ہم تو شرارت نہیں کہتے  
ہم آرزو سے بھی رازِ حقیقت نہیں کہتے

قربان رہ عشق میں ہے لطفِ ستم بھی

آلفت میں مصیبت کو مصیبت نہیں کہتے  
جائ دیتے ہیں اور جان کی پروا نہیں کرتے  
کرتے جو برا۔ تم اُسے اچھا نہیں کرتے  
ہم تیری محبت کو صدارت کھتے ہیں دل میں  
کرتے نہیں دُنیا میں کبھی حسن کا چرچا  
لیجاتے ہیں الفت تری خاموشی محبتیں  
گم گشتہ ہوں اے قافلہ والو مجھے دھونڈو  
وعدہ تھا یہی ہم سے ہی شرط و فاب  
مرضی ہے خدا کی نہیں بخشے کہ نہ بخشے

دین غمیں کیا کیا نہیں دنیا میں مگر تم  
قرآن کہی شکر خدا کا نہیں کرتے

سرور دل مرا تو ہے۔ مرا نورِ نظر تو ہے  
نہ بھر کیوں حسن پاکیزہ ہو تیرا جب زمانے میں  
جسے پیچھا ہے خون آرزو سے عمر بھر دل نے  
نہیں تو ہے غافل ہم اگرچہ تجھے غافل میں  
وہ سودا دیکھے تجھے پوچھتے ہیں درخت غربت کا  
کسی کا تجھ میں جلوہ ہے جو روشن تیرا بیکر ہے  
خیال یار آ کر شبِ فرقت اندھیرے میں  
خدا کی کس طرح باتیں تجھے معلوم ہو جائیں

ہیں انوس آتا ہے تری حالت یہ عادت ہے

ہنرمندوں میں اے قرآن رکھ رہے ہنر تو ہے

کہاں ہونے دیا اپنے ستم کو بھی عیال تو نے  
مٹا کر مجھ کو پھر میرا۔ مٹا ڈالناں تو نے  
کبھی غم کی سنی اگر نہ میرے داستان تو نے  
مرے مکتوب پر قاصدِ عدد کو دیکھ کر حاضر  
کہ رکھا درد بھی ظالم مرے دلیں نہاں تو نے  
کہ لے صیبا و گلشن میں جھلایا آشیاں تو نے  
تغافل سے مجھے رکھا یونہی محو فغاں تو نے  
بتا کیا کیا وہاں پر کی مٹیں رنگِ مینریاں تو نے

اُسی کو بخشیدیں فطرت کی ساری خوبریاں تو نے  
کیا ہے ساز و سامان کیا نیا اک باغبان تو نے  
لیا ہے یار ہائے چشم جاناں استخاں تو نے  
جو بھڑکی بن میں باقی استخاں سوز نہاں تو نے  
جو دل کی دیکھ لی ہوئی مے بے چینیاں تو نے  
نہ منہ ہم کو دکھا یا جا کے پھر عمر رواں تو نے

اکہی ننگ عالم جس کو اک عالم سمجھتا ہے  
سنا ہے آج وہ گلگشت کو گلشن میں آتے ہیں  
غضب ہے بھر بھی دلی قدر قیمت تو نہیں کرتی  
لحد میں کام آئیگی وہ کیر وں اور مٹی کے  
ترپ بجلی کی تیرے سامنے بیکار ہو جاتی  
بڑی ہی یوفا۔ بے ہر اور نا آشنا رنگلی

دنا کا تیری اے قرباں نہ آیا اعتبار ہم کو

نذا کر دی اگرچہ اس پہ جان ناتواں تو نے

اُہوں سے دل کو سر و چراغاں کئے ہوئے  
بیٹھے ہیں ہم بھی چاک گریباں کئے ہوئے  
خنجر کو آج لائے ہیں عریاں کئے ہوئے  
جو تھے جال یار کے حیراں کئے ہوئے  
بیٹھے تھے ہم تو ماتم عصیاں کئے ہوئے  
آئے ہیں سیر بنج شہدال کئے ہوئے  
پھرتے ہیں آج بال پریشاں کئے ہوئے  
دلت ہوئی ہے دلیں چراغاں کئے ہوئے

بیٹھے ہیں ترے واسطے سماں کئے ہوئے  
سنتے ہیں آکے دکھیں گے وہ زخم دل ضرور  
کہتے ہیں اس پہ خون کسی کا چڑھائیں گے  
مر کر بھی اسکو نیند نہ آئی ہنہزار  
رحمت نے خود خطاب کیا کیوں ہو۔ نا امید  
دامن سے خاک بھاڑ کے کرتے ہیں غسل وہ  
سایہ سے میرے جس کو رہا عمر بھر گریز  
پھر اے نگاہ ناز کوئی داغ ہو عطا

ملتی ہے مشکلوں سے گنہگار کو نجات

قرباں پیش آتے ہیں عصیاں کئے ہوئے

اُس کو ترس رہا ہوں مداوا کہیں جسے  
قطرہ ہے اُسکے سامنے دریا کہیں جسے  
اے مقیت تیرے دلیں ہے لیلیٰ کہیں جسے  
یارب وہ خواب خواب زلیخا کہیں جسے  
وہ بھی تو نا امید ہے عیسے کہیں جسے  
الفت کا میری لوگ نتیجہ کہیں جسے  
کرنا نہ کوئی بات قضا کہیں جسے

وہ کی نہ بات آپ نے اچھا کہیں جسے  
بننا ہے بھر کرتا ہے جوا شک آنکھ سے  
باطن کی آنکھ کھول کے کراہتاں کبھی  
لے کاش دیکھنا ہو ہیں عشق میں نصیب  
اب کون ہو مرہق محبت کا چہرہ گر  
یہ آرزو ہے تم سے میں ایسی وفا کروں  
کہتے ہیں اذن دیکھ مجھے عرض حال کا

اس میں پھنسا جو کوئی وہ کھویا گیا عزیز | یہ اک کھلا فریب ہے دُنیا کہیں جسے

دل میں پٹی ننا بھی اسی دل میں ہو گئی

**قربان** بد نصیب تنہا کہیں جسے

کیوں نہ محنت پھر ٹھکانے تیری پروانے لگے | شمع بر جل کر جو تو علم کا مزہ پانے لگے

آگیا جب وقت پیری نا اُمیدی آگئی | زینت کا اپنی پیالہ آپ جھلکانے لگے

غیر سے آنکھیں لڑانے کا اگر شکوہ کیا | بنے وہ لاعلم دید و منگی قسم کھانے لگے

دیکھنے کی چیز تھی ان کی حیا بعد وصال | جب چھپا کر منہ سرِ دامن میں شرمانے لگے

بنکے فریادی جو میں پیش خدا جانے لگا | تجکو محشر میں فرشتے آگے سمجھانے لگے

رند جب بگڑے تو بھاگا میکدہ سرِ محنت | بوتلیں دو چار کھائیں چند پیانے لگے

بات جب ہے جو برا عرش ہو دو دنوں طرف | تجکو الفت ہو تو تجکو بھی مزہ آنے لگے

مل گئی اچھی غذا۔ یہ عاشقوں کو عیشیت میں | انہوں دل میں لگے محنت جگر کھانے لگے

اسلئے **قربان** کہتے تھے نہ تو ان کو ترہوا

سُنئے تعریفیں وہ آخر اپنی شرمانے لگے

آپ کہتے ہیں کہ گلشن میں بہار آئی کو ہے | یوں جو کہیے ایک شے ناپائدار آئی کو ہے

بلبلوں کو بعد مستی پھر خار آنے کو ہے | پھر خزاں جانے کو ہے فصل بہار آئی کو ہے

جمنے تو دیکھنا اس کو عمر بھر میں ایک بار | کون کتاب ہے کہ گلشن میں بہار آئی کو ہے

بہہ گیا یہ بھی تو پھر کیا نذر دے گی یار کو | آخری آنسو بھی چشمِ اشک بار آئی کو ہے

اب ضرورت ہے تری تصویر کی لے داغ دل | وہ بھانے کو مری شمعِ مزار آئی کو ہے

کام اپنا کر گئے اشکِ ندامت کس قدر | حکمِ بخشش کا تری لے تیرہ کار آئی کو ہے

موت آئی والی ہے سن مجھے مجبورِ فراق | بقدرِ صحت سے گزری اب قرار آئی کو ہے

آج یہ کیسی بلا دی چشمِ سائی نے شراب | تھا مانا گرے کو ہوں مجھ کو خار آئی کو ہے

دیکھ کر صورت مری کیوں ہو گئی غناک سی | کچھ مروت تجھ میں کیا لے چشمِ یار آئی کو ہے

تو نہ گھبرا۔ اس قدر طولِ عیالات سے مری | جلد میری موت لے تیمار دار آئی کو ہے

صورتِ منصور یہ بھی کچھ نہ کہہ دے دیکھنا | اہلِ عالم دار پر اک راز دار آئی کو ہے

پھول کیا آنکھیں بچھا دے بلبلوں کی فرش پر | باغ میں لے باغبان اک گلزار آئی کو ہے

دیکھئے ہم کو میتر دیکھنا ہو یا نہیں  
سُنتے ہیں قربان ایکے پھر ہمارا نیکو ہے

دشت میں قیس - اور لیلیٰ قید محل میں رہے  
اور حلیٰ صبح تک تو شمع محفل میں رہے  
سیکڑوں دامادہ تھکے بچ منزل میں رہے  
آج کیوں ارمان باقی قلب سبیل میں رہے  
میرا مدفن راز بنکر کوئے قاتل میں رہے  
جس طرح لے قیس لیلیٰ چھپکے محل میں رہے  
ایک طوفاں موج کا جہیز زسار میں رہے  
ادوں عالم کا تماشا آنکھ کے تل میں رہے

کیوں نہیں اک دوسرے کو رائے یہ دلیں ہے  
خون پروانوں کے لاکھوں تیری گردن پر دلیں  
وہ بھی ہو گا کوئی طے جس سے ہوئی ہوا عشق  
آج تو خیر بھی ہے مقتل بھی ہے قاتل بھی ہے  
بعدِ مرن ہو نہ رسوائی جھائے دوست کی  
میرے دلیں بھی یو نہی رہتا ہے کوئی پردہ دار  
کس طرح پھر کشتہ حسرت کنا لے سے لگے  
کیا ضرورت ہے مجھے مارا پھر وہیں در بدر

فطرتا شکل پسندی جبکہ ہو ستر اشعار  
کیوں نہ پھر قربان تیری جان شکل میں رہے

محبوب وہ کہ جان پر تاں کہیں جسے  
ایسی بہار جان گلستاں کہیں جسے  
آئے وہ بو سیم گلستاں کہیں جسے  
وہ لڑکے صاف ہر درخشاں کہیں جسے  
میں تو وہی ہوں خار پہ داماں کہیں جسے  
روشن جبین چرخ پہ افشاں کہیں جسے  
ہلو کہاں نصیب ہو ایماں کہیں جسے  
آیا وہ خواب خواب پریشاں کہیں جسے

گلدرد وہ ایسا شان گلستاں کہیں جسے  
ایکے تو عندلیب ہے آئی نصیب ہے  
گلشن کو دل کے برق گرا کر حباؤ تو  
مجھ کو نظر نہ آئے تو تار یک ہے جہاں  
چھینے بہار سے کیا محب کو واسطہ  
میری ہی آہ دل کے شرارے تمام ہیں  
عشق تباں میں عمر ہی ساری گزار دی  
دیکھا شب فراق انھیں پہلوئیں غیر کے

قربان کو جہان میں قسمت نے ہے دیا  
سینہ بھی وہ کہ گور غریباں کہیں جسے

نشانی لیکے آئے ہو یہی تو ایک مدفن سے  
تعلق کیا رہا باقی مرا - شیخ و برہن سے  
تو کیا واقف نہیں ہیں آج تک میرے مدفن سے

نہ جھاڑو تم نہ جھاڑو تم ہماری خاک دامن سے  
محبت نے تہا ہی دین دایاں کر کے غارت  
بہتے پھرتے ہیں آتے نہیں دلیں مہربان سے



ہو گا دور یہ وجہ بھی یوسف کے دامن سے  
بہت مشکل ہوا دل کا بچا ناچشم رہزن سے  
میں لایا کوئے جاناں تنہو کوئی لائے اکین سے  
خدا کی شان خوش ہیں وہ مفریاد شیون سے  
مرے ماتم کا جلیہ ہے گلے میں دشمن سے

انہیں قربان آیا یاد شاید واقعہ کوئی

وہ اے تو بہت رونے لپٹ کر لوحِ مدفن سے

فقط اک بلبلوں کے دیدہ گریاں کرتی ہے  
فرشتوں سے بھی ہوتی ہے اگر انساں کرتی ہے  
جو لغزش ہوتی ہے میرے دل نادان کرتی ہے  
ربانی گپ کسی کی ابرو مژگاں کرتی ہے  
مرتب رسمِ الفت وعدہ دیباں کرتی ہے  
ہماری گفتگو جو کچھ شبِ ہجرال کرتی ہے  
ہماری گفتگو جب زکس حیراں کرتی ہے

اے قربان! فقط دایانِ رحمت جذب کرتا ہے

ندامت کی جو بارش دیدہ گریاں سے ہوتی ہے

خون اپنا بہاے جاتا ہے  
خون اپنا بہاے جاتا ہے  
دردِ الفت بڑھاے جاتا ہے  
آج بیا رہاے جاتا ہے  
کیوں تو چرکے لگائے جاتا ہے  
دل کو میرے دکھائے جاتا ہے  
پھبتیاں کیوں اڑائے جاتا ہے  
سر جو اپنا جھکائے جاتا ہے

بصدِ نفرت جھٹک کر ہاتھ دل توڑا زمین کا  
یہ ظالم چلتے چلتے اک نظر میں پھین لیتے ہیں  
وہی جلوہ وہی حیرت وہی آنکھوں میں کیفیت  
سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ہے جوابِ کھن داؤدی  
مرا مرنا انہیں تو عید ہے سامانِ عشرت ہے

کہاں رونقِ چمن میں برق اور باراں کرتی ہے  
حفاظِ کیوں خفا ہوں وہ حفاظ کی کیوں سزا دیں وہ  
اسے پہلوئیں رکھ کر کیوں مجھے پہلوئیں ڈالا ہے  
یہی دوسا نے ناقابلِ برداشت کرے ہیں  
ہمیشہ ختم ہوتی ہے محبت نا اسی دے پر  
فلک پر چاند تارے کان رکھ کر اسکو سنتے ہیں  
بہت بیتاب ہو کر وہ گرا دیتی ہے کچھ آسنو

کیوں تو مجھ کو تارے جاتا ہے  
رنگِ سبیل جمائے جاتا ہے  
دل میں اس کا حینال آکر  
کھوکھوت کو تیری چارہ گر  
دلِ مضطر میں نشترِ غمِ دوست  
کہہ کے زہاد بُرا بتوں کو تو  
تیرے کہنے سے غیر محفل میں  
اس کی رحمت اسی پہ ہوتی ہے

اس کو بھی آزمائوں میں قربان

### جو مجھے آزمائے جاتا ہے

بخڑیں جو نصیبے تو بسائے نہیں جاتے  
دل ہے حسینوں کے دکھائے نہیں جاتے  
ہم سے یہ ستم اب تو اٹھائے نہیں جاتے  
یوں روٹھے ہیں مجھ کو کہ منائے نہیں جاتے  
ہے بوجھ بہت پادوں اٹھائے نہیں جاتے  
کیوں پہلے کہی پڑھ کے سنائے نہیں جاتے  
کیوں خون سے دشمن کے رچائے نہیں جاتے  
اب اشک ندامت بھی بہائے نہیں جاتے

لکھے ہوئے الفاظ منائے نہیں جاتے  
نغمے انھیں نالوں کے سنائے نہیں جاتے  
لسہ اٹھا ہاتھ تو جوڑ اور حبسائے  
منت سے سماجت سے بھی چلتا نہیں کچھ کام  
کر بار سے عصیاں کے سبکے مرے خالق  
محشر میں جو اب سامنے آتے ہیں یہ اعمال  
ہاتھوں میں مرے خون کی تم ملتے ہو ہندی  
آنکھوں میں ہوئے خشک ترے خون سے آنسو

مدت سے انھیں بزم میں آنکھی نہیں دیکھا

### کیا بات ہے قربان بلائے نہیں جاتے

کانٹے ہمارے دیس چین ہو کے رہ گئے  
خاموش کیوں یہ مرغ چین ہو کے رہ گئے  
دعائے ہزار عہد شکن ہو کے رہ گئے  
اسرار تیرے فضل مہن ہو کے رہ گئے  
تیار میرے لاکھوں کفن ہو کے رہ گئے  
سب خاک نے میرا خاک کفن ہو کے رہ گئے  
دہ میرے دیس جلوہ فگن ہو کے رہ گئے  
چٹکیں بھی عنذ لب چین ہو کے رہ گئے

شرکاء کے تیرے جڑ و بدن ہو کے رہ گئے  
صیاد آگیا انھیں کیا دور سے نظر  
آیا نہ ایک دن کبھی بن کے سکون دل  
مجرم بنا کے میری زباں کو کیا خاموش  
قسمت میں گردِ راہ جو عزت کی بھٹی لکھی  
مٹی نے میرے جسم کی مٹی بن دیا  
میں ان کو دیکھنے بھی نہ پایا نگاہ شوق  
آئی بہار بھر گئی انھوں سے ہر نصیب

### قربان کی سنی جو عنذ لب بزم میں کبھی

جہاں تمام اہل سخن ہو کے رہ گئے

نہ کچھ خیر سے کہنا نہ کچھ شر سے کہنا ہے  
ابھی تو اپنا قصہ داد و بدست سے کہنا ہے  
نقطہ اتنا ہی مجھ کو آپ کے نشتر سے کہنا ہے  
نہ کچھ کہنا ہے نادک سے نہ کچھ خیر سے کہنا ہے

ہیں تو شوق دل اپنا فقط دلبر سے کہنا ہے  
ابھی کیوں قطع کرتے ہو زباں سکر مرا شکوہ  
کبھی دیس اگر آئے کیلجے سے بھی بلجائے  
انھیں معلوم ہے جو کچھ مرے دل کی تنہا ہے

مجھے تو آج اتنا ساتی کوثر سے کہنا ہے  
اعدد کا ذکر مجھ کو دارِ محشر سے کہنا ہے

سے لگا یادہ بُت قربان تیری داتاں دل  
کہ اس سے حال کہنا اہل میں پتھر سے کہنا ہے

اٹھے آخردہ محفل سے خفا ہو کے فنا کر کے  
کسی نا آشنا کو ہم نے چھوڑا آشنا کر کے  
تو چھوڑ بیگا مجھے اے چارہ گر آخر فنا کر کے  
مجھے خاموش کر دیتے ہیں وہ میرا بگلا کر کے  
نہ کچھ دیکھا دو کر کے نہ کچھ پایا دعا کر کے  
بہت بچائے انکو حال دل سے آشنا کر کے  
انھیں ہم لے تو آئے ہیں ننا کے اتجا کر کے

نہ دل ہوتا نہ اے قربان یہ سچ و اہم ہوتے  
مصیبت میں مجھے ڈالا خدا نے دل عطا کر کے

تہناری یاد اکثر نرگس بیار کرتی ہے  
چمن کے پتہ پتہ کو وہ لالہ زار کرتی ہے  
کہ یہ جو آرزو کرتی ہے وہ دشوار کرتی ہے  
نگاہ یار دل پر کس بلا کا وار کرتی ہے  
عیاں خود اسکی حالت صورت بیمار کرتی ہے  
یہ دل اقرار کرتا ہے زبان اقرار کرتی ہے  
زباں جو کام کرتی ہے کہاں تلوار کرتی ہے  
اگر غفلت خود ہی ہر انسان کو ہشیار کرتی ہے

بھلا قربان نہ ہم کیوں محرم اسرار ہو جائیں

وہ قدرت جب ہیں خود واقف اسرار کرتی ہے

شکر ہے آج کہ ہم لائق درماں نہ رہے  
سر پہ عشاق کے کچھ آپ کے احساں نہ رہے

پڑ بگاہا تھ سے اُسکے کبھی جس نے پلائی تھی  
تہیں کیوں خوف ہر اتنا تہارا کچھ نہیں جھگڑا

بہت بچائے اُسے آج عرض مدعا کر کے  
بتا کر حال دل اپنا تجا کر رنج و غم اپنا  
دوا میں ایسی دیتا ہے اتر کرتی ہیں جو اُلٹا  
میں کرتا ہوں جو شکوہ غیر کا اُسے کبھی ہمد  
مریض غم نے اپنی جان دی اور چارہ سازوں  
ہوئے مغرور وہ بیحد خودی میں بھر گئے آخر  
دل بیتاب پھر تو اُن کو آرزو نہ کر دینا

بہاں وہ ہر کسی سے خواہش دیدار کرتی ہے  
جسے فصل بہاری لوگ کہتے ہیں زمانے میں  
زمانے سے نزالی دی طبیعت بکھو خالق نے  
اُسے محفوظ رکھنا بزم میں دشوار ہوتا ہے  
طبیعت پوچھتا ہے کیا مریض غم کی چارہ گر  
تری رحمت کلاے بولا تری رحمت کا اسی مولا  
نہیں بھرتا ہے اسکا زخم۔ اسکا زخم بھرتا ہے  
زمانہ جب طمانچہ مارتا ہے ہوش آتا ہے

چارہ گر نے بھی کہا زلیٹ کے ساماں نہ ہے  
طرزِ غریبوں سے روائت نے وہی رکھا ہے

رہ گئی شرم کہ پردیس میں عریاں نہ رہے  
 غم کے سامان ہوئے عیش کے سامان نہ رہے  
 میرے قابو میں مرے دیدہ گریاں نہ رہے  
 جب یہ محفوظ مرے حبیب و گریباں نہ رہے  
 سوز تجھ میں یہ کبھی شمع سبوتاں نہ رہے  
 باغ دل باغ جگر پھر کبھی دیراں نہ رہے

آنکھ کھلتے ہی غم مرگ ہوا لے قریباں

کوٹا ایسا ہوا دن کہ پریشاں نہ رہے

تنگ ہیں گھر سے فتنہ محشر لے ہوئے  
 بیٹھا ہوا ہوں ہاتھ میں ساغر لے ہوئے  
 آئے ہیں آج پھولوں کی چادر لے ہوئے  
 آنکھیں ہیں میری سیکڑوں نظر لے ہوئے  
 آیا ہے آج قتل کا محضر لے ہوئے  
 در و در پھر ہے مجھ کو مقدر لے ہوئے  
 تلوار تھی کتالی کے جوہر لے ہوئے

عصیاں کا اپنے ساتھ بھی طواری بہت

قریبان ہم بھی جائیں گے دفتر لے ہوئے

لیکن خمار اس کا ہے اتنا لے ہوئے  
 اعمال آئے سامنے میرے کئے ہوئے  
 جیلے ازل سے داغ ہیں دل پر دیئے ہوئے  
 ہم تیری ٹھوکروں کے ہیں زندہ کئے ہوئے  
 گردن نے سب سنے سحر نائے کئے ہوئے  
 جاتے ہیں دلیں سیکڑوں ارماں لے ہوئے  
 اس پر عدد کے سیکڑوں ہی عاشقے ہوئے  
 مدت ہوئی ہے ہاتھ سے تیرے پئے ہوئے

بعد مرنے کے ملا ہم کو لحد میں بھی کفن  
 جب بہار آئی ہوا رنج و مصائب کو فروغ  
 کیا کروں غم کے سبب آنکھ سے آنسو نکلے  
 دشت و حشت سے مرا جسم بچیکا کیوں کر  
 ہونہ پروانوں کی گرمی جو ترے دہن شریک  
 پھول گر اس میں شگفتہ رہیں یاس و غم کے

آنکھ کھلتے ہی غم مرگ ہوا لے قریباں

کوٹا ایسا ہوا دن کہ پریشاں نہ رہے

ترجی بھوس کئے ہوئے خنجر لے ہوئے  
 ہکا ہوا ہوں دیکھ کے ابر بے رکو  
 شکر خدا لحد پہ چڑھانے کے واسطے  
 ہستی کے اور عدم کے تاشہ سے سیر ہوں  
 ہو خیر نامہ بر مرا خط کے جواب میں  
 جگر رہا فریب طلب سے مجھے نصیب  
 گردن کو ایک دار میں اس نے اڑا دیا

عصیاں کا اپنے ساتھ بھی طواری بہت

قریبان ہم بھی جائیں گے دفتر لے ہوئے

مدت ہوئی ہے جام محبت پئے ہوئے  
 میں حشر میں ہوا جو گناہوں سے منحرف  
 آتی ہے اُن کے منہ سے محبت کی بوند ام  
 ممکن نہیں کہ ہم کو قیامت مٹا سکے  
 یہ اور بات ہے نہ دیا اُسے کچھ جواب  
 لے لے تھے دلیں لیکے امیڈیں ہزار ہا  
 میں نے کیا تھا خط میں جو اظہار عشق کا  
 ساقی پلا دے جام خصوصی نہیں بھی آج

قربان کھل کھلا کے ہنسی برقی کس قدر  
دیکھا جو عنذلیب کو تنکے لئے ہوئے

جو آئے بھی شب وعدہ تو وہ آئے سحر موتے  
تو خداں روتے روتے لاش پر سب نے گر جوتے  
شریک اگر عزائیں تم اگر با چشم تر بوتے  
مرے درو محبت کے اگر وہ چارہ گر بوتے  
کسی جانب سے کچھ آواز آئی تھی سحر بوتے  
جو آہیں بے اثر ہوئیں تو نالے با اثر بوتے  
اگر نودل مجھے ملتے جو حاصل سو جگر بوتے  
جناب خضر گراہِ وفا کے راہبر بوتے  
مزه جب تھا کہ میت پر وہ اگر نوحہ گر بوتے

جھلا پھر کس طرح مرہون یہ قلب دگر بوتے  
اٹھا کر وہ کفن گرد کیچے لیتے چشم و لب میرے  
مرے لاشہ کو حاجت چہرہ رہتی غسل کی ہرگز  
میساجی خوشامدیوں میں کترا کیوں غسل ہوتا  
مریض حیر کو نیند آگئی اور رک گئے آنسو  
اگر ناکام یہ رہتی وہ اپنا کام کر جاتے  
میں سچ کہتا ہوں تم پر ایک دن قربان کر دیتا  
یقین ہے وہ کبھی کے کھو چکے ہوتے محبت میں  
ہنساکرتے تھے جو میری حیاتِ عشق پر اکثر

بذیر مرنی تھی ہونہ سکتی تھی شفا حاصل

میساجی جو لے قسربان اپنے چارہ گر ہوتے

تمہارا واسطہ کیا ہے عدو سے میرا جھگڑا ہے  
یہ جیسے انجمن میں شمع پر پروانہ جلتا ہے  
یہ کیسا لینے والا ہے وہ کیسا لینے والا ہے  
ہمارا دل بھی اب مثل سپر داغ گور جلتا ہے  
بہشتِ نادون ہے مجھوں جو وہ لیلے سمجھتا ہے  
ہمارا دل لمحہ میں بھی تیری خاطر تر پتا ہے  
مجھے مولا فقط تیرا ہی اک ماحصل سہارا ہے  
نہ باقی آرزو کوئی، نہ اب باقی تمنا ہے  
سنا تھا اُن کو کالوں سے تجھے آنکھوں نے دیکھا ہے  
وہ اندازِ اجل تھا تو یہ اعبازِ سیما ہے

میری اسکی ٹپنی ہے پھر نہیں اس کا گلا کیا ہے  
یوں ہی دل ہے میرا قربان اُن کے شعلہ رخ ہے  
خدا دیتا ہی جاتا ہے، بشر لیتا ہی جاتا ہے  
بہت اچھا کیا تم نے بجایا شمعِ تربت کو  
ہیولا ہے ہیولا ہے۔ یہ لیلے کا نہیں محفل  
نہ آیا چین جیتے جی، نہ آیا چین مر کر بھی  
ترے بندوں سے کیا لوں گا ترے محتاج ہیں وہ سب  
یہ سب تھے جو چلے جب تک ہے زندہ نہ لائے میں  
یقین یوسف سے بڑھ کر کیوں نہ ہو تیری تجلی پر  
مٹا کر ٹھوکروں سے زندہ کر کے سب سے کہتے ہیں

کوئی دنیا کا غم اگر سنا تا اب نہیں تجھ کو  
تو کج عافیت میں جب سے لے قربان بیچا ہے

سینہ میں ہے خلش تو تپش بھی جگر میں ہے  
 کتنا کمال دیکھئے نورِ بصر میں ہے  
 اب بوبے گل میں اور نہ لذتِ ثمر میں ہے  
 غنبر کا کاٹ نعرہ مرغِ سحر میں ہے  
 اتنا ہی بس قیام تو عسرِ بشر میں ہے  
 پھیلی اُسی کی بویں نسیمِ سحر میں ہے  
 مژگاں کا تیر-تیر کمانِ نظر میں ہے  
 خورشید میں کہاں ہے جو حدتِ قمر میں ہے

ہے خوفِ بحرِ غم میں کہیں ڈوب ہی نہ جائے  
 قربانِ تیری عمر کی کشتیِ معنور میں ہے

ہمارا دل جو رستے مٹا کر عدو کی ہمت بڑھا رہا ہے  
 میں جام لے لیکے لی رہا ہوں وہ جام بھر بھر ملا رہا ہے  
 اودھانہ ہم کو نسیمِ گلشن کہ خواب اکھوئیں آ رہا ہے  
 وہ آگے تربت پہ آج میری غبارِ دل کا اڑا رہا ہے  
 جیسے بابتیں بنارہا ہے ہمیں باتیں چھپا رہا ہے  
 بنارہا ہے بچارہا ہے - دکھا رہا ہے چھپا رہا ہے  
 رولا رولا کر منہ سارہا ہے ہنسا ہنسا کر رولا رہا ہے  
 کہیں وہ فتنے دبارہا ہے کہیں وہ فتنے اٹھا رہا ہے

وہ جہانِ وایمان کھونے والا، وہ غم سے راتوں کو پونے والا

وہ مجھ پہ قربان ہونے والا، جہان سے آج جا رہا ہے

لیتی ہے درس - برقی مہے اضطراب سے  
 پھر لوگے داو کیا، نگہبہ انتخاب سے  
 توبہ کر دوں میں آج ہی زاہدِ شراب سے  
 لیکن نہ ٹوٹ جائے میرا دل جواب سے  
 جس نے ڈرا دیا ہو نگاہِ عتاب سے

تکلیف جس قدر ہے سب اپنی نظر میں ہے  
 نقشہ تمام دہر کا میری نظر میں ہے  
 اس انقلاب دہرنے سب کچھ لیا ہے چہرین  
 یہ صبح وصل بول کے کرتا ہے دل کا خون  
 جتنی ہے جلیب کو خدا نے حیات دی  
 میں نے لیا تھا نامِ خدا کا دمِ سحر  
 ہوتا ہے اُون کا آج بد فکون دیکھئے  
 یہ سوز، یہ تپش، یہ حرارت، یہ انتخاب

ہمیں وہ کیسا بنارہا ہے ہمیں کیسا بنا رہا ہے  
 ہے بزمِ ساقی میں دورے کا جو میرے دکھ بڑھا رہا ہے  
 دکھا کے ہم کو وہ اپنا جلوہ کچھ اور بخود بنا رہا ہے  
 فلک کے نیچے نیا فلک وہ خرام نوے بنا رہا ہے  
 عدو کا قصہ وہ کہنا تھا - ہمارا قصہ لگا سنانے  
 وہ اپنا تیر، وہ اپنا پہلو، وہ اپنا جلوہ وہ اپنا چہرہ  
 یہ ہی تو ہیں دلربا ادا میں یہ ہی تو ہیں جانفزا حفا کیا  
 کہیں ہے تسکینِ فراہم کر کہیں قیامت ہے اکی ہو کر

سیکھ لے گریہ ابرنے چشم پر آب سے  
 چہرہ نکالتے نہیں تم جو نقاب سے  
 کوثر کے جام کا جو دلائے مجھے یعنیں  
 عرض وصال پر جو ہو گئے سنوں گا میں  
 درخواست اس سے جلوہ ثنائی کی کیا کروں

ناصح اُسے ڈرا لے روز حساب سے  
کوثر ٹپک پڑا میری چشم پر آب سے  
پیری نصیب ہو گئی پہلے شباب سے

میں کو حساب اپنے گناہوں کا یاد ہو  
آنکھیں بھر آئی تھیں تیرے عارض کی یاد میں  
کہولی جو آنکھ شکل نظر غم کی آگئی !

قربان سر پہ سایہ رہے والدین کا  
سب کو خدا بچائے برے انقلاب سے

تیرے بجا رافت کو کہاں آرام ہوتا ہے  
محبت کر کے ایدل مفت کیوں بدنام ہوتا ہے  
دہاں ہنگامہ ایسا روز صبح و شام ہوتا ہے  
ہمارا کام بنتا ہے تمہارا نام ہوتا ہے  
چلے جاتے ہیں ہم بیٹے جو اذن عام ہوتا ہے  
کسی بیدرد کا وہ آخری پیغام ہوتا ہے  
مگر دعویٰ نہیں اس کا ہیں الہام ہوتا ہے

دوا کا جام بھی ثابت قضا کا جام ہوتا ہے  
کسی صورت وہ قابو میں نہ آئے ہیں نہ آئیں گے  
قیامت کو چوہہ جاناں میں واعظ روز قیامت ہے  
چلے آؤ مسیحائی کو پیغام شفا لے کے  
ہماری فاقہ مستی بارے کا کیا اٹھائیگی  
قضا کی ایک جھکی نزع میں لیکر جو جاتا ہے  
صداء اک شعر تک اکثر آجاتی ہے کانوں میں

مڑے سے اب تو اے قربان دنیا میں گذرتی ہے  
گر یہ دیکھنا ہے کس طرح انجم ہوتا ہے

سمجھ کر اپنے قبضہ کا مجھے تجھ پر منتی ہے  
تصور میں جو رہتا ہوں تیری تصویر منتی ہے  
کہ جب تدبیر کرتا ہوں میری تقدیر منتی ہے  
کہ تم تدبیر کرتے ہو میری تقدیر منتی ہے  
تیرے وحشی کے ہنسنے پر ہر ایک تصویر منتی ہے  
میری تقدیر بدلتی ہے تیری تقدیر منتی ہے  
وہ تیرے چکر پر آسمان پیر منتی ہے

بلائیں لوں جو ابرو کی تیری شمشیر منتی ہے  
اودا دیتا ہے میرا مضحکہ بے جان ایک پیکر  
نہ جانے لاگ ہے تدبیر کو تقدیر سے کیسی  
خدا پر چھوڑ دو چارہ گرد اللہ اب مجھ کو  
تیری محفل میں گویا اک تماشا بن کے آتا ہے  
نصیب اپنا اپنا ہے عہد کیا اختیار اس پر  
جو میرے پاؤں میں تقدیر نے رکھی ہے اک گردش

قلم میں کتنی شوخی ہے مضامین کیا شگفتہ ہیں  
جو تو قربان کہتا ہے تیری تحسیر منتی ہے

پنہا کتر کسی کی اچھی صورت آہی جاتی ہے  
نظر کوئی نہ کو اچھی صورت آہی جاتی ہے

طبیعت لڑھی جاتی ہے طبیعت آہی جاتی ہے  
تجسس ہم جو کرتے ہیں نہیں وہ رائیگاں جاتا ہے

تو اس محبت کی گویا قیامت آہی جاتی ہے  
اک آنسوؤں کے آنکھوں میں محبت آہی جاتی ہے  
کہ ہو بیابان کتنا ہی زحمت آہی جاتی ہے  
تو آنکھوں میں کبھی انکی مروت آہی جاتی ہے  
تقاضہ سن کا ہوتا ہے شرارت آہی جاتی ہے  
بری محبت کی کچھ اچھو پھر رنگت آہی جاتی ہے

فطر قربان اتنے دیکھتی ہے کیف کے جلوے  
کہ تجانہ میں مجھ کو یاہ جنت آہی جاتی ہے

بے دوا - اچھا جو ہو آزار ایسا چاہیے  
اُس کو موسیٰ، طالب دیدار ایسا چاہیے  
انجن میں روزن دیوار ایسا چاہیے  
وہ یہ کہتے ہیں جہن گزار ایسا چاہیے  
مجھ کو ملنا طالع بیدار ایسا چاہیے  
زخم دینا جھگولے تلوار ایسا چاہیے  
ایک نغمہ بلبل بیمار ایسا چاہیے

کہدیا قربان اُس نے کہو لکرنہ نقاب  
جیسا تو ہے طالب دیدار ایسا چاہیے

لطف اس میں ہے کہ دل بایل فریاد ہے  
پھر نہ شکوہ ہی رہے اور نہ فریاد رہے  
گلشن دہر میں کچھ دن بھی نہ آباد رہے  
فکر دنیا سے ہمیشہ یوں ہی آزاد رہے  
تو ہے اور تیرا حسن حنا داد رہے  
ہاتھ میں تیرے ملا خنجر فولاد رہے  
ہے تعجب نہ اگر راہ عدم یاد رہے  
روز کا رنج رہے روز کی افتاد رہے

وہ جب تلوار سے سر کو کسی کے کاٹ دیتے ہیں  
چھپائے لاکھ گواہی نہیں چھپتی نہیں چھپتی  
گناہوں کا تصور دل کی آنکھیں کہو لیتا ہے  
وہ میرا حال بتیابی جو اگر دیکھ لیتے ہیں  
جیا کتنی ہی ہو یچیں - کبھی شرمی دیکھاتا ہے  
رہیں محتاط کہتے ہی مگر ہم نے یہ دیکھا ہے

اے سچا مشرب بیمار ایسا چاہیے  
دیکھ کہ جلو دل کو جو کہو دے نہ اپنے ہوش کو  
وہ ہنس دیکھیں نہ دیکھیں ہم انہیں دیکھیں ضرور  
جس جگہ ارمان و حسرت کا نہ ہو کاٹنا کوئی  
یا آہی اُن کو پہلو میں میرے آجائے نیند  
عمر بھرتا زہر ہے بھرانہ ہوا اس کو نصیب  
بانع والوں کو قفس کی سختیاں معلوم ہوں

دل پہ اک جو ہمیشہ تیرا جلا در ہے  
کاٹ دے تو جو زباں تیغ سے میری جلا در  
آگئی فصل خزاں موت کا لیکر پیغام  
کچھ تنہائی میں کی عمر سب راہی تمام  
کوئی دنیا میں ہے یا نہ ہے اے ظالم  
سامنے تیرے جھکائے ہوئے سر کو میں ہوں  
اسی رستے سے تو ہم آئے تھے دنیا میں کبھی  
کس طرح آئے مزہ زینت کا دنیا میں اگر



میں وہ غم دستِ یمنِ قربان دعا کرتا ہوں  
مرے پہلو میں تڑپا دلِ ناشاد ہے

بندے نہ تیرے ہونگے کہ بندے ہیں خدا کے  
کشتے ہوئے دنیا میں جو شمشیرِ جفا کے  
طالب وہ زمانہ میں نہیں ہوتے دعا کے  
رخسار دکھا دو جو ہمیں پردہ اٹھا کے  
ظاہر میرے چہرے سے ہیں آنا رقصا کے  
پروے میں چھپے رہتے ہیں وہ شرم و حیا کے  
ممنون ہیں وہ آج بہت بندِ قبا کے  
آتے نہیں واپس وہ کبھی قبر سے جا کے

خوش ہم کو رکھ یا کہ مٹا ڈال سستا کے  
بچتے اُنہیں خالق نے مراتبِ شہدا کے  
بیمارِ جہنم جنہیں کہتے ہیں مسیحا !  
ہم دل کو بجلی سے کڑیں آپ کی روشن  
کیا کرتے ہو اے چارہ گردِ ہوش میں آؤ  
شوخی کبھی بے پردہ اُنہیں کر نہیں سکتی  
ناخن سے میرے کہل نہ سکی اس کی گرہ بھی  
افسوس محبت ہے یہ احباب کی کیسی

ہم تو یہ ہی سمجھے کہ اُدھایا ہے بہت دکھ  
قربانِ مزہ خاکِ ملا دل کو لگا کے

رہکتے ہیں مال بھیکا ادنیٰ دوکان والے  
بر باد ہو چکے ہیں نام و نشان والے  
یوں تلخ ہونے ہم سے بیٹھی زبان والے  
تم کیوں پھرد بیٹھتے ہو کمرِ مکان والے  
کیا دیکھتا نہیں ہے اے آسمان والے  
ہنس ہنس کے کہہ رہے ہیں یہ آسمان والے  
جھوٹی زبان والے، سچی زبان والے  
قوت کمان کی ہے بانگی کمان والے

بے درد بے وفا ہیں یہ اُن بان والے  
کردٹ جوئے زمانہ رہتا نہیں ہے کچھ بھی  
کچھ بول بیٹھے بیٹھے ہم کو کبھی سناٹے  
حاضر ہے دل ہمارا۔ اس میں رہو خوشی سے  
تیرے حسین بندے مجھ کو ستا رہے ہیں  
ان سب بتوں کی جھوٹی دنیا میں ہے حکومت  
میں نے عدد سے ملکر مشہور کر دیا ہے  
تیرا یہ تیر ہر گز دل کو چہید سکتا !

گورِ جنتیں اُٹھائیں ابرو پہ بل نہ آیا  
قربانِ تم غضب کے ہوا اُن بان والے

کہ ڈالی ڈالی پتے پتے تک میں جلوہ گرتو ہے  
بنادیاں میں گجور فلکِ شکِ قمر تو ہے  
ہوا جس روز سے پیدا کئے عزمِ سفر تو ہے

ادھر دیکھا ادھر دیکھا۔ ادھر تو ہے ادھر تو ہے  
مہِ نو کی طرح سے آج ہر سو جلوہ گرتو ہے  
کمرے دنیا میں تجہ سے دوستی کیا ہے بشر کوئی

تجے ہم جانتے ہیں مالکِ شام دسھر تو ہے  
اُدھر ہی میرا قبیلہ ہے میرے مولیٰ جدِ ہر تو ہے  
میری نخلِ تنکا کا بہرِ صورتِ مَرتو ہے  
بتوں سے کیا اد نہیں مطلبِ جنہیں و نظر ہے  
میرے پہلو میں ایدل آج مانندِ شر تو ہے

اندھیرا اور اُجالا ہے - تیری زلف اور عارض سے  
نہ تو کعبہ میں جانوں نہ تجھ نہ کو پہچانوں  
تو ثابت تلخ ہو مجھ کو کہ ثابت مجھ کو شیریں ہو  
حقیقت کے جو شہید ہیں نہیں عشقِ مجاز کو  
کہوں میں برقِ تجلو یا کہوں میں آگِ انگارا

خدا کا شکر کر قربان بڑا یہ اس کا احسان ہے

سہارنپور میں اک شاعرِ عالیِ نظر تو ہے

ہے یقین وہ بھی پھر جفا نہ کرے  
زندگی میں وہ دن خدا نہ کرے  
عمر ہی اپنی حب و وفا نہ کرے  
کہ جو بیمار کی دوا نہ کرے  
کیسے منظور وہ دعا نہ کرے  
اپنی ہستی کو جو فنا نہ کرے  
شانہ گیسو میں کیوں صبا نہ کرے  
کہیں ظاہر یہ نقشِ پا نہ کرے  
فرضِ الفت کے جو ادا نہ کرے  
چشمِ خفتہ جو اپنی دا نہ کرے  
وہ ہی ناوک ہے جو خطا نہ کرے  
دل کو دل سے جو تو حب نہ کرے

اس سے اے دل جو تو وفانہ کرے  
مجھ سے محبوب ہو حبِ امیرا  
طولِ الفت کو طے کریں کیونکر !  
اس سچا کو کیا کرے کوئی  
درد سے جو بھری پُری نکلے  
اس کو ملتی نہیں بختِ ہر گز  
انکی باندی ہے اُن کی لونڈی ہے  
وصل کی شب یہاں تیرا اُنا  
زندگی کے وہ فرض کیا جانے  
اس کو دنیا میں کیا نظر آئے  
نگہِ نازِ واہ کب کہنا  
اے فلک پھر نہ ہم کریں شکوہ

دیکھتے رہاں خدا تجھے کیا دے

تو بتوں سے جو العجب نہ کرے

بادِ گلگوں کے ساغرِ آبِ چہلکانے لگے  
مست ہو کر جب کسی دن وہ کہیں گانے لگے  
خونِ دل پیئے لگے لختِ جگر کہانے لگے  
میرے پہلو میں وہ شامِ وصلِ شرمانے لگے

نوجوان ہوتے ہی آنکھیں مجھ کو دکھلائی لگے  
لحْنِ داؤدی کے کچھ ہم کو مزے آنے لگے  
آبِ دانہ بند اپنا جب ففس میں ہو گیا  
یا دکر کے صحبتِ اغیار کی بیب کیا لگے

ہو گئے سہ خوش شکونے غنچے اڑا سیکے  
دیکھ اب زحیم جگر پھر میرے بھرانے لگے  
پھر گلے شیشوں کے میخانہ میں پمانے لگے  
میری الفت کا مزہ اُس شوخ کو آنے لگے  
بے کھلے غنچے چمن میں آج مر جہانے لگے  
سو طرح دشمن ہمارے اُنکو بہکانے لگے

وصل کی شب دیکھ کر بڑھتا ہوا قربان کا شوق  
پہلے تڑپانے لگے اور پھر وہ گھبرانے لگے

دیئے صدے کسی نے انتہا کے  
ہوئے پابند وہ رنگ حنا کے  
یہ سب فتنے ہیں اس باد صبا کے  
کہ رستے بند ہیں اپنی دعا کے  
میں مدد تہ جاؤں انداز حفا کے  
پہرے میں آج وہ مروے جلا کے  
جو متوالے ہیں دنیا میں خدا کے  
جو کشتے ہیں تیرے تیر حفا کے  
ہیں اب ہم منتظر اپنی قضا کے  
نشان تک مٹ گئے اہل وفا کے

خدا محفوظ رکھے ان سے مجھ کو

یہ بت قربان ہوتے ہیں بلا کے

بے بسلی یہ کہہ رہی ہے چمن میں پکار کے  
ساماں ہیں کیسے کیسے عروس بہار کے  
دہوکے میں آئیے ہستی ناپائیدار کے  
ٹپتے ہوئے نشان ہمارے مزار کے  
متکدے ہیں یہ سب چمن روزگار کے

بلبل گل جب ہوئے صحن چمن میں ہم کن  
اے نمکدان تبسم جلد لے ان کی جنب  
اگلی پھر عید۔ پھر صہبائے نوڈھلنے لگی  
یا آپسی جذب دل میں ہو کچھ ایسا انقلاب  
اللہ اللہ! انخ میں دور خزاں کا یہ اثر  
رہط دیکھ ہم سے جب اُن کا بہت بڑھتا ہوا

جسلا یا مار کر مارا جلا کے  
رقابت کیوں نہ ہو ہم کو بھی اس سے  
یہ ہی کرتی ہے بوئے زلف رسوا  
فلک پر بادلوں کے جھگٹے ہیں  
غضب کی شونیاں بیباکیاں ہیں  
نکل آئے تھے گورستان کی جانب  
دہ بندے ہو نہیں سکے بتوں کے  
شہید ناز سب کہتے ہیں اُن کو  
کہاں تک انتظار اُن کا کہاں تک  
زمانے نے یہ کیسا رنگ بدلا

کیا سیر گل کروں کہ ہیں دودن بہار کے  
نیٹھے میں گل بھی حسن کو اپنے بھار کے  
عاشق جو تم ہوئے ہو کسی طر مدار کے  
ہیں خضر راہ اہل وفا اس جہان میں  
دل چہین نے کے واسطے پیدا کئے حسین

دشوار یوں سے کھٹے ہیں دن انتظار کے  
اللہ سے جو صلے دل بے اختیار کے  
جون نگہار کے کبھی سینہ ابھار کے  
کعبہ میں بل گئی ہے جگہ ہم کو ہو یکتا  
قرباں بنے مزار جو ہے میں یار کے

پل مارتے گذرتے ہیں لمحہ وصال کے  
کرتا ہے ضبط اُن کی جفا، جور آسمان  
سوطح چہین لیتے ہیں عاشق کا اپنے دل  
کعبہ میں بل گئی ہے جگہ ہم کو ہو یکتا  
قرباں بنے مزار جو ہے میں یار کے

ادنیٰ ساحس یار کا حسن ظہور ہے  
پہلو میں تو بھی اپنے لئے کوہ طور ہے  
مانیں نہ اُس کا حکم تو کس کا قصور ہے  
دریا بے بے کنار سے مشکل عبور ہے  
مرے یہ بھیجے آج ہی یوم نشور ہے  
کہہ تو دیا کہ تجھ سے محبت ضرور ہے  
باقی ہماری آنکھ میں اب تک سرو ہے  
کیون حسن چند روزہ پہ اتنا غرور ہے  
ظاہر میں جتنا تجھ سے کوئی دُور دور ہے  
قسمت میں جن کی جام شراب ظہور ہے  
ہر وقت کیوں زباں پہ تیری ذکر ہو ہے

گھر گھر جو یہ ضیا ہے جو گھر گھر یہ نور ہے  
دل کھول۔ آنکھ کھول نہ ہو حاسدِ کلیم  
نیکی بدی کی اُس نے تادی ہے سب کو راہ  
ایدل بہنور میں پھنس کے نکلنا نہیں ہے سہل  
اُس نے لگائیں تھوکریں قبروں میں بدیرغ  
کیا پوچھتا ہے عشق کی روداد بار بار  
موت ہوئی کہ کئی تھی کبھی اُن کے ہاتھ سے  
اے گل نہ خون سر پہ تو بلبل کا اپنے لئے  
اتنا ہی دل سے اپنے سمجھ اسکو تو قرین  
ہوتے نہیں میں مے سے وہ آلودہ دہریں  
زاہد اگر نہیں ہے تجھے حسن سے غرض

ستر باں کا حال پوچھ نہ بلند ہم نشین

شیشہ سے نعم کے شیشہ دل چو چور ہے

جون کو اس طرح نہ حنہ ارا نگہار کیے  
اب کیا غرض ہے آپ کو ہم سے سدہائے  
اب مجھ کو جینے دیجئے یا آپ مار کیے  
للہ اپنی زلف پریشاں سنوار کیے  
کچھ سوچئے نہ دل میں کچھ اپنے بچار کیے  
باقی جو رہ گئی ہے اُسے بھی گزار کیے

بے آئی موت اپنے نہ کشتوں کو مار کیے  
مرنے کے بعد آئے ہیں کیوں آپ قبر پر  
عاشق ہوں آپ کے مجھے اس کا ہے اعتراف  
افشا کر مٹی میری پریشانیوں کا راز  
ایمان اُسے لایے بے غور و فکر کے  
دنیا میں جس طرح تھی گذرنی گذر گئی !

ستر بان حرام موت ہے مرنا بڑا گناہ

جس طرح بھی ہو عمر دور و زہ گذارنے

دکھا کے جلوہ میر سے دل کو طر کر دیکھے  
وصال کا میر سے ارمان دور کر دیکھے  
کبھی جو دور یہ دل سے عزور کر دیکھے  
تو کچھ علاج دل نا صبور... کر دیکھے  
مجھے بھی آج خراب سرور کر دیکھے  
بہا خرام سے شور نشور کر دیکھے  
وہاں نہ بیوی لکے بھی ذکر حور کر دیکھے

مجھے بھی محرم نور و ظہور کر دیکھے  
قسم ہے آپ کو اتنا ضرور کر دیکھے  
نصیب آپ کو صورت کے ساتھ سیرت ہو  
جو آپ ہیں دل بے صبر سے خا میر سے  
جناب پیر مغال میکش قدیم ہوں میں  
اگر ہے آپ کو کشتوں کا دیکھنا منظور  
اونھیں ہے رشک وہ جنت کو اور کو سینکے

خدا کا خوف اگر دل میں کچھ بھی ہے قرباں  
بتوں کی دل سے محبت کو دور کر دیکھے

جو پہلے تھی محبت وہ نہیں ہے  
مٹھیں اب مجھ سے الفت وہ نہیں ہے  
ہماری آج حالت وہ نہیں ہے  
تری محفل کی وہ رنگت نہیں ہے  
یہ جنت ہے! یہ جنت وہ نہیں ہے  
وہ ہی ہوں میں حرارت وہ نہیں ہے  
کہ جو پہلے تھی سیرت وہ نہیں ہے  
جو اوتھیلی قیامت وہ نہیں ہے

بتوں میں مہر و الفت وہ نہیں ہے  
جو ظاہر کی تھی تم نے اول اول  
پے ہیں جام ہم نے بے خودی کے  
جو تھی۔ دور محبت میں ہمارے  
کیا کرتا تھا جس کا ذکر و اعظا  
وہ ہی ہے دل۔ نہیں وہ سوز باقی  
لگاڑی ہے حد و نے تیری عادت  
قیامت وہ ہے جو قد میں ہے اُن کے

لحد وہ ہے جہاں قرباں ہے دل و فن  
جسے سمجھ ہو تربت وہ نہیں ہے

ہاتھوں سے راقی اپنے منے خوشگوار ہے  
کشتہ، سمجھ کے دید کا نذر مزار دے  
وودن تو زندگی کے خوشی میں گنار دے  
کیوں روز روز جان۔ پھر اپنی ہزار دے  
آنکھوں کو کیوں فریب عرو میں بہار دے

رنگ خودی کو شیدہ دل سے تار دے  
دو پھول ہم کو مر کے ہی باد بہار دے  
دل کو سکون اے میرے پروردگار دے  
تجھ کو خدا قیام جو فصل بہار دے  
اپنا جو ساتھ یہ چین، روزگار دے

کوئی لمحہ سے اور بھی نیچے اُتار دے  
جانے قیام کوئی جوتیل دہنار دے  
زلزلوں کو اُن کی کوئی خدار اسنوار دے  
کس طرح بونہ میرا دل دغدار دے

یارِ جوان کے دل پہ ہے دستور اختیار

قرباں کو اپنے دل پہ ہی کچھ اختیار دے

پھر زباں پر نہ میری تذکرہ حور رہے  
کیوں نہ پھر تازہ سرا زخم کا انگور رہے  
کیوں ترے لب کو مذاق لب منصور رہے  
ایک دم ہم تو زمانہ میں نہ مسرور رہے  
ہم اسی غم میں پریشاں شب و بچور رہے  
ساری دنیا سے نزلے ترے غمور رہے  
عینِ وقت خیالِ دلِ رنجور رہے  
پاس میں جتنا ہوا آستے ہی وہ دور رہے  
طاقِ نیاں میں دھرا تذکرہ حور رہے  
میری خاطر سے عدوت بھی یہ دستور رہے

ابھی جائے گا کبھی رحمِ انہیں اے قرباں

شیوہ عشق و وفا تیرا دستور ہے

بلبل جو دیکھ لیتی ہے پھولوں کو پیار سے  
گلشن کبھی چمکتے عروسِ بہار سے  
اپنی بھی دل لگی ہے کسی گلزار سے  
پیدل نہ ہو جہاں میں الہی سوار سے  
وہ جا رہے ہیں لوٹ کے میرے مزار سے  
دل کیا لگاؤں ہستی ناپائدار سے  
وہ پھول کیا چنے چمنِ روزگار سے

عصیاں سے اپنے نہیں سمجھے بے حذر تیش  
ٹھہریں کہیں تو وہ ہو عدم یا وجود ہو  
بکھری ہوئی ہیں آج وہ مرگِ رقیب پر  
اس میں کسی کا سوزِ محبت ہے جلوہ گر

تیری آفت سے اگر دل میرا معمور رہے  
روز بہتا جو میرے دل کا یہ ناسور رہے  
ضبطِ کمرہ راز نہ کہہ - واقفِ اسرار سہی  
منقلبِ وقت نے ہر وقت طمانچہ مارے  
غیر کے دوش پہ بکھری نہ ہوں اُن کی زلفیں  
حکمر کارِ روزِ گیا اُن کو خبر تک نہ... ہوئی  
کہیں ہو جائے نہ یہ تیرے تغافل کا شکار  
عرش سے بھی ہے میرے باہم تقرب اُن کا  
میرے معشوق کی گردِ کچھ لے صورت لے شیخ  
غیر کے کہتے کرتے ہو جو تم مجھ پرستم

رہتی ہے چھٹی چار عروسِ بہار سے  
میری دماغ سے آج یہ پروردگار سے  
اسے عنایب تھو کو جو پھولوں سے ربط ہے  
دشمن بھی ہو تو ابرو اُس کی بنی رہے  
ایک بار اور دے اُنہیں تکلیف بیکسی  
اس کو بھی میری زیست کی صورت نہیں قیا  
جس سے خزاں کو لاگ ہو دشمن ہو باغیاں

رہتی ہے دُور دُور چراغِ مزار سے  
روئی خزاں لپٹ کے بہت لوگ غار سے  
مل کے ہمیشہ پھول بھی رہتے ہیں غار سے

جل جائے بیکسی نہ کہیں سوزِ شمع سے  
صیادوں نے سائیں جو بلبل کی، استہاں  
کیوں اُن کی بزم میں نہ عدد سے مار ہوں

### قربان

اچھا نہیں لگا خزاں و بہار سے

کیجیے۔ کیجیے۔ شباب کیجیے  
اب دل کو ہی انتخاب کیجیے  
پھر دل کا لہو شراب کیجیے  
اس کو نذرِ شباب کیجیے  
تو بہ مثلِ حساب کیجیے  
بر کا پھر اضطراب کیجیے  
بلوہ نہ یہ نقاب کیجیے  
مئے میں شاملِ گلاب کیجیے  
اب ہم سے نہ یوں حجاب کیجیے  
کیوں اُن سے بیانِ خواب کیجیے

میرے دل کو کسباب کیجیے  
تیرے شرکاء کا ہے ہدفِ کون  
پھر پھر گئی چشمِ مست ساقی  
آئی شوحی حیا کے بدلے  
دل توڑے توڑ کر پیسار  
اُنا سے اُنھیں تو اُنیں گے وہ  
اچھا نہ نقاب اٹھائے آپ  
کچھ منہ کا مزہ بدل جائے  
ہم دیکھ چکے ہیں حسنِ کافر  
اولیٰ دینے لگیں گے تعبیر

لب تشنہ لطفِ خاص ہے وہ

### قربان

پہ کیوں عتاب کیجیے

نہ چین میں اب وہ رہی خزاں نہ چین میں اب وہ بہار ہے  
وہ ہوا ہے جب سے جدا ہم تو نہ صبر ہے نہ قراں ہے  
بنا جا کے قبہ وہ چرخ کا اٹھا گور سے جو عبا رہے  
میری جاں طلی میری جاں طلی میرا تم سے یہ نہ گار ہے  
جسے لوگ کہتے ہیں دل یہاں میری حسرتوں کا مذاہن  
کو جو ماہِ اُس کا کر مٹائے اسے حکمِ تیشہ دار ہے  
جو وہاں بھی ایک فشاں تھا۔ تو یہاں بھی ایک فشاں ہے  
کوئی اس پر جان سے ہے فدا کوئی اس پر دل سے فشاں ہے

جہاں گل کبھی تھا اکلا ہوا۔ وہاں اب حکومتِ خار ہے  
کیا کیسا چرخ نے یہ ستم کر دیا فراق کا ہم کو غم  
یہ میں میرے عجز کی رفعتیں یہ میرے نیاز کی شغیاں  
کبھی تم نے اس کی خبر نہ لی نہیں کوئی دلکی کلی کہلی  
یہیں دفنِ حسرت ہے نشانِ یہیں دفنِ عشق کا کارواں  
ہے اگر تو حسنِ کارا زواں تو یہ رازِ دل ہی میں رکھ نہاں  
نہ تو چینِ زیست ہی نہیں ملا۔ نہ ہمیں اہل ہے پس فنا  
وہ جہاں الفتِ حسن کا۔ ہے نظرِ نوازا بنا ہوا

ملیں قربان راہ میں وہ اگر تو ہم اپنا وار کریں اُدھر  
کہ جو اُن کو شوقِ شکار سے تو ہمیں بھی شوقِ شکار ہے

جس طرح نکل جائے کوئی اپنے وطن سے  
عاشقِ مہرے محروم اگر گورد کفن سے  
قاعدہ نظر آتے ہیں جو کاغذ میں شکن سے  
مکتا ہے کہیں جوشِ جنوں وادرن سے  
یہ تم بھی پہل جاتے ہیں گرمیِ سخن سے  
غنیہ کی طرح لپٹے رہے تار کفن سے  
ہم نے ہے کیا عشق کسی غنیہ دہن سے

قربان ہیں سب سوز میں ڈوبے ہوئے مضمون  
جوانی ہے الفت کی ہمیں تیرے سخن سے

تو فقط مصور کر دے دل کو اپنے نور سے  
اُسے میں ہم سن کے ساقی تیری شہتِ دور سے  
کام اپنا روزِ پڑتا ہے شبِ دیچور سے  
خوب چھیڑن کر رہا ہے زخم کے انگور سے  
عشق کے مخمور سے یا حسن کے مخمور سے  
ایک کلیم اللہ لائے تھے تجلی طور سے  
اہل عالم جب نہیں واقف میرے دستور سے  
پوچھتے تھے عیش کے معنی عبتِ رنجور سے  
اُگ لینے تو چلے ہو آج کوہِ طور سے  
مجبو الفت ہے صنم سے تجکو الفت حور سے  
پوچھتے رازِ حقیقت ہم بھی کچھ منصور سے  
کام اتنا سخت لیتا ہے کوئی مزدور سے

کر لیا ہے دل کو اپنے ہم نے بھی قربانِ سخت  
ہم بھی واقف ہو چکے ہیں عشق کے دستور سے

بلبل وہ بہار آج گئی تیرے چمن سے  
عبرت نے لیا طعناں آپ اُنہیں خاک سے اپنی  
بل پڑتے تھے خط لکھنے میں کیا انکی جبین پر  
ہر قطرہ خونِ سرِ منصور سے رقصاں  
دل پر نہیں کیوں تیرے اثرِ شعر کا میرے  
ماؤں شکم میں بھی - برہنہ نہ رہے ہم  
خاموش پڑے رہتے ہیں یوں خلوتِ غم میں

سے غرض ہم کو بتوں سے اور نہ مطلب حور سے  
ہم کو آنا دیکھ کر کیوں بند میخانہ کیا  
روزِ اجالی ہے دل کو گیسوئے جاناں کی یاد  
مست ہو کر کیفِ دل سے آج اُن کا تیرناز  
کس سے رونق ہے بتا میخانہ میں ساقی پیسے  
ایک جلوہ ہم مہارِی بزم سے لے کر چلے  
پھر میرے ذوقِ وفا میں دخل کیوں دیتے بقیہ  
اُن سے پوچھو جن کی عشرت میں گزرتی ہے ظلم  
دیکھنا موسیٰ داؤدے خرمن ہستی میں آج  
عشق میں زابا نہیں ہیں تجھ سے پیچھے ایک کام  
کیا کریں وہ ہم سے پہلے فائزِ منزل ہوا  
کوہِ کاوی اور جانِ ناتواں نرہاد کی



اُس پر اثر نہ ہو ذرا لاکھ کوئی وفا کرے  
بندہ وہ لے لیا کرے جو کچھ اُسے ملا کرے  
جس نے برا کہا ہمیں اُس کا خدا بھلا کرے  
میں وہ ہی سن لیا کروں مجھ سے جو تو کہا کرے  
جس کا وفا شعار ہو اُس سے وہ کیوں دعا کرے  
چلنے سے اُس کو کام ہے حشر نہیں اٹھا کرے  
بندہ کو علم ہو یا خوشی نام خدا الیا کرے  
ہو علم و رنج یا خوشی فرض خدا ادا کرے

**قربان** میں اٹھ کے گھر سے اب بزم میں اُٹکی جاؤں گیوں  
اُٹھتا ہے دل میں درد اگر تو مجھے کیا اٹھا کرے

کھیلے رہتے ہیں شب بہر نالہ شب گیر سے  
بولنا سیکھا ہے ہم نے آپ کی تصویر سے  
دشمنی کیونکر نکالیں اپنی جبرخ پیر سے  
تیغ سے خنجر سے برہمی سے ناں سے تیر سے  
تیرے وحشی کو محبت ہو گئی زنجیر سے  
بے خبر ہیں آجنگ وہ آہ کی تاثیر سے  
بات بھی کرتے نہیں محشر میں بے تقصیر سے  
کس لئے لڑتا ہے انساں کا تب تقدیر سے

اہلیت رکھتے ہیں سب کاموں کی اے قربان تم  
ہو گئے لاچار لیکن کیا کریں تقدیر سے

یہ بہار تازہ تقریب خزاں گلشن میں ہے  
آ کر تیرے واسطے کافی جگہ دفن میں ہے  
تیرے دل میں ہے جو زہد وہ ہی سیر میں ہے  
ہے نہ سنبل میں وہ غولی اور نہ وہ یون میں ہے  
وہ شہید رنگ و بوسویا ہوا دفن میں ہے

جان ہی اپنی کیوں زدوں پچھ بھی وہ بت بجا کرے  
شک خدا ادا کرے اور نہ کچھ گلا کرے  
غیر کے لعن و طعن پر اپنی تو ہے دعا یہ ہی  
پچھنے نہ ایک قدم ہٹوں مرضی پر تیری میں چوں  
خیر وہ بے وفا سہی اتنی بھی بے وفا کی کیا  
وہ تو جفا حرام ہے ظلم تو اس کا عام ہے  
بندہ کا فرض ہے یہ ہی چاہتا ہے جو برتری  
ذلتیں گو ہوں کیسی ہی فرض ہے اُنکی بندگی

عشق جب سے ہو گیا ہے اک بت بے پیر سے  
گفتگو کرتے ہیں اس سے اپنی وحشت میں مدام  
ضعف کے باعث نکلے مٹنے سے اپنے ناخن میں  
اُسے ہو قتل میں تو پوری کروں سب حسرتیں  
کہیلتا رہتا ہے گویا ساز سمجھا ہے اسے  
اُن کو بھی معلوم کچھ ہوتا اگر ہوتا اثر  
پوچھتے ہیں کون ہے میرا یہاں تقصیر وار  
قاسم قسمت کے تاج ہے قلم اُس کا سدا

عارضی یہ رنگ و بوسویوں کے پیرا میں ہے  
کیوں تو جھرت بھر رہی ہے بعد میرے چار سو  
مانتا کہنا تیرا میں کیا کروں مجبور ہوں  
جوا دایں میں لب و لہجہ جانوں کو نصیب  
اے عروسِ بلخ عالم ڈھونڈتی ہے جسکو تو

جان کچھ باقی ابھی قاتل رگ گردن میں ہے  
دہیسی دہیسی آگ جو سسکی ہوئی خرسن میں ہے  
پہلی سی وہ یاغبناں رونق کہاں گلشن میں ہے

کیوں یہ اسے **قربان** پھر پیچھے گریباں کے پڑیں  
ناخنوں کے واسطے اک مشغلہ دامن میں ہے

جوانی جس کو کہتے ہیں وہ اک بہتا سا پانی ہے  
نرالا میرا۔ افسانہ سی میری کہانی ہے  
یہ ہی تو ایک باقی میری تربت میں نشانی ہے  
جسے خورشید کہتے ہیں میرا سونہا پانی ہے  
ابھی تو قصہ جنت فقط تیری زبانی ہے  
تمہاری دشمنی سے بھی زیادہ مہربانی ہے  
جن میں باغبان کیسی یہ تیری باغبانی ہے  
ابھی کیا ہے ابھی تو ابتدا کے گلستاںی ہے  
بتاؤ لگاؤ میں ہرگز یہ اک راز نہانی ہے

غزل منکر تیری **قربان** خوش ہوتے ہیں دل و لک

میسرے تجھ کو دنیا میں نرالی خوش بیانی ہے

وہ بت اس کو سنکر خفا ہو رہا ہے  
وہ بے تاب ہو کر خفا ہو رہا ہے  
میرے بعد ذکر و فا ہو رہا ہے  
تیرا خون ناحق حنا ہو رہا ہے  
قیامت کا عالم پیا ہو رہا ہے  
ہمیں حق سے کیا کیا عطا ہو رہا ہے  
عدو بھی میرا ہم نوا ہو رہا ہے  
تیرا ذکر کیا جا بجسا ہو رہا ہے

ابھی بات منہ سے بھی نکلی نہیں ہے

اور وہ ایک ہاتھ خنجر کے گلے پر پیر دے  
ایک دہائیہ آتش گلشن بنے گی دیکھنا  
نغمہ بلبل نہیں۔ نشوونما مجھے گل نہیں

وہ ہی زور جہت کی ہے جس رو میں جوانی ہے  
عدم سے میں یہاں آیا۔ یہاں سے پھر عدم پہنچا  
وہ میری خاک تربت کو عبث برباد کر لے ہیں  
میرا سونہروں ہے سب جسے دوزخ سمجھتے ہیں  
نہ جب تک دیکھیں زناہد یقین ہم کو نہ آئے گا  
عبادت کو جو آئے ساتھ میں اعینا کو لائے  
پکڑ کے لپیٹا۔ حسیاد تیرے سامنے بلبل  
پہلے پھولوں کے دوزخ دل ہمارے اشک ہم سے  
جہاں میں کس طرح آیا جہاں سے جاؤ لگا لگا

زباں سے جو شکر خدا ہو رہا ہے  
شب وصل اُسے میں نے کیوں گدگدایا  
یقین چھپتے جی اُن کو ہرگز نہ آیا  
میرا خون ملتے ہی وہ تیرے ہوئے  
نہیں باز آتے جفاؤں سے یہ بت  
نہیں قدر ہم کو مگر اللہ اللہ  
سنو گئے نہ کیا اب بھی میری نکایت  
ذرا۔ باہر اگر تو سن چھپنے والے

وہ قربانِ ناصح تھا ہو رہا ہے

ہم کو طلبِ بقا کی زحمت فنا کی ہے  
ہوتا ہے وہ ہی صرت جو مرضیِ خدا کی ہے  
شوخی کی مجھ پہ ہے کہ عنایتِ حیا کی ہے  
ماجت انہیں کب اپنے علاجِ دوا کی ہے  
جتنی خطا بھی ہے تری زلفِ دوتا کی ہے  
کیونکر کہیں کہ اس میں خطا دلربا کی ہے  
کرتا انہیں جو قدر کچھ اہل وفا کی ہے  
تم کیوں وفا کرو نہیں عادتِ خفا کی ہے  
کیا کیجئے کہ ایسی ہی مرضیِ خدا کی ہے

قربانِ حال ٹھیک نہیں یوں تو اب تیرا  
قدرت سے ہی اُمید ہمیں کچھ شفا کی ہے

سینہ مجھے سینے سے لگانے نہیں دیتے  
گھر غیر کے اُسکو کبھی جانے نہیں دیتے  
بے اُس کو پلائے اُسے جانے نہیں دیتے  
آنکھوں سے وہ آنسو بھی بھانے نہیں دیتے  
اس واسطے ہم شمع جلائے نہیں دیتے  
ہم دل سے تیری یاد کو جانے نہیں دیتے  
مٹی بھی ٹھکانے وہ لگانے نہیں دیتے  
ہم جانیں گے اب کیوں ہیں جانے نہیں دیتے

غیروں کی تو روداد کو سینے میں بصد شوق  
قربانِ کا قصہ وہ سنا نے نہیں دیتے

تیرا شہنا نہیں تو پھر کیا ہے  
یار چھوٹا نہیں تو پھر کیا ہے  
سودا مہنگا نہیں تو پھر کیا ہے

مولا طلبِ فقط ہمیں تیری رضا کی ہے  
بندہ جو چاہے کام وہ ہوتا نہیں کبھی  
آتے ہیں میرے گھر تو انہیں دوکتا ہے کون  
احسان تیرا لیں گے نہ بیمارِ غم مسیح  
اتنی نہ پھلتی۔ کبھی کھلتی نہ شامِ غم  
سہ سہ کے جور ہم نے بنایا ہے پُر جف  
اہل وفا کے بعد وہ پھٹتا ہے گنا بہت  
میں خوگر و فاموں تو کیوں چھوڑ دوں وفا  
دیکھا جو شرع میں مجھے یہ کہہ کے اوٹھ گئے

حسرت وہ کبھی دل کی مٹانے نہیں دیتے  
وہ بھیجے ہیں رہے ہی گھر بھر کی شب کو  
بچتا ہے بہت بچ مگر زرد غضب ہیں  
کہتے ہیں میری آبرو جاتی ہے انہیں سے  
خلوت میں غمِ عشق کی کیا کام دوائی کا  
ہے ایک یہی دل کے بیلنے کا وسیلہ  
دیتے نہیں تربت کو جگہ اپنی گلی میں  
اللہ۔ وہ کہتا تیرا۔ صبح شب وعدہ

تجہ پر مڑتا نہیں تو پھر کیا ہے  
وعدہ پورا۔ کبھی نہیں کرتا  
جان دیکے بھی تو نہیں ہلتا

تیرا جلوہ نہیں تو پھر کیا ہے  
تیرا سودا نہیں تو پھر کیا ہے  
اب یہ رسوا نہیں تو پھر کیا ہے  
تیرا بندہ نہیں تو پھر کیا ہے  
زخم اچھا نہیں تو پھر کیا ہے

دل کے اندر رہے روشنی میرے  
تیرا وحشی نہیں تو پھر کیا ہوں  
ورہ پھر رہا ہے وحشی عشق  
لاکھ منکر سہی مگر انسان پڑ  
دل کا انکورد دیکھ کر بولے

ساری دنیا میں آج اے قرباں

تیرا چرچا نہیں تو پھر کیا ہے

دل ہے ناوک کیلئے ہے جان خنجر کیلئے  
خوب سامان کے داؤر محشر کیلئے  
میری تربت تو رہی آپ کی ٹھوکر کیلئے  
ہم پریشاں ہی رہے عشق کے رہبر کیلئے  
آٹھ موزوں بھی میری طور کے منظر کیلئے  
ہم نے گوبینکڑوں بو سے رخِ دلبر کیلئے  
اک لحد اور بنے اس میرے دفتر کیلئے  
سے سخاوت سببِ غیر تو نگر کیلئے

پاس جو کچھ ہے ہمارے وہ ہے دلبر کیلئے  
ہم نے گن گن کے تیرے جو دستِ یاد کئے  
غیر اگر میں نہ رہا عشق میں باقی نہ سہی  
منزلِ عشق کا واقف نہ ملا کوئی ہیں  
یہ بختِ سیرِ نظر۔ اور یہ حیرت کو شہی  
شوق تو دیکھئے نیت نہ ہوئی سیر کبھی  
تھر میں ساتھ لئے جانا ہوں اعمال اپنے  
محض ہے تجھ کو ملائیں کی خیرات بھی دے

تیرے قرباں ذرا۔ اے کے خبر لے ان کی

زخم چھپے ہیں کھلے منہ تیرے نشتر کیلئے

دل کے لیے لینے کو دزدیدہ نظر رکھتا ہے  
جب نہیں بار میرا۔ میری خبر رکھتا ہے  
اب وہ مشکل ہی سے امید سحر رکھتا ہے  
میرا نالہ بھی قیامت کا اثر رکھتا ہے  
نگ دل وہ بھی تو پتھر کا جگر رکھتا ہے  
بال رکھتا ہے بخت نہ ہر رکھتا ہے  
ہنس کے کہنے لگے تو مشقِ حشر رکھتا ہے  
دل وہ لوہے کا تو پتھر کا جگر رکھتا ہے

پاس ظالم وہ بہت اپنے ہنسر رکھتا ہے  
کون کہتا ہے میرا نالہ اثر رکھتا ہے  
پاس بیمار کے آنا ہے تو آجائے کو  
ایک سنگِ گمہ بیا ہوتا ہے شامِ فرقت  
لاکھ تو ظلم کرے آف نہیں کرتا عاشق  
چھڑے جائیگا حیدر کہاں اڑ کے اسیر  
میں نے جب ان سے کہا غریب گھر شب کو ہے  
نالہ عاشقِ ناشاد سے پچھلے کیونکر کر

جن جگہ جاتا ہے تو چھپے اُسے ہے معلوم  
تیرا۔ **قربان** تیری روزِ خبر رکھتا ہے

یہ سوچ پہلے تیری دیا میں اثر بھی ہے  
عاشق کے حالِ زار یہ ظالم نظر بھی ہے  
ہوتی اگرچہ شام بھی ہے اور سحر بھی ہے  
مرتا ہے تجھ پر کون تجھے کچھ خبر بھی ہے  
اُسے عندِ لبِ بازوؤں میں کوئی پر بھی ہے  
نعلِ اُسیب میں کہیں آیا شمر بھی ہے  
دل بھی ہمارے پاس ہے غمت جگر بھی ہے  
وہ دل میں پردہ دار بھی ہے جلوہ گر بھی ہے

وہ مہرباں بھی ہے اُسے سبکی خبر بھی ہے  
مرہٹا ہے بیقرارِ نظر پتا ہے رات و دن  
جس کی طلب ہے مجھ کو وہ اُٹا نہیں کبھی  
ہوتا ہے پردے پردے میں رسوائے دہر تو  
تجھ کو نفس سے حسرتِ پرواز ہے مگر تیرے  
انجامِ معنیِ عشق کا کیا سوچتا ہے تو  
اُسے تیرا کون ہے ان میں تجھے پسند  
ہم دیکھتے ہیں ظاہر و باطن اُسی کا نور

**قربان** اب تو فکر کرو آخرت کی کجی

ہیں بھریاں بھی چہرے پہ اور خمِ کمر بھی ہے

بدنام تیرے عشق میں ہم کو بکور ہے  
کرتے سدا جہاں میں تیری جستجو رہے  
منظور ہے کہ پہیلی الفت کی پور ہے  
زیرِ لہجہ بھی لیکے تیری آرزو رہے  
کچھ اور تھوڑی دیر ابھی گفتگو رہے  
دل میں لئے ہوئے تیری ہم آرزو رہے  
زخموں کے ساتھ ساتھ وہ کرتے رور ہے  
وہ دل نہیں ہے کبہ ہے جس دل میں تو رہے

پہونچے جہاں کہیں بد فحستجو رہے  
تیرا ملا شرع نہ ہم کو کہیں کبھی نہ پڑے  
دیتے ہیں حکمِ لاش کو میری کچھو نکدو  
آنکھیں کہنیں جو حشر میں تجھ کو کیا طلب ہے  
اُٹا ہے لطفِ زاہد و رندوں کی بحث میں  
آنے کی تیرے نزع میں بھی تھی ہمیں امید  
دروِ غلش کا لطف نہ آیا ہمیں کبھی نہ پڑے  
تیرے خیال کو بھی سمجھتے ہیں پاک ہم

پیچیدہ راستہ ہے نہیں رہنما کوئی

**قربان** راہِ گان نہ تیری جستجو رہے

مریضِ عشق تیرے نہیں دوا کے لئے  
اُٹھاوے ہاتھ جو پیرِ میاں دعا کے لئے  
کرو نہ ظلم و ستم اس پر تم خدا کے لئے

سکون چاہئے بس قلبِ مبتلا کے لئے  
امیدیں پوری ہوں رندوں کی مینہ بر سجا کے  
تمہارا رے درد نے دل کو کیا بہت ناز کرے

کبھی نہ دیگی یہ رنگت تمہارے ہاتھوں میں  
کبھی علاج نہ تو نے کیا تو جب سے  
نہ کی خدا نے محبت نے حد کوئی قائم  
ہزار حسن ہوں و حسن خاص سے ظالم  
تبا بھی کہتی ہے رخسار بھی بتاتے ہیں

وہ چونک پڑے ہیں قمر بان تیری آنکھوں سے  
شب فراق نہ فریاد، مگر خدا کے لئے

خوش نہ ہوا سے دل ناشاد یہ سودا کر کے  
قیس بھی چلتا ہوا سا کن صحرا کر کے  
اپنی آنکھیں میں دکھا دوں ابھی دریا کر کے  
میرے پہلو سے پہر اٹھتے ہیں وہ جلد کر کے  
مجھے مشہود کیا غیر نے چربا کر کے  
کہ بہری بزم میں بیٹھو مجھے تنہا کر کے  
اک زمانہ کو فدائے رخ زیا کر کے  
جلد یا اور میرا درد زیادہ کر کے

اٹھ گیا بزم سے خاموش کوئی اے قمر بان  
ہمیں کچھ بھی نہ ملا عرض منت کرتے

حق تو یہ ہے کہ ہمیں حق سے ملا دیتا ہے  
کون دیتا ہے ہمیں صرف خدا دیتا ہے  
اپنی ٹھوک سے وہ مردوں کو جلا دیتا ہے  
ایک لحظہ میں میرے دل کو جلا دیتا ہے  
دل کی کلفت میرے رب اکے مٹا دیتا ہے  
چارہ گرد وہی اب جگمگ مزا دیتا ہے  
جھوٹی سچی جو کوئی غیر لگا دیتا ہے  
کون یہ راہ عدم ان کو بتا دیتا ہے

عشق چھوڑے گا تجھے دہر میں رسوا کر کے  
دیکھئے آئی ہے لیلے میری کب پاس کر کے  
سیر ویا کی اگر آپ کو لھر آجا ہے  
ہے قیامت جو سر بزم قیامت نہ اٹھے  
میں نے تو حسن تیرا دل میں چھپایا ہے حد  
کیا یہ ہی شرط وفا تھی تمہیں انصاف کرو  
بھول کر اب وہ دکھاتے نہیں اپنا جلوہ  
سینہ پہ اٹھ میرے دکھ کوئی فوج کیہ قند

جام جو ہاتھ سے ساقی تو جلا دیتا ہے  
ہم کسی کے نہیں عجاج کبھی ہوتے ہیں  
اس کا اعجاز میا سے نہیں کچھ کم بخدا  
جب کبھی کرتا ہے وہ بات کبھی ستمی کی  
حب و وعدہ جو شب وصل جلا آتا ہے  
کہ میرے دروہ اللہ نہ دے ماں کوئی  
بات کرتے نہیں ہو جاتے ہیں برہم مجھ سے  
مرنے والے جو شب دروڑ پٹے جاتے ہیں

تو جوتا ہے بہل جاتا ہے قربان کا دل  
دیکھ کر تجھ کو وہ غم اپنے بھلا دیتا ہے

میری حالت پر کچھ نظر بھی ہے  
اے دل اتنا ملال نا کامی  
پہلے درازی شب غم  
کون روٹا ہے تیری بالیں پر  
پہر ہی جلوے کو ڈھونڈنا اس کے  
مرنے والے نہ ہو ذرا غمگین نہ  
خدا تو رکھے میں لاکھوں لکھ لکھ کر  
ابرو ضبط کی مٹانے کو نہ نہ نہ

کچھ مرے حال کی خبر بھی ہے  
ترے نالوں میں کچھ اثر بھی ہے  
غم کی اپنے کوئی سحر بھی ہے  
مرنے والے تجھے خبر بھی ہے  
دیکھ پہلے تجھے نظر بھی ہے  
کوئی لاشہ پر نوہ گر بھی ہے  
بھیجوں کس طرح نامہ بر بھی ہے  
دل نالوں بھی چشم تر بھی ہے

تیرا قربان ہے بہت غمگین  
بے وفا کچھ تجھے خبر بھی ہے

نالوں میں الہی مرے ایسا اثر آئے  
اس نخل تنہا میں نہ کیوں پہر شمر آئے  
گیسو تیرے بڑھتے ہوئے جب تاکہ آئے  
دنیا کو چمکتے ہوئے تارِ نظر آئے  
ارمان ہے اُن کو کہیں جندی سحر آئے  
ترت میں بڑے کام یہ داغ جگر آئے  
جو کام نہ کرنا تھا وہ ہم آج کو آئے  
جاتے تھے کہاں اور نکل ہم کدھر آئے  
سے ضبط وہی لاکھ اگر آنکھ بہر آئے  
ہاتھوں سے سنبھالے ہوئے دل اور جگر آئے  
کیا حور و ملک خلد سے یارب اتر آئے  
ترت پر میری روئے مرے نوہ گر آئے  
کیوں آج میری لاش پر با چشم تر آئے

تہاے ہوئے دل اور وہ زخمی جگر آئے  
سچا ہے اسے ہم نے بہت خون جگر سے  
کچھ اور بڑھی میری پریشانی دل بھی  
بن کر جو شرا سے گئے نالوں کے فلک پر  
سے شام ہی سے فکر میں جانے کی پریشاں  
تاریکی میں سیہ گورہ کرتے ہیں چراغاں  
ٹٹنے کے لئے تیرے ملے غیر سے جا کر نہ  
کہہ کو چلے بھول کے میخانہ میں آئے  
اُمید ہے تو مگر نکلے نہ اُسو مرے باہر  
ناحق ہی گئے آج کسی شوخ سے ملنے  
دنیا میں جبر و دیکھتے ہیں حسن کے جلوے  
ارمان و تمنا میں ہے ہنگامہ بواستم نہ  
جب جیتے جی دنیا میں مری بات نہ پوچھی

اسے چہرہ نشین اور کسی کی نہیں حسرت | ارمان یہی ہے کہ مجھے تو نظر آئے

**قمر بان** ہوں اس ناوک انداز کا مشتاق  
جو چہرے کے دل میرا جگر تک اُتر آئے

لیکے وہ داغ دل داغ جگر جاتا ہے  
دیکھے - تیرنگہ اُس کا کدھر جاتا ہے  
اُہ عاشق تیرا - محروم ٹھہر جاتا ہے  
شوق میرا تیری چالوں سے ٹھہر جاتا ہے  
اپنی ہمراہ لئے زادِ سفر جاتا ہے  
جو گزرنا ہے مرے دل پہ گزر جاتا ہے  
ایک آتا ہے ادھر ایک ادھر جاتا ہے  
دو گھڑی کیلئے بیخود مجھے کرجاتا ہے  
کوئی آتا ہے ادھر کوئی ادھر جاتا ہے  
جب بگڑتا ہے مرا کام سنو جاتا ہے  
ابھی کہتا ہے ابھی صاف مکر جاتا ہے

جو حلقوں پر تیرے **قمر بان** تعجب سے ہیں

جو کسی سے نہ ہو وہ کام تو کر جاتا ہے

تو اُن سے ہم کبھی عبت تمام کر لیں گے  
اسیرِ زلف و رخِ لالہ فام کر لیں گے  
کسی عین کے دل میں قیام کر لیں گے  
تو تجھ کو ناصحِ مشفق سلام کر لیں گے  
کہ ہم بھی عید کو ماہِ صیام کر لیں گے  
تمہارے چاہنے والوں میں نام کر لیں گے  
تو نیند آنکھوں میں اپنی حرام کر لیں گے  
ملا جو موقع تو ہم بھی سلام کر لیں گے  
وہ خالی اپنا مراجمی و جام کر لیں گے

اُس کے کوچہ سے اگر کوئی گزر جاتا ہے  
خیر ہو آج وہ دُزدیدہ نظر جاتا ہے  
عمر گوں کی لٹی باغِ محبت میں مگر  
تو میرے دل کو کہلاتی ہے نسیمِ سحر  
غبتِ دلِ محبت جگر تو شہِ کشتہ کا ترے  
اُپ تک اُسے نہیں دیتا کبھی ریح کا ذکر  
اُہ کا میری اشرا اور نگہ یار کا تیر  
میں تو ہے سخنِ تصور کا بہت ہوں منوں  
کوئی مروتا ہے جہاں کوئی ہے پیدا ہوتا  
میرے نظریں ہیں پہلو میری تعبیر کے ہیں  
کیا ہو وہ سب سے تری بات کا تجھ کو ظالم

جو حلقوں پر تیرے **قمر بان** تعجب سے ہیں

جو کسی سے نہ ہو وہ کام تو کر جاتا ہے

اگر وہ دل میں ہمارے قیام کر لیں گے  
دکھا کے سخنِ ہمیں وہ غلام کر لیں گے  
ہمارے تانے اُسے جاکے دام کر لیں گے  
تو صانعِ کائنات کے جو سمانے سے جلا آیا  
وہ بت نہ آیا جو ملنے لگے تو سوچا ہے  
شبِ فراقِ محبت میں جان دیکر ہم  
وہ کر کے وعدہ شبِ وصل اگر نہیں آئے  
سنا ہے آج نکلے ہیں گھر سے وہ باہر  
مجھے جو دیکھیں گے میخانہ کی طرف آتا



نہیں ہے تاب یہ اپنی کہ حسن کو دیکھیں  
انہیں میں اس لئے لکھتا نہیں ہوں خطا قصہ  
ماگر حسینوں نے تقلید کی تیری تاج  
ہزاروں فتنے اٹھائیں گے چلے دنیا میں  
ہیں جو زندگی دنیا میں تیر کرنی ہے

جو ان کے حسن نے بہت فرائی کی قربان  
جو کام ہو نہیں سکتا وہ کام کر لیں گے

وہ اور ہوں گے جو ان سے کلام کر لیں گے  
کہ وہ غدو سے پیام و سلام کر لیں گے  
مضربہر تجھے عاشق امام کر لیں گے  
بیادہ خشر سا وقت خرام کر لیں گے  
نہیں بھی صبح کہیں اپنی شام کر لیں گے

اک اور آگ دل میں لگا کر چلے گئے  
ثبوت یہ جو چراغ جلا کر چلے گئے  
کشتوں کو ٹھوکرؤں سے چلا کر چلے گئے  
جلوہ وہ اپنا آج دکھا کر چلے گئے  
آنکھیں مجھے وہ اپنی دکھا کر چلے گئے  
حسرت وہ میرے دل کی مٹا کر چلے گئے  
ثبوت کے سب نشان مٹا کر چلے گئے  
طرفہ وہ بات بکھو سنا کر چلے گئے  
روتوں ہموں کو اپنے ہنسا کر چلے گئے  
شمع لحد کو میری بجھا کر چلے گئے  
کس کس ادا سے بکھوتا کر چلے گئے  
وہ زیر خاک ہم کو دبا کر چلے گئے  
وہ اک اور شگوفہ کھلا کر چلے گئے  
سب اپنی اپنی شان دکھا کر چلے گئے

قربان قیس رات کو تشریف لائے تھے  
اسرار عشق ہم کو بتا کر چلے گئے

پھر لے کے اپنے ہاتھ میں پرکان جائیے  
صورت کو میری دیکھ کے پہچان جائیے

شیدا۔ وہ بکھو اپنا بنا کر چلے گئے  
پر وہ شہید غم کا اٹھا کر چلے گئے  
الجاز سب کو اپنا دکھا کر چلے گئے  
بے خود میری نظر کو بنا کر چلے گئے  
بیار بکھو اپنا بنا کر چلے گئے  
سینہ سے اپنا سینہ ملا کر چلے گئے  
قیمت سے آج گورغریاں میں آئے تھے  
باتیں انہیں رقیب کی میرے سینہ میں  
جھوٹی سہمی وہ دے تو گئے کچھ تسلیاں  
جھوٹ کے ہوا کے یار کے کوچہ سے آئے جب  
توڑا جو دل کو ساتھ ہی چٹکی جگر میں لی  
رکھتے تھے اپنی جان سے دنیا میں جو عزیز  
آئے جو باغ میں تو لگوں کو ہنسا دیا  
دارا رہا نہ کوئی سکندر یہاں رہا

پہلے جفا کے طور تو کچھ جان جائیے  
تم کو شا مجھ سے ربط کبھی جان جائیے

لینے وفا کا اُن سے جو پیمانہ جائے  
حسب پسند گر نہیں ملتا کوئی حسین  
ترجیح مجھ پر غیر کو ہرگز نہ دیکھئے  
آداب یہ ہیں جلوہ گاہ حسن و ناز کے  
زخموں کو میرے اسکی ضرورت نہ ہو کہیں  
اچھی رہی کسی سے تمنا وصال کی  
تقلید قیس چاہئے عاشق کے واسطے  
تیغ ادا سے قتل مجھے کیجئے ضرور  
انداز آنے پاؤں کہ تاکید ہے اُسے  
کس طرح آج اشک بہاتی ہے چشم تر  
میرے سبب سے آپ میں بدنام کو جو  
لاغر بھی ہوں ضعیف بھی ہوں اور کیف بھی  
بکتے ہیں اب تو کو چہ و باز اہ میں حسین

تو ہاتھ میں لئے ہوئے قرآن جائے  
بہتر ہے اس سے آپ پرستان جائے  
اتنی سی بات آپ میری مان جائے  
حیران بنکے اُسے حیران جائے  
مقتل میں لیکے آپ لگداں جائے  
اب لے کے ساتھ گور میں اربان جائے  
بستی کو چھوڑ سوئے بیابان جائے  
گردن پر میری رکھ کے یہ احسان جائے  
کہتا ہے مجھ کو دیکھ کے دربان جائے  
افکھوں کا میری دیکھ طوفان جائے  
کیوں رکھ کے مجھ پر آپ یہ بہتان جائے  
صورت کو میری دیکھ کے حیران جائے  
یوسف کو کیوں خریدے گنہگار جائے

قربان آج اُن سے تو کہدے یہ بیدار لیغ

نار و ادا آپ کی قربان جائے

جو ہم سے چوئے تری محبت تو صرف شکر خدا کرے  
جفا کرینگے۔ دعا کرینگے۔ جیا کرینگے۔ ادا کرینگے  
اسکی بالا جیا کرینگے۔ اسی کا کلمہ بڑا کرینگے  
وہ لاکھ ہم پر جھائیں کر لیں۔ کبھی نہ ان کا کلام کرینگے  
اگر وہ نفرت سوا کرینگے تو ہم بھی نفرت سوا کرینگے  
وہ کیا قیامت بپا کرینگے۔ وہ جانے سکونفا کرینگے  
وہ سنکے اُسے تو نہیں سمجھا۔ تیرے وہ دلی دوا کرینگے  
بلانینگے ہم جو اپنے گھر پر ضرور غدر جھنا کرینگے  
یہ داغ میری طہ میں اکثر جیراغ بنا کر جلا کرینگے  
کسی کو اب شاد وہ کریں کسی کو اب وہ خفا کرینگے

ذکوئی تجھ سے کرینگے شکوہ نہ کوئی تیرا کلام کرینگے  
بڑائی تو نے جو اُن سے الفت۔ بتاؤں ایدلہ کیا کرینگے  
ہماری اُس جو قدر کچھ کی۔ تو فرض الفت کرینگے  
ہمارا شبیہ نہیں ہے شکوہ۔ کہ تم کو کہتے ہیں لوگ عاشق  
رہنہ وفا میں کسی طرح بھی قدم نہ اپنے نہیں گئے تھے  
وہ گھر سے نکلے ہیں تیغ لیکر جڑ پا کے انہیں دیکھتے تو  
مرغض الفت ذرا سنبھل جائے تو دہشت نگوں ملحقے  
عدو کے گھر جائے ہیں کبھی بھی۔ زانو عذر و دروغ ہوتا  
دیا محبت نے خوب تھکے۔ کروں نہ کیوں شکر میں خدا کا  
کسی کو غم نہ دے۔ دکھا رہے ہیں کسی تیرا بنا رہے ہیں

تو سوچے بیٹھے ہیں آج ہم بھی کہ دلوں کو نذر آد کرینگے  
خرام اُنکا رہیگا جاری تو بیٹے والے مٹا کرینگے  
پلاٹنگا آج اُنکو ساقتی۔ تو رند میکش دعا کرینگے

اگر وہ اُنکے ہو کے مہاباں اگر وہ ہر نیلے دل میں قرباں  
تو روز جلسے ہو کرینگے۔ تو روز جلوے ہو کرینگے

میرے تڑپاتے سے آخر کیا تجھے ملجائے ہے  
اُنکے پہلو میں جو اسے بت تو میرے شرمائے ہے  
جو کوئی راج محبت میں شرمی مٹ جائے ہے  
یوں رلائے سے میرے کیا ہاتھ تیرے آئے ہے  
آئے ہے شومی تو وہ بھی اُنھوں میں شرمائے ہے  
جو کلی دلی کہلاتا ہوں وہ ہی مر جھائے ہے  
جب سے مجھ سے دل لگا لبتے ہمارے ہائے ہے  
بن بلائے کیوں تو محفل میں ہماری آئے ہے  
روز ایک آفت ہمارے سبز تازہ لگے ہے  
مجلو تو دشمن میرا ہر اک طرح بہکائے ہے  
کیسے خمدار مخ پر اس طرح بل کہائے ہے  
مجلو تو جلوہ وہ اپنا ہر طرح دکھلائے ہے  
سو نہ ہے دل میں مرے اور لب پر چکرائے ہے  
جو بلائے ہے سر پر وہ بلا مل جائے ہے  
جس طرح الفت تمہاری قلب کو گرائے ہے

حال یہ ہے غیر کے پہلو میں اُن کو دیکھ کر  
جس طرح قرباں بن آئی کوئی مر جائے ہے

مرے دل کو اپنا بنا جانے والے  
مجھے حُسن اپنا دکھا جانے والے  
مجھے اپنا شہید اپنا جانے والے

اُنھکے رخ سے نقاب تم نے جو تر جھی نظر سے کھینچا  
نہ چھوڑینگے وہ پلک کے چلنا نہ چھوڑینگے اہل ورد و ثنا  
ہے سو ہم گل بھی تو دکھٹا بھی۔ ہری ہوئی کیف ہوا بھی

اگر وہ اُنکے ہو کے مہاباں اگر وہ ہر نیلے دل میں قرباں  
تو روز جلسے ہو کرینگے۔ تو روز جلوے ہو کرینگے

اُنکے اے یاد صنم تو کیوں مجھے تڑپائے ہے  
دل کے دل ہی میں میرا ارمان دل بچائے ہے  
زندگی وہ ایک نئی فیض وفا سے پائے ہے  
دل تڑپتا ہے میرا۔ اور روح بھی دکھ پائے ہے  
اہل عصمت کی نظر اُٹھتی نہیں ہرگز کبھی  
میری افسردہ نصیبی کو یہ ہے مجھ سے چلن  
یہ خبر ہوئی تو دل دیتے نہ ہم ہرگز تجھے  
ہائے وہ کہتے ہیں مجھ سے سامنے اغیار کے  
ہے بلا کیسی شب فرقت بھی ظالم سنگدل  
تو ہے کس کی خبر تجکو جفا کیا چیز ہے  
جس طرح ناگن کوئی ہو شاخ گل پر وہ جدیں  
یہ میری قسمت کہ مجھ میں تاب نظارہ نہیں  
خوب لیتا ہوں مرے اُن عشق جاناں آج کل  
صرف اک ٹپتی۔ نہیں اگر کبھی فرقت کی رات  
کاش تمہوں کو یوں ہی تسکین دو ٹھنڈا کرو

مری حسرتوں کو مٹا جانے والے  
نئی آگ دل میں لگا جانے والے  
لبھا جانے والے ستا جانے والے

تیرے نامہ انداز پر میں ہوں صدقے  
تصور میں اگر بھی مجھ سے خفا ہے  
ادھر آکے میں بھی تو کشتہ ہوں تیرا  
نہ آیا کبھی پہرے میں اک دن  
دوہرا وفا بھگوانی دکھاؤں  
قنا ہو کے راہ وفا میں گیا تو  
وفا یاد کر کے وہ تربت پہ بو لے  
کہاں بھگو جاتا ہے بسمل بنا کر  
تھا آنے کا وعدہ نہ آیا..... نہ آیا

کبھی پھر بھی قربان کے پاس آنا  
تو اسے درد دل کے منہ جانے والے

قربان ہو کے قتل کے ارمان رہ گئے  
دست بنوں نے سب کی مڑادی میں دھجیاں  
فرہاد و قیس نے جنھیں آباد تھاکا  
غنیہ دہن نے رخصت چھڑکا نہ کچھ  
کیا جانے ان کو کیا نظر آیا کہ دفعتاً  
مرنے کے بعد میری وفا یاد آگئی  
ہاتھوں تک ان کے ہونہ کی انکی دسترس  
جاتے کہاں ہیں آپ یہ صبح شب وصال  
عشر میں ساتھ ان کو بھی لے جاؤ گھامڑ  
بیاد غم نے لئے تر ٹکیر دی اپنی جاں  
دست ہوس نے وصل میں بس لپیٹ لیا  
اک خشر سے تو اسکو بھی کر لیا عشق طے

سب کو بقدر ذوق بلا کیون حسن دوست  
محروم صرف بزم میں قربان رہ گئے

یوں ہی یہ چمکتے تارے رہیں گے  
یہ کب تک کنارے اٹارے رہیں گے  
ان آنکھوں میں وہ ہی نفاڑے رہیں گے  
تمہارے ہیں اور ہم تمہارے رہیں گے  
رواں سر پہ کب تک یہ آئے رہیں گے  
نہ ارباب باقی ہمارے رہیں گے  
سحر تک یوں ہی گنتے تارے رہیں گے  
تو اپنے ہی وارے نیا رہیں گے  
انہیں پر ہمارے گزارے رہیں گے  
مگر ہم تو پھر بھی تمہارے رہیں گے

اٹھو آج قربان چلو ان کے گھر تک  
یہ چپ چپ کے کب تک نفاڑے رہیں گے

کون سا دن وہ ہوا۔ کشتہ ابرو نہ رہے  
صلب گریاں سے کبھی آنکھ میں آنسو نہ رہے  
ساقیا آج سب میں تیرے چلو نہ رہے  
میرے معشوق پر اغیار کا جادو نہ رہے  
غیر کا اُس بت ہر جانی پر قابو نہ رہے  
چھوڑ دو مٹ گئے بچہ میں آہو نہ رہے  
بے ڈسے اس دل بھرج گئے کیسو نہ رہے  
شکر ہے اب میری روانی کے پہلو نہ رہے

مجھ کو قربان کیا حق نے عطا ذوق خلش  
کیوں سرے دل میں کوئی تیر تر ازو نہ رہے

ضبط نے میرے کچھ ایسا کیا جادو نہ ملے  
اور مجھ سے کسی صورت کسی پہلو نہ ملے  
میکدہ سے تیرے صفائی ہیں چادو نہ ملے

محبت کے دل میں شرارے رہیں گے  
کسی دن کرو گفتگو دو بدو بھی  
نہ بھولیں گے ہرگز تیرے صل کی شب  
تمہارے سوا ہم کسی کے نہ ہونگے  
کرے غیر ان تیرے بالوں میں شانہ  
رہیں گے نہ ہم اس جہان فنا میں  
شب غم تیری یاد میں رشک انجم  
عدو کو نہ اُس نے اگر منہ لگایا  
غذا غم کی کہا ناہمو دل کا پینا  
رہو گے نہ ہو کر اگر تم ہمارے

کونسی شب وہ ہوئی۔ بستہ کیسو نہ رہے  
تیری محفل میں نخل ہم کسی پہلو نہ رہے  
رند میخانہ سے جائیگے دعائیں دیتے  
اے فلک کوئی مجھے ایسا بتا دے افوں  
آج اے قلب حزیں کوئی دکھا داتوں نیا  
جب یہ دیکھا کہ ہوا قیس یہاں آکے مقیم  
آئیں گے یہ بنے سانپ نہ پیچھا چھوڑا  
غیر کے پہلو سے وہ اٹھ گئے ہر ہم ہو کر

اُس نے ڈھونڈا بھی مگر آنکھ میں آنسو نہ ملے  
بخت یاور تھا ملے غیر کو بے کوشش ورنج  
حیف صد حیف کریں غیر تو مشیت خالی

چین جس جان کو یار کس پہلو نہ ملے  
خال رخسار سے بھی آپ کا کیسو نہ ملے  
تیز شرکاں سے تیرے خنجر ابرو نہ ملے  
دل پہ اور جان پہ مجھ کو کبھی قابو نہ ملے  
میرے پہلو سے کبھی یار کا پہلو نہ ملے

اُس کی آنکھوں کی جو ہو جائے حکومت قریباں

دھونڈنے پر بھی کہیں چین میں آہو نہ ملے

آج موسیٰ کو جو بیہوش بنا رکھا ہے  
اُس نے پہلے ہی سے یہ مجھ کو بنا رکھا ہے  
جانے بھی دیکھے، ان باتوں میں کیا رکھا ہے  
اس طرح تم نے زمانے کو ستا رکھا ہے  
بار اہیاں سے مرے سر کو جھکا رکھا ہے  
اُس نے دربان کو پہلے سے سکھا رکھا ہے  
کیوں دل زار کو زلفوں میں پھنسا رکھا ہے  
اک تیری یاد نے دنیا کو بھلا رکھا ہے  
درد کو آپ کے پہلو میں دبا رکھا ہے  
مفت حجام میں دنیا کو پھنسا رکھا ہے

ہوش آتا نہیں قریباں کی غفلت دیکھو

مخمر زلف کا گو اُس نے سنگھار رکھا ہے

جو باغ ہستی میں مٹائے تم تو حاصل اپنی بقا کرو گے  
ملینگی کب تک سرائیں آخر بتاؤ کب تک بھا کر دو گے  
نظر وہ آئینا تم کو نوراً جو چشم غفلت کو داکر دو گے  
میں دل جلا تم سے کہہ ہا ہوں کہ تم بھی یوں بھلا کر دو گے  
بھلا کچھ اپنا کیا ہے تم نے جو درد سروں کا بھلا کر دو گے  
ہمیشہ شکوہ کیا کر دو گے ہمیشہ یوں ہی گلا کر دو گے

ایسی کیا جان کو ہم جہاں میں ڈالیں لیکر  
رشتک آتا ہے کہ لے لے نہ کہیں بوسہ زلف  
رہا دونوں کا الگ کاٹا جدا۔ دم خم  
قا سم بخت نے یہ حکم دیا روز ازل  
کیا یہ انصاف ہے لے لے چرخ کرتڑیوں و زرب

اُس کی آنکھوں کی جو ہو جائے حکومت قریباں

دھونڈنے پر بھی کہیں چین میں آہو نہ ملے

کیا کہیں جلوہ اُسے اپنا دکھا رکھا ہے  
میری محفل میں کوئی اُسے تو خاموش ہے  
غیر اچھا ہی سہی۔ لیجئے میں مان گیا  
جس طرف جائیے کچھ شکوہ تمہارا ہے ضرور  
تیز شرکاں نے تیرے خنجر ابرو نے تیرے  
گھر میں موجود بھی ہوں تو بھی وہ کہہ لگا نہیں  
اس پر اب رحم کرو۔ اب اسے آزاد کرو  
جڑ ترے ادھی سے ہیں کچھ کام نہیں  
ضبط نے سب کو دبا یا ہے یہ اک اپنا کمال  
اس سے نفرت ہے مجھے پاس بلا لے اپنے

ہوش آتا نہیں قریباں کی غفلت دیکھو

مخمر زلف کا گو اُس نے سنگھار رکھا ہے

کبھی نہ اُنکی موت تم کو ہمیشہ بھر تم جیا کر دو گے  
مٹاتے ہمارے ہو گے یوں ہی تو دلوں کو اکدن بھا کر دو گے  
پہرے جو در در لپٹی ہشتے تو کچھ بھی تم کو نہ پہرے لگا  
جفا میں جو مجھ پر کر رہے ہیں۔ کر سکتے تم پر بھی آرتی  
تم اپنے کیا کام آئے اب تک کہ آدھے میرے کام اپنی  
کبھی نہ رہی نہ وہ سینکے دل آنکی چتون کو سینے والو

ادھر بھی آؤ کبھی میجا۔ امید تم سے ہے ہکوا تک  
ہمارے دلکی شفا کرو گے ہمارے دلکی دوا کرو گے  
ہے آج وعدہ کی رات قریباں یہ فیصلہ پہلے دلیں کرو  
اگر وہ آئے تو کیا کرو گے۔ اگر نہ آئے تو کیا کرو گے

بہار آئی جہاں میں جب شراب رند و عین حل رہی ہے  
کسے وہ مارے کسے جلائے خدا ہی جانے ہو گیا کچھ  
کبھی نہ اب حشر تک بچھیکا۔ کبھی نہ اب حشر تک بچھیکا  
لگ لگے بیٹھے ہیں آج مہندی کہیں نہیں جائینگے وہ گھر سے  
ہماری خود بختی ہی ہے خواہش کہ جلد آئے وہ جلد آئے  
نہیں ہے پہلی سی اتور دونی زمانہ اب تو ہے ناموافق  
یہ کہہ ہی ہیں گرائیں گے وہ کہہ رہا ہے نہ تو نیلے وہ  
ہوا ہے حاصل جو وصل اٹکا۔ یہ حال دونوں کا ہو گیا ہے

ہیرا جی کہتی ہے منے زونگی پیا کہتا ہے میں تو دوں لگا  
کچھ جو قریباں انھوں نے دیکھا تو آج آپس میں چل رہی ہے

میرے لئے ہی تو یہ ایثار رہنے دے  
کبھی نہ پھر یہ میری بیکسی پھرے در۔ در  
میں خوب دیکھ لوں قاتل کو اپنے جی بھر کر  
میں خود ہی بزم میں تیری خموش بیٹھا ہوں  
تجھے جو مینی ہے اُسے شیخ میکدہ میں آ  
دکھانے کے لئے تو معذور آن کو آئینہ  
مریض عشق کو دوا دے وصل کافی ہے  
حجاب توڑ کے بے باک کر بھیجے ساقی

تمام عمر نہ قریباں ان بتوں میں گزار  
تو سیکھ۔ عشق حقیقی مجاز رہنے دے  
اک جوانی ۲۱ یک بچپن کے لئے  
تیلیاں لے لو نشیمن سکے لئے  
چاہئیں دودل میرے تن کے لئے  
بلبلو لایا ہوں اپنے استواں

پار کا کو چہ نہیں جنت سے کم  
لگ گئی اس پر تھقی میری خاک گور  
ختم گئیں آنکھیں تیری صیاد آف  
یاد ہم کو بھی کیا ہوتا۔۔۔۔۔ کلیم  
سوز الفت ہی جلا دے گا مجھے  
مر گیا۔ میں اب تو بوڑا کہو لدو  
سب جھائیں تم نے مجھ پر ختم کیں  
دل کو رکھنا چہر کر بالا ہے گور  
کچھ زخموں کے لئے تار نفس

نذر و قسربان دل اس زلف کو

ہے تھخ خوب ناگن کے لئے

یہ زمیں اچھی بدفن کے لئے  
خوب لے لے اس نے دامن کے لئے  
برق بن جاتی ہیں گلشن کے لئے  
جب مزے تھے نور ایمن کے لئے  
شعلہ اک کافی ہے خرمن کے لئے  
بانگ زیبا ہے سہاگن کے لئے  
کچھ نہ رکھا میرے دشمن کے لئے  
نوح کافی ہے یہ مدفن کے لئے  
چاہئے دہا گا بھی سوزن کے لئے

دل کو جگر میں کر دیا شامل تراش کے  
پھر رکھنا میرے جسم کو قاتل تراش کے  
کیا ہاتھ اگیا تن بسمل تراش کے  
رکھ دے گی وہ گلوں کو عنادل تراش کے  
پہلو میں غم کی رکھ دی میرے سل تراش کے  
سو ٹکڑے جو کئے تن بسمل تراش کے  
رکھی ہے شمع یوں سر محفل تراش کے  
رکھ دوں گا تیرے عشق میں منزل تراش کے  
دو ابرو رکھ دے مہ کا بل تراش کے  
دیکھا نہیں ہے ہم نے کبھی دل تراش کے  
رکھا ہے ہم نے آنکھ میں ساحل تراش کے  
لیلا نہ دیکھ پرودہ محل تراش کے  
سو سو طرح سے رکھتا ہے قاتل تراش کے

انداز کی چہری سے بے شکل تراش کے  
رکھنا لگن میں پہلے میرا دل تراش کے  
سر کو الگ کیا ہے جو قاتل تراش کے  
مقراض جب جلیگی غزاں کی تو دیکھنا  
دیکھے تو کوئی اس کو وہ کیسا ہے سنگدل  
کیا دفن اب کر لگا انھیں سینکڑوں جگہ  
گلہری کو دکھانا ہے انجام سوز و ساز  
کیسی ہی پر خطر ہو نہیں اس کا بھگو غم  
قدرت نے اپنے ہاتھ سے چہرے پر اپنے  
دل پر نظر ہے اور وہ کہتے ہیں بار بار  
کشتی یہاں نہیں لگی انتظار کی  
ہے آرزوئے قیس تو محل سے باہر آ  
بسل کا جسم اس کے لئے کھیل ہو گیا

دیکھا جو اس نے بھگودہ بولا رقیب سے



## قرباں کا رکھ دو سر۔ سر محفل تراش کے

کیوں مار یہ بکر ڈتا تیرا گیسو ہے  
دل سے پر میرے اُجھا کس شوخ کا گیسو ہے  
تیرا لب رنگیں بھی اعجاز سے جا دو ہے  
گلے کے کو میرے دل کے کیتے میں اُنسو ہے  
ہے شیر جو دل میرا۔ وہ آنکھ بھی آہو ہے  
جس دن سے میرے دل پر ظالم تیرا قابو ہے  
ساعز میں تیرے ساقی یہ منے ہے کہ جا دو ہے  
کیوں تیری زباں پر اب یہ نعرہ کیا ہو ہے

کیا اتنا ہی ظالم ہے جتنا کہ سیر رو ہے  
تدبیر بہت کچھ کی۔ سلجھانہ سکا کچھ بھی  
جنس جو ہوئی لاکھوں بیمار ہوئے اچھے  
پرے کے نکلے ہیں یہ تخت جگر میرے  
آتی نہیں قبضے میں۔ سوزنگ دکھاتی ہے  
بے بس ہوں نہیں اپنی ہستی پر میرا قبضہ  
اک گھونٹ جو پیتا ہے۔ پڑھتا ہے تیرا کلمہ  
اے شیخ ترے دل پر ہے چوٹ لگی ورنہ

## برباد ہو اقرارباں ناشاد ہو اقرارباں

اب تیری طرح دل پر کچھ بس ہے نہ قابو ہے

مرتے دم سامنے گر شکل پریر ہو جائے  
تیرا بیمار یہ اچھا کسی پہلو ہو جائے  
کون راضی ہوا اگر مجھ سے خفا تو ہو جائے  
شیخ و خنجر سے زیادہ تیرا۔ ابرو ہو جائے  
رات دنیا میں ہو گر سایہ گیسو ہو جائے  
خشک فوراً ہی میری آنکھ کا اُنسو ہو جائے  
غیر کی طرح میرا تجھ پہ جو قابو ہو جائے  
پروردہ تیغ سے جو بیمار تیرا ابرو ہو جائے  
دل اگر دیکھ لے صورت تیری آہو ہو جائے  
جس طرح باغ میں پھولوں سے جدا ہو جائے

میرے اک جینے کا موہوم سا پہلو ہو جائے  
اب سچا بھی یہ رو رو کے دعا کرنے ہیں  
آنکھیں بدلیں۔ جو تری ساری خدائی بدلی  
اس کے اک ادنیٰ اشارہ سے ہوتن سر سے جدا  
روشنی دن کی ہو وہ منہ سے اُٹھے جو نقاب  
نظر آجائے کہیں تو جو وعدہ کی ہمراہ بد  
پھر ہو کچھ۔ کچھ کو میری اس کی محبت میں تمیز  
جا کے جھمکے وہ سر چرخِ مبرنو کی طرح  
عقل مخطل ہو میری ہوش پر اگندہ ہوں  
بات تو جب ہے مری روح بھی نکلے یوں ہی

کیے ممکن ہے یہ قرباں وہ خدا سب کا ہے

تیرا منشا تو یہ ہی ہے کہ تو ہی تو ہو جائے

آسمان کا سارا نقشہ آنکھ کے ایک تل میں ہے  
تیرا بیمار محبت آج اس منزل میں ہے

کہا عجب واعظ اگر دنیا ہمارے دلیں ہے  
کھٹکس ہوتی ہے جس جا موت کی ہولناکی

خاک تھا اور خاک ہے اور خاک میں مل جائیگا  
یوں تڑپتا چھوڑ کر جانا تیرا۔ اچھا نہیں  
بیٹھ جائے عاشق کا دم لے لے ذرا  
بھروسے ہوں جیسے بھولوں میں ہزاروں فتناء  
اگے اگے دیکھ ایدل کیا تیرا انجام ہو  
فرق ہے عشق حقیقی اور مجازی میں بہت  
سخت جانی کی وجہ سے کیا نہیں گردن کٹی  
اگل بلکہ مہر انور میں ہے تیرا ہی جلال  
دل کو دیکھے یا جگر کو اب میرا تیار دار  
دیکھے رخصت کرے لیلے کا یا پرودہ رکھے  
انکساری نے دیا کیا خوب اس کو یہ فروغ  
کیا بڑھاتا ہے تو واضح کیا ناتا ہے مجھے  
اک اترنے کا ہے وقفہ سر زمین موت پر  
گردنیں عشاق کی کاٹی ہیں اُس نے اس قدر

خاصیت تیری یہ اے انسان آب و گل میں ہے  
جان کچھ باقی ابھی قاتل تن بسمل میں ہے  
کوئی بھی سایہ کی جا اس عشق کی منزل میں ہے  
اے تب فرقت کچھ ایسی آج سوزش دل میں ہے  
تو ابھی تو ابتدائی عشق کی منزل میں ہے  
جو حقیقت میں مزہ ہے وہ کہاں باطل میں ہے  
دم نہیں باقی رہا یا خنجر قاتل میں ہے  
نور تیرا چاندنی بنکر مہر کامل میں ہے  
جان اُس کی بھی عیادت سے بہت مشکل میں ہے  
قیس کی وہ اک نگاہ عشق جو محفل میں ہے  
ساری دنیا کا تماشا آنکھ کے اک تل میں ہے  
میری الفت کا سبق تحریر میرے دل میں ہے  
کشتی عمر رواں گہوارۂ منزل میں ہے  
دہار مولیٰ پر لگی اب خنجر قاتل میں ہے

پھر لیں وہ یا نہیں موقع غنیمت ہے یہ ہی  
آج سب کہہ دے جو اے قمر بان تیرے ہیں

تیرا چرچا چھپنے والے کس قدر عالم میں ہے  
کوئی کیا جانے میرا دیوانہ کس عالم میں ہے  
اشک بلبل ہو گیا تحلیل سب شبنم میں ہے  
وہ تمازت آج گویا نیرا عظم میں ہے  
نوح کا طوفان میرے دیدہ پرزم میں ہے  
ہائے نامحرم بسا کیا دیدہ مجرم میں ہے  
یہ تماشا ہم نے دیکھا آپ کے مرسم میں ہے  
باغیاں بھی تیرے بلبل آج تو ماتم میں ہے  
جو تھکا غیروں میں کبھی وہ آج دیکھو ہم میں ہے

جس کو دیکھا ہم نے دنیا میں وہ تیرے علم میں ہے  
کہہ کے یہ لیلے نے ہنگامے کو برسم کر دیا  
آب الفت میں کریں اب غسل کھائے جمن  
اہل محشر جو پیش تھی داغ دل کی ایک دن  
کوئی دیکھے میری چشم یاس کی گنجائشیں  
آنکھ کی پتلی سمجھتا ہے وہ ظالم غیر گو  
خشتک بھی کرتا ہے زخموں کو ہر اگر نیک بعد  
قدر داں گل کا نہیں ملتا چمن میں کوئی آج  
آگنی غالب صداقت کہل گیا راز وفا

اس سے کیا حاصل تھے قربان اتنا تو بتا  
عمر تری رائیگاں جو فکر بیش و کم میں ہے

تمہارا نام ہو اور اس کا کام ہو جائے  
ذرا سی دیر کو گرا ذن عام ہو جائے  
کبھی جو اس سے سلام و پیام ہو جائے  
تو میرے روز مصیبت کی شام ہو جائے  
کبھی تو تیغ نظر بے نیام ہو جائے  
ہمارے واسطے وہ مئے حرام ہو جائے  
قبول دوست ہمارا سلام ہو جائے  
وہ بت جو ہم سے اگر ہم کلام ہو جائے  
کسی طرح تو یہ جھگڑا تمام ہو جائے  
شروع جو بزم میں اب دو درجام ہو جائے

نکھ کی تیغ سے بسمل تمام ہو جائے  
ابھی تو میکدہ میں اڑو ہام ہو جائے  
یقین ہے ہم کو کہ وہ شوخ رام ہو جائے  
کبھی جو دن کو ہی وہ خواب میں چلے آئیں  
کبھی تو دیکھ لیں ہم قتل عام کا منظر  
اسرور غم کا نہ ہو جس شراب میں داخل  
اُس انجن میں ہو کچھ اور یا نہ ہو یارب  
ہم اُس کو معجزہ سمجھیں کمال الفت کا  
عدو کا اور میرا کرو فیصلہ آکر نہ بنے  
شراب پی کے محبت کی ہم بھی بے خود ہوں

گلے جو چوٹ ترے شعر تری اسے قربان  
قبول دہر میں تیرا - کلام ہو جائے

تیرے خنجر سے نہ میرا تن بسمل اُلجھے  
ڈر سے مجنوں نہ کہیں پردہ حمل اُلجھے  
جس کی گرداب میں کشتی سیرا حل اُلجھے  
تیرا دل بھی جو کہیں اے میرے قاتل اُلجھے  
تجھ سے سلجھے نہ کبھی جو میری مشکل اُلجھے  
اتنی سی بات پہ مجھ سے سر محفل اُلجھے  
تو نہ کیوں کہیں - اسے دل بسمل اُلجھے

سخت جانی سے کہیں تو بھی نہ قاتل اُلجھے  
صاف صہرا کو تو کرتا نظر سے ورنہ  
اُس سدا دنیا میں نہ ہو گا کوئی ناکام امید  
تجھ کو معلوم ہوں کچھ عشق و محبت کے مزے  
چارہ گر عشق کے ہیں دانوں بھی کو معلوم  
کیوں بُری آنکھوں سے دیکھا ہے عدو کو تو  
اُن کی زلفوں کی جو لیتا ہے بلا میں جا کر

تم نہ ادا اپنی طبیعت کا بدل دو قربان  
نہ ہو پھر جان کو آج نہیں دل اُلجھے

ہلک لگتے بشر کی خصلت کی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے  
ہلک لگتے ہلک لگتی رنگت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے

جدا جدا ہے جہاں میں عادت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے  
کسی میں شوخی تیرے ہونے کسی میں زردی آجیر کی

نہیں یہاں جہاں کی قیمت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے  
 ہے مختلف قسم کی عقیدت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے  
 نئی نئی ہے گفتگوئی نسبت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے  
 جدا جدا ہے ہر ایک صورت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے  
 نہ ایک ہی رت و ایک ہی صفت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے  
 ہے ہر کم کثرت یہاں طبیعت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے

کوئی تو قربانِ غم ہے تھا مار کوئی ہے قربانِ عیش کرتا  
 طرح طرح کی یہاں ہے عادت کسی کی کچھ ہے کسی کی کچھ ہے

اب ہے سانی بہار دیدے  
 دیدے دیدے بہار دیدے  
 جان اپنی کوئی بہار دیدے  
 کیوں جان نہ جاں ناز دیدے  
 خوب آج لمحہ فشاں دیدے  
 سانی طعنہ بہار دیدے  
 رنگینی لالہ زار دیدے  
 افسوں کوئی چشم یار دیدے  
 میرا مٹتے غبار دیدے

**قربان** - طلب سے فائدہ کیا

جو چاہے وہ کردگار دیدے

جان اُن پر نثار کردیکھے  
 دُور اکر فشاں کردیکھے  
 میرا مٹتے غبار کردیکھے  
 دُور لوحِ مزار کردیکھے  
 اُن پہ احساں ہزار کردیکھے  
 دل کو اک لالہ زار کردیکھے

کسی کو حاصل یہاں ہے دولت کیا حاصل ہے ضرورت  
 ہوا ہے ریشہ کوئی بتوں پر بنا ہے بند کوئی خدا  
 میں شک اس کی زلفیں غمی کے عارض ہیں بوجھ  
 کیسی صورت ہے دل بھائی کی صورت سے ہے تغیر  
 اگر ہے کوئی دغا کا پتلا تو کوئی یاں سے خفا کا بیکر  
 کوئی ہے پڑھتا ناز پیہم - کوئی ہے کرتا گناہ پیہم

جام ایک تو خوش گوار دیدے  
 پھولوں کو شباب غنچے کو رنگ  
 اُن کو پروا نہیں کسی کی  
 اُس کا یہ ہی فرض زندگی ہے  
 انصاف کا دن قریب تر ہے  
 ہم رہ رہیں پی کے جائیگے آج  
 یارب مجھے داغِ عشق دیکر  
 کرنا ہے مطیع ایک ساحر  
 تربت کا میری پتہ جو چھو

سہ کو اب نذرِ دار کردیکھے  
 سری تربت میں شافعِ محشر  
 شکِ خورشیدِ عنایت ناہید  
 پڑھ نہ لے کوئی نامِ قائل کا  
 وہ نہیں مانتے کبھی احساں  
 عشق میں رہے کے داغِ کثرت سے

میں راسینہ نگار کر دیجئے  
بے نیاز مزار کر دیجئے  
اسپہ ابرو کا وار کر دیجئے  
ختم میل و نہار کر دیجئے

اپنے ابرو کے اک اٹالے سے  
اپنے دل میں مجھے جگہ دے کر  
دل ہے گستاخ تو اجازت ہے  
صبح اچھی نہ رات اچھی ہے

اُن کی اُلفت کا ہے اگر دعوتے

جانِ قمرِ مالِ نثار کر دیجئے

سمجھتے ہیں نہیں ہوتے ہیں خودِ تقدیر کے ٹکڑے  
بظاہر گو حسیں کہتے ہی ہوں تویر کے ٹکڑے  
یہ کہہ کہہ کر کئے تقدیر نے تدبیر کے ٹکڑے  
بہت محفوظائیں مجنوں تری جاگیر کے ٹکڑے  
لحد میں بکھرے پھرتے ہیں دل لیکر کے ٹکڑے  
جلا کر کڑے ہیں مینے چرخِ پیر کے ٹکڑے  
سمجھ میں کچھ نہیں آتے ہیں یہ رنجِ پیر کے ٹکڑے  
کئے مینے بہت ہر خواب کی تعبیر کے ٹکڑے  
کلیجے سے لگا لوں آتری تحریر کے ٹکڑے  
عصائب ہوتے ہیں میرے نالہ شگیر کے ٹکڑے  
کہہ ہیں مینے کتنے ایک تیرے تیر کے ٹکڑے  
دکھاؤں کس طرح لیکن تہیں دل چیر کے ٹکڑے  
غلط معنی لگائے کئے تعبیر کے ٹکڑے  
چلا فتراک ہیں اٹکا کے جب بچیر کے ٹکڑے  
کٹا یا سر کو جب اڑ کئے کلگیر کے ٹکڑے  
زراے ہیں مری ہر آہ کی تاثیر کے ٹکڑے  
بکھر جاتے ہیں جیسے ٹوٹ کر زنجیر کے ٹکڑے

سزا نہیں دیکھے سو سورتے ہو تعبیر کے ٹکڑے  
سیہ باطن ہوا کرتے ہیں سب تویر کے ٹکڑے  
وہی ہو گا ازل سے جو لکھا تیری قسمت میں  
سوائے یادِ لیلیٰ کون آسکتا ہے صحرا میں  
تنہا شوق و حسرت آرزو آراں بن بن کر  
ستارے جنکو سمجھ ہو وہ آہوئے شرارے ہیں  
کدھر جائیں کدھر نکلیں ہے راہ عشق پیچیدہ  
نہ سمجھا خاک بھی انجام کیا ہو گا محبت کا  
بعد اگر کے لکے ہیں تو نے دیکھے حرف لے ظالم  
ڈلاتے ہیں جلاتے ہیں مہناتے ہیں جگاتے ہیں  
جگہ دی ہے کلیں میں جگر میں دل میں پہلو میں  
تہا ہے تیرے ٹکڑے ہر اک رگ میں میں پیوستہ  
بیانِ عشق کی تشریح تم کیا خاک سمجھو گے  
یکجہ پئے سنائی داستانِ دل سے الگ اُنکو  
ہمارے سمعِ الفت بھی بہت ہی سخت جاں نکلی  
کسی کو سرد کرتے ہیں کسی کو یہ جلاتے ہیں  
ترب کر خاک پر گرتے ہیں آنسوؤں مرے پیہم

اُسی کا ہر طرف جلوہ نظر آیا جدھر دیکھا  
حسین ہوتے ہیں سب قمرِ بان یہ تویر کے ٹکڑے

اُہی کس غضب کی اُن کے بھریں ردائی ہے  
زلخا کی طرح تازہ ملی دل کو جو آئی ہے  
بہی اک مرتبے کی نقطہ پانی نشانی ہے  
غیبت آج کل مرغِ چین کی ناتوانی ہے  
مجھے تم سے نہیں اہل وفا سے بدگمانی ہے  
شبِ فرقت اُہی کیا بلائے ناکہ پانی ہے  
مجھے منظور اگر ظالم ابھی چلن گرائی ہے  
میں زندہ ہوں غیبتِ بدنتاری ہربانی ہے

تو نے قربانِ بقدرِ تصور پہنچ لیتا ہے

کہ تیرے سامنے اک نقشِ حیرت آج مانی ہے

کس طرح اُس نے کی ہے جفا کچھ نہ پوچھے  
اس عشق نے جو حال کیا کچھ نہ پوچھے  
کیا درد نے دیا ہے مزا کچھ نہ پوچھے  
جو عشق و عاشقی میں ملا کچھ نہ پوچھے  
ہوتا ہے رنجِ بہرِ حنا کچھ نہ پوچھے  
کیوں ہو گیا وہ مجھ سے خفا کچھ نہ پوچھے  
پہونچا کہ صر ہے تیرا داکچھ نہ پوچھے  
پھینکا ہے کیوں یہ رنگِ جفا کچھ نہ پوچھے  
بیمارِ غم کی اپنے دوا کچھ نہ پوچھے  
آئی تھی سر پہ کیسی بلا کچھ نہ پوچھے

قربانِ میکہ میں وہ ساتی کا لطف خاص

اور پھر وہ میکہ کی دُعا کچھ نہ پوچھے

کہ مجھ کو دیکھ کے نیچی نگاہ کر لیں گے  
تو ہم کسی سے کہیں رسمِ وراہ کر لیں گے  
تہاری چاہِ دُمن کو وہ چاہ کر لیں گے

اگر تھر بھی اسکے سامنے ہو وہ بھی پانی ہے  
خوشی اسی ہوئی ملنے کی اسکو تیرے اے ظالم  
اگر تربت مٹا دیکھا تو پھر پختا ہے گا ظالم  
کبھی صیاد کو بھی اتوا جاتا ہے رحم اس پر  
کسی دن بیٹھ کر کر لیں نہ کیوں ہم فیصلہ اس کا  
مرے پیچھے پڑی رہتی ہے زلفوں کی طرح ظالم  
تو اپنے حسن سے پہلے مری آنکھوں کو خیرہ کر  
نہ پوچھو میری حالت اب نہیں ہو اس کی مطلب

یاد آگیا ہے ہم کو خدا کچھ نہ پوچھے  
سوزشِ تپشِ خلش ہے مرے دلمیں ستم  
ہم نے تمام عمر گزاری ہے لوٹ کر  
اک درد و رنج و غم ہے نقطہ حاصلِ حیات  
ناکامی سے بھری ہے مری داتاں دل  
کیوں زندہ گی کا لطف مٹا کیا تاؤں میں  
سینہ سے وہ گل کے گلاب جگر کے پاس  
شاید ہے اس نے خونِ عدو کا بلالیا  
اس کی دوا وہی ہے جو دیتا نہیں کوئی  
ٹوٹا شبِ فراق مرے دل پہ کوہِ غم

قربانِ میکہ میں وہ ساتی کا لطف خاص

اور پھر وہ میکہ کی دُعا کچھ نہ پوچھے

وہ اپنی شرم کا آخر نباہ کر لیں گے  
وہیں جو تیری ہی بے نیازیاں ہم سے  
تہاے چاہنے والے ابی میں ڈوبیں گے

تہاے عشق میں حالت تباہ کر لیں گے  
تو درِ ظلمتِ بخت سیاہ کر لیں گے  
وہ جلد طے غمِ الفت کی راہ کر لیں گے  
یہ غیر تھوڑے دنوں کو نباہ کر لیں گے  
حجاب دیکھ کے یہ ہر و ماہ کر لیں گے

جو مالِ عشق کا منکرِ نیکر پوچھیں گے  
تو اُن کو عشق کا قریب پا لیں گے

مراد دل ہی غم کا مزا جانتا ہے  
ہر انداز کی وہ جفا جانتا ہے  
محبت کو میری خدا جانتا ہے  
کہ عاشق تو اپنی دُعا جانتا ہے  
قیامت کو اُن کی ادا جانتا ہے  
مرے حالِ دل کو وہ کیا جانتا ہے  
مرے دل کو مرغِ ہوا جانتا ہے  
ترے عشق کا مہبتِ خدا جانتا ہے  
فقط تو تو کرنا لگ جانتا ہے  
خدا جانتا ہے خدا جانتا ہے

بتوں کی منت ہے قربانِ یکن

مرے دل کی حالت خدا جانتا ہے

ہم کو جانتا ہے کسی بیدار کے سامنے  
جان ویدی اُس نے اپنے چارہ گر کے سامنے  
خوابیں بھی تنکو رکھتا ہوں نظر کے سامنے  
اک یہی دیوارِ مائل ہے اثر کے سامنے  
جو بیاں ہم نے دئے شمعِ سحر کے سامنے  
داغِ دل کے سامنے داغِ جگر کے سامنے

خبر لو اپنے مہینوں کی جلد تم ورنہ  
حلا جو داغِ جگر کا چراغ کی صورت  
تہاری تیغِ ادا کے شکارِ جوہوں گے  
ہمیشہ ہم ہی رہیں گے تہاری محفل میں  
نقابِ کھول دی تو نے جو بامِ پر آ کر

یہ کیا شے ہے صبح تو کیا جانتا ہے  
جو دل کو ستانا روا جانتا ہے  
یقین تم کو آئے نہ آئے نہیں غم  
اُسے کیا ہے مطلبِ جفا و ستم  
دُریگا قیامت سے کیا وہ جو عاشق  
نہ کھائی ہو جس نے کبھی چوڑی دل پر  
بچھاتا ہے وہ دامِ زلفوں کے کیا کیا  
اُمّی ہے تکلیف جو دل پر اس نے  
وہ کہتے ہیں آسمانیں اور بختِ کمر  
میرے دلیں الفت ہے کتنی تہاری

لیکے ارمان اور حسرت بے خبر کے سامنے  
نامِ یکر آپ کا بیارِ غم اُنٹ مرگیا  
دُرد کا اسقدر رہتا ہے جکوراتِ بھر  
آج لے تیرنغاں ٹکڑے اڑا دے چرخ کے  
لکھ لے سب ملکِ قدرت نے بیاں صبح پر  
برہ نہیں سکتی کبھی خورشیدِ محشر کی چمک

آج سبقت لیکے لعل و گہر کے سامنے  
قصہ پرواز کیا بے بال و پر کے سامنے

یہ اگر چاہے تو کر دے نوح کا طوفاں بیا  
بیچ ہے و نہ بان دریا چشم ترکے سامنے

کیوں تائے جا رہا ہے رنج آزادی مجھے  
کریطا صیاد فضل گل میں آزادی مجھے  
یہ سمجھ کر نہ دے بدنام فریادی مجھے  
نغمہ و غم بن گیا ہے نغمہ شادی مجھے  
بلبلو تم نے سکھائی خود ہی صیادی مجھے  
بھاڑ کھانے کیلئے دوڑے ہی آبادی مجھے  
کیوں دکھائے نخت بدگشتن کی بربادی مجھے

روز یہ کہتا ہے اے قربان تیشہ مارے  
کیا کوئی سبھا ہے ظالم تو نے فرہادی مجھے

ولیں رہ جاتے ہیں ارمان میرے پس کے  
خود جبین ننگ دریا رہنا گھس گھس کے  
خون دل زخم سے میرے بہا رہا پس کے  
لیکے فریاد کیا پاس ہو نہیں جس جس کے  
زخم دیکھے گا بھلا یہ تو بتا کس کس کے  
رنگ دیتی ہے خانا کی نیا پس پس کے

تیری تحریر بقدر نہ مٹے گی و نہ بان  
صاف پشائی بھی کر دیکا اگر گھس گھس کے

نخت یا دوسے اگر سپر چن دیکھیں گے  
تن کے بیٹھے ہیں ترے دلی گفن دیکھیں گے  
برہنہ کر کے چچے و زو و گفن دیکھیں گے  
مجھے کہتے ہیں ترا ہم یہ بچن دیکھیں گے

بڑھ گئے تیرے دُر دندان آخر بڑھ گئے  
مجھ سے اے صیاد کیوں ہے ذکر مرغان چن

اب پسندیدہ ہے آزادی سے بربادی مجھے  
دیکھ کر گلشن کو آجاؤنگا پھر میں تیرے پاس

حشر سے پہلے ہی اُسے کاٹ لی میری زبان  
سرکٹا کر جان دے کر مل گئی محب کو بقا  
کہہ رہی ہے فطرت صیاد و بارغ دہر میں  
مثل مخون کیوں نہ صحرائے محبت ہو مجھے  
مینے دیکھی ہیں بہاریں کب یہ دیکھا جائیگا

خون آنکھوں سے نکلتا ہے مری رس رس کے  
اتنی عشاق نے اُس در پہ جبہ سائی کی

ایک قطرہ نہ مرے جسم میں باقی چھوڑا  
سب کو دنیا میں طرفدار بہتارا پایا  
چارہ گرد دل بھی ہے مجروح جگر بھی زخمی  
تو بھی ایدل یونہی اب اپنی بدلے حالت

ہم کو اُمید ہے پھر صبح وطن دیکھیں گے  
اسپہ مجلے ہیں کہ ہم زخم کھن دیکھیں گے

آہ نباش ترا جسم و بدن دیکھیں گے  
ہاتھ سے ہاتھ بلا عشق کا دعویٰ ہے اگر



غیر ہنسی دینے جو بیکور و کفن دیکھیں گے  
وانغ کہتے ہیں کہ ہم اور چین دیکھیں گے  
حشر تک راہ تری عہد شکن دیکھیں گے  
کس طرح چاند کو لگتا ہے کہ نہیں دیکھیں گے

روک کر لکھ تولے قربان فلم کو اپنے

اس غزل کو تری سب اہل سخن دیکھیں گے

پہلو میں آہی کوئی دریا تو نہیں ہے  
دل رکھنے کو کہدوں مگر اچھا تو نہیں ہے  
جلوے تو دی ہیں کوئی موسیٰ تو نہیں ہے  
پیغام قضا نے کوئی بھیجا تو نہیں ہے  
دل ہے یہ مرا سا غر و مینا تو نہیں ہے  
ہے عالم رو دیا کوئی صحرا تو نہیں ہے  
اے شیخ تو کچھ راہ کو بھولتا تو نہیں ہے  
مایوس ابھی یہ دل شہید تو نہیں ہے

قربان کیا وصل کا وعدہ تو انہوں نے

پورا۔ کبھی کر دیں گے تقاضا تو نہیں ہے

جھکے روتے ہیں وفا پر تری مرنے والے  
سایں جو باقی ہیں وہ بھی ہیں گزرنے والے  
جیسے اب اے شب غم ہم نہیں دے والے  
زخم دل ابھرے گئے تھے ہیں ابھرنے والے  
ہمے او۔ وصل کے وعدوں پہ مکرے والے  
یہ نہ سمجھا پر بردار کسترنے والے  
چندون اور پھر جا ہیں پھٹنے والے  
وہ ترے تیر مرے دیں اترنے والے  
سب ہیں اس ایک ہی ریتے سے گزرنے والے

میرے لاشے کو ذرا آگے تو عورت ڈھکے سے  
دلیں باقی نہ رہی تیرے تو گنجائش کچھ  
تیرے ملنے کی نہ امید کبھی جاسے گی  
زللف بکھری ہے تو پہننے لے ہوئی عارض پر

روک کر لکھ تولے قربان فلم کو اپنے

اس غزل کو تری سب اہل سخن دیکھیں گے

آہ کہو نہیں سمندر مری بہتا تو نہیں ہے  
پوچھ جو کوئی مجھے مرے زخم کی حالت  
وہ طور پہ اب آگے کریں کیا یہ بستاد  
مرنے کے لئے ہم جو ابھی سے ہوئے تیار  
مسرور ہوئے جاتے ہو تم خون کو پی کے  
کیا خواب میں بھی فیتس کے آتی نہیں دیکھا  
میخانے میں آتا ہے چلا چھوڑ کے کعبہ  
یاں پر نہ ملے تم تو قیامت میں ملو گے

قربان کیا وصل کا وعدہ تو انہوں نے

پورا۔ کبھی کر دیں گے تقاضا تو نہیں ہے

کس پہ تو چھوڑ چلا ان کو گذرنے والے  
ہم کہاں دار فنا میں ہیں ٹھہرنے والے  
روز آئیے رہی کیا تری ہیبت مستیم  
یہ تو رُودے سے کہیں گے نہ کہی چارہ گرو  
ہم تو جب جا میں قیامت میں بھی تو جئے مگر  
عمر بھر مجھ کو نقش ہی میں نہیں رہنا ہے  
دار فانی میں اب آنے ہی کو ہے بانک درا  
وہ تری تر بھی نگاہیں وہ جگر دوز آہ نکھیں  
جاوہ ملک عدم عام ہے انسان کے لئے

جو بگاڑے گئے قریبان ازل کے دن سے  
وہ مقدر نہیں ہرگز بھی سنورنے والے

تہیں کیا واسطہ آہ و فغاں سے  
قفس میں جا کے بلبلیں ہاتھ دھو لے  
خزاں ہو یا بہار عادت ہے اس کو  
ضعیفی میں نہیں اُتھنات دم بھی  
بنے ہیں گل چمن میں شوخ دیدہ  
تحفظ راز الفت کا کروں گا  
عدو سے کہتے ہیں اچھا ہے بقتہ  
ترا ہو حسن دُنیائیں نایاں  
گلا اس کا ہے جب کا ہے یہ ساتھی

بلا سے جاے کوئی اپنی جاں سے  
چمن سے گل سے اپنے آیشاں سے  
چمن چھٹتا نہیں ہے باغباں سے  
رہا جاتا ہوں تیغ کے کارواں سے  
اڑ لائے ہیں یہ فوجی کہاں سے  
نہیں کرتا بیاں اپنی زباں سے  
مزدہ آتا ہے میری دانتاں سے  
اگر بردہ اُٹھائے درمیاں سے  
انہیں شکوہ ہیں کچھ آسماں سے

نہ پایا چین اک دم اس جہاں میں  
خدا قریبان نکالے اس جہاں سے

جب تک اُردو میں نہ وہ بے نیاز ہے  
عصیاں کے غم سے مجھ کو ٹھٹھا کارسانہ ہے  
بے کیف ہو کے ساری خدا کی تباہ ہو  
جلتا ہے عیش میں یوم فسور تنگ  
تدبیر دل کے درد کی اپنے کروں کوئی  
فطرت جو حسن کی بہو درد آشنائے عشق  
قد مونہ اس کے شام و سحر ہوں جھکا ہوا  
مجھے نہ ہو سکیں گی حقیقت پرستیاں

کیا فائدہ دوا تری لے چارہ ساز ہے  
رحمت سے اپنی تو مجھے مولا نواز ہے  
آواز سوز کی نہ اگر دل کا ساز ہے  
دل میں آہی ایسا تو سوز و گداز ہے  
گرچہ میں مجھ کو شوخی معشوقہ ساز ہے  
محمود کے نہ دل کو تکی آیا زوے  
پھر کیوں نہ مجھ کو لطف یہ عجز و نیاز ہے  
یار بچے سلیقہ عشق محبازوے

قریبان کس طرح مجھے صحت نصیب ہو  
دل کی دوا ہی جب نہ مجھے چارہ ساز ہے

میرا فالو بس محبت اسکا پردہ پوش ہے  
تھے تو انسانے عدم کے یاد لیکن اب نہیں

دل کے اندر جو تجلی کا تہاری جوش ہے  
آتے ہی دُنیائیں رویا تھا بل تلو جوش ہے

ان کو لاشہ و قدم بھی میرا بار دوش ہے  
فرطِ عبرت سے چراغِ قبر بھی خاموش ہے  
صرف یہ کہتے ہیں لوگوں نے کوئی بیہوش ہے  
میرے مولائش کا اب تو ہی پردہ پوش ہے  
خواب کے اندر وہ جسے آج ہم آغوش ہے  
میرا مولاجب گنہگار و نکاپردہ پوش ہے

آہ لے قبر بان یہ حالت زمانے کی ہے آج  
دیکھ کر جتنے ہیں سب کوئی اگر خوش پوش ہے

کہ تیجھے پیچھے ہیں ٹھٹھ بہت جلائے ہوئے  
کہ ہمتو آج نہ امت سے ہیں نہاے ہوئے  
عدو کو دیکھا ہے جب گلے لگائے ہوئے  
وہ کام آئے جو کچھ اٹکھے بہاے ہوئے  
وہ آج ہاتھو میں بندھی جو میں لگائے ہوئے  
شبِ فراق میں اے غم ترے جگائے ہوئے  
وہ لاکھوں بار کے میرے کس آواز لگائے ہوئے  
ازمانہ ہو گیا ہم کو عدم سے آئے ہوئے

سفرِ طویل ہے قبر بان اور وقت ہے کم  
بڑے چلو یوہنی اپنے قدم بڑھائے ہوئے

کشتہ راہِ عشق کی مشیت غبارِ رہِ بجائے  
گوشہ باغ میں کہیں نامِ بہارِ رہِ بجائے  
سوزِ تپِ فراق کا دل میں غبارِ رہِ بجائے  
نذرِ حریمِ ناز سے یہ مرا ہارِ رہِ بجائے  
کوئی ستم کوئی جفا شہیدہ کا رہِ بجائے  
پھر کہیں ہو کے گلِ مری شمعِ مزارِ رہِ بجائے  
باقی شربِ عشق کا محب کو غمارِ رہِ بجائے

دیکھتے ہیں ہر طرف کا نہ صا بیلے کوئی اور  
چار جانب ہے اُداسی کہ قدر چھائی ہوئی  
یہ تو وہ کہتے نہیں ہوں حسن کا مخمور میں  
دستِ وحشت بڑھتے ہیں جیو داں کی طرف  
اب چھایا ہو کھلیں لہجہ نہیں نہ صبحِ حشر تک  
حشر میں میری خطائیں کھل نہیں سکتی کبھی

کہاں سے آتے ہیں فتنے وہ اب اٹھائے ہوئے  
عزیز و غلّ نہ میت کو دوسرا رمی تم  
ہماری سینہ پہ ہے آج سانپ لوٹ رہا  
ہماری دھڑکیاں کو حشر میں دھویا  
ہماری خونِ جگر کا بھی اس میں حصہ ہے  
اب اپنی آنکھ نہ کھولیں گے صبحِ حشر تک  
یقین کیسے میں کروں دعا نہیں کرتے  
وہاں دیکھا تھا اب یاد کچھ نہیں ہم دم

ہونے سے کوئی پامال آج مزارِ رہِ بجائے  
توڑ کے پھول پھول کو باغ سے پھینکے خزاں  
تیرا مریض نا تو اب بھرتا ہے آہ اس لئے  
دلِ دل و جگر سے میں لایا ہوں آج گوندھ کر  
ایسا نہ ہو کہ تو کہے ہم نہ تجھے سنا سکے  
عبرت روزگار کی بجز ہی جوئی سے پھر ہوا  
ایسا نہ ہو کہ حشر کے روز بھی تجھوتا آنکھوں

آئیے جلد آئیے دل کی لگی محبہ آئیے | پھونکنے کو دل دھج کر کوئی شرارہ بنائے

قرباں عدم میں اپنے ساتھ جائیں نہ کچھ کہہ دیں

دل نہیں صاف کیجئے دل میں غبارہ بنائے

کسی معشوق سے ہم بھی محبت کر کے دیکھیں گے  
ہیں بھی دیکھنا ہے وہ نظر کیوں کر نہیں آتا  
جو کہتا ہوں قیامت میں کرونگا تیرے شکوے میں  
مزدہ جاتا رہیگا کیا غلش اندوزی دل کا  
اچھیں ہوتی ہے ہم سے یا نہیں ہوتی تجھت کچھ  
عجب کیا ہے جو سکر و قہہ عمر رحم آجائے  
کوئی تدبیر شاید انبساط دل کی مل جائے  
وہ محکو دیکھ کر شاید ارادوں کو بدل ڈالیں

یہ آدابِ مروت کس لئے قرباں ہوئے پوئے

بہت کہتے چلے آئے مروت کر کے دیکھیں گے

اس پنج و غم کی میرے کوئی انتہا بھی ہے  
اب بھی نہ جوئے وہ بڑا بد نصیب ہے  
کیا کیا دے خدا نے حینو نہیں کس ل  
قدرت نے ان کو جمع اوصاف کر دیا  
کتک یونہی میں ایڑیاں رگڑو مگنا چارہ گر  
یہ دیکھنا ہے کون ہو مقتل میں کامیاب  
مطلق نہیں خیال دل عندلیب کا  
آئی ندا - مخرج و فنا کا طلب کیا  
حیرت نے دیکھنے نہ دیا آپ کا جمال  
پہو چنانہ ایک روز بھی داماں یار تک

دُنیا میں درد و ہجر کی کوئی دوا بھی ہے  
ساتی بھی ہے شراب بھی ہے دلربا بھی ہے  
سوخی بھی ہے جیا بھی ستم بھی جفا بھی ہے  
انداز بھی ہے تڑپ بھی ناز و ادا بھی ہے  
آخر مے مرض کی جہانیں دوا بھی ہے  
تیرا دامن تاک میں ہے اور قضا بھی ہے  
اے بھول تجھ میں نام کو بُوئے وفا بھی ہے  
گل کوئی محفلِ عشق میں اجنگ کھلا بھی ہے  
ستارہ کو گرا بھی ہے پردہ اٹھا بھی ہے  
ترتیب کا گو عیار اٹھا اور اڑا بھی ہے

قرباں محکو غم ہے کہ تیرا نہیں ہے وہ

یہ تو بتا کسی کا وہ ملک الم ہوا بھی ہے

الک بکیر کھجاتے ہیں وہ عاشق کے مدفن سے  
میں آتی ہوں زرا دو بلبلو کو آج گلشن سے  
تجھے ہے برق کیوں کاوشیں میں میر خرم سے  
محبت ہوئی ہے برق کو میرے نشین سے  
اچھل پڑتا ہوں جب مج ہوا آتی ہر دزن سے  
اٹھا کر دیکھ لے پردہ ذرا تو اپنی گردن سے  
مبارک بلبلو فصل خزاں جاتی ہے گلشن سے  
کہ رنگ نام تھا ملتا ہوا رنگ نشین سے  
انہیں واقف ہوا عاشق کی تیر کوئی ممکن سے

انہیں ڈر ہے کہ چھو جائے نہ سکی خاک امن سے  
خزاں آتی ہے تو دیتی ہوئی آتی ہے یہ قدغن  
ذرا یہ تو تباہی میں نے تیرا کیا بگاڑا ہے  
چمکتی ہے تو گلشن میں ہمیشہ اس پہ گرتی ہے  
شب عہدہ عہدو کی رخنہ اندازی کا یہ ڈر ہے  
جسے تو ڈھونڈتا ہے وہ تو زاہد پاس ہی تیرے  
جنو تنکے نشین کے گلوں سے پھر ذرا کھیلو  
نہ کیوں صیاد کے پھندے میں جا کر صید ہوتا میں  
نہ وہ مچھرا میں رہتا ہے نہ آبادی میں رہتا ہی

وہی مذہب ہے اپنا جو مذہب بیکار کا اپنے  
قلقل کچھ نہیں قرمباں ہیں سچ و برہمن سے

بکھلے اگر کن سے مرے جان خیز نکلے  
بھویر تلے ہوئے نکلے چڑھائے آستیں نکلے  
جنہیں ہم دوست سمجھے تھے وہ مارا ستیں نکلے  
کہ جب نکلے ترے کوچہ سے ہم اندو گیں نکلے  
کہیں ڈولے تھے ہم جا کر مگر جا کر کہیں نکلے  
دعا میں مانگتا ہوں دم مرا جلدی کہیں نکلے  
تو میرا عشق بھی کم خرچ اور بالائیں نکلے  
یہی وہ چار وقت غم ہمارے ہم نشیں نکلے

بہت دشوار ہے دل سے خیال مہ جبین نکلے  
ابھی کسی شامت آج آئی ہے کہ وہ گھر سے  
نزیب دوستی میں جان لے لی اے معاذ اللہ  
ترا کوچہ ہے یا اک مرکز جو رجعت ظالم  
گئے عصیانکے دریا میں تو نکلے بجز رحمت میں  
وہ نکلے ہیں عیادت کے لئے ہمراہ دشمن کے  
اگر چلنے لگو تم میری آنکھوں کے اشاروں پر  
جنہیں ارمانِ محسرت آرزو اور پاس کہتے ہیں

بہت ممکن ہے حسرت غیر کی دنیا میں نکلی ہو  
بہنی قرمباں کے ارمان تو دل سے نہیں نکلے

برخ اور راحت اٹھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے  
لیکے حسرت دلیں جاننا کوئی ہم سے سیکھ جائے  
بار الفت کا اٹھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے  
ایسے مرد کا جھلانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ہم نہیں ہننا۔ ہننا نا کوئی ہم سے سیکھ جائے  
لیکے نکلے تو بہت ہیں یہ ہیں معلوم ہے  
کیفِ عشرت کا اٹھانا تو بہت آسان ہے  
کس ادا سے کہتے ہیں ٹھوکر لگا کر مہر پر

دل کا سرمایہ لٹانا کوئی ہم سے سیکھ جائے  
لب ہی لب میں سکرانا کوئی ہم سے سیکھ جائے  
نہر تاباں کو چھپانا کوئی ہم سے سیکھ جائے  
خونِ حسرت کا بہانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

جتنے تھے ارمان و حسرت سب کے ہم نے نکال  
برق کی وہ دیکھ کر بادل میں کہتے ہیں مہنی  
ڈال کر منہ پر وہ آنکھیں مجھ سے کہتے ہیں ندیم  
توڑ کر اقرار وہ کہتے ہیں کہیں انداز سے

بغیر کو چھپاتی لگا کر کہتے ہیں **فریبان** وہ  
اپنے رونٹھوں کو منانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

بہت بیتاب یہ قلب خزیں ہے  
بے اتنا یاد اسے دیکھا کہیں ہے  
تو میرے خاتمِ دل کا ننگیں ہے  
کہاں اب اپنے قابو میں نہیں ہے  
جسے دیکھو وہ ہی اندوہ لیں ہے  
ہوا غمِ جب سے اپنا ہم نشیں ہے  
کہاں حویریں کہاں خلد بریں ہے  
ہمارے واسطے ہر دم نہیں ہے

نہیں پہلو میں جب مہر میں ہے  
وہ صورت دیکھ کر کہتے ہیں میری  
ہوا منقوشِ سیرا نامِ اس میں  
ضغیفی میں کمرِ حنم ہوئی ہے  
عجب ہے عالمِ ہستی کا عالم  
کبھی عشرت کی صورت ہی نہ دیکھی  
زمین پر آگئیں سب دیکھ و اعظ  
عدو کے واسطے سیکھا ہے اقرار

نہ کر **فریبان** حنمِ فکرِ صفا  
زمین بیکار ہے ابھی نہیں ہے

لحدِ پرشب میں آیا جب پردہ پوش ہوتا ہے  
کہ انسان پی کے جا موت جب پہوش ہوتا ہے  
جنازہ مر نواے کا وبالِ دوش ہوتا ہے  
وہ پیدا ہوتے ہی مجبورِ ناہوش ہوتا ہے  
چراغِ زلیت اپنا دیکھ اب غاموش ہوتا ہے  
نہارا غم اسی میں آگے پردہ پوش ہوتا ہے  
جو امیدِ کرم رکھتے ہوئے غاموش ہوتا ہے  
کہ تم کو دیکھتے ہی دفعتاً غم پوش ہوتا ہے  
میرا گھومتے بڑھکے سیر دیں جوش ہوتا ہے

مجھ کر کچھ چراغ گور بھی خاموش ہوتا ہے  
فرشتے گور میں کرتے ہیں کب پرش گناہوں کی  
بدلتے جاتے ہیں احباب اور اہلِ عزاکانہ سے  
جو انسان نظر آتا ہے ذوقِ میکشی دل میں  
بلائے چارہ گر بالیں یہ کچھ روشن جہانوں کو  
ملاتے ہو جفا سے خاکیں تم ہائے جس ل کو  
دی ہو تا ہے مجرمِ مستحقِ رحمتِ مولا  
فرشتہ کیا لحد میں تم سے بوائے آہِ نودارد  
تو نہ کبرِ الفت کا لیا کرتا ہے جو میں سی

جو انکو دیکھ لیتا ہے وہی بیوقوف ہوتا ہے  
اکرم مولانا نور اکبر پر دوش ہوتا ہے

بہت بہتر کر گیا وہ نہ اب فریاد بھولے سے  
تہاے کہنے سے قربان اپنا دوش ہوتا ہے

میں دیکھ لوں جو تم کو نگہ بھر کے سامنے  
جانا ہے تم کو داور محشر کے سامنے  
دھونی رما کے بیٹھ گئے گھر کے سامنے  
دی اُسے جان تیر کے خنجر کے سامنے  
گردن جھکائے بیٹھے ہیں خنجر کے سامنے  
سجدے کرونگا شیشہ و ساغر کے سامنے  
ہم نے تہیں دکھائی دیا ہر کے سامنے  
ارکھے ہیں دل کے چاک فوگر کے سامنے

قربان ایسی باتوں سے اُن پر ہو کیا اثر  
عرض و فاضول ہے پتھر کے سامنے

جو ہنستا ہو مجھے مصیبت اس مصیبت کیا کہنے  
آئے نہ شکر جسکو قیاس کی ایسی حکایت کیا کہنے  
انکی شکایت عورت سے سینے اپنی شکایت کیا کہنے  
ایسی جگہ پر اپنے کی ہر اپنی سکونت کیا کہنے  
بہر معافی پیش داور روز قیامت کیا کہنے  
تکلیف محبت غم و غصے ہے مجھ سے نفرت کیا کہنے  
کیسی بلا ہے کیسی قسم یہ شے ہے قت کیا کہنے  
مخلو خدا نے دی ہستی ازل کی ہستی کیا کہنے  
انکی محبت کیا کہنے اور انکی عداوت کیا کہنے  
کیسا بلایا تو نے ہم کو ساغر وحدت کیا کہنے  
کیسی شوقی کیسی بوجہ کیسی ہر رنگت کیا کہنے

تجلی وہ دکھائیں کہ جو معلوم ہے اُن کو  
مرے اعمالِ محنت میں ہوا خیرتی جو کرتے ہیں

ساماں سکوں کا ہودل مضطر کے سامنے  
اپنی جفا و جور کا رکھنا ذرا حساب  
کوچے میں اُن کے بنے بھی آسن جا دیا  
قاتل نے رحم ہائے نہ سبل یہ کچھ کیا  
لو آؤ اپنی نوبت بازو کو آزماد  
ساتی کوئی گواہ رہے میرے جذب کا  
مر جا گیا کوئی تہیں آستانہ ہمت یفتی  
سوزن کو دیکھتا ہے کہی زخم کو کہی

صبر ہے بہتر صبر ہے بہتر غیر سے حالت کیا کہنے  
یاد ہیں ہلکے سارے نقتے روز ازل کو دوست مگر  
بات نرالی اُنکی ہمد سے نرالا انکا ہول  
وہم نہ ہوئے آہ نہ ہوئے نالہ نہ ہوئے ہائے ستم  
ختم گئے دنیا میں گئے پھر سب اُسپر روشن ہیں  
لاکھوں عاشق تھے دیکھے آئی نہ لیکن تم کو تیر  
اسکھ میں آسودل میں اکھن نیند نہیں آرام نہیں  
وہ تو بھلے تھو کہتے تھے انکی شکایت ٹہیک نہیں  
اب نہ بھروسہ اسکا ہیں کچھ اور نہ بھروسہ اسکا ہیں کچھ  
پر طرقت تیرے صدمے ہوش نہیں دنیا کا ذرا بھی  
ہاتھ نہیں ہندی تیرے لگائی خون عاشق سہلا کر

غیر پہ تو الطاف ہر تیرے مجھ پر ذرا بھی لطف نہیں | اتونہ بھکی افسوس ذرا بھی چشم مروت کیا کہئے  
 پار لگا یا عشق کا بیڑا بار اٹھایا تو نے بڑا  
 آفریں ہر تجھ پر قمر بآں یہ تری ہمت کیا کہئے

## (قطعات و رباعیات)

گویا ہی بھی دی فہم بھی ہم کو بخش | رباعی  
 جتنا بھی کروں شکردہ ہے کم سے کم | مخلوق میں پھر سب سے بڑھایا رُتبا  
 صدقہ تری قدرت کے کس جاؤں مولا

بخشش تری معلوم عنایت معلوم | رحمت تری معلوم رعایت معلوم  
 جو چاہے تو دم میں کرے قمر بآں تجھ پر | قدرت تری معلوم حکومت معلوم

گلشن میں کوئی پھول جو کھل جاتا ہے | ایضاً  
 آئیں بھی ہے جلوہ گر تری صنائی | رنگین ترانے وہ ترے گاتا ہے  
 قدرت سے تری رنگ بُو پاتا ہے

بیار ہو تو اس کو شفا دیتا ہے | ایضاً  
 یارب ترے الطاف ہیں کیسے کیسے | تو اپنی محبت کا پتا دیتا ہے  
 عکین ہو تو غم کی دوا دیتا ہے

کی سینہ و دل کی یہ صفائی ہم نے | ایضاً  
 اس پر بھی دیا تو نے ہیں اے مولا | سب عمر گناہوں میں گنوائی ہم نے  
 ادیکھی یہ تری شانِ خدا کی ہم نے

منتا ہے خلیل کی بھی مُرد کی بھی | ایضاً  
 سب کا تو خدا ہے سب کا مبدؤ | موسیٰ کی بھی فرعون سے مُرد کی بھی  
 احساند کی بھی مُنتاب ہے تو مجہود کی بھی

قطرے کو اگر چاہے تو دریا کر دے | ایضاً  
 اور کوہ کو تو چاہے تو ذرہ کر دے



کیا کیا تری قدرت کا کوئی حال لکھے | تو کو کو دیکھے تو بینا کر دے

ایضاً

اللہ کی قدرت کی نمائش ہے جہاں | ہر چیز میں اک صنعت صانع ہے عیاں  
واچشم بصیرت کو کر دے قریباں | ادیکھو اس ذات کو عیاں ہے کہ نہاں

ایضاً

ابن میں گیا تو جلوہ سازی دیکھی | دیکھا ترا ناز بے نیازی دیکھی  
پالے ترے پلتے ہیں ترے دشمن دوست | اقرباں تری بندہ نوازی دیکھی

ایضاً

جب دل سے دُلی کو دُور ہم کرتے ہیں | تجھ نے میں بھی سیر حرم کرتے ہیں  
آتا ہے نظیر اہی نقشہ اس میں | احسبوقت نظر سوائے صنم کرتے ہیں

وَمِنْ

دُنیا میں عجب آس کے تراشا دیکھا | یاں ہم نے کسی کو نہ کسی کا دیکھا  
غیروں کی شکایت نہیں قریباں ہیں | اپنوں کو بھی دیکھا تو نہ اپنا دیکھا

## رُبَاعِیَّاتِ مَجَاز

رُورُو کے غمِ حُبِ سُنایا اُن کو | رُویا میں بہت خوب رُلایا اُن کو  
ہر چند کیا میں نے بہت کم ظاہر | اجاگا میں کئی رات جگایا اُن کو

ایضاً

جاگا ہوں شبِ ہجر میں تا وقتِ سحر | کی رات بسر تمام تاوے گن کر  
تم پوچھ لو دُورِ دیدہ ہیں گواہ | آنکھوں میں مے نیند نہ آئی دم بھر

ایضاً

بھر بھر کے مجھے جامِ پلائے ساقی | ہوں تشنہ بہت خوب چھکائے ساقی  
تو خوش ہے آباد رے میخانہ | یہ دل بھی مراد ل سے دھاک ساقی

ایضاً

اربابِ سخن بزمِ سخن میں آئے | جس طرح بہار گل چن میں آئے

اٹھ ہر سمت مرحب کی آواز | اللہ وہ لطفِ انجن میں آئے

دل پر جو گزرتی ہے خبر کس کو ہے <sup>ایضاً</sup> | معلوم مراد و جگر کس کو ہے  
کہہ واگر آنا ہے شب آئیں | اب مرتا ہوں امید سحر کس کو ہے

سُرخوڑ کے اپنا آپ مٹے ہیں ہم <sup>ایضاً</sup> | جان شیریں سے اب گزرتے ہیں ہم  
ہیں عشق کے فن میں ہم بھی قرباں اُتاروا | افر بادے جو کیا وہ کرتے ہیں ہم

گھنگور گھٹا آئی ہے اٹھک ساتی <sup>ایضاً</sup> | لا بادہ گل رنگ کا سغری ساتی  
قربان کو کمرست پلا کر مئے ناب | اقر بان کرے وہ جان تجھ پر ساتی

ہم نے وہ لکھا ہے وصف تیرا قاتل <sup>ایضاً</sup> | ہے رنگ سخن میں خون دل کا شامل  
جو دیکھتا ہے اسکو تڑپ جاتا ہے | آنکھوں میں ہوئے مژدم دیدہ سبل

اُلفت تری معلوم عداوت معلوم <sup>ایضاً</sup> | صورت تری معلوم ہے سیرت معلوم  
سامان میں سب تباہی عاشق کیلئے | اشوخی تری معلوم شرارت معلوم

فرض اپنا ہر اہل دل ادا کرتا ہے <sup>ایضاً</sup> | کون اُس پہ زمانے میں جفا کرتا ہے  
جس میں نہ وفا ہو اُس کو ظالم کہئے | امعشوق وہی ہے جو وفا کرتا ہے

دلت ہی نہیں علم سے کوئی بڑھ کر <sup>علم</sup> | راحت ہی نہیں علم سے کوئی بڑھ کر  
کرتا ہے گدا کو شاہ دم بھر میں ہی | عزت ہی نہیں علم سے کوئی بڑھ کر

دُنیا میں کوئی اپنی جو شہرت چاہے <sup>ایضاً</sup> | سرمائے کی آرزو ہو دولت چاہے  
تو چاہیے تعلیم کو حاصل وہ کرے | دُنیا میں جو کوئی اپنی عزت چاہے

## ادب

اس دہریس کوئی جو ادب کرتا ہے | دامن گل امید سے وہ بھرتا ہے  
ہوتا نہیں بے ادب سے مولار مٹی | اگر تا نہیں جو ادب وہ دکھ بھرتا ہے

ایضاً

دنیا میں اگر تم اپنی عزت چاہو | بدیوں سے نجات اور شہرت چاہو  
سیکھو تہذیب اور ادب کے آداب | ہر دل میں جو تم اپنی محبت چاہو

ایضاً

آقا بننا جو چاہے کوئی حاد م | سب سے پہلے ادب ہے اسکو لازم  
سراہل ادب کا کلب بھکا کرتا ہے | ہوتا ہے جہاں میں بے ادب ہی نامہ

## حقیقت

فصل نے میرے کیا مجکو آہی مغلوب | میرے عصیاں نے کیا مجکو بُت کچھ محبوب  
بخشدے رحم تو کرو نہ ٹھکانا ہے کہاں | سر جھٹکائے ہے گھر اسانے تیرے ستوب

ایضاً

مہر اور قہر ہے یہ دوزخ و جنت کیا ہے | لوے آگے جو ترے بندہ کی قدرت کیا ہے  
گو بشر اپنے کو سمجھے ہے بہت کچھ لیکن | اقطرہ آب ہے یہ اسکی حقیقت کیا ہے

ایضاً

کیڑا پتھر میں جو ہو اس کو غذا دیتا ہے | اور اشجار کو تو نشوونما دیتا ہے  
کوئی یالوس جو ہوزیست سے اپنی بیمار | اتواسے اپنی عنایت سے شفا دیتا ہے

ایضاً

جھوٹ لکھتا ہے غلط کہتا ہے اور بکتا ہے | بھید کو تیرے کہاں کوئی بشر سمجھا ہے  
باتیں قدرت کی تری راز ہیں اب تک سب پر | اپنے بھیدوں کو آہی تو ہی خود جانتا ہے

ایضاً

لا تقصے ترے احسان ہیں ہم پر مولا | تیرے الطاف سے معمور ہے ذرہ ذرہ  
تجھ کو تقصیر نہیں ہوتی ہے منظور کبھی | سانسے ایک ہیں تیرے یہ سب ادنیٰ اعلیٰ

تو جو کچھ چاہتا ہے میرے خدا ہوتا ہے | خشک ہو کوئی شجر وہ بھی ہر اہوتا ہے  
بے ترے حکم نہیں ہلتا ہے پتہ ہرگز | فہم سے بالا ترا کام سدا ہوتا ہے

تو نہ چاہے تو نہ ہرگز کوئی تدبیر بنے | ایشیا دم میں بگڑی ہوئی تو چاہے تو تقدیر بنے  
تو جس اکیر کو چاہے ابھی مٹی کر دے | اور جس خاک کو چاہے ابھی اکیر بنے

کشتی منجھ صا میں بھنس جائے تو تو کھیتا ہے | ایشیا ہو جو پتھر میں بھی کیڑا تو غذا دیتا ہے  
آب رحمت سے تری پیاس بجھاتے ہیں بھی | مشرم تو اپنے گنہگاروں کی رکھ لیتا ہے

عظمت شاہ کو دم بھر میں مٹا دیتا ہے | ایشیا ہو گدا کوئی تو سلطان بنا دیتا ہے  
کوئی منکر ہوا۔ اگر تیرا تو اسکو فوراً | اپنی قدرت کا تماشہ تو دکھا دیتا ہے

راہ جو ٹھیک تھی وہ مجھ کو بتائی کس نے | ایشیا کی زبان نے میری راہ منائی کس نے  
تو نہ تھا گرمے کاموں کا بننے والا | امیری بگڑی ہوئی تقدیر بنائی کس نے

نفس نے مجھ کو کیا سیر ہے مولا مجبور | ایشیا اسکی طینت نے مجھے ہائے بنا یا مقبور  
ہاں مگر شان رحیمی سے تری ہے امید | کہ گنہگار کو تو چاہے تو کر دے مغفور

بطن ماہی سے تھا یونس کو نکالا کس نے | ایشیا گھر میں فرعون کے موسیٰ کو تھا یا لاکس نے  
جاؤں قربان تری شان کے مولا ہر دم | جسم ایوب سے تھا درد کو ٹالا کس نے

سلب کے رنج و غم دہرا آسمی میں سہوں | ایشیا اب میں کبتک یونہی حیراں پریشان رہوں  
سُن لے مولا تو ہی معنوم کہانی میری | تو نہ گم بات سننے میری تو میں کس سے کہوں

بیٹھے بیٹھے جو یہ اعمال ہیں لکھتے میرے | ایشیا دوش پر کیوں یہ بٹھائے ہیں فرشتے میرے

میرے مولا تجھے منظور ہے پر وہ پوشی | کام پھر آئیں گے کس کے یہ نوشتے میرے

ایضاً

فیض بندوں پہ ترا صبح و سنا ہوتا ہے | وہ ہم بھی جسکا نہیں وہ بھی عطا ہوتا ہے  
شکر کس کس کا کریں صد بھی ہو آخر کوئی | ہر گھڑی تیرا اک احسان نیا ہوتا ہے

ایضاً

آج بھی تو جسے چاہے اُسے ہوئی کر دے | دیدہ کو رہ ہو حُرم تو بنیا کر دے  
سیکڑوں موسیٰ شنیں طور ہوں لاکھوں موجود | تو جو دُنیا میں کبھی عزمِ محبت سی کر دے

## مجاز

آتنا اغماز نہ کر ہم کو تو اتنا نہ ستا | وصل کا کر لے تو اترار نہ ہو یا رخفا  
حسن کی رستی ہے دُنیا میں بہت تھوڑی پہا | لے دُعا دل کی اسے جتنا بھی ممکن ہو لٹا

ایضاً

سچ تو ہے غیر سے الفت نہیں ہرگز کرتا | کچھ بھی ہو مان لے اتنا مرا ظالم کہنا  
حسنِ زوروں پہ ہوا وقت ہے نازک بیدا | مفت بدنام نہ ہو اپنی تو عزت کو بچا

ایضاً

رات آنکھوں میں کٹی ساری تھی تائے گن کر | نکلے رب سامنے اور سامنے ڈوبے اختر  
جسکی خاطر ہوئی تکلیف ہیں ساری رات | اوہ وفا باختہ آیا تو مگر وقتِ سحر

ایضاً

کس طرح رازِ محبت کے جتائیں مست کو | دل پہ جو گزرتے بے کس طرح بتائیں تم کو  
ہتھیں آتا نہیں زہرِ رنجبت کا یقین | اپنا دل چیر کے کیا آج دکھائیں تم کو

ایضاً

ظلم کا کس نے سبق ایسا پڑھا یا تم کو | دل کی بربادی کا سامان ست یا تم کو  
کہیں بلجائے تو ہم پاؤں ہی پوچھیں اُنکے | انا زوانہ از بوسِ تم جسے سکھا یا تم کو

ایضاً

مانتا ہوں کہ تری یاد ہے صورت اچھی | کیا کروں پر کہ نہیں ہوتی عادت اچھی

قدر کیا اُس کی جو باہر سے ہو پاکیزہ شر

ہے حسین وہ ہی عطا ہو جسے سیرت اچھی  
غیر کے نامہ کا فوراً ہی دیا تنے جواب  
خطا مکر دیا واپس فقط اتنا کہہ کر

یہ بتائے تو ذرا آج مجھے مست شباب  
کیا خدا کا بھی نہیں خوف و خطر دہیں ترے

جان دینے کو ہے ستار تہارا بے ل  
قتل سے پہلے مگر فرض ہے تیرا اتنا

روز کے روز مجھے آکے تو ظالم نہ ستا  
کبھی گھر غیر کے جا کر بھی ذرا پوچھ مزاج

روز ہوتا ہے صبا تیرا ادھر کو پھیرا  
کیا وجہ ایسی ہوئی کیا کہیں ناراض ہوئے

ہوتا معلوم ہیں عشق جو احنام ترا  
یو نہی بیکار گئی زندگی اُس کی عیسیٰ ترا

ایسے معشوق سے کرنی ہے محبت بیکار  
ہے وہ معشوق جو بے باک بھی آزاد بھی ہوا

باتیں کرتا ہے کہ جیسے سنگر کوئی  
تجھ سے اُمید کسی کو نہتیں دجوئی کی

غیر سے عشق ہوا۔ مدت در محبت معلوم  
تم نے عاشق کو کیا اپنے نہایت مغموم

اس طرح بگڑے ہو جس طرح کہ بگڑے مقسوم  
راہگاہ عشق گیا۔ اور گئی محنت برباد

ایضاً

دیکھ تو لیجئے ہے بھی کہ نہیں کچھ تفصیر  
اگر اثر کرتی نہیں آپ پہ میری تقریر

اس سے پہلے کہ مجھے آپ کوئی دین تعذیر  
عذر تفصیر کا مجھ کو بھی تو موقع ملجائے

ایضاً

دیکھا انصاف بھی اور شانِ مردت دیکھی  
اپنے جو خاص ہیں ان پر نہ عنایت دیکھی

ان تلوں کی ہے بہت بے عدالت دیکھی  
غیر سے خوش یہ رہیں غیر کے بخشیں یہ قصور

ایضاً

اور دنیا میں نہ ہرگز وہ خوش انجام ہے  
وہ کبھی خوش نہ ہے مفت میں بدنام ہے

تجھ پہ عاشق جو ہوئے دہر میں ناکام ہے  
نہ تو راحت ہی ملی ان کو نہ عزت ہی ملی

ایضاً

ورنہ حیوان بھی کھا لیتے ہیں تو کھانا  
علم ہی سے توجہ کو بھی یہاں پہچانا

علم ہوتا نہ اگر کوئی نہ ہوتا دانا  
علم ہوتا نہ اگر جہل نہ ہوتا مدام

ایضاً

اور ہستی کو کرے اس کی زمانہ تسلیم  
پہا ہے پہلے کہ حاصل کرے انسان تعلیم

چاہتا ہے جو کوئی اس کی ہو ہر جانتظیم  
تو بغیر اس کے کبھی کام نہیں چل سکتا

ایضاً

اور دنیا میں رہے کوئی جو بن کر جاہل  
یعنی ہستی سے بھی رہتا ہے وہ اپنی غافل

علم دنیا میں اگر ہو نہ بشر کو حاصل  
ہوش ہونے پہ بھی بیہوش اسے کہتے ہیں

ایضاً

اپنی امید وکی منظور ہے جب کو تکلیف  
اعز م و کوشش کرے علم کی پوری تحقیق

جو کہ دنیا میں نہیں چاہتا اپنی تذلیل  
یاد رکھے وہ اسے خوب یہ ہے گمراہ کا

ایضاً

کون کر سکتا ہے دنیا میں حکومت بے علم

کر نہیں سکتا بشر کوئی یا ست بے علم

علم وہ شے ہے کہ جو کام ہے دیتا ہر دم پیدا ہوتی نہیں ہرگز بھی یاقوت بے علم

ایضاً

حق و ناحق کی بھی ہرگز اسے پہچان نہیں علم جس کو نہیں اس کی تو کوئی نشان نہیں اسکو حیوان کہیں تو ہے مناسب قریباں

ایضاً

کوئی بھی کرتا نہیں اس کی جہاں میں تعظیم اس کی ہستی کو نہیں کوئی بھی کرتا تسلیم جو ہے جاہل وہ ہے خلعت بھی پہنکر عریاں اسے شریفوں کے لئے معنوی زیور تسلیم

ایضاً

مال و زر پاس نہیں رہتا زمانے میں کبھی علم سے کوئی دنیا میں ہے دولت بڑھکر اکر یہ آتا ہی نہیں شے شے مانے میں کبھی

ایضاً

پہچھے پھرتی ہے سدا انکے جہان میں دولت ساتھ رہتی ہے سدا انکے جہان میں عزت جتنے سینہ ہیں بھرے علم و عمل کی ضو سے انکو تکلیف کبھی دیتی نہیں ہے عسرت

ادب

فرصت ماں باپ کا یہ بھی ہے کہیں جتنا پیار اتنے ہی بچوں کے سٹھرے رکھیں اطوار و شمار اپنی اولاد کو دیں پہلے ادب کی تسلیم تاکہ وہ بے ادبی کا نہ ہوں دنیا میں شکار

ایضاً

چھوٹے کرتے ہیں بزرگوں کا اگر اپنے ادب ان کو ملتے زمانے میں سدا پیش مطلب ان کے چھوٹے بھی یونہی کرتے ہیں اکی تعظیم ان کا جاتا نہیں دنیا سے کبھی حسبِ منصب

ایضاً

چاہتا ہے جو کوئی سمجھیں اسے سب مخدوم چاہتا ہے اس کو کرے سب کا ادب اور لحاظ ادب تو کرنا دلوں کو ہے جو کوئی محکوم ادب توں باتیں ہیں یہ اس کے لئے لازم ملزوم

ایضاً

وہی عاقل ہے ندے ہاتھ سے اپنے مقصود کام ایسا کرے خوش جس سے ہوں ساجد مجبود ہے ابھی سامنے انسان کے شیطاں کی مثال ایک لمحہ میں ہوا جو کہ لعین و مردود



سائے کا مرنے کرے پہلے ادب کی بحقیق  
بے ادب دیکھنے کے جب جگہ تو سب کہیں گے  
اس کی دنیا میں ضروری ہے نہایت تکمیل  
حکم کی تو نے نہ کی کچھ بھی خفا کی تکمیل

ایضاً

بے ادب کی نہیں تقدیر بھی اچھی ہوتی  
با ادب رہتا ہے دنیا میں ہمیشہ خوش وقت  
بے ادب کی نہیں تحریر بھی اچھی ہوتی  
بے ادب کی نہیں تقدیر بھی اچھی ہوتی

ایضاً

کوئی شے ہے جو خادم کو بنا دے مخدوم  
مجھے گرو چھتے موصاف تو کہتا ہوں ادب  
کوئی شے ہے جو کرتی ہے دلوں کو محکوم  
اچھوڑ دیتا ہے اسے دیکھ کے ظالم مظلوم

## سخاوت

کوئی شے ہے سوا ہوتی ہے جس سے توقیر  
مجھے پوچھو تو کہوں گا کہ سخاوت ہے وہ  
کوئی شے ہے بنا دیتی ہے بگڑی تقدیر  
اگر سخاوت سے ہو اگر تا بہ خوش رہ تقدیر

ایضاً

بیخ راحت کے لئے اپنے یہاں بوتا ہے  
جو سختی ہوتا ہے کرتا ہے سخاوت ہر دم  
مستحق بخشش غفارت کا وہ ہوتا ہے  
اپنے عصیاں کے وہ دفتر کو یہیں دھوتا ہے

ایضاً

کوئی تکلیف جہاں میں نہیں آتی اس کو  
جو سختی ہوتا ہے سیوہ ہے سخاوت اس کا  
کوئی آفت نہیں ہر گز بھی ڈراتی اس کو  
انگڑستی نہیں رہتا رستائی اس کو

ایضاً

تنگدستی کف اندوس سدا ملتی ہے  
جو سختی ہوتا ہے رہتا ہے جہاں میں خرم  
بغل والوں کی کہیں دال نہیں لگتی ہے  
اسی آفت بھی سخاوت سے سد ملتی ہے

ایضاً

مال و زر سے نہیں دنیا میں کوئی ہوتا امیر  
دل سخی جس کا ہے ہوتا ہے امیر ابن امیر  
پاس دولت بھی جو اپنے کوئی رکھتا ہو کثیر  
اس کی ہوتی ہے امیروں سے بھی بڑھ کر وقیر

ایضاً

کام آئے نہ اگر تو نے لیاقت بیکار  
امن سوزی جو کرے ایسی سیاست بیکار

فیض ہوتا نہیں جس سے جو وہ دولت بیکار  
دیس کو نفع نہوا ایسی سیاست بے سود

ایضاً

جسکو دولت دے خدا۔ اور وہ بچائے بچیل  
اکیوں نہ پھر اس سے ہونا راض خداوند جلیل

صاحب جو دو سخا اسکو سمجھتے ہیں ذلیل  
کوئی دنیا میں جس اس سے نہیں راضی ہوتا

ایضاً

ہاتھ رہ رہ کے اٹھیں ہم نے ہی ملتے دیکھا  
اپنی ہی آگ میں ہر دم اٹھیں جلتے دیکھا

برق کی طرح سدا۔ ان کو ہے گلے دیکھا  
شاد دیکھا نہ زمانے میں بخیلوں کو کبھی

## تہذیب

وہ ندامت کا نہیں دیکھتے منہ پھر زہار  
بر بشر کر نیکو عزت ہو مہتر ری تیار

جو کہ تہذیب کو دنیا میں بناتے ہیں شعاع  
جس جگہ جاؤ وہاں بیٹھو مہذب بن کر

ایضاً

کوئی شے ہے جو مقبول بنا دیتی ہے  
اور تہذیب سر آنکھوں پہ بٹھا دیتی ہے

کوئی شے ہے جو غم و غصے گرا دیتی ہے  
پوچھتا کوئی نہیں اسکو جو مہذب تہذیب

## حسد و رشک

بعد اُس کا نتیجہ یہ ہوا ہے پیدا  
اور حسد نہیں ہوتا ہے جہاں میں اچھا

ہم نے اُن کو ہے بہت غور سے دیکھا بھلا  
رشک والا نہیں کرتا ہے بُرائی ہرگز

ایضاً

ڑنے کو ریتلے تم سے جو کوئی سینہ سیر  
یہ مناسب نہیں سبقت کرو تم بھی بڑھکر

حملہ کرتا ہے زمانے میں کوئی تم پہ اگر  
اتنا کافی ہے کہ رد حملہ کو کرو اس کے

ایضاً

جس جگہ جاؤ کرو ایسی دہاں پر تقریر  
جسکو پڑھنے کے بغیر تہذیبی تو فیر

خط جو لکھو تو کچھ ایسا کرو اس میں تحریر  
کوئی انگلی نہ اٹھائے نہ کوئی رخ کرے

یا بزرگوں نے ترے کی تھی بھلائی کوئی  
تو ہے اچھا تو ہے اسلاف کی شہرت اچھی

پوچھتا کوئی نہیں ذات ہے تیری کیسی  
پوچھتے سب ہیں کہ اعمال ترے کیسے ہیں

ایضاً

انکی الفت نہیں اچھی نہ محبت اچھی  
ان سے ملنا ہے بُرا۔ اُن سے نفرت اچھی

بد شرعتوں کی نہیں ہوتی ہے عادت اچھی  
اُنکے ملنے سے بگڑ جاتی ہے اچھی عادت

## مذمت جاہل

جن کی عادت ہو بھلی اور لیاقت اچھی  
ازنگ کو رنگ بنا دیتی ہے خصلت اچھی

بیٹھواؤ لوگوں میں جنکی کہ ہو محبت اچھی  
خاک بھی ہونے تو کر دیں گے وہ بچہ کو اکیر

ایضاً

اس سے بہتر ہے کہ جتنی ہو تم سے نفرت  
اس کی بندرگی طرح ہوتی ہے گویا طینت

اسکی الفت سے اٹھاؤ گے سدا تم ذلت  
دوستی اچھی نہیں ہوتی ہے جاہل کی کبھی

ایضاً

ہو سکے تم سے تو تم اس کا متبع بھی کرو  
بات اس سے نہ کرو تم جسے جاہل سمجھو

علم والوں سے زمانے میں سدا ملے رہو  
دوستی کا نہیں ہوتا ہے بھروسہ اس کی

## مذمت شراب

پھونکڈالے گی وگرنہ یہ بہتیں خانہ خراب  
ارفتہ رفتہ یہ جلا دیتی ہے دل شل کباب

بھول کر تم کبھی لینا نہ کہیں نام شراب  
مال و زر۔ لٹتا ہے اور اس کے علاوہ کجنت

## حقوق العباد

تم نہ جتک کرو یہ پیدا صفت یہ توصیف  
افرض انسانی ہے اوروں کی مٹانا تکلیف

میں نہیں کرنے کا ہر گز بھی تمہاری تعریف  
ہو سکے گر۔ تو کرو غیر کی تکلیف کو دُور

متفرق

کہ اس کے دید کا ہر شخص ہے تمنائی

عجب بہار نمائش کی اب کے سال آئی

مشاعرہ بھی بڑی دھوم سے ہوا قریباں | سخنوروں کو ملی داد نکلتے پیر الیٰ

ایضاً

ایسا تھا فیض عام جناب غریب کا | ہر لب پہ تھا کلام جناب غریب کا  
باتی اگر ہے ایک بھی میکش جہانیں | مٹنے نہ دے گا نام جناب غریب کا

ایضاً

تشنہ ہوں میں کسی کے نہ مینا نہ جب م کا | حاصل ہے مجھ کو لطف سرور دوام کا  
ساتی تھا گو غریب پہ خست نہ سہیں تھی | میکش ہوں میں جناب امیر الکلام کا

سہرے

کیوں چمک کر نہ بنے ماہ منور سہرا  
بھیجا رضواں نے ہے خود تیرا بنا کر سہرا  
چہرہ ہم کو بھی دکھا اپنا اٹھا کر سہرا  
طلشت امید میں لائی ہے سجا کر سہرا  
دی دعا سبے ترے دیکھ کے سر پر سہرا  
عیش عشرت کا بنے یہ ترے اختر سہرا  
رکھتا چہرے کو ہے جو تیرے چھٹیا کر سہرا  
اونج و اقبال کا ہر دم رہے سر پر سہرا  
اُسے گوندھا نہ کہی اسے تھا بڑھ کر سہرا  
کا پختہ ترے رخسار پہ بھر سہرا  
باندھ کے آیا ہے سر پر ترا شوہر سہرا  
کا مرانی کا بندھا ہے ترے سر پر سہرا  
کچھ کو دیتا ہے ہوا خودیت ہر بل کر سہرا  
ایسا دکھاتا ہے یہ پیارا، میں منظر سہرا

خود دھلے کے بندھا چاند سے سر پر سہرا  
کسلے اس کی چمک باعث تشکین نہ ہو  
تیرے شقائق میں ہم نیچی تنگا ہوں والے  
جلد بیٹھا ہو تیرے اسلئے مالن تیری  
تو پھلا پھولا رہے باغ جہاں میں ہر دم  
نیر اوج ترا چمکے زمانے میں مہم دم  
نظر بد سے بچے تو یہ ہے اس کا مطلب  
نخل امید ہے تیرا جہاں میں شاد آب  
خاص رکھتی ہے تری ذات کے العنت مالن  
کہیں ہو جائے نہ بھولے سے کوئی گستاخی  
صدق و اخلاص کا اور ساتھ میں امید و دل  
بدی امید کی اور کنگنا خوشی کا ہے بنا  
تیرے آئے نہ پسینہ کہیں رخساروں پر  
نیچی نظریں کے محفل میں ہے بیجا نوشاہ

ذوق و غالب کی طرح تو نے رپے مضمون

داد قریباں ہے دیتا تجھے بل کر سہرا

رہیں عیش و مسرت سے مرے دولہا دلہن دونو  
 بنا کے شہری زہرہ بیباں سہرہ کی لائی ہیں  
 شرافت اسکو کہتے ہیں بزرگوں نے جھکتے ہیں  
 بساں ہرادر خورشید چرخ عیش و عشرت پر  
 نگاہ ہر سے یہ محفوظ ہوں یارب زمانہ میں  
 ادب ملحوظ ہے ان کو حیا ملحوظ ہے ان کو

رہیں عیش و مسرت سے مرے دولہا دلہن دونو  
 بنا کے شہری زہرہ بیباں سہرہ کی لائی ہیں  
 شرافت اسکو کہتے ہیں بزرگوں نے جھکتے ہیں  
 بساں ہرادر خورشید چرخ عیش و عشرت پر  
 نگاہ ہر سے یہ محفوظ ہوں یارب زمانہ میں  
 ادب ملحوظ ہے ان کو حیا ملحوظ ہے ان کو

کوئی خورشید کا قریب بال کوئی ہے چاند کا ملکا  
 ملے کیسے میں قدرت سے مرے دولہا دلہن دونو

تسے ہاتھوں میں بھی ادھر یہ گنگنا مبارک ہو  
 کہیں جلدی سے پھر آکر تہیں بیبا مبارک ہو  
 عزت دل کو ترے یہ آج کا جلسہ مبارک ہو  
 تجھے تہرے کی دلہن لے لے دولہا مبارک ہو  
 تہیں یہ ابدلے عیش و دنیا کا مبارک ہو  
 اسے دلہن مبارک ہو لے دولہا مبارک ہو

مے دولہا ترے رخ پر ترا سہرا مبارک ہو  
 خوشی کو باغ عالم میں دلہن دولہا پھیلے پھولیں  
 بہت مدت سے حسرت دیکھنے کی دلیں تڑکتے تھے  
 نئی تیری انکسلیں ہیں نئی دلہن بھی ہے تیری  
 رہو اخلاص سے پیہم بڑے الفت سدا ہر دم  
 دلہن دولہا رہیں یہ تا ابد آباد دُنیا میں

جہاں کی یہ خزاں ہرگز نہ دیکھی باغ میں اپنے  
 ترا قریب بال لکھنا انکو یہ سہرا مبارک ہو

ذرا سہرا اٹھا تیرے سہرے کی خیر  
 چنے پہلے تو گل بھرے گشتی میں پھر  
 ترے رخ پر سجا میرے دولہا بہت  
 ترے سہرے کو دیکھ ترے گنگنے کو دیکھ  
 تری شادی ہوئی خوشی سب کو ہوئی

ذرا سہرا اٹھا تیرے سہرے کی خیر  
 چنے پہلے تو گل بھرے گشتی میں پھر  
 ترے رخ پر سجا میرے دولہا بہت  
 ترے سہرے کو دیکھ ترے گنگنے کو دیکھ  
 تری شادی ہوئی خوشی سب کو ہوئی

پایے دولہا کی خیر پیاری دلہن کی خیر  
 تھے قریب بال ترا ترے سہرے کی خیر

چنے گل ہائے سبک لائی ہے ہلکا سہرا  
 اس لئے چہرے کو ترے ہے چھپاتا سہرا

پیارا کیسا تر امان نے بنایا سہرا  
 بد نظر سے تو بچے اس کو ہے منظور یہ ہی

اس پہ کرتا ہے دو بالا تراکنگ اسہرا  
ہم نے دنیا میں نہیں دیکھا ہے ایسا سہرا  
کہ دل آ رہا ہے بہت اور ہے پیارا سہرا  
دوستوں کی ترے دو لہا ہے تمنا سہرا  
پیاری دہن سے تری اور ہے پیارا سہرا

ایک تو حسن خدا دے سہرا نو شاہ  
دیکھنے والے یہ کہتے ہیں بہت دیکھے ہیں  
پیار آئے نہ نہیں دیکھ کے سہرا کیوں کر  
ہے دعا اسکے کھلیں پھول ہزاروں دم  
ہو مبارک تجھے دو لہا یہ مبارک ساعت

کیوں نہ قربان بھلا چوم لوں میں ہاتھ اُسکے  
جبکہ مالن نے مجھ سے ہے گوندھا سہرا

## رخصتی

بٹھا کے ڈولے میں مجھ کو آبا۔ روانہ کر دو۔ روانہ کر دو  
سجا کے ڈولہ پہن کے کہنا۔ روانہ کر دو۔ روانہ کر دو  
مجھے کھلایا مجھے پناہ۔ مجھے ہے پالا اگرچہ تم نے  
اٹھا یہاں سے اب آب و دانہ۔ روانہ کر دو۔ روانہ کر دو  
مجھے تم آتا پیار کر لو۔ لگا لو چھاتی سے مجھ کو اماں  
دکھا دو مجھ کو کہاں ہے بھیا۔ روانہ کر دو۔ روانہ کر دو  
کبھی نہ میں نے نہیں ستایا۔ ہمیشہ تابع رہی تمہاری  
ہمیشہ مانا مہتہ را کہنا۔ روانہ کر دو۔ روانہ کر دو  
مجھے ہی جب تم نے دیدیا ہے تو اس سے بڑھکر نہیں کچھ بھی  
دیا جو تم کو ہستا اور دینا۔ روانہ کر دو۔ روانہ کر دو  
بنائے دی ہے جو مجھ کو باندی رہو گی باندی ہی ان کی بنکر  
تمہارا رکھوں گی بول او بچا۔ روانہ کر دو۔ روانہ کر دو  
تمہاری بھیجی ہوں میں تو جاتی۔ کوئی جو بھیجے تو پھر میں آؤں  
پرائے بس میں ہے آنا جانا۔ روانہ کر دو۔ روانہ کر دو  
تمہاری گودوں میں تھی میں سوئی۔ مناتے تم تھے جو میں تھی روتی  
یہاں سے ہوتی ہوں اب روانا۔ روانہ کر دو۔ روانہ کر دو

نئے گھرانے میں اب ہوں جاتی جہاں کی دُنیا نہیں ہے دیکھی  
 نئی ہیں باتیں نیا زمانہ - روانہ کر دو - روانہ کر دو  
 رکھے ہیں طاقتوں میں سب کھلونے دئے تھے تم نے جو بچہ کو لا کر  
 نہیں ہے ان کا وہاں ٹھکانا - روانہ کر دو - روانہ کر دو  
 مجھے جو اماں نے ہے سکھایا - مجھے جو آبا نے ہے بتایا  
 کر دوں گی ساس اور خسر کا کہنا - روانہ کر دو - روانہ کر دو  
 کر دوں گی شوہر کی میں غلامی رہو گی عزت کی اُس کی حامی  
 لگاؤں گی وضع میں نہ بٹا - روانہ کر دو - روانہ کر دو  
 مری ہے عزت اسی میں آبا - بھٹکے ہاتھوں سے اپنے خود تم  
 ہنسی خوشی سے یہ میرا ڈولا - روانہ کر دو - روانہ کر دو  
 دُعا یہ اماں ضرور دینا رہوں خوشی سے وہاں بھی جا کر  
 نہیں ہے دیکھنا نیا ٹھکانا - روانہ کر دو - روانہ کر دو  
 جسے بھی دیکھو وہی ہے نالاں پیاہے گھر بھر میں شور قریباں  
 ہے بامِ دور کا یہ ایک لفظ - روانہ کر دو - روانہ کر دو

## الوداعِ رمضان المبارک

الوداع اے ماہِ رمضان الوداع | الوداع اے شہرِ یزداں الوداع  
 الوداع اے شانِ قرآن الوداع | الوداع اے فزایاں الوداع  
 الوداع اے ماہِ رمضان الوداع  
 چشمِ گریاں چھوڑ کر جاتے ہو تم | سینہ بریاں چھوڑ کر جاتے ہو تم  
 نغمیں ساری لئے جاتے ہو تم | اہو کے رخصت ہسے کیا جاتے ہو تم  
 الوداع اے ماہِ رمضان الوداع  
 کس اداؤں سے آتے تھے تم | ہساتھ لاکھوں رحمتیں لاتے تھے تم  
 محو کرنے کلفتیں آتے تھے تم | اور نویدِ عید بھی لاتے تھے تم  
 الوداع اے ماہِ رمضان الوداع

ہم گنہگاروں کا دل ہے یوں نکار  
پھر خوشی سے لائے تم کو کردگار  
یہ کہاں پھر رحمت پروردگار  
پھر وہی خوشیاں من میں روزہ دار

الوداع لے ماہ رمضان الوداع

اے شبہ جو دوستھا۔ نیکو شمیم  
عزیز قربان ہے بہ آہ چشم غم  
اے مے ابر عطاء عالی ہمم  
مجھ سے ماحمی پر بھی پھر کیجے کرم

الوداع لے ماہ رمضان الوداع

دے کے جاتے ہو جو تم فرقت کے داغ  
اب تپ غم سے ہونگا انفس داغ  
ان سے سینہ ہو گیا میرا اجاغ  
اباغ ہستی بن گیا گویا اراغ

الوداع لے ماہ رمضان الوداع

ان کی آفرزش ہو لے ماہ صیام  
جو کہ کرتے تھے عبادت صبح و شام  
ان کا صیام رہے ہوں جو صدم  
ان پر بھی رحمت ہو حق کی بالعدم

الوداع لے ماہ رمضان الوداع

درد سے اٹھتا نہیں میرا قلم  
کرتا ہے مستربانِ زور و کرم  
روسیا ہی سے ہے وہ رنج و الم  
اپ کے جانے کا سب کہے الم

الوداع لے ماہ رمضان الوداع

## ہولی

رُت بدلتے ہی بڑی دھوم سے آئی ہولی  
اب نہ سردی ہے نہ وہ کاوشِ مفصلِ سرما  
رنگ بن بنکے پھر آفاق پہ چھائی ہولی  
تو عجب ایک فضا سا تھیں لائی ہولی  
یہ تھی، یہ تری رُوح کٹائی ہولی  
کثرتِ کیف سے بھولی نہ سمائی ہولی  
تو نے کیسی یہ نئی آغ لگائی ہولی  
بائنسری خوب محبت کی بجائی ہولی

رنگ اڑاتے ہی ہے اُسے گلے مل کر  
ہم نے قربانِ بصد شوق منائی ہولی



## منقبت جناب علی کرم اللہ وجہہ

علیؑ کی دل سے تو کر محبت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علیؑ علیؑ کہہ  
 ہو تجھ پہ نورِ اُخدا کی رحمت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علیؑ علیؑ کہہ  
 ہے ذکرِ سب سے یہ سن لے افضل یہی ہو پیری یہی ہے زینہ  
 تو لینی چاہے اگر ولایت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علیؑ علیؑ کہہ  
 خدا ہو راضی۔ بنی ہو راضی۔ یہ نام ان کو ہے ایسا پیارا  
 ملیگی نورِ اُخدا ہی تجھ کو جنت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علیؑ علیؑ کہہ  
 علیؑ سے تیرا ملے گا مطلب۔ علیؑ ہے اول۔ علیؑ ہے آخر  
 بنائے شیوہ تو ان کی بدعت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علیؑ علیؑ کہہ  
 علیؑ خلیفہ علیؑ دسی ہے۔ علیؑ ولیؑ ہے نہیں ہے کچھ شک  
 علیؑ بنی کا ہے خیر امت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علیؑ علیؑ کہہ  
 کسی کو درجہ نہیں ملایہ۔ کسی کا رتبہ نہیں ہو اچھے  
 بنی نے خود دی اُسے ولایت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علیؑ علیؑ کہہ  
 خلیفہ برحق خلیفہ صادق۔ خدا بھی راضی۔ بنی بھی راضی  
 بنی نے اس کو ہے دی خلافت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علیؑ علیؑ کہہ  
 یہ نام ایسا ہے کرفے روشن۔ مٹا دے دلی یہ سب کدورت  
 جو چاہے ہو دور تیری کلفت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علیؑ علیؑ کہہ  
 بھٹکتا پھر تو نہ ہر جگہ پر۔ یہ صاف رستہ ترے لئے ہے  
 تجھے سکھا دیں گے درس وحدت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علیؑ علیؑ کہہ  
 جو چاہے تجھے ہو رازِ انشا۔ جو چاہے بایں کھلیں خدا کی  
 اسی میں مضمر ہے بس حقیقت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علیؑ علیؑ کہہ  
 نہیں ہے کہنا غلط ہمارا۔ ذرا تو دیکھ آزما کے اس کو  
 زباں کو آتی ہے کسی لذت۔ علیؑ علیؑ کہہ۔ علیؑ علیؑ کہہ  
 کھلیں گے اسرارِ علم و عرفان۔ تمام کلفت مٹے گی دل کی

ہے سب بڑھکر یہ اک ریاضت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ  
 زبان کا تیری ہو درد اگر یہ۔ اگر یہ ہی ہو ترا و طیف  
 تو تیرے دل کو یلگی راحت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ  
 اسی سے جائیگا درد و فراق ال علی کا کرے تو بس و طیف  
 اسی سے جھکوئے گی صحت۔ علی علی کہہ۔ علی علی کہہ

## سلام

کہ قلب فاطمہ پر شام والوں کا علم ٹوٹا  
 نہ کیوں دستہ ترا اے شمر کی تیغ دو دم ٹوٹا  
 غضب ٹوٹا۔ ستم ٹوٹا کہ ایسا دل پہ غم ٹوٹا  
 بیاض احمد رسل کے گلبنے کا قتل ٹوٹا  
 ترا دنیا نہ کیوں اس ظلم سے فوراً ہی دم ٹوٹا  
 بڑھایا جب قہم تو نے نہ کیوں تیرا قدم ٹوٹا  
 تری امت کے ہاتھوں یا نبی تیرا علم ٹوٹا  
 کھرا وہ بھی رہا جو آل احمد کا دم ٹوٹا  
 ہمارے ہاتھ سے اسلام کا کیسا بھرم ٹوٹا  
 غضب سے سامنے شبیر کے سر کا ہی دم ٹوٹا  
 یہ اس مظلوم کے دل پر فلک کیسا ستم ٹوٹا  
 نہ جانے والوں کا یہ سلسلہ سوئے عدم ٹوٹا  
 ترے بعد اے نبی اولاد پر کیسا ستم ٹوٹا

سلامی کر بلا میں کس قدر ظلم و ستم ٹوٹا  
 گلا شبیر کا کاٹا۔ نہ رو کا دست قاتل کو  
 حسین ابن علی کے سامنے مارے گئے اصغر  
 جدا۔ اُن کو فیوں نے کر دیا شبیر کے سر کو  
 شہادت جبکہ پائی تھی نواسہ نے محمد کے  
 بتا شہر لعین شاہ عرب کے قتل کرنے کو  
 ہوئے عباس بے باز و لگ کر جب لیں کو پانی  
 جا بازار میں سکے۔ محبت کا شہادت سے  
 ہونا شامیوں نازاں ملینے ظلم کے بدلے  
 نہ اکبر ہے نہ اصغر ہے نہ ہے عباس سنا بھائی  
 حسن نے جان دیدی اک پیالہ زہر کا پی کر  
 گلے کئے تھے سب کے کر بلا میں پھر بھی بڑھتے تھے  
 تری امت نے دنیا کی طمع میں قتل کر ڈالا

چلا جائیگا جنت میں تو اے قربان دلکش  
 محبت میں جو اہلبیت کی تیرا بھی دم ٹوٹا

## مدح حضرت غوث پاک

بین حال پریشانی محی الدین جیلانی | کہ ہتم غرق حیرانی محی الدین حبیلانی

تو لیٰ حسرتیں سلطانی محی الدین جیلانی  
 فروغ ملت احمد چراغ راہ نیک و بد  
 کفیل امت احمد۔ وکیل روز جد و کد  
 چلویم دروہنہائی۔ بیا تشہست نادانی  
 صد سال تشہبستم چکان قطرات رخت را  
 بیار در خواب ماسرور۔ رہا کن از غنوم و شتر  
 علامت عاشق احمد۔ بخوابد روضہ را بنید  
 ہنم بیچارہ مضطر۔ بشو آ لایش حبس ہنم  
 سیح دروہنہائی۔ مرعیم زحسم ہنہائی

نہ را عن سونے علما غم نہ جو حسن حور را غم

ہنم قربان جیلانی محی الدین جیلانی

## مدحت حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ

تم فخر ادلیا ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
 مجھ کو بھی کچھ عطا ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
 جس سے کہ تم غفا ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
 تیری اگر صفت ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
 تم سب کے پیشوا ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
 جس کا جو مدعا ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
 بازوئے مصطفیٰ ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
 راضی مراحد ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
 صحت میں جو لکھا ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
 غم میں جو مبتلا ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
 تم منع عطا ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
 وہ کیوں ہو جو چاہو۔ بندہ نواز خواجہ

مجھ پر بھی کچھ دیا ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
 دست کرم ہتھارا بھرتا ہے سب کے دامن  
 اس رسول ناخوش اس کے خدا ہونا خوش  
 دم میں ہو یا رہیڑا میرے غم و الم کا  
 جتنے یہاں ولی ہیں تاج ہیں سب تاج  
 تجھے گے جو کوئی حق سے اسے دلائے  
 ظلمت کو بھی مٹایا اسلام بھی بڑھایا  
 کرے جو تو شفا رکھی ہی پھر خط ہو  
 حق سے ہیں دلائے کر کے ذرا سفارش  
 تیری دعا سے فوراً پاتا ہے مخلصی وہ  
 تم مصدبر کرم ہو۔ تم مصدبر سخا ہو  
 حق نے کلید دی ہے ہندوستان کی تنکو

دُکھ میں جو مبتلا ہو۔ بندہ نواز خواجہ  
ایار کی دوا ہو۔ بندہ نواز خواجہ

مٹی سے تیرے در کی پائے شفا وہ نوزا  
ہو اس کے چارہ گرجو عاجز ہو زندگی سے

آئے سلام کو وہ ہے التجا اسکی

قربان کو شفا ہو۔ بندہ نواز خواجہ

## مَدَحَتِ حَضْرَتِ قُطْبِ الدِّینِ حُصَا رَحْمَةُ اللّٰهِ عَلَیْهِ

جلوہ اپنا آج دکھا دو خواجہ قطب الدین دلی  
ولیس لیکر اپنے مطلب در پہ تہا رز آہی تھے  
تکسوسا حق فی بنایا دیر کا پھر اب کام ہے کیا  
در پہ کھڑی ہیں تیر سالی دس خالی ہاتھ بھی خالی  
دید و دید و جامِ وحدت ہاتھ میں لیکر شیشہ ساغر  
میری کشتی آگے کھینچی ہر چ میں اُف بخدا کے اب  
تم تو رستہ جانتے ہو لا کہو نکو تم نے پار کیا  
عشق خدا کی عشق نبی کی عشق کی اپنے لے خواجہ  
سُخ و اطم میں آج پھنسا ہوں کب غوطہ کھتا ہوں  
اذن خدا نے تم کو دیا ہر خاص خدا کے بندہ ہو تم  
مٹکے پیالے اپنے بھریں لوگ کھڑی ہیں اس لگائے  
در پہ تہا رے آکر خواجہ خالی میں کیوں جانو نکا  
میر گند کے ساتھ بنی فتر

پردہ اپنے رخ سے ہٹا دو خواجہ قطب الدین دلی  
حق سے ہم کو آج ملا دو خواجہ قطب الدین دلی  
جامِ مودت کا پلا دو خواجہ قطب الدین دلی  
فیض کو اپنا آج لٹا دو خواجہ قطب الدین دلی  
مست پلا کر ہم کو بنا دو خواجہ قطب الدین دلی  
پار کر پیڑے کو لگا دو خواجہ قطب الدین دلی  
راہ خدا کی ہم کو بتا دو خواجہ قطب الدین دلی  
ولیس ہمارے شمع جلا دو خواجہ قطب الدین دلی  
درد کو دے میرے مٹا دو خواجہ قطب الدین دلی  
جس کو خدا سے چاہے ملا دو خواجہ قطب الدین دلی  
فیض کا دریا آج بہا دو خواجہ قطب الدین دلی  
جیسا چاہو مجھ کو بنا دو خواجہ قطب الدین دلی  
آگ ذرا تم انہیں لگا دو خواجہ قطب الدین دلی  
جیسا چاہو جس کو بنا دو خواجہ قطب الدین دلی

قربان امیدیں کچھ و لیس لیکر دھلی آیا ہے  
بہر دعا تم ہاتھ اٹھا دو خواجہ قطب الدین دلی

## مَدَحَتِ حَضْرَتِ بابا فرید الدین

مجھے کہتے ہیں سب شیدا فرید الدین بابا کا

ہوا ہوں جب سے متوالا فرید الدین بابا کا

معاشی جنکے افروز ہوں نہا لیں وہ یہاں آکر  
فرشتے بھی یہاں آکر درود خاص پڑھتے ہیں  
بھروسے تشہ کلہوں اپنی اپنی تم صراحی کو  
تمنا ہے پی دل کی یہی ارمان ہے دل کا  
خدا اس کو ملے فوراً اپنی اس کو ملے فوراً  
فریب باغ عالم ہو گیا باطل نگاہوں میں  
نہ رتبہ کیونکر اعلیٰ ہو نہ درجہ کیونکر افضل ہو  
لوہنی صابر علیہ جائیں نہ ہو دشواریہ منزل  
تھکے عرفاں کا در دلہ صبا آنکھوں میں بھر جائے  
نظام الدین دھلی میں تو کلیہ میں علی احمد  
اگر ہو خاک کی صورت تو وہ اکیس ہو جائے  
نہ ہوش آئے ازل تک بھی رہے مست حقیقت  
فرشتے بھی یہ کہتے ہیں بڑا درجہ ملا ان کو

ہے جاری فیض کا دریا فرید الدین بابا کا  
مجھے کہتے ہیں سب شیدائے فرید الدین بابا کا  
کہ موجوں پہ ہے اب دریا فرید الدین بابا کا  
اکہی دیکھ لیں سب کو فرید الدین بابا کا  
بنے کوئی جو متوالا - فرید الدین بابا کا  
ہو واجب مجھے سودا - فرید الدین بابا کا  
ملا خواجہ سے ہے رشتہ فرید الدین بابا کا  
تتا دو ہم کو بھی رستہ فرید الدین بابا کا  
جو کوئی دیکھ کے روضہ فرید الدین بابا کا  
جدہر دیکھو اُدھر جلوہ فرید الدین بابا کا  
اشارہ ہو - اگر رونا - فرید الدین بابا کا  
اگر لی لے کوئی پیالہ - فرید الدین بابا کا  
افک تپک رہے سنا چرچا - فرید الدین بابا کا

شفا قربان کو ہوگی مرض ہو جائیگا رخصت  
دعا کو ہاتھ اگر اٹھا - فرید الدین بابا کا

## بدست حضرت صابر صابر رحمۃ اللہ علیہ

رخ سے پردہ اپنے اٹھا لے صابر کلیہ والے  
سر خدا اور سر پنی سب تجھے عیاں ہیں ای خواجہ  
عیسیٰ کی اور تری کرامت دونیکھاں دو نورابر  
جھولی لیکر سائل آئے بھیک تو دے سے اپر دیدے  
بتیاں دل اویک یار ہوئیں منوم ہی کی پیار ہوئیں  
لال علی کا پیارا بی کا ہم ترارتہ جانتے ہیں  
ڈھونڈ آہیں ہم جلاوطن ملتا ہی نہیں حیران حال  
عشق نے تیرے جھکے ہونے کا صبح و مسامیں جلتا ہوں

چہرہ مجھے تو اپنا دکھا لے صابر کلیہ والے  
راہ تو حق کی بھگود دکھا لے صابر کلیہ والے  
شان ایسی مودہ جلا لے صابر کلیہ والے  
فیض تو اپنا آج دکھا لے صابر کلیہ والے  
دلوں کا کھانے سیر و نگاہ لے صابر کلیہ والے  
رستہ چاہے سیکو ملا لے صابر کلیہ والے  
اپنا تیرے قوم کو بتا لے صابر کلیہ والے  
دل کی سیر آگ بھٹا لے صابر کلیہ والے

دلکی کلفت میرے مٹائے اے صابر کلیر دے  
پارمیری کشتی کو لگا دے اے صابر کلیر دے  
میری بگڑی بات مٹا دے اے صابر کلیر دے  
عشق کی لہریں لگ دے اے صابر کلیر دے

بے بہت پر صدمے بہت ہیں تیرا فطال آسرا ہے  
آگے بھینسی ہنجر ہاڑیں ہر کوئی بھی نہیں اسکا طالع  
لوگ ہیں کہتے جھکو خوشی عشق نے تیرا دست کیا  
جلتا رہو نہیں چاہ میں تیری جیسے جلے ہی پروانہ

پل میں قلندر پل میں لی تو ایک نظر میں کرتا ہے

قرباں پر بھی رنگ ڈھادے صابر کلیر دے

## مدحت حضرت نظام الدین اولیا

بنا پھرتا ہوں دیوانہ میں محبوب آہی کا  
لگا لوں منہ سے پانیہ میں محبوب آہی کا  
چلا ہوں لیکر پروانہ میں محبوب آہی کا  
پھروں پھر بنے متانہ میں محبوب آہی کا  
کھلا دیکھوں جو مینانہ میں محبوب آہی کا  
یہ کہہ دوں گا ہوں دیوانہ میں محبوب آہی کا  
نہ چھوڑ دوں گا یہ کاشانہ میں محبوب آہی کا  
اچلوں گا ہو کے پروانہ میں محبوب آہی کا

ہوا ہوں جب سے دیوانہ میں محبوب آہی کا  
عطا کر دے صراحی سے جو اک چلو تیرا وحدت  
نئے عنوان نہ جانے دیگا کیوں گلزارِ جنت میں  
پلا دے معرفت کے جامِ نیکہ کو یا حقیقت کے  
پیاسوں اور نید و غمی طرح کر جاؤں میں فوراً  
نئے لوگینے اہل میکہ جب عین مستی میں  
نہ پاؤں نقیض میں جہنم جہنم ہو دما پوری  
اٹھنے کی لومڑیوں سے اٹھو نکاس شہید و نہیں

ہوں قرباں روشن مجھے یہ باتیں حقیقت کی

بنا ہوں جب سے متانہ میں محبوب آہی کا

## مدح حضرت شاہ بہلول صاحب رحمۃ اللہ علیہ

واجب التکریم یہ سرکار شہ بہلول ہے  
ہر طرف چھایا ہوا انوار شہ بہلول ہے  
دیکھ لو کیسی بڑی سرکار شہ بہلول ہے  
واہ کیا بھولا بھلا گلزار شہ بہلول ہے  
جو جہاں میں اقب اسرار شہ بہلول ہے

واجب تعظیم یہ دربار شہ بہلول ہے  
زرہ زرہ فیض سے خورشید نہا ہد ہے  
فاتحہ خوالی کو آتے ہیں فرشتے اس جگہ  
معرفت کے اور حقیقت کے کھلے ہیں گلستاں  
مل گیا اس کو علی۔ اس کو بنی اس کو خدا

جو کہ دل سے طالب دیدار شہ بہلول ہے  
عام دُنیا کے لئے دربار شہ بہلول ہے  
میکدہ میں جو کوئی میخوار شہ بہلول ہے  
ہم کو تو کافی یہی سرکار شہ بہلول ہے  
طالبوارزاں بہت بازار شہ بہلول ہے  
اب سہاے کیلئے دیوار شہ بہلول ہے  
ہو گیا جن کو بھی دیدار شہ بہلول ہے  
جنگو ہم الفت سرشار شہ بہلول ہے  
لی کے حوالت کی دسرشار شہ بہلول ہے

اس کا دل روشن کرینگے اس کے یہ اکدن ضرور  
کوئی مسلم ہو کہ ہندو یا کہ ہنسہراتی کوئی  
حشر کے دن اُس کے منہ سے آسکی خوشخبر  
ہم تو دور در کی نہ کھائیں گے بھی بھی ٹھو کریں  
اپنے مرشد اُس کے دینے میں نہیں کرتے دریغ  
ہم کو اب دوزخ میں گرنے کا نہیں بانی خطر  
حشر تک سبھی میں رہیں گے اُن کی بنیاد دیکھنا  
انکو کچھ تکلیف دے سکتے ہیں ریخ و الم  
اس کو سستی میں بھی آتا ہے خدا ہر دم نظر

کیوں بچے اہل محلہ سب نہ بھیجئے عزیز  
زیب سر قمر بان جب دتار شہ بہلول ہے

## متفرقات نظریں قصاید وغیرہ

شمع

دیکھ کر حیراں ہوا ہوں جسکورات  
تو نے کیوں اُس کو جب دلایا بخطر  
عشق کا دم بھرنے کو آباد ہمت  
کھو گئے تھے دیکھ کر ہوش و حواس  
پاس اُلفت چاہئے تھا کچھ تھے  
کیا تھی تھی حُسن کی آخر بیاٹ  
اُس کو تیرے غم میں تھی سرشاریاں  
سایہ میں خاموش تیرے سہم کیا  
حسرتیں بھی ساتھ اُس کے جل گئیں  
کون صدقے ہو کے بخت پر مر گیا

شمع تجھ سے پوچھت ہوں ایک بات  
آیا پروانہ بخت لی لینے گر  
دل سے تیرے حُسن کا دلدادہ تھا  
لالی تھی الفت کی گرمی تیرے پاس  
شوق تھا بے حد شہادت کا اُسے  
تجھ کو لازم تھا کہ کرتی احتیاط  
تجھ کو لازم اُس کی تھی دلداریاں  
جان دے کر وہ قصداً ہو گیا  
کیا تھا دل میں کچھ خبر اس کی نہیں  
کیوں خیال اس کا نہ کچھ تو نے کیا

## جوابِ ستم

تجہ پہ صدتے ہو کے جو بس مہن گیا  
دل مرے پہلو میں ہے ٹھنڈا ہوا  
سامنے اس کے ہوئی میں اشکبار  
آنکھ سے بھی تھے مرے آنسو رواں  
میں تو اس کے غم میں جلتی ہوں سدا  
ہو گیا مجھ کو بھی سراپنا و بال  
ہے اجازت سر کو میرے دے اڑا  
جب مرا عاشق سرِ محفل نہیں  
غمِ بھر کو وہ مجھے پر کھو گیا

سچ ہے وہ عاشق بھی تھا صادق بھی تھا  
ہے مراد ل ایک تفتہ عشق کا  
وہ جو آیا پاس میرے ایک بار  
منہ سے غم میں میرے نکلا تھا دہواں  
عشق میں وہ جل کے ٹھنڈا ہو گیا  
آیا جب اس کی شہادت کا حیل  
جان میں گل گیر کے میں نے کہا  
زیست کا مجھ کو مزہ حاصل نہیں  
میرے پہلو میں وہ آکر ٹو گیا

وہ ہوا آزاد غم سے دانقی  
غمِ بھر میں سوگِ میل جلتی رہی

## نتیجہ غرور

بجلی میں رکھتا نہ بھتا اپنا نظیر  
آ کے سائل نے کہا کچھ محکود  
ہو گیا عفتے اسے سمجھا حیت  
عیش کے دلدادہ و محسوس نے  
حسان سے ماروں گا تجھ کو بر ملا  
مانا ہرگز نہ مگر وہ بے حیا  
کس لئے آیا یہاں یہ مانگتے  
پاؤں بندہ تو کہ ڈرتا رہے  
کچھ نہ سوچا آگاہی بجا بد لگام  
کھینچا بے دردی سے ظالم نے بلاق

سنتے ہیں معذور تھا کوئی امیر  
ایک دن بیٹھا وہ کھانا کھانے جو  
سن کے یہ آواز سائل کی امیر  
گالیاں دیں سینکڑوں مغرور نے  
مارنے اس کو لگا۔ اور یہ کہا  
اس کی بیوی نے منع بے حد کیا  
اور کہا کھانے کا میرا وقت ہے  
یہ کہا بیوی نے کہ شوہر مرے  
ہو گیا ناراض وہ سنکر کلام  
اپنی بیوی کو دیا نورِ اطلاق



وہ بھلی مانس گئی گھر سے نکل  
کچھ دنوں کے بعد یہ ہم نے سنا  
اب کے جو شوہر ملا وہ نیک تھا  
عید کا ہفت روز کھانا کھانے کو  
آیا سائیل اور لگا دینے بسدا  
سن کے یہ آواز وہ مرد شریف  
جا کے دو سائیل کو پیاری ایک دم  
عید کے دن بھی ہے یہ بھوکا غریب  
کھانا جب سائیل کو وہ دینے لگی  
جو کھڑا ہے مانگتا در پہ سر پہ  
ہو گئی حیران اور واپس گئی  
بولاشو ہر میسر یوی نیک ذات

اور پڑھانے کا لگی کرے نشف  
عقد ثانی اس نے اپنا کر لیا  
درو دکھ عنبر با کا سنتا تھا سدا  
بیٹھا ہمراہ اپنی بیوی کے جو وہ  
ہوں بہت بھوکا کرو کھانا عطا  
بولاشو بیوی سے جو ہو کھانا لطیف  
کھاتے ہی رہتے ہیں ہم تو پیش و کم  
ریخ ہوتا ہے کوئی ہے بد نصیب  
کیا ہے قدرت کا تماشا نہ یہ تہی  
پہلا شوہر اس کا ہے وہ بد نصیب  
اپنے شوہر سے حقیقت سب کہی  
اس نے مجھ سے راز کی تو اور بات

میں ہی ہوں جس کو کہ مارا لے سنے تھا  
بار بار ہے آج وہ جس کی سزا

## قطعہ زبان دیہاتی

کیوں نہیں جاتاتے باپو باڑی بونے کھیت نوں  
کا نگرس والوں جگ میں یہ اڑادی بات ہے  
جو کوئی بودے گا باڑی ایک اپنے کھیت نوں  
دیگا حاکم اس پہ تو اپنا بڑھا ایک لگان  
یا اُجاڑے گا وہ آکر اپنے سارے کھیت نوں  
کی تے کہتا ہے اے باپو یہ تو سارا بھوٹے  
جامزے سے دیکھ اتے اپنے پیارے کھیت نوں  
کانگرس والوں نے تو ایسا اُجاڑا ہے ہمیں

جیسے کہ پیدا ہوئی ہو کچھ نہ اپنے کھیت نوں  
 پانچ سیر کا بیج بویا۔ سولہ سِر کا وہ بکا  
 کیا کرے گا کوئی آگے بُو کے اپنے کھیت نوں  
 نہ بنی جب گدڑی سُتھن۔ ہو گا پھر کیسے جگر  
 جو نہ تے بُودیکا باڑی اپنے اپنے کھیت نوں  
 ایک پہلے دے تے۔ باکی۔ آئے جو حاکم بیاں  
 دی تھیں رُسے ہے اُچی ایک اپنے کھیت نوں  
 ایک منگلی کا ہے کرنا ہم کو چپ لا تو ضرور  
 لے کے تے لاٹھی دگو دی جاتے اپنے کھیت نوں  
 لے لیا گاڑھا تو ہم تے کانگرس کے لوگوں نے  
 اب بجز بد ڈالتے ہیں یہ تو اپنے کھیت نوں  
 کی مدت کی کانگرس والوں نے اپنی تے پتا  
 کھا گئیں تھیں آکے ٹڈیاں جبکہ سارے کھیت نوں  
 بات پٹواری کی سچی کہہ گیا ہے۔ آ کے وہ  
 چین سے جا کر کے بُو تے اپنا سارے کھیت نوں  
 مت تے حاکم سے بگاڑے کہتا ہے کہ بیاں یہ  
 کھیت رکھے باڑ نوں۔ اور باڑ رکھے کھیت نوں

## برسات

برسات کی رُت آئی  
 بلبلس پھر بے اترائی  
 مَہِ سَبت گھٹا چھائی  
 اِشرت کی حَبر لائی  
 سَورِ مَزہ پائیں  
 گلشن کی طَبر بپائیں  
 سَبرِ ہ ہے اُد کا مَہِ سَبت  
 شَری ہے کرے کو کو  
 ہر حَبرِ سَبتِ سَبتِ سَبت  
 پھوٹوں کو ملی خوشبو

ہے آج مینا جلوس  
 جھوٹے ہیں پڑے ہر جا  
 نوازے تھے جو حیلے گرمی کے سبب بیٹھے  
 پھر آج ہوئے تپتے اچھڑ آج لگے بہنے  
 شاداب ہر اک گل ہے  
 نایاب ہر اک گل ہے  
 تھی خشک زمیں ساری اور گرمیوں کی ماری  
 پھر آئی نظر پیاری ابراس کی بھری کیاری  
 شاداب ہوئی اک دم  
 بھوٹے ہیں کساں سب غنم  
 بل چلنے لگے ان کے محنت وہ لگے کرنے  
 پودے بھی لگے اُگنے امول میں ترے صدقے  
 دم بھر میں مٹی کلفت  
 دی تو بنے بدل رنگت  
 شاداب ہے ہر غنم جاں دار ہے ہر پتہ  
 جس چیز کو بھی دیکھا امنون خدا پایا  
 اشیاء کھڑے ایسے  
 نوحین زجواں جیسے  
 گلشن میں ذرا جا کے برسات کے سن نغمے  
 کہن ہیں وہاں گاتے اڈاے ہیں کئی جھوٹے  
 جس طرح اڑیں پریاں  
 کرتے ہیں وہ رنگ رتیاں  
 تو بھی تو ذرا تیریاں کر جمع ذرا اداساں  
 بیٹھے بنائے جاں عشرت کا ہے سبساں  
 اُٹھ کر کوک سنا اپنی

کہتی ہے تجھے سُری  
 رسات نہیں اب کے پہلے تھی ہوئی جسے  
 وہاں تھے وہ میسرے اوجوڑتے سب جلتے  
 جاتا تھا لپٹ چھو سے  
 بجلی سے کوئی ڈر کے  
 ہاں کالی گھٹا چھائی بلب پھرے اترائی  
 کیا اس کی خبر لائی اس کی مجھے یاد آئی  
 چھل جائے کلی پھر بھی  
 اے ابر میسرے دل کی  
 پسلو میں مرے بھلا پھر اس کو بلا کر لا  
 وہ یار میسرے ارعنا اچھپ کر ہے کہاں بیٹھا  
 ورنہ یہ سب ہی جیلے  
 ہیں رنج مجھے دیتے  
 اشکوں کی جھڑی میری کیا تو نے نہیں دیکھی  
 رہتی ہے سردہ سی اچھپائی کی میری کہتی  
 برباد کئے پو دے  
 صد نموں نے مرے دل کے  
 اشکوں کو کبھی پی لوں سمجھوں مئے لالہ گوں  
 پھر جس کی طرف دیکھوں اہر شے میں اسے سمجھوں  
 رسات ہو یا خشکی  
 بے اس کے ہے کلفت ہی  
 میسرے تو لٹ لٹا گھٹن ہے چاک مراد امن  
 اب کیا جو کھلے سوسن انے تو بھڑے چھن  
 جھوٹوں میں کوئی تھوڑے  
 جب داغ شیں دل کے

ہمیں سات وہ ہی آئے  
تسکین یہ دل پائے  
مولا نبھ دھلائے  
سب رنج یہ مٹ جائے  
سمجھوں میں تو پھر آئی  
اور سنا تھ خوشی لائی

## کنڈی ڈیٹ اور وڈر

پاس کنڈی ڈیٹ کے وڈر گیا  
اُس نے نوکر سے کہا کہ توجہ نہ  
بولا نوکر سوتے ہیں اُس تارے  
بولا وڈر وقت سونے کا نہیں  
اور سب مصروف کنڈی ڈیٹ ہیں  
وڈٹ میں ان کو نہیں دینا بھی  
سُن کے اندر بات یہ نوکر گیا  
سُن کے اُس سے جال باہر آئیں وہ  
اور سنا مایا نہیں معلوم کیا  
جاگتا شب کو ہے دن کو سوتا ہے  
بولا وڈر کیجئے مجھ کو معاف  
جس کی بیوی آپ جیسی ہوئیں  
میری بیوی آپ سی ہوتی اگر

وقت وہ گیا رہے تھاج کا  
ایک وڈر ملنے کو آیا ہے گھر  
جب وہ جاگیں آپ ملنے آئے  
دن چڑھے تک کوئی نہیں سوتا نہیں  
تیرے صاحب اُٹھنے میں بھی لیٹ ہیں  
بات یہ مجھ کو نہیں اچھی لگی  
مُن و عن سب میم صاحب سے کہا  
اور وڈر پر بہت بھجھلائیں وہ  
جو کہ سوتا ہے وہ شوہر ہے مرا  
اعتراف اس پر تجھے کیوں ہوتا ہے  
کھل گیا اب حال سارا اوصاف  
اُس کو ہر گز نہیں آسکتی نہیں  
سوتے سوتے میں تو کرتا دوپہر

آپ دل میں کچھ نہ اب گھبرائے  
وڈٹ صاحب ہی کو دنگا جائے

## آقا اور ملازم

ایک آقا نے ملازم سے کہا  
بولا نوکر میرے آقا نامدار  
دیر کیوں آنے میں کی جھکوتا  
کچھ خطا میری نہیں ہے زینہار

حکم یا کرجب گیا بازار میں  
ایک ٹکڑے جو لگی میں گر پڑا  
دیر کا میری ہے مالک یہ سبب  
بولا آقا اس قدر بک بک نہ کر  
دیر کرنے میں لگی یہ کیا کہنا  
کام تھا یہ صرف اک سینکڑ کا

## منقہ خاوند

ایک عورت کا تھا شوہر منقہ  
ایک دن شوہر نے اس سے یہ کہا  
بولی وہ میں نے پکائی خاک ہے  
بولا شوہر خاک کو اُلٹو۔ اگر  
کاخ کے معنی ہیں ہوئے محس کے  
عم کے معنی ہیں ہوئے گوشت کے  
پس پکایا گوشت تو نے آج ہے  
آج دسترخواں پہ میرا راج ہے

## کثرت ازدواج

ایک عورت نے یہ حضرت سے کہا  
مرد کو سکتا ہے عورت چار تک  
عورتوں کو حکم ایسا دیجئے  
سن کے حضرت نے دیا اسکو جواب  
تکلو دیں گے اس کا وہ فوراً جواب  
وہ علی کے پاس پہنچی بے نترار  
یہ دیا سنکر علی نے پھر جواب

محب کو تبلا دو محمد مصطفیٰ  
ایک پر عورت کرے کیوں اکتفا  
چار تک شوہر انہیں بھی ہوں روا  
ہے مناسب تو علیؑ کے پاس جا  
علم اپنایں نے ان کو ہے دیا  
اور مقصد اپنا کل ان سے کہا  
اے زین ہمیوہ مجھے استیسا بتا

ہو کوئی جو عورتیں رکھتا ہو چار  
ایک شب میں رہ گئے سب کو محل  
کتنے بجے اس کے پھر پیدا ہوئے  
اس نے سن کر یہ دیا اس کو جواب  
پھر کہا حضرت علیؑ نے اے مجیب  
چار شوہر ایک عورت کے ہوں نگر  
ایک شب میں کس قدر لطف رہے  
اس سے بھی کیا بار ہی بجے ہوئے  
سن کے وہ دل میں ہوئی اپنے محل

پاس جن کے ایک شب میں ہو گیا  
تو مجھے اتنا بتائے اب ذرا  
پاس سب کے ایک ہی شب گورہا  
چار بجے ہوں گے اُن کے بر ملا  
اب ذرا آگے مجھے اتنا بتا  
پاس اُن سب کے وہ سوئے بیسوا  
فائدہ اس سے رُتب کیا ہوا  
کام تہنسا مودنے جو کمر کیا  
اور ہو کے اوس نے شرمندہ کہا

تھا غلط یہ دہم میرا یا علیؑ  
ہے وہ آئنا صد قنا جو کہتا

قطعہ تاریخ بُرنائے مسجد موضع سونا جو کہ حاجی محمد اسحاق مرحوم سوداگر کے  
برادر زادگان نے بنوائی

ایوبؑ اور عمرؓ نے پوری وہ کی وصیت  
رکھی تھی جو کہ قربان اسحاق نے امانت  
جنت میں گھر ملا ہے وہی کی دیکھو بہت  
حاجی فراخ بہت تاجو فراخ بہت

تایا نے جو کہا تھا ان سے وقت اعلیٰ  
یعنی بنائی مسجد سونے میں اُس رقم سے  
دُنیا میں جو دیا تھا عقبیٰ میں کام آیا  
ہجری و عیسوی میں تاریخ کہدے قربان

قطعہ تاریخ وفات منشی عبدالغفار ضامن مرحوم ڈپٹی کلکٹر آگرہ

سُوک میں پڑ گیا ہے کل گھر بار  
لٹ گیا اپنا اک بھرا کل نذر  
رنج دیتا رہا جلیل و نہار

آج دُنیا سے اٹھ گیا سرور  
ہائے عبدالحی یہ کہتا ہے  
کیا فاج نے ختم کام آخر

اُن کی تاریخ مرگ ہے تیریاں  
حذف کن چہار از ہوا لغفاؤ

# قطعہ تاریخ وفات خان بہادر شیخ سلطان احمد ضامن حرم رئیس دائرہ زیری محبیر پد مضمینف

آفت الہی کیسی آئی ہمارے سر پر  
تھی روشنی یہ جس سے روشن تھا جس سے گھر  
دُنیا یہ کہہ رہی ہے ہاتھوں کو اپنے مل کر  
بیوقت سر سے سایہ والد کا اٹھ گیا ہے  
ہم نے بہت کڑھونڈا پایا نشان نہ کوئی  
تھی غم ابھی نہ ایسی یہ دن نہ تھے قصا کے  
عزت فقط تھی تم سے شہرت فقط تھی تم سے  
جو تھے آثار اب اپڑ مغلوب تھے جو تم سے  
کیا حال ہے ہمارا جیسے ہو تم سدھاکے  
گڑیاں بھر گئیں ہیں شیرازہ وطن کی  
راحت کا اب ہماری ہر قحط اس جہا نہیں  
اب غمگسار کوئی اپنا نہیں رہا ہے  
اب کوئی مجھ کو اپنا پیارا نہیں ہے کہتا  
ممنوم کر دیا ہے مجھ کو جہاں میں تم نے  
جو تھے ہتھائے دشمن وہ میرے مٹی ہیں  
کل تک تھے ہم سے دورے لیکن گئے ہو جیسے  
میری یہ آرزو ہے پاس اپنے ہی بلالو  
قربان کرنے کو غم یہ موت کہہ ہی ہے  
آخر میں صاف کہہ دے تاریخ سال حلت  
انہیں سو تھے جو ہیں جنت کو جب کدوہ  
قلب اصل سے میں نے تاریخ جب طلب کی

اندوہ سے پریشاں اپنا ہے آج گھر بھر  
وہ سب کچھ گئی اب اندھیر ہے سر اسیر  
امنوس چل دیا ہے دُنیا سے ایک مختیر  
ٹوٹا ہے غم کا اپنے اک آسمان دل پر  
ملتا نہیں تیرے کچھ بیٹھے کہاں ہو چھپ کر  
بیٹھے ابھی تو رہتے ہم ہم کیوں کے سر پر  
دولت کیساتھ ہی تھا اعزازِ حیاں بہادر  
وہ اب تارے ہیں عقرب کا نیش سنگر  
اک دن بھی حال پوچھا تم نے بیاں نہ آکر  
سب منتشر ہوئے ہیں کیا خویش کیا باراد  
رُور و کے گٹ رہے ہیں گڈے جو دن تھے سنگر  
دستِ قصا نے پھینا امنوس اپنا یاد  
مجھ کو نہیں بلاتا یہ نام کوئی لے کر  
آرام تم نے پایا جنت میں خوب جا کر  
لیتے ہیں مجھ سے بدلے بکر وہ سب سنگر  
اب شیر ہو گئے ہیں جو تھے ہتھائے نوکر  
اپنے دل خریں پر صدے اٹھاؤں کیونکر  
خدا بریں میں ایک دن اُن سے ملیگا جا کر  
جائیں جسے سمجھ سب جاہل ہوں یا ستھور  
اور پر کا وہ دن تھا بابائیں بھی دسبر  
قربان شیخ اعظم تھا سال مرگ بہتر



## فریادِ اسلام

اٹھ مسلم خوابیدہ تو کیوں ہے پڑا سوتا  
 غفلت میں تو کیوں اپنے اس وقت کو کھوتا  
 دُور ہے کہ کہیں آگدن در در نہ پھرے روتا  
 غفلت سے تری ناداں کچھ کام نہیں ہوتا  
 چھوڑا تھا جنہیں پیچھے جاتے ہیں چلے آگے  
 میدان وہی نہیں گئے جاتے ہیں جو اب بھاگے  
 مالکتے کبھی تم تو ہندیا کی سیاست کے  
 مالکتے کبھی تم تو۔ ایشیا و حمایت کے  
 مالکتے کبھی تم تو۔ ایشیا و حمایت کے  
 مالکتے کبھی تم تو۔ ایشیا و حمایت کے  
 افسوس رہی باقی تم میں نہ کوئی خوبی  
 آتی ہے نظر ہم کو ہر چیز میں مایوسی  
 اخوت کا سبق تم کو قرآن نے پڑھا یا تھا  
 تارک بھی روشن بھی ہر پہلو دکھایا تھا  
 اخلاص کا اک دریا سینہ میں بہا یا تھا  
 اجور اور حقیقت تھا وہ تم کو بتایا تھا  
 تعلیم کو تم اس کی کیوں دل سے بھلا بیٹھے  
 اسلام کو کھوتے ہی عظمت بھی گنوا بیٹھے  
 ہونچائی حکومت نے ہر طرح کی آسانی  
 اس کی بھی مگر تم نے کچھ قدر نہیں جانی  
 کیوں کام کرو ایسے جن سے ہونچائی  
 محکموں کی دھونڈو نہ بیکار نگہبانی  
 افسوس کہ تم اپنی تنظیم نہیں کرتے  
 اور۔ رسلے حکومت کی تکلیف نہیں کرتے  
 خاموش رہو بیٹھے اب وقت نہیں ایسا  
 وہ کام کرو تم بھی دنیا میں جو ہو اچھا  
 تم سے جو گئے آگے تم ان کا کرو چھپا  
 ادھ دن نہ ڈالائے دیکھو جو نہیں نیچا  
 ہے باعثِ جد غیرت غیروں سے رہو نیچے  
 ہے بات تو جب پہونچو منزل پہ نہیں پہلے  
 سورج سے پہلے ہی دیکھے ہیں بہت پہلے  
 تہواروں پہ اپنے تو ہوتے ہیں سدا حملہ  
 قربانی پہ باجے پر پمپل پہ ہوئے ٹھکڑے  
 اٹھتے ہیں غرض ہر سو ہر روز نئے فتنے  
 اُسیں ہیں ہم کو الفت وہ کریں ہم سے

جو ہم سے یہاں پہلے کھوتے نہیں کرتے  
 حاصل ہے یہ ہی اپنا تنظیم کرو اپنی  
 ہے کام ہی اچھا تنظیم کرو اپنی  
 دیکھو گے ستم ورنہ سوراخ سے کیا کرتا

ناسور ہو جب پیدا پھر زخم نہیں بھرتا  
 غیردوں کے کبھی ہرگز کہنے پہ نہ ستم جانا  
 آزادی کے چلے میں ہرگز نہ کبھی آنا  
 جو اسکی حقیقت تھی قرباں اسے سمجھا دی  
 جو اسکی سیاست تھی قرباں اسے سمجھا دی

## فریاد اسکول

کچھ بتاؤ تو سہی آج یہ حالت کیوں ہے  
 دل کے آئینہ میں بے وجہ کدو کیوں ہے  
 مہر و لعنت کی جگہ آج یہ نفرت کیوں ہے  
 اپنے ہمدرد سے یہ قطع محبت کیوں ہے

تم وفادار ہو کیوں عہد وفا توڑتے ہو  
 میں ہوں اسکول تہارا بچہ کیوں چھوڑتے ہو  
 لوٹنا ہوں یہ قرباں کا پیغام بہتیں  
 علم کی سخت ہم دینی ہے انجام بہتیں  
 ہمیں ڈالے نہ کہیں گردشِ ایام بہتیں  
 اسورش اہل جہان سے ابھی کیا کام بہتیں

طالب علم ہو تم۔ علم تو حاصل کر لو  
 اپنی ہستی کو بنا کر۔ کسی قابل کر لو  
 نو بہا لانِ وطن قوم کی امید ہو تم  
 اک نئے دور خوش آئنا کی بہتید ہو تم  
 جس پہ اٹھتی ہیں نگاہیں وہ مرید ہو تم  
 اصبح فردا کے چمکتے ہوئے خورشید ہو تم

علم کے نور کا ہر سمت اُجلا کر دو  
 ظلمتِ جہل کی دُنیا تہ و بالا کر دو  
 ہم نے مانا کہ ہوا ملک میں کچھ اور ہے آج  
 رنگ بدلے زمانے کا عجیب ہے آج

یعنی ہر سمت تغیر کا نیا دور ہے آج | اپنے انجام پہ سب کی نظر غور ہے آج  
 دیکھنا یہ ہے کہ اب فرض تہارا کیا ہے  
 کل تہیں اپنے پیے کا سہارا کیا ہے  
 آج طوفانِ حوادث جو یہاں برپا ہے | دیکھتے جاؤ کہ تم نے ابھی کیا دیکھا ہے  
 سر پہ سایہ ہے بزرگوں کا نہیں تم کیا ہے | اپنی تشریف کو سنبھالیں گے یہ کام اُتھا ہے  
 جوش میں آگے نہ تم بعد کو پچھتاؤ کہیں  
 دولتِ علم سے محروم نہ رہ جاؤ کہیں

ہلے اسبابِ ترقی کے بہت تو کرو | فرضِ منصب جو تہارا ہے وہ پورا تو کرو  
 ذہن کو اپنے رسا عقل کو پختہ تو کرو | اوقتِ فکر و تدبیر ابھی سپدا تو کرو  
 رہ کے بے علم بتاؤ تو کہاں جاؤ گے  
 قوم کے سامنے جس منہ سے بھلا آؤ گے

اپنی تعلیم نہ چھوڑو کہ سیاست ہے یہی | نصرتِ ملک ہی قوم کی خدمت ہے یہی  
 علم کا زور ہے تم میں تو حکومت ہے یہی | اوجِ عظمت ہے یہی باعثِ عزت ہے یہی  
 دیکھنا فرق نہ اس بات میں آنے پائے  
 ہاتھ سے منزلِ مقصود نہ جانے پائے

## زنانہ یکٹنگ

گھر سے باہر کبھی بے پردہ نہ آنا بہنو | منہ کھلے تم سر بار زار نہ جانا بہنو  
 جوشِ ایشا پسندیدہ ہے مانا بہنو | اپنی عزت ہے مگر من بچا نا بہنو  
 راہ پر خار ہے دامن سے خردار رہو  
 فتنہ اہلِ جہاں سے ذرا ہشیار رہو

ہوش میں آؤ دراکھول کے آنکلیں دیکھو | تم کو زیب نہیں ہرگز یہ یکٹنگ سُنلو  
 خانہ داری کو تو اپنی نہ فراموش کرو | اکامِ مردوں کے ہیں جو چھوہ دہ انھیں چھوڑو  
 تم یہ بتلاؤ کہ جب گھر ہی بگڑ جائیں گے

مرد کس طرح سے میدان میں پھر آئیں گے  
 شرم آتی ہے ہیں دیکھ کے تم کو باہر  
 ڈال لو رُخ پہ ذرا عقل کی اپنے چادر  
 مصلحہ دیکھو اڑاتے ہیں عدد ہنس کر  
 مختلف قومیں ہیں یاں بد بھی خوش اطوار ہیں  
 نیک بند بھی خدا کے ہیں ہوس کار بھی ہیں  
 گھر سے باہر تہیں کیا کام ذرا عوز کرو  
 تم ہو اور رہ گذر عام ذرا عوز کرو  
 اپنے گھر میں ہے تہاری تو سیاست محدود  
 بال بچوں ہی میں بہتر ہے محبت محدود  
 بعض کے قلب میں تاریک جہالت ہے ابھی  
 بعض محبوب ہیں بگڑی ہوئی عادت سے ابھی  
 بعض واقف نہیں ماں بہنوئی عزت سے ابھی  
 بعض محروم ہیں اخلاق کی دولت سے ابھی  
 ایسی حالت میں کہو فرض تہارا کیا ہے  
 شمع کو بردہ فانوس ہی کچھ زینا ہے  
 قید خانوں میں مناسب نہیں تم کو جانا  
 جھڑکیاں مفت میں اغیار کی ہر دم کھانا  
 اور کیا چاہتی ہو تخت بھی ہے تاج بھی ہے  
 تم ہو اور گھر کی حکومت ہے تو سولج بھی ہے  
 گھر کی اصلاح کا ہے کام تہا ہے ذمے  
 خوش سلیقہ تو وہ ہے گھر کو جو دیکھے بھالے  
 یہی حالت ہے تو گھر دیکھنا تاراج ہے پھر  
 گھر ہے تاراج تو کس کام کا سولج ہے پھر  
 ماں کی حوصلت کا بہت ہوتا ہے بچو نہ اثر  
 ماں کا ہر فعل ہے بچو نہ سودا۔ پیش نظر  
 ماں اگر گھر کے ذرائع نہ بجالائے گی  
 کیونکر اولاد گرہستی کا سبق پائیگی

جو بڑی راہ ہو تم اس سے بہر حال بچو  
بات باریک میں کہتا ہوں اسے تم سمجھو

گھر میں تم بیٹھی ہوئی گھر ہی کا نقشہ دیکھو  
کام دینا کے جو ہیں اُن کو خدا پر چھوڑو

تم کو زیبا نہیں چلبوں میں کرو جوت تیرے  
تم کو زیبا نہیں پلک کو دیکھاؤ تحریر

امن کی قدر بد امنی میں سوا ہوتی ہے  
دست قدرت کی طرف سے یہ سزا ہوتی ہے  
جب کہ ہر وقت قیامت سی باہوتی ہے  
انہیں نالے تو کہیں آہ دُجکا ہوتی ہے  
اس مصیبت کی تو قربان تمنا نہ کرو  
ریو کوشن ہے بڑی شے اسے زندہ نہ کرو

انقلاب

## رقعہ شادی رشید احمد سپر حاجی حبیب احمد

شکر حق کا کریں نہ کیوں سربار  
باغ امتیہ بن گیا گلزار  
جیسے کوئی ہو بزم موسیقار  
منہ سے اُگلے ہیں وہ دُر شہوار  
ناچتے ہیں طیور خوش منقار  
کیوں سجا یا ہے دہر نے بازار  
میسرا جایا گالے کے بخوردار  
پیر کا دن وہ ہو گا بے تکرار  
اور بہینہ مٹی کا اے غمخوار  
اگلے دن صبح کھانا ہے تیار  
جو کہ بیٹا ہے میسر خوش اطوار  
ورنہ شکوؤں کی ہو گی پھر بھر مار  
ہے امیروں سے ملتی نادار

دیکھی مدت کے بعد ایسی بہار  
چار جانب کھلائے لالہ زار  
بلبلوں کی ہے یوں نواں سنجی  
خود اُچھلتے ہیں آج فوارے  
بہریں جاری ہیں عیش و راحت کی  
کیا سبب ہے جو ایسے ساماں ہیں  
چودہ ذابجہ کی رات کو بارات  
اس کی رخصت ہے پندرہ ذابجہ کو  
تین اور چار ہوں کی تاریں خیس  
وقت بارات نوبت ہو گا  
ہے یہ شادی رشید احمد کی  
دلا کے تشریف دیں مجھے عزت  
زعم اس کو ہے کچھ محبت کا

ہو گا ممنون یہ حبیب احمد  
لیں گے حصہ خوشی میں گر غمخوار

## اچھے دُلہا بھائی

شکل صورت سے جو لگتا تھا اچھا  
 بھتی کلائی پرچی دستی گھڑی  
 جو دکھاتی بھتی نئی اپنی پھین  
 اور رُکش کیپ بھی بھتی زیب سر  
 پاؤں اُٹھے تانہ اس کا دیر میں  
 جائے جن کو دیکھ کر متیر بھی ڈر  
 جاتی آئیں نہیں بھتی ہوس سِ کو مچی  
 اور پھر الفت کا اسکی دم بھروں  
 اور ہم کرتے ہو صاحب کام کیا  
 نام تدا نے سے آتا ہے حجاب  
 جنکی عزت دُیا دالے کرتے بھتے  
 گوزیادہ میں نہیں لکھا پڑھا  
 سنے تکی تکلیف کچھ عادت نہیں  
 نوکری اچھی سی کوئی ڈھونڈے  
 نوکری سے محبو لیکن عار بھتی  
 ایسی حالت میں غلامی پاپ ہے  
 ساتھ دیگام توں تک وہ مرا  
 اور زیادہ ساتھ میں کنبہ نہیں  
 ہاتھ سے جانے نہیں دیتا صول  
 جو ہر دیوی صبر کی اور شکر کی  
 ایک ڈبیہ چائے کی لایا ہوں روز  
 سیر چشمی سے لٹا اندوختہ  
 دُلہا بھائی لائق تعریف ہے

ایک جنبلین رستہ میں ملا  
 ہاتھ میں اپنے لئے تھا اک پھری  
 کالی نعل کی بھتی اچکن زیب تن  
 بے کمائی کی بھتی عینک ناک پر  
 بنے جوتہ وارنش کا پیر میں  
 عفت ربی مویں بنائے پھرہ پر  
 اور سکرٹ منہ میں سیزر کی لگی  
 جی میں آیا اس کو باتیں میں کروں  
 پوچھا میں نے ہے بہتا رانام کیا  
 منہ بنا کر یہ دیا مجھ کو جواب  
 باپ تھے اک اعلیٰ نمبہ پر مے  
 مونچھ کو پہلے مروڑا۔ پھر کسا  
 کام کر نیکی مجھے حاجت نہیں  
 گو کہا تھا مجھ کو آبا جان نے  
 نوکری میرے لئے تیار بھتی  
 میں نے یہ سمجھا کہ زندہ باپ ہے  
 بعد میں ان کا جو ہے اندوختہ  
 خرچ میرا۔ ایسا کچھ لب نہیں  
 خرچ میں کرتا نہیں ہرگز فضول  
 ایک میں ہوں ایک بوی ہر مری  
 چار سیزر کے بکس پیتا ہوں روز  
 بعد مرنے کے پدے کے پہنہ ہوا  
 اب بھی ہلو کچھ نہیں تکلیف ہے

دولہا بھائی سب اٹھاتے ناز ہیں  
 بولنے سے میرے وہ بھی ڈرتے ہیں  
 شان میں دیتا نہیں ہوں ہاتھ سے  
 صاف کہہ دیتا ہوں کیا بیٹھا ہو نہیں  
 دولہا بھائی چونکہ عزت دالے ہیں  
 دولہا بھائی سے نہیں گھبراتا ہوں  
 دولہا بھائی کے خوشی ہو کوئی گر  
 اس لئے دنیا نہ مجھ کو کچھ پڑے  
 جب خوشی کا وقت جاتا ہے گزیر  
 عیش تو جب ہوگی حاصل واقعی  
 رات دن ان کی پھروں کا کار پر  
 دولہا بھائی کے میں وارث حسب قدر  
 مال وافر ہے ملیگا مجھ کو سب  
 بہن کی پھر کھاؤنگا میں ہڈیاں  
 بیچ ڈالوں گا انا نہ ان کا کل  
 تنگ دستی پھر ستائے گی اگر

مجھ کو سب معلوم ان کے راز ہیں  
 میری ہمیشہ کا کہنا کرتے ہیں  
 دولہا بھائی چاہو جو احساں کرے  
 فی الحقیقت شیر کا بیٹا ہوں میں  
 ہم بھی ان کے ساتھ عزت دالے ہیں  
 کھاتا ہوں اور اسٹپ میں عورتا ہوں  
 بیٹھ جاتا ہوں سدائیں روٹھ کر  
 اور دنیا مجھ پہ لعنت نہ کرے  
 ان کے گھراتا ہوں فوراً بے خطر  
 دولہا بھائی جب مرینگے اے انجی  
 بہن کو لے آؤنگا میں اپنے گھر  
 میرے لکچر سے وہ سب جائیں گے ڈر  
 خواب یہ سچا کرے جلدی سرور  
 میں نہ سمجھوں گا ہو کیا سو دوزیاں  
 بہن کی آنکھوں میں دیکو ایک تھل  
 زیر کھالوں گا میں چشمہ بیچ کر

## بیوی کا ترکہ

بعد مدت ایک صاحب ملا  
 تنگ دستی تھی ملا جب پہلے تھا  
 کپڑے بھی اچھے تھے اور حالت بھی خوب  
 میں یہ بولا یار یہ مجھ کو بتا  
 آپ کی حالت یہ بدلی کس طرح  
 ہو کے خوش مجھ کو دیا اس نے جواب  
 تھے خسر میرے ہنایت مالدار

دیکھ کر حیرت میں جن کو پڑ گیا  
 اور برعکس اس کے دیکھا ماجرا  
 دیکھ کے جس کو گیا حیرت میں دوب  
 میں ساں کیا دیکھتا ہوں یہ نیا  
 مٹ گئی نکبت وہ ساری کس طرح  
 تم سے کہنے میں نہیں آتا حجاب  
 سلطنت انگریزی میں تھر عہدیدار

صیغہ جاؤں اپنے میں ماں باپ کے  
مر گئے میرے خسر ہیں پھلے سال  
پہونچا ترکہ جو میری بیوی کو بھٹا  
میری بیوی ہے نہایت ہی شریف  
بیچ ڈالا اس نے ترکہ ایک دم  
گرچہ سائے نے بہت نیکی سہارا کی  
پر نہ سائے کی کوئی پیری چسلی

### کھلاڑی لڑکا

ایک دن اسکول کی جانب گیا  
ایک لڑکے سے کہا میں نے کلام  
پوچھا میں نے مجھ کو بتلا دیجئے  
ہے تامل یہ دیا مجھ کو جواب  
مجھ کو شاید کچھ ضروری کام ہوتا  
لکھیل میں جو ہمہ تن مصروف تھا  
دن ہے اچھا کو لسا اسکول کا  
بند ہو جس روز صاحب مدرسہ

### میں اور شہنشاہ اکبر

میں سکندرہ میں جو اک دن بھا گیا  
اس کی بابت تھا بہت میں نے سنا  
وال نظر اونچی عمارت اک پڑی  
گور اکبر پر جو تھی رُوتی کھڑی  
صدر دروازے میں جب داخل ہوا  
خادمِ روضہ نے مجھ سے یوں کہا  
انقلاب دہرنے یوں کی جفا  
کہ پلسترینگ بھی اُس کامیٹ گیا  
جب میں اندر صحن کے داخل ہوا  
چشمہ اُس کا خشک تھا کامل ہوا  
دیکھنے کا جس کے پہلا وقت ہوتا  
شاہ اکبر کا دہاں ہے مقبرہ  
تو نظر آیا عجیب اک ماجرا  
بھتی مٹلا اور منتشس یہ بنا  
آکے میرے دل میں غم شامل ہوا  
باعثِ وجہ ملاں دل ہوا



جس جگہ چلتے کبھی فوڑے تھے  
 ضبط گریہ کے سبب چپائے تھے  
 تھے نشاں داں باغ کے کچھ کچھ منے | جو زبان حال سے یہ کہتے تھے  
 جس جگہ تھے بلبلوں کے گھونسلے | اُس کے داں زراغ وز عن ہیں بس گئے  
 جن کو الفت تھی وہ مالی اٹھ گئے  
 لٹ گئے سامان والی اٹھ گئے

مقبرہ کے جب کہ اندر میں گیا | جسم پر لرزہ مرے بے حد چڑھا  
 جزِ خاموشی کے وہاں کچھ بھی نہ تھا | ایک تھا تقوید پتھر کا رکھا  
 تھا وہاں مصروفِ راحت کون آہ

بادشاہِ ہند - اکبر بادشاہ  
 روتے روتے ایک دم میں سو گیا | بند آنکھ ہوتے ہی کیا ہوں دیکھتا  
 ایک ہے دربارِ شاہانہ سجا | تختِ شاہی ہے وہاں رکھا ہوا  
 اُس پہ بوڑھا ایک بیٹھا آدمی  
 شکل سے لگتا تھا دانا آدمی

چار جانب اُس کے درباری کھڑے | آسماں پر جس طرح تارے جڑے  
 دیرے خاموشی کے تھے ہر سوڑے | ادب بے تھے جاہ و عظمت کے پڑے  
 رُعب سے بوڑھا یہ بولا بیربل  
 کون آیا غیر اس جا بے محل

اُس کو لے آیا ایک دم میرے حضور | تانخا لوں اُس کے میں دل کا فتور  
 شرم کا ہے اس کی آنکھوں میں وقور | ار کے آیا ہے کسی کا کیسا مقصود  
 بیربل آیا۔ جب ہی لینے مجھے  
 شاہ کا پیغام یہ دینے مجھے

اکبر اعظم مہلتے ہیں مجھے | گفتگو کرنا ہیں تجھ سے چاہتے  
 کیا تجھے ملتا ہے یاں لینے ہوئے | اچل کے شاہی دبدبہ بھی دیکھنے  
 لینے ہمراہ وہ گیا اکبر کے پاس

دیکھ کر بولا مجھے وہ حق شناس  
 کون ہے تو اور یہاں آیا ہے کیوں | اشک یوں آنکھوں میں بھر لایا ہے کیوں  
 خود کو میرے پاس پہنچایا ہے کیوں | اس قدر تو دل میں گھبرایا ہے کیوں  
 عرض کی میں نے کہ اے میرے حضور  
 منظرِ عبرت سے بے غم کا و نور  
 ہنس دیا بوڑھا لگا - کہنے لگے مجھے | جائے عبرت سے یہ تو خود دیکھ لے  
 پر نہ تھے جس جا - پرندے مارتے | انہیں وہاں زاغ و رغن کے گھونسے  
 میں نے پوچھا - مجھ کو تہلا میں جناب  
 کیوں ہے قدرت نے کیا یہ انقلاب  
 بادشاہ کہنے لگے سن اے اخی | مصلحت تھی کچھ خدا کی ایسی ہی  
 بھائیوں نے بھائیوں کے راج کی | انج کر کے باگ میرے ہاتھ دی  
 جانشینوں نے نہ رکھی میری بات  
 میں نے سمجھا دن وہ سمجھے اسکورات  
 خانہ جنگی کرنے آپس میں لگے | باپ بیٹے تھے پیاسے خون کے  
 بھائیوں میں سیکڑوں جھگڑے ہوئے | اسب خزاں سلطنت کے ٹٹ گئے  
 میں وہاں جتنے بیٹھے تھے  
 ہو گیا اُن کو آئینیں کا سامنا  
 میرے پوتے نے بنایا تاج بہت | جس کے باعث لال قلعہ تھا سجا  
 تختِ طاؤسی جہاں پر ہتا رکھا | اسانے دُنیا کے سب جلے لٹا  
 جو بلبوں سے بگڑ نکلتے تھے چوہے  
 لوٹنے کو تخت کے وہ شیر تھے  
 ہم نے تو ایسے دکھائے تھے ہنس | دیکھ کر حیرت ان ہو جن کو بشر  
 بیٹھے ہیں تو کُفر میں مار کر | ارازیہ کھلتا نہیں ہے عقل پر  
 جب نہ تھا آلہ نہ تھا جرِ فقیل  
 کس طرح اٹھتے تھے پتھر مثلِ فیل

وہ دلوں میں جن کے کینے تھے بھے | زندگی میں جو کہ ہم سے ڈرتے تھے  
دیکھ کر کمزور۔ وہ فوراً اٹھ | یادگاروں تک سے بھی بدلے لئے

لے گئے جتنے جواہر تھے جڑے  
بعض نے گھوڑے کئے انہیں کھڑے

جو ہوا۔ اچھا ہوا۔ بہتر ہوا | حال اور دل کا بھی ہے عبرت فرا  
زار۔ بھی سنتے ہیں دنیا سے مٹا | اس بند کو حیرت سے تھا جو دیکھتا  
جو کیا۔ وہ جانشینوں نے کیا

اُن کی خانہ جنگیوں کی ہے سزا | داد میری روح و تیریاں پاگئی  
سلطنت برطانیہ کی آگئی | اس سرکشوں کا سب تکبر دھاگئی  
جس کی ہیبت چار جانب چھا گئی | اس نے بھی لارڈ کرزن کو یہاں

کر لئے محفوظ اس نے سب نشان | حال بد ان کا بھی ہو جاتا ہی  
ورنہ کیا اُن کا نشان ملت کوئی | اور ہوتی قوم کی بے عزتی  
لوگ دنیا کے اڑاتے پھر ہنسی | اے جواں جا۔ تو بھی اپنا کام کر

روح کو اپنی نہ بے آرام کر

## بیوہ کی فریاد

ایک بیوہ مجھ سے اک دن ہتی ملی | درد اپنا اس طرح کہنے لگی  
میں ہتی صورت کی نہایت ہی بھلی | اشوق سے خاوند نے بھی شادی کی  
ہر طرح کے ناز سہتا تھا مرے

رات دن کہنے میں رہتا تھا مرے

میں تھی اُس کی وہ مری آنکھوں کا نور | میں تھی اس کے وہ مرے دل کا سرود  
وہ سمجھتا تھا مجھے دُینا کی جور | عیب کو میرے سمجھتا تھا شعور

تھا وہ مخلص اور تابعدار تھا  
میرے اکہنا کرنے کو تیار تھا

ہیش میں رکھی نہ میرے کچھ کمی | مرے والے نے سدا راحت ہی دی  
باندی بن کر گھر میں | میں رہتی خوشی | اجانتی بھی تو نہ تھی - کیا ہے غمی

میوہ وہ ہر طرح کے لاتا تھا  
پہلے میں کھا لوں تو پیچھے کھاتا تھا

جس طرح چاہے کروں ٹوٹے نہ وہ | جو جسے چاہے میں دوں روکے نہ وہ  
لاکے دولت نے - مگر بوجھ نہ وہ | خرچ جو چاہے کردں بولے نہ وہ  
زور اور کڑے وہ لاتا تھا سنئے

جاو بجا میرے سب غمزے سے  
عمر کا بائیسواں آیا جو سال | کر گیا آف وقتا وہ انتقال  
لے گیا مجھ کو ہمیشہ کا ملال | آ گیا بے وقت کا مجھ پر وبال

کیا خبر مجھ کو رنڈا پا کیا ہے چیز  
میں سمجھتی تھی خوشی کو اک کینیز

باغ عشرت ہائے اپنا لٹ گیا | دامن فضل ہنسی چھٹ گیا  
میرا تنہائی سے ہنسنے دم گھٹ گیا | اساز و ساماں غیش کا سب اٹھ گیا

ہا کے جب بستر پہ تنہا سوئی ہوں  
سج خالی دیکھ کر میں روتی ہوں

خواب میں بھی وہ مرے آتے نہیں | محسوس صورت اپنی دکھلاتے نہیں  
چاہنے والے کو تڑپاتے نہیں | اڑوٹھ کر ان کی طرح جاتے نہیں

مرنے والے نے خبر عورت کی اب  
خاک اڑتی ہے تری عزت کی اب

وہ سمجھتے تھے جنہیں اپنا رفیق | جن کو کہتے تھے ہمیشہ وہ شفیق  
وہ سمجھتے تھے جنہیں بے حد خلیق | اٹھو دتے ہیں وہ ہی اب غارِ عقیق  
نوٹ کرو وہ محلِ اثا ث لے گئے

راند کے دل پر وہ صدمے دیکھے  
 کھاتے تھے اگر جو میرے گھر فقیر | وہ سمجھتے ہیں مجھے عجب حقیر  
 مال سے تیرے بنے دشمن امیر | کون ہو اب آگے میرا دستگیر  
 دیکھ کر صورت کو اور دولت کو لوگ  
 ٹوٹنے کو پھرتے ہیں عزت کو لوگ  
 بیٹھتی ہوں جس جگہ میں جاسے آہ | تہر کی کرتے ہیں مجھ پر سب نگاہ  
 ہو عزیزوں میں کبھی اپنے بیاہ | اوہ سمجھتے ہیں مجھے مارِ سیاہ  
 بد شکونی میرا جانا ہے وہاں  
 راند دکھایا کہ ہے کون اب قدر داں  
 ساس تک کہتی ہے مجھ کو بے حیا | کھا گئی میرے لیسر کو یہ بلا  
 جانے والا تجھ کو لے جلدی بٹلا | اچھ سے چھوٹے بھی کہیں پیچھا مرا  
 میرا رکھنا اس کو اب دشوار ہے  
 مرنے والے تیری عزت عار ہے  
 دنیا والے جان کر بیوہ مجھے | کیسا کیسا کرتے ہیں رسوا مجھے  
 کر دیا دشوار ہے رہنا مجھے | ہو گیا مشکل ہے اب جینا مجھے  
 تاک میں عصمت کی ہے کوئی کھڑا  
 کوئی ہنسا رہتا مجھ سے بسوا  
 رفتہ رفتہ جو انا نہ بھتا مرا | وارثوں کے ہاتھ تلے بڑ گیا  
 ہے مجھے دشوار اب جینا ہوا | کھانے پینے کا نہیں ہے آسرا  
 کیسے اب عزت رکھوں قائم تری  
 دجھ نے آکر ذرا حالت مری  
 نفس ظالم بھی ستاتا ہے مجھے | راہ یہ الٹی ستاتا ہے مجھے  
 بن ترے گھر کھائے جاتا ہے مجھے | اور شیطان آزما تا ہے مجھے  
 گھر میں جھنگی بھی کبھی جو آتا ہے  
 چاہیٹ با نفس یہ بہکا تا ہے

جاؤں میں ماں باپ کے گھر اپنے گھر  
میری صورت سے انھیں لگتا ہے دُور  
بھاگتے ہیں دُور دکھیا جان کر  
بھاڑتے ہیں کہہ کے وہ میرا جگر

لے کے تو مطلب یہاں آئی ہے کیا

دیں دوبارہ ہم کہیں محبت کو بٹھا

دُور ہو ہم کو نہ یہ بہ صورت دکھا  
دن میں ایسا نہ دکھائے خدا  
کب بزرگوں سے ہے یہ اپنے ہوا  
خاندان کی اپنے دیں عزت مٹا

عقد بیوہ خاندان میں عار ہے

کام یہ نہ ہوتا نہیں دشوار ہے

روتے روتے ایک دن میں سو گئی  
باغ ہے اس میں عمارت سے بڑی  
کیا تماشہ آنکھ سے ہوں دیکھتی  
اور ساماں وال کے ہیں سب جنتی

حور اور غلام کھڑے دروازے پر

جیسے چوکیدار کچھ ہوں پہرے پر

لی اجازت میں نے اندر جانے کی  
بعد منت یہ اجازت منکود کی  
اور عمارت چاہی میں نے دیکھنی  
شرط یہ تھی حبلہ ہو گی واپسی

جسم خاکی کو نہیں جرأت یہاں

رُوح کرتی ہے فقط سیر جناں

فقر کے اندر جو میں داخل ہوئی  
پھولوں کی خوشبو ہو میں تھی بسی  
اک نئی دُنیا نظر آنے لگی  
اگل عمارت تھی قرینہ سے سجی

نہر بھی جاری مضاف آب کی

جونہ دیکھنی اور کانوں سے سنی

ایسے ایسے پھول تھے ہر سٹو کھلے  
عینب تھے لہنے بھی کانوں سے سنے  
نام بھی جن کے ہنیں ہم جانتے  
تھے پرندے تک وہاں کے بولتے

جس مژک تھی طبیعت چاہتی

گو دین لاکر صبا تھی ڈالتی

کیا سناؤں میں جو کچھ دیکھا وہاں  
نام ہی تھا اس کا گلزارِ جناں

مجھ کو فوراً دہیان آیا ناگہاں | اڈھونڈے پیائے کا اپنی بھی مکاں

ایک دروازے پر فوراً میں لڑکی  
نام کے شوہر کی تھی سختی لگی

بیڈھڑک اندر گئی پرواہ نہ کی | جاتی تھی غم سے مری چھاتی پھٹی  
جس قدر بھی ہو سکی محبت ہی کی | سنگ مرمر کی عمارت میں لگی

اک زمرہ کا بچھا دیکھ بادلنگ  
پھول کچھ چاروں طرف تھے شوخ رنگ

میرا شوہر اس کے اوپر لیٹا تھا | چار جانب حوروں کا یہ جلسہ تھا  
شوق سے گانا۔ وہ ان کا سنتا تھا | ادا دہری لہجے میں کچھ دیتا تھا

دیکھ کر دل پر ہوا۔ میرے یہ غم  
یہ اٹھائے تیش میں جھیلوں الم

لے تھا شا پاس میں اس کے چلی | تھی لیٹ جا رہا میں اس سے چاہتی  
دیکھ کر میں اس سے یوں گویا ہوئی | اور میں نے گفتگو اس سے یہ کی

کیا یہی شرط و فائدہ واہ  
آپ عشرت میں رہیں۔ اور ہم تباہ

میں ترے غم میں ہوئی ہوں پائمال | روتے روتے ہو گیا ہے بی نہ حال  
جب سے کہ تو نے کیا ہے ہے احتمال | ابو گئی ہے زسیت بھی بھگو و ہال

جا کے میری کچھ خبر تو سننے نہ ملی  
اور حوروں سے ہے کر لی دل لگی

وہ ذرا۔ اپنی سہری سے اٹھا | اور پھر گھر اس کے یوں کہنے لگا  
کون ہے تو یہ مجھے جلدی بتا | ایسا دہراتا ہے کہیں دیکھا تو تھا

دور رہ لیکن کہ بو آتی ہے اب  
ایسی بدبو کہ مجھے بھاتی ہے اب

پیائے شوہر بھول گیا محسوس گئے | تھے نہیں تو ایک دن شوہر مرے  
ناز میرے تم اٹھائے رہتے تھے | تم تھے حوروں سے زیادہ چاہتے

آج بدبو مجھ میں بستلاتے ہو تم  
 کس لئے کرتے ہو میرے ہوش گم  
 میری خاطر روز گھر لے لاتے تھے | بن مرے کھانا نہ ہرگز کھاتے تھے  
 تم بلا پوچھے نہ باہر جاتے تھے | اے کے میوہ ساتھ عمدہ آتے تھے  
 آج تم پیارے گئے ہو مجھ کو بھول  
 دوستی ہم نے بھی کی تم سے فضول  
 وہ لگے کہنے کہ کل مصائب سنا | تاکہ سمجھوں بھت کہیں تجھ سے ملا  
 میں نے سب اول سے آخر تھا کہا | اور رنڈا بے کاسُنا یا ماجرا  
 ایک غلام کو بلایا بے گناں  
 اور کہا لا۔ ڈائری میری یہاں  
 وہ گیا۔ اور ڈائری لایا جب ہی | درق اٹھے میرے شوہر نے سب ہی  
 اور بولا مجھ سے وہ فوراً جب ہی | واسطہ تجھ سے پڑا تو تھا کہیں  
 سیر حب کی تھی سر اے دہر کی  
 وال ہوئی تھی مجھ سے تیری دوستی  
 یہ تباہ کوزرا لے باولی | میں تھا دنیا میں بے بان صبی  
 تو نے اتنی کیوں بڑھائی دوستی | اور بد پر پرتی ہے مجھ کو دھونڈتی  
 دوسرے شوہر سے گھر آباد کر  
 مجھ کو راضی اور خدا کو شاد کر  
 میں نے اس سے یہ کہا پیارے نہیں | تیری عزت میں نہ کھوؤں گی کہیں  
 تجھ سا نظروں میں نہیں توئی حسین | میرے دل کا ہے تو ہی ماہِ مبین  
 میں نہ ہرگز اب یہاں سے جاؤں گی  
 تیرے پہلو میں ہی راحت پاؤں گی  
 سن کے وہ بولا کہ اب اچھا تو جا | جلد تم کو ہم یہاں لیں گے بلا  
 پاک تو نے اپنی عصمت کو رکھا | ایک بازی کا تجھے دوں گا بے  
 جسم سے تیرے جو بد تو آتی ہے



غیر حالت میری ہوتی جاتی ہے  
ایک دم پھر آنکھ میری کھل گئی | اور کلفت ساری دل کی دھل گئی  
جبکہ غم میں۔ میں یہاں تھی کھل گئی | انک میں جس کے لئے تھی زل گئی  
کر لیا وعدہ اسی نے خواب میں

جان آئی۔ ماہی بے آب میں  
جلد وہ مجھ کو بلا لیں گے وہاں | جس کو دنیا والے کہتے ہیں جہاں  
پاس میں ان کے رہوں گی شادماں | ابو کو دنیا والو مجھ سے بدگماں  
اشتیاق موت سے اب ہر گھڑی  
زندگی کی گنتی ہو گھڑیاں پڑی

## جگنو

نخنہ بچے نے پکڑ لی نخنہ جاں | رکھ کے ٹوپی میں ہوا وہ شادماں  
اس پر ہیرے کا ہوا۔ اسکو گماں | اور سمجھا اس کو مال بیسکراں

بولا جگنو کیوں مجھے پکڑا ہوتا  
کس لئے ہے اس طرح جکڑا ہوتا  
روشنی ہے جو کہ سیسہ کی دھندلتا | راز اس کا صبح ہوتے جب کھلا  
ہے یقین دل میں بہت پھتا پھتا | ابو کا جب بچے مرا۔ اندھا دیا  
پایے بچے چھوڑے اب تو نہ کر

نخنہ ہاتھوں سے ستم اس جان پر  
بولا بچہ میں نہ چھوڑوں گا کبھی | روشنی مجھ کو لگی تیری بھلی  
لے کے گھر جاؤ نکا میں تجھ کو ابھی | ادیکھ کر دوائے خوش ہونے سب ہی  
میں نے محنت سے تجھے پکڑا بہت  
میں نے محنت سے تجھے جکڑا بہت

بولا جگنو میرے بچے بات سن | انے مستقبل کا پہلے تانا۔ بن  
سیکھ لے دنیا میں اچھے جوہوں گن | علم کی صبح و سارکھ دل میں دھن

تجہ میں میری سی مینا آجائے گی  
 روشنی تجھ سے بھی دُنیا پائے گی  
 شمع میری تو فقط ہے عسار مئی | صبح نہوتے ہی یہ گل ہو جائے گی  
 شمع نین علم کی ہے کب بجھی | آئندہ جھونکوں سے بھی لو بڑھتی رہی  
 آگیا ہے کو جب اس کا لیتن  
 چھوڑ گھٹنو کو دیا۔ اس نے دیں

## بئی اور علی

کر رہے کچھ ذکر تھے باہم دگر  
 مجھ سا دُنیا میں نہیں ہے زور ور  
 عسکرم بھی مجھ سا نہیں رکھتا بشر  
 وہ سمجھ بائیں گئے یہ سب سب  
 اور تھوڑی دیر واں پھر سیر کر  
 دل کے اندر اپنے فوراً سوچ کر  
 بیچتے ہیں محب کو جو خیر البشر  
 جا رہا گھوڑے پہنے کو لی بشر  
 وہ گیا گھوڑے سے فوراً ہی اتر  
 اس بشر کی قوت اور اس زور پر  
 دیکھے کچھ بیٹھے وہاں پر حب نور  
 اور ہیں یا قوت کے سب اُنکے پر  
 پھر دوبارہ جو بڑی اُن پر نظر  
 لوئے ان باتوں کو اپنے دیکھ گھر  
 دیکھ کر بوئے اُنھیں حنیف البشر  
 کچھ تم آزدہ مجھے آئے نظر  
 آپ نے مجھ سے کہا تھا سیر کر

ایک دن بیٹھے علی حضرت کے گھر  
 بس گیا دل میں علی کے یہ خیال  
 ساتھ میں آیا تصور اس کا بھی  
 چونکہ حضرت پر تھا ہر دل کا حال  
 بوئے حضرت اے علی جنگل کو جا  
 چلے سن کر علی حکم حضور  
 راز مخفی ہے کوئی اس بات میں  
 جا کے جنگل میں عجب دیکھی یہ بات  
 راستہ میں تنگ پلٹا آگئی  
 دیکھ کر حیراں ہوئے حضرت علی  
 آگے اس سے پھر گئے حضرت علی  
 ہیں بنے نعل و جواہر کے تمام  
 اور ہر دل پر ان کے ہے قرآں لکھا  
 دیکھتے کیا ہیں کہ کھاتے کو ہیں سب  
 یاں حضرت کے گئے خاموش بیٹھ  
 آج کہوں خاموش ہو بھائی علی  
 تب علی بوئے کہ حضرت کیا کہوں

عسکرم بھی مجھ سا نہیں رکھتا بشر

اک عجب منظر ڈرامہ کو نظر  
تھا علی نے من و عن اور سر بسر  
دہیان آیا مست کو اپنے زور پر  
پار۔ پلٹیا کے گنبد جو کہ آخر  
جوڑے تھے گوشتیں کھاتے نظر  
بعض عالم ہوں گے ایسے خوش سیر

حکم پا کر میں گیت جنگل میں جب  
مسب بتایا جو وہاں دیکھا غرض  
بوسے حضرت کیوں نہیں حیرت ہوئی  
تم کو قدرت نے دکھایا اک سوار  
وہ پرندے تم نے جو دیکھے علی  
چودھویں صدی میں امت میں مری

علم تو ہو گا مگر اس سال بد  
وہ کریں گے اس طرح اپنی بسر

## ایسر بیل

ایک کی صیت نے بیل ایسر  
چل دیا گھر کو وہ اپنے مثل تیرا  
باغ میں سمجھا جسے وہ سبے نظیر  
اتانہ ڈالے رخسہ یہ کچھ چرخ پیر  
کر دیا پھر اس کو محبوب نفس

اس میں وہ اپنے گدا کے کچھ نفس  
گو کیا صیاد نے تھا اس کو قید  
دیکھنے آتے تھے جس کو بکر و زید  
یہ سمجھ کر اس کو کہے ایک صید  
ادہ چھپاتا راز تھا بامکر و کید

کس جگہ سے اس کو لایا ہے یہاں  
علم سے جس کے گل رہا ہے باغبان  
رکھتا بیل کو ہمیشہ پیار سے  
لاسکے دیتا پھول پھل بازار سے  
کہہ دیا تھا اس نے گل گھر بار سے

مجھ کو الفت ہے بہت بیل کیساتھ  
میرے آئی ہے بڑی شکل سے ہاتھ  
پھول لاتا۔ توڑ کر اچھے مدام  
اور نفس یہ لاسکے رکھتا تھا تمام  
میٹھے میٹھے اس سے کرتا تھا کلام

تاکہ وہ آرام سے ہو جائے رام

اس پہ بھی بلبل مگر خاموش تھی  
 گم کئے اپنے تیرا دہوش تھی  
 دانا پانی وہ نہ تھی کبھی  
 اس کے جھانسون میں نہ آتی تھی کبھی  
 چونچ سے تھی کوٹتی چھاتی کبھی  
 آہ و نالہ کر کے رنجباتی کبھی  
 دیکھ کر صیاد کو ہوتا الم  
 سوچتا تھا کونسا ہے اس کو غم  
 ایک دن دل میں بسا اسکے یہ بیان  
 یاد کرتی ہو یہ شاید گلستاں  
 لے کے پھر پتھر چلا اس کا دھات  
 اچس جگہ اس کا کبھی تھا آشیان  
 پتھر رکھانچ میں گلزار کے  
 تن میں تادم آئے دل افکار کے  
 باغ کی کل بلبلیں آئیں۔ دہاں  
 اور شبنم سے کئے آسورواں  
 دیکھ کر اس کو ہوئیں وہ نیم جاں  
 ابھر بسا بجاکے اپنا آشیان  
 لوٹ کر صیاد آیا اپنے گھر  
 دیکھا پھر بلبل کو اس نے فوج گھر  
 بولا یہ صیاد مبتلا عندلیب  
 تیری حالت دیکھتا ہوں عجب  
 کیا ہے تو نسا زکھ تو اے غریب  
 اتنا تری خاطر کوئی لاؤں طیب  
 پھول و پھل تیرے لئے لاتا ہوں  
 اس پہ بھی خاموش ہی پاتا ہوں  
 اب قفس ہی گھر ہے میری بات سن  
 کام آئیگا نہ تیرا کوئی گن  
 چاہے کتنا بھی تو سر کو اپنے دھن  
 اب قفس میں رہے ہی بس دانا چن  
 میں سدا خوش تھو کہوں گا یہاں  
 کہ بہ گہ لے کر چلوں گا گلستاں  
 بولی بلبل تو بہت نادان ہے  
 اپنے ٹھٹھے کا بہت سامان ہے  
 راز سے میرے ابھی انجان ہے  
 اگر کوئی دم کی تن میں باقی جان ہے  
 جاؤں گی تیرے قفس کو چھوڑ کر

تیلیاں زندانِ غم کی توڑ کر  
میوہ دیتا ہے مجھے تو لاس کے جو  
پھول بھی لاتا ہے تو دلجوئی کو  
اپنی شگفتہ کس طرح سے دل یہ ہو  
آنکھ جب کھولی تو میں آزاد تھی  
قید کی خود ہی رکھی بنیاد تھی

ایسے میوؤں میں کہاں لذت بتا  
ہاتھ سے جو غیر دے اپنے سدا  
گل بھلا بتلا نہیں وہ بھائے کیا  
اڑ کر کے جو کہ ہو۔ لایا ہوا  
میوہ وہ ہے خود جو کھائیں توڑ کر  
گل ہے وہ جائے نہ گلشن چھوڑ کر

کہتے کہتے آنکھ اس نے بند کی  
اور وہ صیبا دسمجھا مر گئی  
بجڑے سے باہر وہ بلبلی پھینک دی  
اڑ گئی گلشن کو وہ ہنستی ہوئی  
اڑتے اڑتے کہہ گئی اک بات سن  
کام آتا ہے سدا۔ دُنیا میں گن

## گلِ چین

مہر گل چین پہلے میری بات سن  
کیا لگائی تو نے بے نا حق کی دُمن  
عیب کو بھی ہے سمجھتا اپنے گن  
ابد میں چاہے تو جتنے پھول چن

کیوں یہ تیرے ہاتھ چلتے ہیں یہاں  
کیوں کیا بلبلی کو تو نے بدگیاں  
تو اگر بلبلی کو روتا دیکھ لے  
پھر تو شگفتہ کی کا پیشہ چھوڑ دے  
بند آنا تو یہاں اپنا کرے  
پھول لگتے شاخ پر ہیں کچھ بھلے

پھول بھی وہ توڑتا ہے بے خطر  
جو نظر آتا ہے تنہا شاخ پر  
بولال گل چین سچ ہے اے عالی گھر  
کیا کروں مجبور دل سے ہوں مگر

ہے مرا معشوق جو اک سیمبر  
 اچھو لوں سے الفت ہے رکھتا چمک  
 توڑ کر میں پھول دیتا ہوں اسے  
 تاکہ خوشبو اس کی وہ لبتا رہے  
 چونکہ دنیا میں ہے وہ بھی ایک ہی  
 رشک گل ہے اسکا حسن ظاہری  
 حور کہیے اس کو غلام یا پری  
 میں نے یہ تعریف ناقص اُسکی کی  
 توڑتا ہوں اس کی خاطر پھول میں  
 تاکہ نظروں میں رہوں مقبول میں  
 تاکہ نظروں میں رہوں مقبول میں  
 توڑنے سے میرے ہرگز غم نہ کر  
 میں نہ توڑوں خود گر بگاڑ کر  
 ہوتی ہے عزت اُسی کی اے پسر  
 اچھوڑ دیتا ہے کوئی جو اپنا گھر  
 میرا گل رو جبکہ سینہ پر رکھے  
 کتنی پھر اس پھول کی عزت بڑھے  
 گر یقین جسکو نہ آئے دیکھ لے  
 سیکڑوں ہیں پھول مڑھائے ہوئے  
 اُن کی جانب تک نہیں ہیں دیکھتے  
 خاک ہو جاتے ہیں آخر سوکھ کے  
 دوسرے ہے ایک آپس خاص بات  
 وہ بھی سن لے مجھے تو لے نیک ذات  
 بلبلوں کا خون یہ کرتے ہیں جو  
 بیجا مجھ کو اس کا بدلہ لینے کو  
 جو تفتق کی نظر اس پر کروا  
 بات پھر معلوم ساری تم کو ہو  
 میرا مولا ہے بڑا ہی بے نیاز  
 توڑتا ہے میرے ہاتھوں اُنکا ناز

## انقلاب

اک جگہ دو دوست تھے بیٹھے ہوئے  
 اس طرح تھے گفت گو وہ کر رہے  
 کیا ہے شے دنیا کے اندر انقلاب  
 ایک نے فوراً دیا سن کر جواب  
 تخت کے گٹنے کو کہتے ہیں سدا  
 سلطنت چھٹنے کو کہتے ہیں سدا  
 دوسرا بولا نہیں یہ لغو ہے  
 انقلاب اس کے سوا ہے ایک شے

جو بدل دے اپنی سیرت کو کوئی  
کالی جو ڈاڑھی کرے مل کر خضاب  
اکبدا جو دل میں آیا۔ بر ملا

جو بدل دے اپنی صورت کو کوئی  
اس سے بڑھ کر بس نہیں ہے انقلاب  
سن رہا تھا میں یہ سب چپکا کھڑا

ہے بڑوں کا سایہ اٹھنا انقلاب  
بہدین پڑے ہیں سر پر سو عذاب

## جنید اور شوقِ شہادت

ایک دن لڑتے تھے حق کے نام پر  
ساتھ میں تھے آپ کے گیارہ ہمنام  
پڑ گئی گیارہ محافوں پر نظر  
ساتھ میں حواریں بھی آتی ہیں نظر  
دیں گے حق کی راہ میں گیارہ ہی سر  
ایک محاذ بھی نہ آیا پھر نظر  
اونٹ بھی غائب ہوئے دس سر بسر  
بولا اُن سے اے جنید باہنر  
کس لئے لڑنے کو آئے اُنھیں  
ہوئے حضرت اس کی کیا بجگو ضر  
پاتی میرا ہے محاذ اونٹ پر  
مرگیاں بھی جو حق کے نام پر  
مجھ کو بھی ایمان اب تلقین کر  
مل گئی اسکو شہادت دیکے سر  
اس محاذ میں خوشی سے جیت کر  
جاؤ بس اب تم یہاں سے اپنے گھر

کہتے ہیں حضرت جنید باہنر  
دل کے اندر تھا بسا شوقِ جہاد  
جب کیا آغاز حضرت نے جہاد  
دیکھا پکڑے ہیں فرشتے اونٹوں کو  
سوچنے دل میں لگے اپنے جنید  
ایک ساتھی ہو گیا اُن کا شہید  
ہو چلے اس طرح جبکہ دس شہید  
اتنے میں آیا یہودی اک دُعا  
کیا فکروں کو لڑائی سے ہے کام  
دس محاذ نے لے کے ساتھی چل دیئے  
اب مرے جانے کی باری آئی ہے  
جاؤ نگامیں ہو کے جنت میں شہید  
یہ لگا کہنے یہودی اُن سے پھر  
وہ سہل ہو گیا اور مر گیا  
وہ یہودی چل دیا سوئے جہاں  
آئی اک آواز فوراً اے جنید

اپنی کھڑپا۔ اور جالی لو سنبھال  
گھرتی میں بتیج پھیرو بیٹھ کر

## موسیٰ اور جالینوس

ہو گئی مشکل تھی جس سے عاقبت  
دے مجھے یارب دوا۔ اس درد کی  
اور تھوڑی سوئف فوراً آج کھا  
ہو گئی اس درد میں فوراً کی  
نفس بھی پڑنے لگی حضرت کی سرد  
درد سے میری ہوئی حالت سقیم  
جا کے جالینوس کے ہوا اب کے سر  
اور دوا اپنی لگے۔ وہ مانگنے  
سوئف چٹی بھانک لو۔ فوراً ابھی  
اک تعجب سا۔ یہ موسیٰ کو ہوا  
پاک ہے تو اور تیری پاک ذات  
پاس جالینوس کے بھیجا مجھے  
بات کا ہوتا ہمیشہ ہے اصول

سپٹ میں تھا درد موسیٰ کے بہت  
جا کے فوراً۔ طور پر یہ سر من کی  
حکم یہ رب نے دیا۔ موسیٰ تعجب  
سوئف جب موسیٰ نے کھائی تھوڑی سی  
ایک دن ہونے لگا پھر ان کے درد  
پھر گئے اور رب سے یہ بوئے کلیم  
حکم موسیٰ کو ملا۔ اسے خوش سیر  
پاس جالینوس کے فوراً گئے  
بولا جالینوس اے حق کے بنی  
اس عمل سے درد پھر بتا رہا  
جا کے مولا سے یہ کی موسیٰ نے بات  
تو نے کیوں یہ گز نہ بتلایا مجھے  
بوئے حکمت کا ہے وہ موسیٰ رسول

کام جس کے ہاتھ میں جو دے دیا  
کام اسی سے ہم وہ لیتے ہیں سدا

## زندگی اور رابعہ بصری

پڑ گئیں زندگی کے ہاتھوں ایکبار  
ثانی اُن کا دوسرا ہوتا ہی نہیں  
حسن سے کچھ فائدہ اُن کے میں لوں  
دیکھ کر مرنے لگے اُن کو بشیر  
اس طرح سے بات ہے میں نے سنی  
نفس دے کر صبح کو کرتیں جسدا

رابعہ بصری وہ مختصر روزگار  
چونکہ حضرت تھی نہایت ہی حسین  
چاہا زندگی نے کبالی میں کروں  
لا بھٹایا اس کو آخر باہر پر  
پاس جو بتا کوئی اُن کے کنبھی  
وہ دو گانہ پہلے پڑھواتیں سدا



ایک دفعہ جو پاس اُن کے آگیا  
لوگ آتے اور جاتے ہی رہتے  
پانوں پر پھر گر پڑی وہ پیرزاں  
حال تھا مجھ کو نہ معلوم آپ کا  
حس و حسّ آزاد میں دل شاد ہوں  
سن لے زندگی بات تو میری ذرا

ایک مدت تک رہا یہ ماجرا  
پھر نہ دوبارہ بھی دیکھا اسے  
دیکھا چھپ کر ایک دن زندگی نے حال  
یہ لگی پھر کہنے وہ اے رابعہ  
آج میں کرتی ہمتیں آزاد ہوں  
رابعہ بھری نے فوراً یہ کہا

کہا کیا تو نے مجھے - آزاد آج  
نیفص کو بھی کر دیا - بر باد آج

### پہیل اور متقی

رکھتا پہیل سے نہایت دشمنی  
جس جگہ پہیل کہمت لہرا رہا  
کاٹ ڈالے اس کے ہنسنے بچھڑ  
ہاتھ اپنے باندھ کر یہ عرض کی  
کاٹنے پہیل نہ تم - آیا کرو  
چل دیا وہ متقی نوراً ہی گھر  
بن گیا پہیل وہ عورت ایک دم  
اگر دو تکی تن سے الگ میں تیری جاں

ایک تھا دنیا کے اندر متقی  
نے کلہاڑی ہاتھ میں اکدن چلا  
چاہتا تھا اک کلہاڑی بار کر  
ایک دم پہیل سے عورت بن گئی  
اک اشرفی روزے جایا کرو  
پھنس گیا لالچ میں زر کو دیکھ کر  
آیا لینے اشرفی روزہ دویم  
اور کہا اب کے اگر آیا یہاں

خالص اللہ متا - آیا یہاں

پھنس گیا دنیا میں اب تو بے گماں

### سید اور مہاراجہ بھرت پور

شاد تھا جن سے بہت رتبہ کریم  
تا کہ تیرا بیانی کا فرض انجام ہو  
یہ کہہ کہ تو پ دم اس کو کرو

ایک سید تھے بھرت پور میں مقیم  
کرتلی دج گائے تھی بقر عید کو  
جب ہوا معلوم یہ مہاراجہ کو

دیکھا دیواں حافظ شیراز کا  
صاف نکلی اس کی خاطر فال تھی  
اس میں تھا لکھا کرے کوئی مدد  
جسکے سید کو پکڑ کر لے چلے  
ہو گیا رانی کے سید اک نشہ  
سن لی رانی نے بھی آخر یہ خبر  
بولی رانی بات ہے یہ واپس  
پاس بہار اجسہ کے بھیجا آدمی  
چھوڑ دو سید کو بھی تم ایک دم  
راجہ نے جب بات رانی کی سنی  
پھر دوبارہ عید آئی اگلے سال  
پھر دیا بہار اچ نے یہ ہی حکم  
اب کے بھی گزرا وہی کل ماجرا  
فال بھی دیوان حافظ سے جو۔ لی  
پھر دیا بہار اچ نے سید کو چھوڑ  
تیسرا۔ پھر عید کا آیا جو سال  
پھر دیا بہار اچ نے حکم ستم  
لیکن اب کے واقعہ ایسا ہوا  
یہ کہا بہار اچ نے نواب نے  
بات یہ دُنیا کرے گی کب پسند  
یہ بہادر شخص ہے تو تدر کر  
حکم پھر بہار اچ نے اس کو دیا  
ایک قربانی کا جت کو اذن ہے  
پھر جو آیا عید کا دن اگلے سال  
بولایہ بہار اچ سید کو بلا

ایک مصرع اس کا سید نے پڑھا  
جو کہ ظاہر کرتی سچا حال تھی  
جس سے ہو جائے یہ تیرا دردِ برد  
اور نیچے محل کے ہو کر گئے  
ہو گیا آباد جس سے اس کا گھر  
توپ دم جاتا ہے ہونے کو بشر  
ہوں خوشی کے وقت ایسے حادثات  
اور کہا کہ آج ہے سب کو خوشی  
عفو کر دو سب خطائیں یک قلم  
بعد نہایش کے دی بس تخلصی  
پھر کیا سید نے گائے کو حلال  
جائے سید کو کر دو تم توپ دم  
رانی کے لڑکا ہوا۔ اک دوسرا  
پھر وہی نکلی چوہے پہلے تھی کھلی  
شکر دی اور بیڑیاں دی اُسکی توڑ  
گائے پھر سید نے کر ڈالی حلال  
کر دو۔ اب کے اس بشر کو توپ دم  
بھتا کوئی نواب واں ٹھہرا ہوا  
جان انساں لے نہ جواں کے لئے  
منضحہ تیرا کریں گے ہوشمند  
کام آئے گا ترے اسکا ہنر  
جبکہ موقع ہو تمہاری عید کا  
لیکن اپنے گھر میں چمپک جو کرے  
گائے سید نے نہ کی اب نے حلال  
کیوں نہ اب کے گائے کی مرد خدا

بولا جب انسانیت تم سے ہوئی  
 بات یہ راجہ کو جو اچھی لگی  
 جبکہ زرخ میں بھرت پورا گیا  
 ایک لشکر کا ہوتا سید بھی امیر  
 اُس نے ایسے ہاتھ والے دکھلائے تھے  
 وہ رہا پائندہ جب تک اُس جگہ

ہم نے بھی نفسانیت کو چھوڑ دی  
 اعلیٰ درجہ کی اُسے دی نوکری  
 چار جانب دشمنوں سے تھا گھرا  
 خوش ہو۔ اسکی رُوح سے رب قدر  
 داد۔ دینے کو فرشتے آئے تھے  
 مل سکا قبضہ نہ تب تک اُس جگہ

جب ہوا۔ سید وہ بحیرہ شہید  
 قلندر کی دشمن کے ہاتھ آئی کلید

### ہمارا راجہ رنجیت سنگھ اور سچائی

ایک مسلمان تھا کوئی لاہور میں  
 گیارہویں ہر سال کرتا تھا غریب  
 آگیا غربت میں آخر ایک سال  
 بدیاں اُس کی اٹھائیں چیل نے  
 گھر برہمن کا وہاں کو پاس تھا  
 پھر برہمن کو جو عرصہ آگیا  
 پاس ہمارا جس کے لے جاؤں تھے  
 اس برہمن کی خوشامد اس نے کی  
 آگیا آخر مسلمان کو بھی جوش  
 لایا وہ تلوار اپنے گھر سے جا  
 فکر لاحق پھر اُسے نور آ ہوا  
 باندھ کر گٹھڑی میں اسکی شب کو لاش  
 راستہ میں اک سپاہی مل گیا  
 بولا گٹھڑی میں تری کیا سے تیا  
 کپڑے دینے جاتا ہوں دھوئی کے گھر

جو کہ بہت رنجیت سنگھ کے دور میں  
 تاکہ خوش مولا کا ہو اس سے حبیب  
 کچھ نہ تھا تو گائے ہی کر لی حلال  
 گھر برہمن کے گرائیں چیل نے  
 فکر تھی کوئی نہ کچھ دسو اس بہت  
 اس نے آ کر یہ مسلمان سے کہا  
 اور سزائیں خوب دلو اؤں تھے  
 بات پر اُس نے نہ اس کی کچھ سنی  
 اور عرصہ نے کئے گم اُس کے ہوش  
 سر برہمن کا کیا۔ تن سے جدا  
 خون کا کیونکر چھپے گا واقعہ  
 گاڑنے کی جا لگا۔ کرنے تلاش  
 دیکھ کر گٹھڑی اُسے شک سا ہوا  
 اس مسلمان نے یہ سن کر یوں کہا  
 دل میں اپنے اور تو کچھ شک نہ کر

اور گٹھری سر سے لی اس کے اتار  
اور گٹھری میں تھی وہ پستی ہوئی  
اور ہاتھوں کو دیا اُس کے جکڑ  
حال جو کچھ کہ تھا دیکھا۔ سب کہا  
حال مجھ پر کر تو اپنا انکشاف  
گائے تک کا بھی۔ جو۔ کی اُسے حلال  
پٹریاں پیروں کی اس کے توڑ دو  
بات پوشیدہ کوئی رکھی نہیں

ٹھیک تھا کرنا برہن کو حلال  
اس کو ہمایہ کرنا تھا خیال

### بیدارنگری

اور ظالم تھا وہاں کا شہریار  
اُس کی چیلے کو پسند آئی بہار  
تھا اشرفی اور ملے کا ایک شمار  
ٹھیک یاں رہنا نہیں ہے زینہار  
ایک ہی ہے یاں سدا لیل و نہار  
بہ مدت کے ملا۔ ایسا دیار  
بے گرو کا کام کر دے ہو شمار  
بھول کر اک دم ہوا مثل حمار  
حکم تھا شہ کا چڑھا دو جبکو دار  
یہ تو مجرم ہے بہت با حال زار  
زیب دیکھا اُس کو ہونا زیب دار  
اور وہاں پکڑے گئے موئے دو چار  
بولاشہ ہو گا یہی اب زیب دار

جھوٹ سمجھا اس کا کہنا بہرے دار  
کھول کر دیکھا تو اس میں لاش تھی  
اس مسلاں کو لیا۔ فوراً پکڑ  
پاس بہار اجہ کے اُس کو لے گیا  
بولہ ہر اجہ بتا دے صاف صاف  
سن کے مجرم نے کہا۔ کل اپنا حال  
بولہ ہر اجہ اسے اب چھوڑ دو  
سچ کہا اس نے ہمیں آیا۔ یقین

سنتے ہیں دنیا میں کوئی تھا دیار  
چیلہ ہو پینا واں گرو کی ساتھ میں  
خوردنی اشیاء کا بھاؤ ایک تھا  
بولہ چیلے سے گرو عبدی چلو  
کچھ تحفظ یاں مراتب کا نہیں  
بولہ چیلہ یہ گرو کی بات سن  
خیر تیری مرضی چیلے سے کہا  
حلو اپوری کھائے چیلہ صبح و شام  
اتفاقاً ایک مجرم کو وہاں  
بولہ راجہ سے مگر اسکا وزیر  
کوئی موٹا آدمی ہو دستان  
دیکھ کر دہلا دیا اُس کو تو چھوڑ  
سب سے موٹا ان میں چیلہ خوب تھا

اور کہا میں تو نہیں تقصیر دار  
کیا ہے تھوڑا یہ گنہ گار  
بولے بیٹا خوب کھا۔ صلوا اچار  
ٹھیک یاں رہنا نہیں ہے زینہار  
شاہ سے کہنا تجھے دے پہلے دار  
آج کے دن ہو گا جو کہ زیب دار  
یاں رہے گا وہ نہ ہرگز زینہار  
سن کے جس کو خوش ہوا وہ شہریار  
مجھ کو کر دو آج فوراً زیب دار  
چڑھ گیا پھاسنی پہ فوراً شہریار  
اور کچھ مطلب نہیں ہے زینہار

گو دہائی راجہ کی جیلے نے دی  
شاہ بولا تو تو موٹا خوب ہے  
آگے داں پر گرو بھی دیکھتے  
ہم نہ کہتے تھے اسی خاطر تجھے  
دوسرے جیلے سے اپنے یہ کہا  
کچھ اگر بولے تو کہنا شاہ سے  
سیدھا جنت کو چلا جائے گا وہ  
کر دکھایا جیلے نے صیا کہا  
اور لگا کہنے وہ اپنے لوگوں سے  
بچ گیا چیلہ گرو کی بات سے  
جو گرو تم سے کہے وہ ہی کرو

اس کہانی سے ہے مطلب میرا یہ  
اپنے کو سمجھو نہ ہرگز ہوشیار

## نوح اور شیطان

اور یہ مردود نے ان سے کہا  
کر دیا دنیا میں اک طوفاں بپا  
کام اچھا کر گئی ہے بددعا  
میں ابھی بہکانے سے ان کو تنگ گیا  
کام اب باقی نہیں کچھ بھی رہا  
اور نہ باقی ہے ہدایت کا فرا

نوح سے ابلیس رستے میں ملا  
خوب ہی تم نے کیا حق کے رسول  
میرے سر کا آج یہ لکا بار ہے  
قوم کو سمجھا کے تم تھے تھک گئے  
چین سے سوٹینگے اب ہم اور آپ  
ہے نہ اب گمراہی کا کچھ بھی سوال

نوح یہ شیطان کا سن کے کلام  
عمر بھر رونے رہے اپنی تمام

## معاویہ اور ابلیس

لکھتا ہے یہ مولوی معنوی  
معاویہ جو دیر تک سوتے رہے  
اور سوتے سے دیا اُن کو اُٹھا  
بولے اے شیطان ذرا مجھ کو بتا  
معاویہ سے یہ کہا شیطان نے  
میں نے ہے تم کو دیا فوراً اُٹھا  
معاویہ بولے نہ اُٹھوں گا کبھی  
بولا شیطان ایک دن اے معاویہ  
آپ نے دریا بہائے اشک کے  
دیکھ کر مولانا نے میرے جناب  
دیکھ کر مجھ کو یہ حکم بے نیاز  
تم کو میں نے یوں دیا فوراً اُٹھا  
معاویہ یہ دل سے پھر کہنے لگے

تم نے دیکھی ہو جو اُن کی شرمی  
صبح کو آیا یہ شیطان دیکھ کے  
دیکھ کر حیراں ہوئے یہ ماجرا  
کام تو نے یہ کیا کیسا نیا  
ہوتا دو گانہ قضا اس خواب سے  
کام یہ میں نے کیا بس کیا بُرا  
راز سے جب تک نہو گی آگہی  
ہو گیا دو گانہ یوں ہی تھا قضا  
اور پھر مغموم سے بیٹھے رہے  
ایک کے بدلے دئے ستر ثواب  
یا د پھر آیا وہ ہی وقت نماز  
تانا یا د تم ثواب اس سے ہوا  
اسکھو نہیں آئسو کو اپنے روک کے

حال سب معلوم ہو مردود ہو  
وائے گر۔ نیکوں کو آگاہی نہ ہو

## فرعون اور غلام

ہو گئی فرعون کی گم ایک چمک  
سب غلاموں کو بلایا اور کہا  
استحق ہو گا بیت ابن عام کا  
سُن کے یہ گرنے لگے سب جستجو  
جا کے دی اس مے وہیں فرعون کو  
اور جتنے اُسکے تھے باقی غلام

جس کو رکھتا تھا ہنایت وہ عزیز  
ڈھونڈ کر جو چیز میری لایگا  
اور غلامی سے بھی وہ ہو گا رہا  
ایک کی برائی احسن آرزو  
اور کہا پورا وہ اب وعدہ کر دو  
تھے بہت مغموم دل میں وہ تمام

کیوں نظر آتے ہیں یہ حیران سے  
اس لئے یہ ہو گئے غم میں اسیر  
پائی شے جس نے ہوا ہے اسکا نام  
پہلے دو انعام ان کو بے حساب  
تا کہ یہ سب لوگ مجھ سے خوش ہیں  
خوب ہی العناف کی یہ بات کی  
کیا یہی انصاف ہے میت لاشہا  
کس لئے تو کھارہا ہے تیج و تاب  
ایک ہی شے تھی جو میری گم ہوئی  
ہم تکبریت را ڈھائے دیتے ہیں  
تھا سمجھتا تھا کہ وہ پہلے عزیز

تھی نہ ایسی اس کے پانے کی خوشی  
اور نہ ہے کچھ ٹوٹ جانے سے غمی

## موسیٰ اور خدا کا دوست

جو کہ میت را دست ہے مجھ کو بتا  
دوست تو ہے کچھ نہیں تجھ سے حجاب  
کون خالص تیرا مولا دوست ہے  
یوں ہوا گویا خداوند کریم  
کچھ اُگے اُس پر نظر آتے ہیں جھاڑ  
کھو دیا الفت میں جس نے پُوست ہے  
جاگے وال ہیں کیا تا شہ دیکھتے  
کچھ نظر آتا نہیں جس را سخا  
دیکھ کر واپس اُسے ہونے لگے  
کیوں لگی تجھ کو بُری ہے میری ذات

یہ کہ فرعون نے ہامان سے  
بولایا فرعون سے اس کا وزیر  
تھے برابر جستجو میں سب غلام  
یہ دیا فرعون نے اس کو جواب  
ساتھ میں آزاد بھی کر دو انہیں  
پھر وہ بولا چہ نہ تھی جس کو ملی  
مجھ میں ان میں فرق کیا باقی رہا  
یہ دیا فرعون نے سن کر جواب  
تھے برابر سب طلب میں یہ تری  
فرق یہ بھی ہم مٹائے دیتے ہیں  
مار دی لے کر زیں پر وہ ہی چیز

حق تعالیٰ سے یہ موسیٰ نے کہا  
حق تعالیٰ نے دیا۔ سن کر جواب  
پھر یہ موسیٰ نے کہا بتلا مجھے  
جب لگے اہرار ہی کرنے حکیم  
سامنے جو ہے نظر آتا پہاڑ  
اس جگہ اک میرا مخلص دوست ہے  
موسیٰ فوراً دیکھنے اُس کو گئے  
ایک جذامی شخص بیٹھا ہے وہاں  
سخت بند بواؤ آرہی ہے جس سے  
بولا وہ مرد خدا۔ سن ایک بات

دیکھ کر نفرت مجھے کھاتا ہے تو  
دوست ہے تیرا خدا۔ مردِ خدا  
ایسی تکلیفوں میں تو ہے مبتلا  
خوش وہ ہوتا ہے بڑے جتنا وبال  
تا کروں میں عرص جا کر پیش رب  
آپ کی صورت جو میں نے دیکھ لی  
آرزو ہے مجھ کو آبِ سرِ د کی  
آئے پانی لے کے وہ ٹھنڈا شتاب  
شیر اُس کو ٹکڑے ٹکڑے کر گیا  
پھر خدا سے یوں کہا اے دادگر  
کیوں ہوا تو دوست سرِ اے خفا  
جس کو میں برداشت کر سکتا نہیں  
اور ٹھنڈے پانی کو تجھ سے کہے

وہ اگر پانی مجھ ہی سے مانگتا  
سو کھے دریا کو بھی میں دیتا بہا

### جنید اور شرابی

آدمی ایک آکے یوں کہنے لگا  
ہم توجہ جانیں تمہیں مردِ خدا  
اُن کو بھی بتلاؤ جا کے راستا  
تھے شرابی جس جگہ جلوہ نما  
کرتے بدعت ہی وہ رہتے تھے سدا  
تم نہ گھبراؤ یہ حضرت نے کہا  
میں بھی لیتا ہوں بہت اس کا مزا  
کیا خبر تھی ہم کو اسے کان حیا

ملنے آیا مجھ سے اور جاتا ہے تو  
بولے موسیٰ مجھ کو اتنا تو بتا  
پھر بھی سترہا حال ایسا ہو گیا  
بولاماشق کا یہی ہوتا ہے حال  
پوچھا موسیٰ نے بتا اپنی طلب  
بولاحسرت ایک پوری ہو گئی  
ایک حسرت میری اب باقی رہی  
چلے نئے لینے کو موسیٰ سرِ د آب  
دیکھتے کیا ہیں وہاں پر ماجرا  
دفن کر کے آئے موسیٰ طور پر  
بھید اس کا تو مجھے بھی دے بتا  
حکم آیا۔ دو خطائیں اس نے کیں  
میرا عاشق ہو۔ تری خواہش کرے

ایک دن نزد جنید با صفا  
بیٹھ کر سجد میں کرتے وعظ ہو  
شہر سے باہر شرابی چند ہیں  
سُن کے یہ پہونچے وہاں فوراً جنید  
رات دن تھا شغل انکار اک رنگ  
وہ شرابی دیکھ کر ڈرنے لگے  
پینے آیا ہوں پیال میں بھی شراب  
پھر شرابی سُن کے یہ کہنے لگے



ہم شراہیں گھر چھپو پختے حضور  
آپ فرمائیں اگر ہم سے حضور  
بولے رندوں سے مگر حضرت جنیدؒ  
بولے ہم میں تو کرامت یہ نہیں  
سن کے یہ کہنے لگے ان سے جنیدؒ  
سن کے یہ مشتاق فوراً ہو گئے  
دیر کیا ہے سرباں جلدی کرو  
سب نہاؤ بدلو کپڑے ایک دم  
سب ہوئے تیار وہ اس تمام کو  
جب لگے وہ رند سب پڑھنے ناز  
رہنائی ان کی اب آگے تو کر  
میرے مولا آگے تیرا کام ہے

مے سے خالی اب تو شکا ہو گیا  
شہر سے فوراً ابھی ہم دیں مشکا  
محسوس تو فوراً ہی اب دو تم پلا  
بیٹھے بیٹھے دیں یہیں مست کو پلا  
دول نہیں سب تو ابھی ایسا بنا  
سب نے مل کر ایک دم ان سے کہا  
اور کرو ہم کو کرامت یہ عطا  
پڑھ لو دو رکعت بھی حضرت نے کہا  
جو ابھی حضرت نے ان سے تھا کہا  
عرض کی حق سے کہ اے رب العدا  
میں نے تیرے پاس تک پہنچا دیا  
استقامت جو کرے ان کو عطا

سب نے کامل وہ جتنے رند تھے  
ہو گئی مقبول حضرت کی دعا

## ہمارے کبیر اور بقال

گھر تھے بیٹھے ایک دن اپنے کبیر  
کچھ نہ ساماں پاس ہماری کا تھا  
پاس بیوی کے سگے نور اکبیر  
ان کے کھانے کا تو کچھ سامان کر  
بولی بیوی گھر کے اندر کچھ نہیں  
میری صورت کا بہت دلدادہ ہے  
تم کہو تو جا کے سودا لاؤں میں  
بولے سن کر اپنی بیوی سے کبیر  
جا کے اس کے پاس سے سودا تو لا

چند سادھو آئے جو تھے را کبیر  
فقر وفاقہ سے تھا ان کو سامنا  
بولے آئے ہیں یہاں کچھ را کبیر  
تاکہ جائیں وہ یہاں سے پیٹ بھر  
پاس اک بقال رہتا ہے یہیں  
میرا کہنا کرنے کو آمادہ ہے  
کچھ ہنر اپنا اُسے دکھلاؤں میں  
جا یہاں سے جلد تو اب مثل تیر  
سادھوؤں کو جلد پھر کھانا کھلا

اور کہا اتنا مجھے سودا۔ تو دے  
مال آگے ہے ترے سارا پڑا  
شرط یہ ہے میرا تو کھنک کرے  
تا ہو حاصل وصل سے ترے سرور  
بات سب غاوند سے آ کر کہی  
ہاں پن کپڑے تو بن جا مثل ہیر  
اور گئے بقال جس جا رہتا تھا  
اور پھر دریافت عورت سے کیا  
جو تیاں تیری ہیں کیوں سوکھی ہوئی  
بولی شوہر لایا ہے کا ندھے چڑھا  
دل نے چٹکی لی پریشاں ہو گیا  
اور کہا مجھ کو بھی کچھ تسلیم دے  
بن گئے فوراً ہی اس کے دستگیر

پاس وہ فوراً گئی بقال کے  
ہو کے خوش بقال نے فوراً کہا  
چاہئے جتنا ہے مجھے کیا عذر ہے  
رات کو آنا تجھے ہو گا ضرور  
لے کے ساماں کر کے وعدہ آگئی  
رات جب بھیگی تو یوں بوئے کبیر  
انے کندھے پر لیا اس کو چڑھا  
دیکھ کر بقال بے حد خوش ہوا  
آج بارش ہے بہت ہی زور کی  
کیا سبب اس کا ہے مے مجھ کو بتا  
سن کے یہ بے تال حیراں ہو گیا  
پاؤں میں آ کر گرا ہمارا ج کے  
ہو گئے خوش اس سے پھر فوراً کبیر

آئینہ دل اس کا فوراً کر دیا  
لوز سے سینہ بھی اس کا بھر دیا

## علیٰ اور عربی

کیا سبب ہے اسکا اے شیر خدا  
عہد میں پہلے نہ تھا ایسا ہوا  
میں سبب اس کا بتاؤں سن ذرا

ایک عربی نے علی سے یہ کہا  
کیوں خلافت میں پڑی ہے گڑبڑی  
بو لے اس سے علی حیراں نہ ہو

پہلے خلفاء کے تو ہم سے بچے شیر  
وقت میں میرے مجھے تجھ سا ملا

## سلیمان اور شیطان

ایک دن حضرت سلیمان نے کہا  
کر دے مقبول یہ رب العلا

ایک دن حضرت سلیمان نے کہا

کر دے تابع میرے شیطان کو ضرور  
یہ بلا اس کا سیلماں کو جواب  
ملک میں تیرے وہ ڈالے گا فوڑ  
تھا سیلماں نے کیا اسرار جب  
حکم یہ فوز ملا شیطان کو  
سن کے شیطان آگیا دربار میں  
لیکن اس دربار میں روتا رہا  
ایک دن بوئے سیلماں اے لیں  
بولا یہ شیطان لے حق کے بنی  
میں بڑا تھا۔ یا بھلا۔ جیسا بھی تھا  
پر میں عاشق تھا اسی کا بندہ تھا  
نی الحقیقت طوق لعنت اب پڑا  
دی سنتی اور سیلماں نے کہا  
ایسے لالچ کو تھا کب وہ مانست  
اے سیلماں ایسی جنت کیا کریں  
اس سے بہتر ہے وہ دوزخ واقعی  
تین دن شیطان جب روتا رہا  
آگئی مولا کی رحمت جوش پر  
حکم تھا رب کا سیلماں کو مدام  
وہ سدا زنبیل باقی کرتے تھے  
جب سے شیطان کی ہوی وال حاضر  
بھوک نے بیتاب ان کو کر دیا  
کی سیلماں نے یہ مولا سے دعا  
غیب سے پھر آئی ان کو یہ ندا  
قید جب دلال ہو اے متقی

جب کئے تابع مرے وحش و طیور  
ٹھیک کب رہنا ہے اسکا ہر کاب  
اس سے رہنا چاہئے بس دور دور  
ہو گیا تھا ہر باں پھر اس پر رب  
تم سیلماں کے یہاں جایا کر دو  
اور لگا رہنے اسی سرکار میں  
اور غم میں جان و دل کھو تل رہا  
دیکھتا ہوں میں تجھے اندوہ کریں  
میں نہیں تابع ہوا۔ ہرگز کبھی  
یا۔ رہا ہو کر میں مرد و حندا  
اور بندوں سے نہیں تھا واسطہ  
دوسروں کا جو مجھے تابع کیا  
لے گئے جنت ساتھ تجھ کو جاؤنگا  
یوں سیلماں سے وہ پھر گویا ہوا  
جو کہ ہو ہا لواصلہ حاصل نہیں  
آپ مولانا جو خوش ہو کر ہو دی  
ہوش اپنے اس جگہ کھوتا رہا  
بے قراری کر گئی اس کی اثر  
سی کے تو زنبیل کر صل طعام  
پیٹ اس سے ہی وہ اپنا بھرتے تھے  
گوئی بھی زنبیل یک سکتی نہ سکتی  
سلطنت سے لینے کا یارا نہ تھا  
میں مرا جاتا ہوں تھو کالے خدا  
اے سیلماں کیا نہ تھا ہم نے کہا  
پھر غریبے کو ن زنبیل آپ کی

پھر سلیمان نے خدا سے یوں کہا  
 پائی شیطان نے رہائی لا کلام  
 پھر وہی اس نے چائی دھوم دھام

## فرعون اور شیطان

سامنے شیطان بھی حاضر ہوا  
 ہے خدائی کے لئے یہی اصول  
 پاس اس کے وہ لگا رہے سدا  
 ناز کی کل منڈی حن کی ہوئی  
 اک نئی ہونے لگی عالم میں جنگ  
 کرے بارش آج دنیا میں ذرا  
 مٹی جاتی ہے خدائی بر ملا  
 دے بتا ترکیب بارش کی مجھے  
 خوار ہو گی سب یہ میری پیاری قوم  
 اور اس کا کر کسی سے تو نہ ذکر  
 میں ابھی کرتا ہوں جا کر انتظام  
 جاؤ کی مقبول ہم نے التجا  
 تم کرو پیشاب دنیا میں ابھی  
 سب لگے پیشاب کرنے بیش و کم  
 جائیگی سب خشک سالی اس سے اب  
 کھیتی جو باقی تھی وہ بھی جل گئی  
 اب بتا میرے رسول نامور  
 قوم کو کیا دوں تباہ کا جواب  
 مجھ سا پیغمبر ہو۔ اور تجھ سا خدا  
 رحمت خالق رہے گی دُور دُور

جب کہا فرعون نے میں ہوں خدا  
 اور کہا کرے مجھے اپنا رسول  
 کر دیا فرعون نے اس کا کہا  
 اتفاقات خشک سالی ہو گئی  
 ساری دنیا ہو گئی فاقوں سے تنگ  
 سب نے یہ فرعون سے فوراً کہا  
 تو یہ کیا بن کے بیٹھا ہے خدا  
 یہ کہا ابلیس سے فرعون نے  
 متحرف ہو گی وگرنہ۔ ساری قوم  
 بولایہ شیطان کر دل میں نہ فکر  
 دے دلا سا قوم کو تو لا کلام  
 قوم سے فرعون نے اپنی کہا  
 چیلوں کو شیطان نے تاکید کی  
 جتنے تھے شیطان کے چلے آیدم  
 لوگ سمجھے ہو رہی ہے بارش اب  
 پھر نتیجہ کیا ہوا۔ اس کا اخی  
 پھر کہا فرعون نے یہ دیکھ کر  
 کر دیا تو نے تو اٹنا یہ حساب  
 بولایہ شیطان اس سے بر ملا  
 اس جگہ۔ ہو گا یہی آخر ظہور

تو کہے دُینا سے ہوں سب کا خدا  
پاس تھا فرعون کے رکھتا انار  
چار قاشیں کر دی شیطاں نے انہی  
بولایہ فرعون اُس سے نامور  
لے کے وہ ابلیس نے فوراً تمام  
اور پھر بولا کہ اے فرعون سن

اور پھینکے سے چائے مشورہ  
تحفتاً لایا تھا اُس کا کوئی یار  
اور کہا تو جوڑ دے اسکو ابھی  
جانتا میں تو نہیں ایسا ہنر  
دیدیں پھر ترتیب فوراً لا کلام  
جانتا ہوں گو میں ضد ہا ایسے گن

آج تک تو نے نہیں ہو گا سنا  
میں نے دعویٰ ہو خدا کی کیا

### سکھدیو جی اور راجہ جینک

ایک دن سکھدیو جی نے جا کے پاس  
کس طرح سے گیان ہو حاصل مجھے  
باپنے یہ سن کے اُس سے یوں کہا  
سن کے ان کی بات وہ گیا لی چلا  
جاؤ لوگو ایک دم راجہ کے پاس  
جا کے دی لوگوں نے راجہ کو خبر  
سات دن تک وہ رہا اُس جا کھڑا  
پھر دوبارہ دی یہ لوگوں نے خبر  
تو دیا یہ حکم راجہ نے اُسے  
سات دن تک وہ رہا اس جا کھڑا  
تیسری بار اُس نے پھر کی التجا  
اب کے راجہ نے اجازت اسکو دی  
پھر وہاں وہ دیکھتا جا کر سے کیا  
اس کے دل میں فکر یہ پیدا ہوئی  
گیان کیا دیگا مجھے راجہ بھلا

یہ کہا بتلا پتہ پیدا بیاس  
اور جیون ملک کا درجہ ملے  
راجہ جینک کے یہاں فوراً تو جا  
جا کے دروازے پہ راجہ کے کہا  
ہے کھڑا فرزند دست پیدا بیاس  
بولاراجہ رہنے دو دروازے پر  
جس جگہ راجہ نے اُس کو تھا کہا  
وہ نہیں جاتا وہاں سے لوٹ کر  
ہو کھڑا دروازے پر وہ دوسرے  
جس جگہ راجہ نے اس کو تھا کہا  
میرا راجہ سے کہو سب ماجرا  
دل کی حاصل ہو گئی اُس کی خوشی  
ٹھانہ وُنیا کا لگا ہے حب بجا  
خود جگت ہو پارسی ہے یہ آدمی  
وہ تو خود محتاج ہے اسباب کا

منکشف سب مال جنیک کو ہوا  
حکم راجہ نے دیا پھر جشن کا  
ایک پیالہ دودھ سے بریزھتا  
اور کہا لوگوں سے تم لے جاؤ اب  
کہدیا راجہ نے یہ بھی ساتھ میں  
گردن اس کی تو اڑا دینا وہیں  
شہر سے جب گھوم کر واپس وہ آئے  
بولاراجہ خوب کرلی تم نے سیر  
بولے یہ سکھدیو جی راجہ بھلا  
اس کٹوے کا تو تھا دھڑکا لگا  
سن کے اس کی بات جنیک نہیں پڑے  
تو ہمارے دیکھ کر شامانہ کام  
بات سن سکھ دیو میری عورت سے  
ہے سیاہی تو فضا اے خوش صنمیر  
رہتا ہے کھٹکا ہیں مردم لگا  
اس لئے بھاتی نہیں دنیا کبھی

دوسو سو جودل کے اندر رھتا بھرا  
اور کہا دو شہر کو فوراً سجا  
ہاتھ میں سکھدیو جی کے وہ دیا  
شہر کو اچھی طرح دکھلاؤ اب  
گر پیالہ اس کے چھلکے ہاتھ میں  
ماننا کہنا یہ مسرا بالیقین  
باس راجہ کے گئے فوراً بلائے  
کیوں ہوئی اتنی تہیں آنے میں دیر  
سیر کرتا کس طرح پابند تھا  
یہ اگر چھلکا تو میں مارا گیا  
اس طرح وہ اس سے پھر کہنے لگے  
اپنے دل میں وہم لایا خستہ کام  
کہہ نہیں سکتا کسی میں اور سے  
تن کٹورہ اور اس میں روح شیر  
گر نہ جائے یہ کٹورہ دودھ کا  
کب سے دیکھا عورت سے صلہ کبھی

سن کے یہ سکھدیو چپکا ہو گیا  
راجہ نے یوں گیان سے دل بھر دیا

## موسیٰ اور سچی دعا

دست بستہ عرصہ اک دن اس نے کی  
طور پر جب کہ ذرا اللہ سے  
زندگی کہتی ہے اس کی دعا  
اس سے کہدے جا کے کہتا ہے علیم  
واپس آئے حضرت موسیٰ نبی

ایک موسیٰ کا تھا سچا امتی  
زندگی کہتی ہے باقی پوچھ دے  
جا کے موسیٰ نے خدا سے یوں کہا  
یہ کہا رب نے کہ اے میرے کلیم  
ایک ہفتہ زندگی باقی رہی

اُس نے قصۂ کہہ دیا آ کر متام  
اور کہا بچوں سے اپنے ماجرا  
پیٹ بھر کر آج تک کھا یا نہیں  
خوب کھانا ہم پکاؤ اس گھڑی  
کر دیا بیٹوں نے اس کے انتظام  
کھانے بیٹھا جبکہ وہ مرد خدا  
اور کہا بھوکا ہوں ہفتہ بھر سے میں  
سُن کے یہ اُس نے دیا کھانا اٹھا  
اُس کے دل میں یہ ہوا پیدا خیال  
روز میں تو بیش و کم کھاتا رہا  
کھا کے سائیل نے دُعا سُکویہ دی  
اور بیدھا گھر کو سائیل حملہ یا  
اس نے اک چادر جو اُنٹی بر ملا  
مار ڈالا اُس سے لاکھی سے اُسے  
ہو گئی جس وقت پوری وہ گھڑی  
میں تو اے موسیٰ ہوں زندہ اب بتا  
حیرت آئی اُس کے موسیٰ کو شتاب  
حضرت موسیٰ گئے جب طور پر  
امتی سے میں تو جھوٹا پڑ گیا  
یہ دیا خالق نے موسیٰ کو جواب  
بھیجا ہم نے موت کا سامان تھا  
دی دُعا سائیل نے سچے دبے سچے  
مجھ کو وہ منظور ہی کر لی پڑی

سُن کے اپنے گھر گیا حق کا کلام  
ساتھ میں پھر اُن سے یہ بھی کہہ دیا  
موت کا مجھ کو ہوا ہے اب یقین  
آگئی ہے سر پہ ساعت موت کی  
لا کے رکھے جا بجائے اخوانِ طعام  
ایک سوالی بھی وہاں پراگیا  
مانگنے آیا نکل کر گھر سے میں  
اور سائیل کے حوالے کر دیا  
کس طرح اس کاروں میں رد و سوال  
ہفتہ بھر سے ہے یہ بھوکا بے نوا  
تجھ کو حاصل ہو درازی عمر کی  
پیٹ کھا کر خوب تھا اُس کا بھرا  
سانپ اک چادر میں تھالپٹا ہوا  
موت کی تھی یہ گھڑی اُس کے لئے  
بات یہ موسیٰ سے اس نے پھر کہی  
کیوں نہیں وقت مفت سرد پر مرا  
اور کہا کل میں تجھے دنگا جواب  
عرصہ کی خالق سے اے رب البشر  
زندہ ہے ہرگز نہیں اب تک مرا  
جا کے اس بندے سے یہ کہد و شتاب  
سانپ اُس کی لینے آیا جان تھا  
اُس نے مانگی تھی درازی عمر کی  
سچے دل سے چونکہ تھی نکلی ہوئی

حال پھر موسیٰ نے اُس سے سب کہا  
کس طرح سر سے ملی اُس کے بلا

## لطیفِ ناز اور دستِ خوان

جب لڑکی تھے معاویہ - شیر خدا  
دیکھتے جاتے تھے میدانِ دعا  
دونوں حق پر آج ہیں یہ لڑکے  
معاویہ کے پاس جاتے کھانے کو  
تو علی کے پیچھے پڑتے تھے ناز  
بوہریرہ تو انہیں استنابت  
کیا سبب ہے اسکائے بندہ نواز  
لگتا اچھا معاویہ کا ہے طعام

بوہریرہ صاحبِ صدق و صفا  
بیٹھ جاتے تھے وہ ٹیلے پر سدا  
ساتھ میں پھر یہ بھی کہتے جاتے تھے  
وقت کھانے کا جب آتا مومنو  
وقت پر ہوتا تھا جب جویش نیاز  
ایک دن آخر کسی نے یہ کہا  
ایک جا کھانا ہے اور اک جاناز  
بوہریرہ بولے سن لے خوش کلام

پھر نازوں کا مزہ آئے جھبی  
جب امامت خود ہی فرمادیں علی

## لا حول اور شیطان

ایک جگہ ایسی ہوا۔ اس کا گزار  
بولا جائیں گے بھڑکے دوپہر  
کیونکہ منزل کا تھا کارنامہ تھا  
اس جگہ سایہ بہت ہی خوب تھا  
ادنیٰ کا وہ کرے حاصل وصال  
اور لذت و صل کی چکھے ہوئے  
باز آیا منہ نہ بے کا لائے  
پھر یہ سوچا کس طرح لوں اسکا پیار  
تہیٰ اک بھاری کی اس نے توڑ لی  
اس کی گردن میں پڑا خم و بستو  
کارِ شیطانی سے فارغ ہو گیا

جارِ باہتِ ادنیٰ پر ایک سوار  
جس جگہ چشمِ رواں وہ دیکھ کر  
ادنیٰ سے وہ اتر فوراً گیا  
جھاڑیوں کے پاس وہ جا کر پڑا  
دیکھ کر تنہائی میں آیا خیال  
مٹیں گزری ہیں گھر چھوڑے ہوئے  
کر دیا مغلوبِ شہوت نے اُسے  
ہو گیا آخر کو وہ اس پر سوار  
گردنِ معشوق بھتی لمبی بڑی  
موڑی گردنِ ادنیٰ نے کھانے کو  
پیار فوراً اس نے اس کا لے لیا



اور یہ شیطان کو اک گالی ہوئی  
یوں مخاطب ہو کے پھر اُس نے کہا  
مجھ پر ہے لا حول پڑھتا ہے حیا

بہد ازاں لا حول جب اُس نے پڑھی  
ایک دم شیطان واں حاضر ہوا  
یہ نزالا کام تو۔ تو نے کیا

تو نے تو ظالم ہے ایسی بات کی  
باپ تک کو بھی نہ مہینے کو جھتی

### اللہ کا کھر

واں فرشتوں سے کیا میں نے سوال  
کس جگہ رہتا ہے رب ذوالجلال  
اور فرشتوں کو ہوئی حیرت کمال

عرش پہ تھا خواب میں پہنچا خیال  
س کنان چرخ دو محبت کو بتا  
سن کے میری بات حیراں ہو گئے

بولے وہ ہم نے سنا تھا اے بشر  
ہے بشر کے دل میں رب ذوالجلال

### ملکی ترانہ

عالم میں سب سے اچھا ہندوستان ہمارا  
رہتا ہے سب پر سایہ ہندوستان ہمارا  
گویا وطن ہے سب کا ہندوستان ہمارا  
دیکھے کبھی نہ خیر ہندوستان ہمارا  
دیکھے ہے آگے دنیا ہندوستان ہمارا  
عالم و ہنر کا دریا ہندوستان ہمارا  
ہندوستان ہمارا ہندوستان ہمارا  
کرتا ہے تاج سر کا ہندوستان ہمارا  
اپنا ہے خوں بہاتا ہندوستان ہمارا  
بولتا وہ جس نے دیکھا ہندوستان ہمارا  
آنکھوں کا ہے یہ تارا ہندوستان ہمارا

دنیا میں سب سے اعلیٰ ہندوستان ہمارا  
فضل خدا ہے اُن پرستے میں جو بہا پڑ  
ہندو ہو یا مسلمان۔ یا پارسی۔ یہودی  
تہذیب میں ہے یورپ مجھے یہ بہکو دعویٰ  
اسیں ہے ایسی خوبی ملتی نہیں کہیں بھی  
حکمت کا ہے خزانہ الفت کا ہے مصدر  
اخلاص کا ہے منبع تہذیب کا ہے مخزن  
آئے جو کوئی بہاں باہر سے اس کو اکثر  
بہنے ہو خوب دیکھا غرور کے واسطے بھی  
اوروں سے ہے یہ بہتر اور دس ہے یہ تھا  
ہندو ہوں یا کہ مسلم دولوں دنیا میں پاتے

سر پر ہالیہ کے اُسکے ہیں بیل بوٹے | باندھے ہوئے ہیں ہر ہندوستان ہمارا  
نقشہ میں بھی نمایاں نظر دینیں بھی درختاں | اک آئینہ ہے گویا ہندوستان ہمارا

آتما ہے یاد بچد ہوتے ہیں ہم جو باہر  
قربان یہ ہے پیارا ہندوستان ہمارا

## ہمارا راج نانک

محمد اُس کی خوش ہر دم صداقت کا وہ بھرتا ہے | وہ خود کسری و حاتم تک کی بھی تعریف کرتا ہے  
نقصت کی نہیں تعلیم وہ دیتا کوئی ہم کو | بُرائی کر نیگو کہتا نہیں ہر گز کبھی ہم کو  
تو پھر میں کیوں نہ نانک کی کردل تعریف کھٹکے | نہ کیوں ہمارا راج نانک کی کردل تعریف کھٹکے  
عقیدہ ان کا جیسا ہو طریقہ ان کا جیسا ہو | ہیں اس کی نہیں مطلب کسک چاہے جیسا ہو  
عبادت میں رہا مصروف وہ دُرات اِک ہدم | ہیں اچھی ہوئی معلوم انکی ذات اے ہدم

بڑھ نکادہ نہیں قایل وہ ہر توحید کا قایل  
کیا پنجاب میں وحدت کی جانب خلق کو مائل

## بیوی

بیوی ہے اگر اچھی تو جنت ہے ترا گھر | بیوی ہے اگر کھوئی تو کلفت ہے ترا گھر  
بیوی ہے اگر راضی تو راحت ہے ترا گھر | بیوی ہے تیرے پاس حکومت ہے ترا گھر

راحت نہیں دنیا میں کوئی بیوی سے بڑھ کر

کلفت نہیں دنیا میں کوئی بیوی سے بڑھ کر

گرچہ نہیں گھر میں تو دوزخ سے سوا ہے | بیوی جو ملے اچھی تو مولا کی عطا ہے  
بیوی جو ہو ناراض تو ہم نے یہ سنا ہے | دُنیا ہی میں اس کے لئے دوزخ کا مزا ہے

بیوی ہی اگر چاہے تو عزت کو بڑھا دے

بیوی ہی اگر چاہے تو فقر گھٹا دے

باہر سے تھکا ماندہ جو آئے کوئی گھر پر | بستر پر گرے صورت فقیر وہ تھک کر  
آغوش میں بیوی ہو تو کیوں دل ہو مکر | دُنیا میں نہیں اس سے کوئی اور ہے بہتر

اس سے ہی تو خوش ہوتا قلبِ جزیریں ہر  
 دولتِ ہر بڑی پاس اگر بیوی حسیں ہے  
 تنظیم کرے گھر کی اور اولاد کو پائے | دے جھاڑو کٹے گھر سے جد اور زیہ جالے  
 بچے ترے پیدا ہوں اگر شکل میں نکالے | اوہ شوق سے تارا اُنھیں آنکھوں کا بنالے  
 بیوی ہے اگر پاس تو راجہ ہے تو گھر کا  
 اک جان پہ ہر روز حکومت ہے تو کرتا  
 اسکو تری خدمت کے سوا کچھ نہیں معلوم | مالک ہے ترے گھر کی مگر ساتھ ہی محکوم  
 فریاد نہیں کرتی کسی سے تری مظلوم | امت کا سمجھتی ہے وہ اپنی تجھے مقسوم  
 بیوی کی حکومت بھی ہے محدود تھی تک  
 بیوی کی سیاست بھی ہے محدود تھی تک  
 دنیا میں اگر چین سے رہنا کوئی چاہے | آرام سے دو روٹیاں گھر بیٹھ کے کھائے  
 تکلیف کے اندر بھی جو راحت کوئی پائے | افریقان یہ ہی گروہ نقطہ کام میں لائے  
 بیوی سے بگاڑے نہ بھی اپنے جہاں میں  
 دنیا میں ہے ایسے کہ گویا بنے جہاں میں

## رُودادِ السکت

کس طرح میرے رہا پاؤں کے اندر چکر  
 روشنی جس سے ہوئی جسم کے اندر باہر  
 کچھ نظر آتا نہ تھا جاتی تھی جس سمیت نظر  
 اب اب خاک ہو۔ وہ نار ہو۔ یا نور و شجر  
 اب سے خاک سے اور نار ہوا سے ملکر  
 روح پھونکی گئی پھر جسم کے نورِ اندر  
 گوشتِ بے یہ مگر درجہ ہے تم سے بڑھکر  
 سب ملائیے کیا جدہ زمیں پر چھک کر  
 کچھ دنوں تک یہ رہا عیش سے اُسکے اندر

لوٹنا تا ہوں نہیں اپنی میں رُودادِ السکت  
 روح کیسے ہے سنی اور ہے کیسے آئی  
 ذاتِ واحد تھی فقط جب ہوا۔ آدم کا ظہور  
 کہنے والے نے کہا کن تو ہوئے سب پیدا  
 حکمِ مولا سے بنایک تھا بے جان جسد  
 بیٹھ کر کے عناصر کا بسنا یا پتلا  
 پھر فرشتوں سے کہا اس کی کرو تم تعظیم  
 خیز سزا زیل نہ انکار کسی نے بھی کیا  
 گلشنِ غلہ میں پھر بھی بے یا آدم کو

وہ عزرا ذیل کیا جھکے سے تھا جس نے گریز  
 جسکے باعث ہوا جنت سے خروج آدم  
 بائیں پسلی سے ہوا مادرِ حوا کا ظہور  
 بغضِ آدم نے جہاں میں یہ دکھایا جلوہ  
 منتقل ہو گیا انسان شکمِ مادر میں  
 نو طہر خون کا اک پہلے بنا پیٹ میں پھر  
 اور اعضاء کی بھی پھر پیٹ میں پائی تشکیل  
 ماں کے اس خون کے کتابے جسے حیض جہاں  
 ایک جھلی مٹی جو مٹی چار طرف اُسکے چڑھی  
 اور رہتی جو کہیں اُسکو تو بالکل سے بجا  
 شکمِ مادر میں بھیت کیا دسیتیں اپنی خاطر  
 گدگد کی تکیے تھے گویا کہ طحال اور جگر  
 ماں کے نھنوں سے تھا ہر وقت غصہ جاری  
 قلبِ مادر مجھے نیکھا سا جھلا کرتا تھا  
 خون ملتا تھا مجھے عین سے پینے کیلئے  
 میری شامت سے ہوئے جبکہ داپنر نو ماہ  
 رات اتنا مطول وہ نظر آیا مجھے  
 آکے دنیا میں ہوا مجھ کو بہت ہی افسوس  
 کل عزیزوں کو ہوئی میرے تولد سے خوشی  
 یا دھکونہ رہا بھول گیا میں افسوس  
 یہ عبادت ہی ہوئی اور نہ ریاضت ہی ہوئی  
 ایک دن زینت میں آیا تھا مگر ایسا بھی  
 یہ خبر مجھ کو نہیں ہو گئی رخصت وہ کدھر  
 پھر ہوا۔ ایسا تھا مجبور کہ تو بہ تو بہ  
 تھے جو احباب عزیز اور اقارب میرے

آکے جنت میں کیا اس نے نیا پیدا شر  
 آئے دنیا کی طرف خلد سے ہو کر باہر  
 تاکہ آدم کا زنگھرائے یہاں جی رہ کر  
 بطنِ حوا میں بنا قطرہ بسان گوہر  
 پیٹ میں دیکھا نیا اس نے تماشا رکھ  
 اسیں پیدا ہوئی یہ دست یہ پا قلبِ جگر  
 جن سے معلوم ہوئی صورتِ تخلیق بشر  
 پیٹ بھرتا تھا سدا پیٹ کی اندر رہ کر  
 جیسے عریاں کوئی لے اڈھ مصفا چادر  
 روح جو پھونکی گئی جسم بشر کے اندر  
 گویا موجود یہ دنیا مٹی اسی کے اندر  
 پیٹ میں خوب بچھایا تھا ملائم بستر  
 وہ بخارات غلیظہ کو بھٹا کرتا باہر  
 تاکہ گرمی سے نہ رہ جاؤں میں مرکزِ اندر  
 نملکیوں سے جو رکوں کی مجھے ملتا چھن کر  
 دردِ زہ نے کیا فی الفور شکم سے باہر  
 طے کرے جیسے کوئی منز لیس دوسو ستر  
 سیکڑوں آفتیں نازل ہوئیں میرے سر پر  
 پیار آبا نے کیا گود میں محبت کو لیکر  
 کیوں میں آیا تھا یہاں کر کے طویل اتنا سفر  
 اور عصیاں کے مرتب ہوئے لاکھوں دفتر  
 ہو گئی روح میرے جسم سے فوراً باہر  
 چھوڑ کر جس وحشتِ مرا خاکی سپیکر  
 کوئی قدرت نہ رہی میرے بدن کے اندر  
 گھر کو سر پر وہ اٹھاتے رہے سب ڈر کر

دن کرنے کو چلے کچ لحد کے اندر  
دن پھر مجھ کو کیا بتریں نور آ جا کر  
داں بھی تاریکی میں رہتے تھے یونہی ہم اکثر  
ہمتو سمجھتے تھے جگہ ہوگی یہ اس سے بڑھ کر  
زیر سر چھتے تھے ہر وقت ہزاروں کنکر  
مارتا چلتا تھا تو مجھ پہ کسی دن ٹھوکر  
ایک دن خاک تو ہو جائیگا مجھ سے مل کر  
پستی جتنی مجھے جس وقت زمیں مل بلکہ  
دیکھ کر شکل ہوا جن کی بہت خوفِ خطر  
یہ نہ سمجھے ابھی لیٹا ہوں یہاں میں شک کر  
حشر تک اب یہیں تنہا تو پڑا سو یا کر  
ساتھ عصیاں کا بہت لیکے تو آیا دفتر  
کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہے مالِ حشر

اور کچھ یاد نہیں میری کہانی ہے یہ ہے  
تکلمہ اس کا مگر ہو گا بوزِ محشر

قصیدہ رخصتی جناب علی القابیل ایم اسٹنٹ صاحب  
بہادر کلکٹر سہانپور

وہ فضل بیماری کہاں ہے کہاں ہے  
نہ وہ دل کشاں رونق بوستاں ہے  
گل و لالہ میں بھی وہ سُرخی کہاں ہے  
چمن میں عیشِ رخصت باغباں ہے  
وہ اب دوسری سمت چٹلے والے ہے  
سواری بریلی کو ان کی رواں ہے  
حصائی میں مقبول پیر و جواں ہے

عسل کے بعد وہ سب کا ندھوں پہ رکھ کر مجھ کو  
ان عزیزوں کی محبت تھی جنہیں مجھ سے بہت  
یاد آیا مجھے نورِ آشکم مادر پھر  
داں تھے خجیل میں یہاں تھے نغمہ میں لہر  
قبر میں خاک کا اک ہم کو بچھونا تھا ملا  
گور کہتی تھی مجھے دیکھ بہت سخت فشار  
یہ نہ سمجھا ہے بنا خاک ہی سے جسم ترا  
بڈیاں پسلیاں سب جوڑ ہوئی جاتی تھیں  
طرزِ تریہ ہے کہ نگرین بھی دوا کرواں  
مجھے کرنے لگے وہ نیکروں پیچیدہ سوال  
دینے تکلیف تکلف سے کہا پھر مجھ سے  
تیرے اعمال و ماں پیش کئے جائینگے  
میں پڑاؤ و تاہوں اعمالِ سرسب میں خراب

گلستاں میں اب کو در بادِ خزاں ہے  
نہ جٹے رواں ہیں نہ طاؤس رقصاں  
ہوئی سبز پتوں کی اب زرد رنگت  
ہے اظہر من الشمس باعثِ خزاں کا  
تھا سیراب یہ باغ جس کی بدولت  
یہاں جو کلکٹر تھے اسٹنٹ بہادر  
عجب نیک صورت عجب نیک سیرت

عدالت میں مانند نوشیرواں ہے  
 وہ طرزِ ریاست ثنا خواں جہاں ہے  
 وہ ہے صاف باطن وہ خوش بجاں ہے  
 ہنر کا ہنرمند کا ستارہ داں ہے  
 نہیں اس صفت کا کوئی حکمران ہے  
 جدائی کا صدمہ دلوں پر گراں ہے  
 وہ شیریں سخن ہے وہ شیریں زباں ہے  
 نگاہوں میں اس کی چاہے گماں ہے  
 کہ توصیف میں ان کی قاصر زباں ہے  
 یہ جب تک وجودِ زمیں و زماں ہے  
 یہ ہر وقت ہر لحظہ دردِ زباں ہے

سجاوت میں حاتمِ شجاعت میں رستم  
 وہ طرزِ حکومت ہر اک جس سے راضی  
 ہے دل میں محبت نگہ میں مروت  
 نہیں علم و فن میں کوئی اس کا ثانی  
 مددگارِ نیکوں کا دشمن بدوں کا  
 ہے امنوس جانے کا اُن کے نہایت  
 گردوں و صف کیا اُنکی بیگم کا قریباں  
 وہ عصمت کی عفت کی تصویرِ زیبا  
 اُٹھاتا ہوں اب ہاتھ دو لوں دُعا کو  
 جہاں میں رہیں دونوں دل شاد و خرم  
 تری ہو اقبال و حبابہ و چشم کی

مذا کے لئے بھول جانا نہ مجھ کو

مرے دل کا جو حال ہے وہ عیاں ہے

## قصیدہ در مدحِ اعلیٰ حضرت نظامِ خلدِ اللہ ملکہ

### قصیدہ

اُٹھاتا ہوں تم کو مگر اک شرط ہے تجھ سے  
 عجب کیا ہے منتقش صفوِ قرطاس ہو جائے  
 کہ کیا تو ادب کیساتھ طے رستے قصیدے کے  
 تو گہنائے فصاحتِ جہنِ پختگی کے بھرے  
 مرے دلیں یہ آیا ہے کروں تعریف میں لکھی  
 زیادہ جبکا و اصف ہے کروں توصیف میں لکھی  
 تجھے لکھنا پڑیگا۔ آج وہ درِ حالِ عثمانی  
 ہزاروں کی خدانے دی ہے دنیا میں گنجبانی  
 کہوں تعریف میں لکھی ہر دلیں میں نے یہ ٹھانی  
 امیر ہے دلِ مخلوق پر بھی جس کو سلطانِ  
 وہ سلطانِ دکن وہ میر عثمان علیخان ہیں  
 وہیں علم و فن وہ میر عثمان علیخان ہیں  
 بنا گلزار کی صورت ہے جس سے تم کو کہیں کا  
 تجھے علم و ہنر کے بھول جس میں جا بجا صدا

بہا ہے رحمت حق کا جہاں آج اک دریا | انہیں پیاسا کسی فرد بشر کو جس نے رکھا  
 مٹا کرتے تھے قصو نہیں کہ میں دکن میں لٹتا ہوں  
 مگر اس دور میں دنیا نے خود آنکھوں کو دیکھا ہوں  
 شہر یار دکن نے جب نوازا اس ریاست کو | ہوا منظر مولو کو دکھانا اپنی قدرست کو  
 مٹایا روم سے جبکہ لب عثمان کی حکومت کو | اتو مقتوم دکن پھر کر دیا اس شان شوکت کو  
 شہ عثمان علی خاں نام رکھ کر کر دیا سلطان  
 مسلمانوں کی تارنجیدگی کا دور ہو ساماں  
 نہانے والو تنے بات یہ اب تک نہیں سمجھی | انہیں ہر بات خالی مصلحت کو کوئی مولو کی  
 مکی جس میں جو بات تھی تو وہ اس طرح کی پوری | خلیفہ نے در شہوار عقد شاہ پور میں دی  
 کہ تامل نظام الملک کے ایک ایسا سلطان ہو  
 جو مال اور باپ کی روستے امین خون عثمان ہو  
 زمیں وہ جو شکاروں کیلئے پہلے مقرر تھی | وہی پہلے حکومت بھی جسے سیکار تھی سمجھی  
 ہوا۔ اس دور میں ایسا وہاں ہوتی ہر آب گیتی | انہاروں آدی جس دکن میں کھاتے ہیں روٹی  
 نہیں ہر آب گیتی ایسا زمانہ میں ہوا پیدا  
 کہ اک نیچر زمیں سے جس نے کر دی ہو غذا پیدا  
 انہیں کچھ فیض دکن تک رہا محدود ہے اسکا | ہے بہا فیض کا ہندوستان اس کے اک دریا  
 کھلا ہندوستان میں مدرسہ کوئی نیا جس جا | اسے مرمون سلطان دکن کا تہنہ ہے پایا  
 علی گڑھ میں جہاں جاؤ ادھر دیکھو ادھر دیکھو  
 زمانہ نے کہا دل سے ہے سلطان العلوم انکو  
 بچایا اس نے اردو کو وگرنہ مٹ چکی ہی تھی | کوئی دم کی تھی جہاں بغل سکی شے نہ جوت بھی  
 بہت کچھ خرچ کر کے ایک یونیورسٹی کھولی | ہر آب طلب اللہ شاہ جہاں کی روح والا بھی  
 معاون علم کا ایسا نہیں سلطان ہوا کوئی  
 محافظ علم کا ایسا نہیں انسان ہوا کوئی  
 بنایا ایسا دو واڑہ ہے اس نے دیکھ لو جا کر  
 ہوا۔ اجیر کا جس بہت ہی حب نظر منظر  
 کیا احسان یہ اجیر کے مشہور رومنہ پر  
 جسے آتی ہے گویا دیکھنے کو آج دنیا بھر

اشاروں سے کیا پورا۔ نیگا ہوں سے ہوا پورا  
کیا وہ کام جو اب تک نہ شاہوں سے ہوا پورا

سخاوت تیری ایسی ہے بہا یا فیض کا دریا  
چڑھایا ربط کر کے عقد اپنے شاہزادوں کا  
خلیفہ پیٹ در سے پالتے اب ترے شاہا  
اور پشاور۔ نیلو فر کا آیا ہند میں دول

تو ہے یہ حاتم کی سوا لی تیرے در کا ہو

دعا یہ ہے کہ رتبہ اور عالی تیرے در کا ہو

شجاعت تیری ایسی ہے کہ لڑے روح کریم کی  
نہیں ہر تاب طاقت کسی میں ہم نے یہ دیکھی  
نگہ بگڑی اگر تیری بنی دشمن کو وہ محسوس  
اٹھائی ہو کسی مظلوم پر ظلم نے انگلی بھی

یہاں سب شیر بکری پی ہے اک گھاٹ پانی ہیں

کبھی تھے دشمن جانی۔ مگر اب دوست جانی ہیں

سیاست تیری ایسی ہر گلیڈ اسٹون حیراں ہے  
پڑے مشکل کوئی بھی مرحلہ تنگ جو وہ آساں ہے  
پرن بسا رک بھی آئے ترے طفل بتاں ہے  
انہاں اب کوئی دورِ حاضرہ میں لیا انساں ہے

سیاست دان یورپ سیکھیں آ کر سبق تجھ سے

سائیل ایل یونان پوچھ لیں آ کر ادق تجھ سے

عدالت تیری ایسی ہے تو وہ انصاف کرتا ہے  
کوئی جھوٹا جو ہوتا ہے تو وہ خفت اٹھاتا ہے  
زمانے بھر میں تیرے عدل کا مقبول سکد ہے  
جو سچا کوئی ہوتا ہے تو ہنتا گھر کو جاتا ہے

سنا کرتے تھے قصوں میں کبھی ہم نام کسریٰ کا

مگر انصاف آنکھوں سے ترا ہم نے یہاں دیکھا

سخاوت اور شجاعت کیوں ہو مدوح کی ایسی  
یباقت اور حکومت کیوں ہو مدوح کی ایسی  
سیاست اور حکومت کیوں ہو مدوح کی ایسی  
امروت اور عنایت کیوں ہو مدوح کی ایسی

ہے وہ فرزند اکبر میر محبوب علی خاں کا

نظام الملک آصف جاہ سچا جانشین بیٹا

تو وہ ہے کہ شہنشاہی بھی خادم تیری بچا ہے  
تو وہ ہے اہل دولت کو سخاوت اپنی دکھلائے  
تو وہ ہے وقت شکل کام ہر سلطان کے آئے  
تو وہ ہے جو شہنشاہوں کا ایلہامی بھی کہلائے

غدد اور جنگ یورپ میں ہوا یہ آشکارا ہے



شہنشاہی کو تیرے خاندان کا اک سہارا ہے  
 سنا ہے اک جہاں پر بادشاہی تھی سلیمان کی  
 حکومت انہی جن دامن و جواں اور ہوا پر ہلتی  
 سلیمان کو نہیں بات تھی حق نے مگر بخشش  
 اہل اعلیٰ حضرت کی حکومت ہر دلوں پر بھی  
 سلیمان تو تجل اکس کے بھی ہو گئے آگے  
 مگر دیکھا ہے اسکے گھر شہنشاہوں کو بھی کھاتے  
 مسکن ہی نہیں سکھ اور ہندو بھی ہیں خوش اس سے  
 نہ کیوں ہوں شاد جب تو نکو اک ہی سکھ کی دیکھ  
 اگر لندن کی مسجد کیلئے اس نے دے چنڈے  
 کیا ہندو کو خوش گنو ہتیا کا التوا کر کے  
 اُرداسی مت کیا تاج کیا ہے نام وہ پیدا  
 زمانہ میں نہیں ایسی صفت کا بادشاہ دیکھتا  
 قصیدہ ختم کر اور یہ دعا کر دے قریباں  
 سے مدد و دنیا میں ہمیشہ شاد اور فرحان  
 بڑھے اقبال روز و شب بے دشمن دیکھ کر حیراں  
 ارکھے سایہ ہمیشہ سر پہ اسکے ایزد سبحان  
 دعایہ کیوں نہ ہو منظور و اباب اجابت ہے  
 نظام الملک پر اللہ کی خود ہی عنایت ہے  
 یہ اعظم معظم اور جتنے اور بیٹے ہوں  
 اتنی جانشین مدد و کرم صادق ہوں سچ ہوں  
 دعایہ ہر مے دلکی وہ سالے تیری جیسے ہوں  
 لکے دنیا کہ اچھے سے نہ بڑی گونگر اچھے ہوں  
 جو تو اب اعلیٰ حضرت ہو توکل کو ہر نجبشی ہو  
 سمندر میں تری چلتی ہوئی مضبوط نیوی ہو  
 ہے تو رہتی دنیا تک اٹھائے طعنے تو آقا  
 کھر اسکا ہے تیرا نہ کھائے وہ کبھی بٹا  
 یہ تیری عمر اور اقبال دولت روز افزوں ہوں  
 ہر خوش دوست تیرے دشمن بھی محزون ہوں  
 دعا کر ختم اور قریباں وہ ارمان ظاہر کر  
 شہر عثمان علیاں مالک دیہیم اور انفر  
 لے پھر تباہی مدت جو اپنے قلب کے اندر  
 اند حاجت تو گری کہ ہے نہ ہی بدلے مال زر  
 تنہا ہے مگر اک دن زیارت میں کروں تیری  
 بلا کر پاس اپنے پوری کرے آرزو میری

# دریغِ میسری دُبلو گرانتِ صبا بہادر آئی سی ایس کلکٹر سہانپور بموقعہ نمائش

خدا کا شکرمائش میں آئی ہے وہ بہار  
یہ کہہ رہے ہیں نمائش کے دیکھنے والے  
ہر ایک شے میں نمائش کے ہے وہ دھچی  
ہر ایک سمت ہے اس میں بہشت کی رونق  
نشاط و میل سے معمور ہے سہارنپور  
محکمٹ جو اس سرزمین کا حاکم ہے  
وہ عین عدل ہیں میسر گرانت اہل کرم  
کرم کے سامنے اس کی درم کی قدر نہیں  
برنگ ابر گہ بار کی زر انشائی  
تو فلک درود لست کو اسکی کو بھی کے  
دلوں کو اہل ستم کے ہلا دیا اس نے  
لگائے ہاتھ گلوں کو اگر گلستاں میں  
نگاہ قبر سے دیکھے اگر وہ اُن کی طرف  
نگاہ ہر کرے ذرے ذرے کو خورشید  
فدا ہے جاں بہور کی اسکی جرات پر  
اگر میں جرات دہمت کی کچھ لکھوں تعریف  
یہ رعب ہے کہ گلتائیں جب وہ آتا ہے  
جو اس کی خاک قدم کو بنائے سرِ مستم  
نگاہ ہر سے دنیا کو کر دیار و سخن  
جفا و جور و ستم کو مٹا دیا اس نے  
کے ہی جائیں جو سیرت کی اسکی ہم تعریف  
دعا کو ہاتھ اٹھا اپنے اتھلے و تباہ

بنی تمام زمیں جس سے تختہ گلزار  
عجب طرح کی ہے اس قطعہ زمیں پہ بہار  
بھبھ نہ دیکھنے سے دل جو دیکھے سو بار  
خزاں کا ہونہیں سکتا ہے اس چمن میں گزار  
خوشی سے رقص میں دزات ہیں درو دیوار  
اسی سے شہر و نمائش بنے ہیں لالہ زار  
دعائیں کرتے ہیں جس کے لئے صفا و کبار  
اگر ہوسائیل قطرہ وہ دے در شہوار  
تمام شہر میں کوئی نہیں رہا نادار  
امید گاہ بچتے ہیں سب سے بے یار  
کسی پہ ظلم کرے کس طرح کوئی جبار  
گلا خزاں کا اڑائے بہار کی تلوار  
جلاوے خرمن اعدا کو صاعقت کر دار  
اگر ہو قطرہ وہ بن جائے قلزمِ زخار  
دلاوری کا قوی دل بہادری پہ نثار  
قلم کے نیزے سے پیدا ہوں زوردار لشکار  
سر نیاز تھکاتے ہیں دور سے اسجار  
ہو تند رست گلستاں میں نہر کس بیار  
کہ دوزہ ذرہ زمیں کا ہے مطلع الاوار  
شعاع ہر سے مٹی ہے جس طرح شبتار  
تو چار ہفتہ میں دفتر ہوں سیکڑوں تیار  
ہم سحر ہے اجابت کے ہیں عیاں آثار

تمام سال گئیں اُس کے دشمنوں کے سر اہلال عید بنے اُن کے واسطے تلوار

ہمیشہ بھٹتا رہے جاہ و ماہ کی ضرورت

ہمیشہ کرسی اقبال پر رہیں سرکار

**قصیدہ سطر ایلیم اسٹب صاحب ہا در آئی سی لیں کلکٹر سہا پور**

جہن میں ہر طرف بھیلی ہوئی پھولوں کی نکت ہے  
ہوئی گلبن کی شاخیں میں گلہنگی رخ و رنگت ہے  
رواں ہر سو نسیم جاں فرات پیش دُشست ہے  
ترازِ سخن طوطی ہے عجب کُش کی حالت ہے  
کہیں چلتا ہے جاگے کہیں گانگی صحبت ہے  
بُرادن ہے خوشی کا روہ ہے یومِ مسرت ہے  
قصیدہ مختصر پڑھ دو کہ وقتِ عرض و مدحت ہے  
تقاضائے ارادت سے تقاضائے طبعیت ہے  
کہ ترساں روحِ رستم کی غضب کی شانِ شوکت ہے  
تو ایسا پاک سیرت ہو تو ایسا پاک طینت ہے  
ترجم تیرے ملیں ہے نگاہوں میں مسرت ہے  
تری نوشیرواں دکھی کہیں پڑھکر عدالت ہے  
کہ مشہور زمانہ آجکل تیری سخاوت ہے  
اگر جا کر کہے کوئی تجھ صاحب یہ حاجت ہے  
دعا بِل سے مانگو تم کہ ہنگامِ اجابت ہے  
ظفیر حضرت علیؑ کی روح دین و ملت ہے

ہمارے خزاں آئی گلستاں رشکِ جنت ہے  
بچھا ہے فرضِ سبرے کا ادھر دیکھو ادھر دیکھو  
لکھیں کلیاں چٹکنے باغ میں کھلنے لگے غنچے  
کہیں ببل چمکتے ہیں کہیں طاؤس میں فصائل  
کہیں ہے رقص کی محفل کہیں رقص میں نائل  
جہانیں چار سو یہ دھوم شادی کی نہ کیونکر ہو  
چلو قمرِ بآں مبارک باد دو صاحب کلکٹر کو  
پڑھو اے مطلعِ موزوں صفت میں اُن کی برجستہ  
ہمتن تجھے لڑاں کے کچھ ایسی تیری ہدیت ہے  
ہر ایک فرد بشر تیری صفت کے راگ کا تاب ہے  
تو خود خوش ہے رعایا سے رعایا تجھے خوش خرم  
رعایتِ مجرموں کی تو نہیں کرتا نہیں کرتا  
کوئی اب نام کو بھی نامِ حاتم کا نہیں لیتا  
وہ ہے دستِ کرم تیرا کہ بھرے دامنِ سائل  
کہاں تک یوں کرو گے مدحت تو صیفِ بزمِ قریاں  
پچھلے پھولیں ہمیشہ سطر اسٹب باغِ عالم میں

مسنر اسٹب بھی یارب باغِ عالم میں ہیں شاداں

کہ مشہور زمانہ اُن کی ماؤسٹی و عصمت ہے

**قطعہ تاریخ از مصنف بے نعتیہ دیوانِ نیشی نیاز احمد صاحب**

## اقبال سہا پنویادگار حضرت داغ مرحوم

آفریں اقبال تجھ کو آفریں      واقعی دیواں ترا بے عیب ہے  
ذات پر تیری ہیں بے فخر و ناز      تو نبی کا شیفہ لا ریب ہے  
ہے ترا پایا بڑا بے غریب      اور تیری شاعری بے عیب ہے  
ششہ دھاکیزہ ہے تیرا خیال      فکر تیری دور رس لا ریب ہے  
ہے ترا دیوان کا ن مصروفیت      شاعروں کی آج عالی جیب ہے  
ذلت اور چوٹی کی انجمن ہی نہیں      کیونکہ تو اس کو سمجھتا عیب ہے  
اجر سخن ترے اشعار کا      تیری خاطر خلہ میں لا ریب ہے  
لکھ دیا دیوان ایسا بے دریغ      اس میں کچھ تائید لطف عیب ہے

حال ترتیب اس کا لے قریبان زار  
ارمغانے بے بدل۔ لا ریب ہے

۱۳۵۰ھ

قطعہ تاریخ از قلم گوہر رقم علامہ جلیل

استاد نظام فخر ہندوستان

سربان اس سخن کے اس شاعری کے صدقے

جاں بخش جس کو مثل آب حیات پایا  
تاریخ طبع دیواں تم بھی جلیل لکھ دو  
جو شعر ہم نے دیکھا قند و نبات پایا

۱۳۵۱ھ

قطعہ تاریخ از قلم گوہر رقم برادر معظم مولوی ایوب احمد صاحب درسی

ایڈوکیٹ بی اے ایل ایل بی وکیل سہانپور

اسما نہیں ہے تیری صفت کا کوئی نظر  
ہر شعر تیرا۔ قرباں ہر امدام ہے  
تاریخ تو بھی لکھ کے بتا دے جہاں کو  
دیوان تیرا جو تیراں سے ہے بے خطر  
تو نے کلام کے وہ دکھائے ہیں گل ہنر  
کیسے ہوا ہے نخل سخن اس کا ہار دور

آہم غریب نے اسے اکسیر کر دیا  
استاد کی بھتی کہے۔ نظر کیا اثر

از نتیجہ فکر جناب منشی شیخ نیاز احمد صاحب اقبال سہانپور  
تلمیذ جناب داغ مرحوم

فیض البیاض شیخ قربان احمد  
سخنور سخن گو سخن رس سخن دان  
ہے دیوان ترا چشمہ آب حیوان  
معانی سے پربے ہر اک شعر اسکا  
ہوئے جاگزیں مسلمان دل میں  
ہیں اہل سخن فنیاب آج اس سے  
ہو شاخ نبات حسن میں کیوں نہ یکتا  
جب اقبال نے تیرا۔ دیوان دیکھا  
ترے سر پہ تاج کمال سخن ہے  
شب روز محو حیات کی سخن ہے  
روان جس سے آرنے لال سخن ہے  
عیاں جس کو عجب جلال سخن ہے  
یہی فی الحقیقت مال سخن ہے  
مژدہ ترا نو ہنر لال سخن ہے  
کہ قربان اس پر جمال سخن ہے  
کہا ختم تجھ پر کمال سخن ہے

نذا۔ اختتام اشاعت یہ آئی  
کہ تاریخ اس کی خیال سخن ہے

قطعہ تاریخ جناب حضرت منشی نور محمد صاحب نور مخیر سہانپور

یہ شاعر خوش نصیب ہیں قرباں | یادگار غریب ہیں قرباں | بی

|                           |                                                                                                        |                           |                                                                                                       |
|---------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------|---------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ش<br>۳۳<br>۲۰<br>۱۰<br>۹۰ | شاعروں کے ادیب ہیں قرباں<br>رہبر وہم لبیب ہیں تیراں<br>نام آور عجیب ہیں تیراں<br>نور دے قریب ہیں تیراں | ش<br>۳۳<br>۲۰<br>۱۰<br>۹۰ | شعر گوئی ہے آپ کا حصہ<br>قابل دلائق و شریف و امیر<br>منصفی و مجرب ری میں<br>آنکھ سے ہیں مری اگرچہ دور |
|---------------------------|--------------------------------------------------------------------------------------------------------|---------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------|

۴۴۱ = ۶۱۰ + ۵۱ = ۱۳۵۱

قطعہ تاریخ جناب حکیم خورشید حسن صاحب خورشید سابق ایڈیٹر الخلیل

|                                                                                                             |                                                                                                     |
|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------|
| ملک سخن میں دھوم ترے دم قدم سے ہو<br>خورشید کی دُعا ہے کہ جام سخن ترا<br>چو کھٹ پہ تیری ناصیہ سا ہو دیر چرخ | طبل ددات اور قلم کے علم سے ہو<br>ہنگام بزم فکر سوا بزم جم سے ہو<br>شہرت کلام کی یہ زبان تسلیم سے ہو |
|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-----------------------------------------------------------------------------------------------------|

از نتیجہ فکر مولوی حافظ قاری منظر حکیم محمد یاشین صاحب

ہلالی انجم وغیرہ وغیرہ  
کیجئے شکر حضرت شہر ہاں  
تین نایاب چھپ گیا دیواں  
ملہم عنیب نے کہا احببم  
نہر غزل بے شال ہے اس کی

قطعہ تاریخ نتیجہ فکر منشی انوار احمد صاحب قیصر تلمیذ

|                                                                                                                                                                                                     |                                                                                                                                                                                                                   |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|
| چمن میں جب بے گلگشت ہر شک چمن نکلا<br>مبار کہا دکانہ شنائے عند لبیک آئے<br>جو پوچھا میں نے کس کا ذکر ہے یہ شور کیا ہے<br>سنائے چھپ گیا ہے حضرت قربان کا دیواں<br>ہوئی تاریخ کی جب فکر القیصر صد آئی | دو پیچے بول اٹھے منہ سے اب غنچہ دہن نکلا<br>کہا ہر ایک گل نے منہ سے وہ غنچہ دہن نکلا<br>قویاروں نے کہا اک تنخوہ یاد وطن نکلا<br>کہ تیرہ سوا کا دن جبکا ہجری سال دہن نکلا<br>وہ خورشید سخن نکلا وہ خورشید سخن نکلا |
|-----------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|-------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------------|

۱۳۵۱ ۱۳۵۱

قطعہ تاریخ از منشی فتح محمد خاں صاحب انس پیشکار بیچ مجسٹریاں سہانپور

شیخ تریبان کا چھپا دیواں | اس کی تاریخ بر ملا لکھدو  
اس کا ہر ہر ہے شعر معنی خیز | اس کو جب اسم جہاں نالکھدو  
اس کے مضمون دیکھ کر اک دم | انسجہ شاعری چھپا لکھدو  
انس تاریخ کی ہے سنگر اگر  
بوستان سخن کھلا - لکھ دو

قطعہ تاریخ از قلم منشی محمد ایاش صاحب اختر تلمیذ جناب کے تاب

جہاں وہ جلوہ گر ہوتے ہیں صدر بخین ہو کر | چکا جاتی ہے بزم مشعر رشک چین ہو کر  
جزاک اللہ کیا دیوان ہے قربان احمد کا | ارہی دلیں اس کی یاد بھی یاد وطن ہو کر  
ہوئی تاریخ کی جب فکر ہے اختر صد آئی  
رہیگا خلق میں مشہور - یہ شمع سخن ہو کر

قطعہ از قلم منشی محمد شریف صاحب پیشکار بیچ انری منصفان سہانپور

پڑھائیں نے دیوان قرباں کا جب | ہوا دوسرے میرے دل سے ملال  
کہا مجھ سے حالت ہے یوں سال طبع | ابے منی شناسان نازک خیال

قطعہ تاریخ از قلم شیخ نوشیرواں احمد صاحب نوشہ برادر خور و مصنف انس سہانپور

اپنے بھائی کے ہم نے دیواں کو | عیب کی جب نگاہ سے دیکھا  
ہم نے پائی نہ اس میں کوئی کمی | صاف عیبوں سے اور مبرا آتھا  
اس کی تاریخ نوشہ ہاقت نے | روشنی چشم باغ زیبا کہا

قطعہ تاریخ از قلم برادر عزیز شیخ ذیشان احمد صاحب ذیشان رئیس سہانپور

مبرا سخن عیب سے بے گماں ہے | تو غر شہر ہے تو خب جہاں ہے





کے لئے قابلِ فخر ہے عزیزِ موصوف نے اپنے کو جنابِ عزیز کا سچا شاگرد ثابت کیا۔ اور اول  
کے روشن نام کو قائم رکھا ہے۔ بہت سی غزلیات ایسی سنگلاخِ زمین میں لکھی گئی ہیں جو  
سموئی قابلیت کے لئے ممکن نہیں۔ ہر زمین میں خوبی کے ساتھ اشعار لکھے گئے ہیں جو قابلِ شک  
و قابلِ داد ہیں۔ زیادہ قابلِ تحسین یہ امر ہے کہ یہ اس بن و سال اور باوجود متفقِ عدالت  
کلام ہر رنگ میں موجود ہے۔ شیخ قربان احمد صاحب شاعر ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجہ کے ناظم  
بھی ہیں۔ اگر وہ آگیا آپس مرحوم اس زمانے میں زندہ ہوتے تو یقیناً وہ اس کلام کو چیکر بہت  
خوش ہوتے۔ میں دعا کرتا ہوں کہ خداوندِ عالم اس دیوان کو مقبول کرے۔ اور عزیز کے  
طبع میں اور زیادہ روانی و آد عطا کرے ان کے لئے جو دراز تک قائم و سلامت رہے  
ابنِ دعا از من و از جملہ جہاں آیین باد۔

محمد فیض الرحمن عفی عنہ ہر ماہ ۱۹۳۲ء

از قلم جناب شیخ بہر بان احمد صاحب بہر بان برادرِ مصنف رئیس سہانپور  
بہر بان احمد صاحب تبارک و تعالیٰ  
ترجمہ سے ہے کہ یہ تاریخ یہ  
وجودِ مسلم شاعر کے نظیر

قطعہ تاریخ از قلم برادرِ کرم شیخ شارا احمد صاحب بخار ازیری مجتہد  
رئیس سہانپور

قربان نہیں جس کا جواب آج میسر  
دی حق نے خدا داد لیاقت پہنچے کیسی  
بر شمعِ ترا پاک ہے عیموں سے بڑی ہے  
مقبول ہو دنیا میں ملے داد جہاں سے

تاریخ کا مصرعہ تو نسبتاً آج یہ کہے  
پھولوں سے بدل جائیں کہو غارِ مہمندان

قطعہ تاریخ از قلم بابو طفیل احمد صاحب طفیل موٹر میکینک

## تلمیذ جناب اسد

کون سہانہ در میں صفا اہل سخن کا تلمیذ بدعرب  
آج ہوا ہے برسوں میں تیرا نظارہ شمع سخن  
تاریخ اس کی اشاعت کی۔ لکھ دو یوں فی الفور طفیل  
بزم طرب میں روشن ہے۔ آج دوبارہ شمع سخن

## قطعہ تاریخ از قلم حاجی حبیب احمد صاحب حاجی مختار عام مصنف

قربان نے اس میں موتی بدوئے ہیں | ہوتی ہے خوش طبعیت دیوان تیرا پڑھ کر  
عاریج اس کی کہد کہتا ہے دل جو حاجی | اصد آفریں سخنور صد آفریں سخنور

قطعہ از قلم گوہر رقم جناب مولوی خلیق احمد صاحب صلیقی  
"تاریخ الہام"

## دیوان بے بہائے ادیب کامل و لاجاہ جناب شیخ قربان احمد ضامنصفت

شیخ قربان کی شہر بانس شوم | چوں مرتب کرد۔ دیوان حسن  
بے تکلف گفت۔ از روئے جبین | اس ال تہ و نیش "چراغ انجمن"

از احقر ذم خلیق کان اللہ

۶۱۹۳۲

## قطعہ تاریخ از قلم نشی رشید احمد صاحب تلمیذ جناب اقبال

دآد دیوان حضرت سرباں | دآد دیوان بے پڑھ کے ہر انسان  
کہد و تاریخ یہ رشید احمد | چن بے نظر ہے دیوان

۵۱۳۵

قطعہ از قلم گوہر رقم جناب ڈاکٹر محمد حنیف صاحب بیسٹل کشتربہا پور  
 فکر تاریخ کی ہوئی دستِ بیاں | دیکھا دیواں حنیف نے جو کل  
 بولا نورِ ایہہ دل کہ کم کردو | اتین شاخ نبات سے تم پہل

۱۳۵۲ - ۳ = ۱۳۵۱

قطعہ از قلم گوہر رقم جناب پنڈت موتی لال صاحبہار گوالا تحصیل بموتی  
 رئیس آنری مجسٹریٹ ایم۔ این۔ سی سہا پور  
 دیواں کو دیکھتے ہیں قربان جبکہ تیرے | لذت بہت ہے آتی راحت ہر دل کو ہوتی  
 تاریخ اسکی یہ ہے گلشن میں کہہ رہی ہے | اسلم کلام موتی - شیریں زبان طوطی

قطعات تاریخ طبع دیوان از قلم گوہر رقم علامہ میر سید حبیب احمد صاحب اُنق  
 (کاظمی امر وی)

ثرہ باد لے ساکن ان قصر اردو مژدہ باد | طبع شد دیوان قربان پندیدہ صفات  
 سن بئی گویم بجز ایں وصف از اوصاف او | ادست یک شاگرد مولانا عزیز نیکذات  
 گر سہا پور دارد نرم و شیریں نیشکر | شعر قربان بس لطیف است مہ از قند و نہات  
 ذات او ممتاز در اہل سہا پور بہست | اگرچہ سوئے شہرت شعری ندارد و التغات  
 بیوہ

شیرہ تاریخ جبری چوں ہمی خواہی اُنق  
 پس بقدر رسد الف تکین قطعہ از شاخ نبات

۱۳۵۲ - ۳ = ۱۳۵۱

حضرت قربان چہ دیوانے مرتب ساختہ | شاد خدیوان خزیمہ جو شنیدم حال طبع  
 خواست چوں تاریخ ادا از سن اُنق کلمہ نوشت | اشکدایز طبع شد دیوان قربان سال طبع

۱۳۵۱ - ۳ = ۱۳۵۰

دیگر

حضرت شیخ سربان احمد  
ہندوہ ادانت لکھنؤ

کر دتصیف دیواں پہ زیبا  
گلشن شہر شرباں پہ زیبا

ولہ در سن مسیحی  
چو در قالب طبع آسدا نق (۴۱) غزلبائے قربان والاصفات  
نہا داد ہاتھ کہ تارنج ادا لکھو شکر آمیز شاخ نبات

(۵) چو باغ پختہ اشعار حضرت شرباں  
نخواستند چو سال طب غش ز اُنق  
بدید خد ز سرت نہال شاخ نبات  
اچہ خوش بگفت تمام و کمال شاخ نبات

(۶) بلخ و مال نکلیں بیان حضرت قربان  
جو دیکھا جو ہر تیغ زبان حضرت قربان  
نمایاں ہوئی اچھی طرح تصنیف ہواں سے  
سہا پور کے لوکاٹ بھی افر گئے سے

غریب نامور کے آپ اک شاگرد نامی ہیں  
کمال شاعری میں آپ کے حکوتامل ہو  
شہ ہے جب خروہ طبع دیوان گرامی کا  
نہایت تہام و شوق سے کیونکر نہ چھپواتے  
ہزاروں بار ہوا آراستہ حسن طباعت سے  
مثال شع ارباب ادب کی بزم میں روشن

نہ دو اس نظم کو اب طول فورائے اُنق لکھو  
سین طبع میزبان بیان حضرت قربان

۱۹۳۲ عیسوی  
آپ کا محبت یہ صبیحہ اُنق کاظمی نامزد ہوئی

قطعہ تاریخ از قلم گوہر رقم نواب محمد عادل خان صاحب عادلانہ زیر می مستصفا

رئیس سہانپور

ہم نے دیکھا خوب ہی عادل اسے سارا دیوان لائق تفریف ہے  
اس کی ہے تاریخ قرباں آج تو اگلے نگار گلشن تصنیف ہے

قطعات تاریخ عطیہ جناب مولوی سید ظہیر حسین صاحب ظہیر

ایم۔ اے۔ این۔ این۔ بی وکیل سہانپور

کر دسترباں جمع دیوانے عجیب کس نذیدہ مثل آں بے رب و شک  
سال طبعش گفت برجستہ - ظہیر | ایکہزار و صد و پچاھ و یک  
۱۳۵۱ھ

دیگر

بدیں اہتمامے - بدیں آب و تابے  
چودر بیج و تابے حریفان بدگو  
بہ بینید و پر دہ ایں کتابة  
چون رنگ کلام و چہ سربان  
چو از باقی غیب تاریخ طبعش  
شیدہ سراسر انتظار و بگفتا  
شدہ آسروش جمع دیوان قرباں  
پرخنداں چشادوں مجاہد قرباں  
عیان است جذبات پنہان قرباں  
پرسکید از قدر دانان قرباں  
بخشتم بہ تعین سرمان قرباں  
انگشتہ مطبوع دیوان قرباں

سراسر انتظار یعنی الف ۱۳۵۲-۱۳۵۱ھ

قطعہ تاریخ از قلم گوہر رقم جناب حکیم غلام مصطفیٰ صاحب حکیم سہانپوری

حضرت قرباں کے صدقے جائے قطعہ کس فصاحت سے ہے گفتار بلین  
فکر کی تاریخ لکھ دے حکیم | نظم کر دے ہیں انکار بلین  
۱۳۵۱ھ

قِطَعَاتِ از قَلَمِ گوهرِ رُقمِ جنابِ حکیمِ منشیِ احمد صبا کیفِ قدوسی رُکنِ گنگوہ  
سید یافتہِ طبیبہ کالجِ دہلی دہرہ دُون

قطعه

جہذا میں حضرت قرباں سخنور کامیاب | ہر غزل ہر شعر ہے آئینہ دارِ شاعری  
گلستانِ شاعری پھر کیوں ہو شایخِ نبات | ہر غزل سے ہے عیاں جوشِ بہارِ شاعری  
فکرِ قلمی تاریخ کی کیفِ خیزِ دل نے مے  
کہدیا حسنِ مقال اور لالہ زارِ شاعری

۱۳۵۱ھ

کیا ضیائے کلامِ قرباں ہے | خوب روشن کیا چسما باغِ سخن  
جہلہ جہلہ ہے سخنِ معنی | خوب پایا ہے یہ سرائِ سخن  
ہر غزل میں سرورِ دوستی ہے | کہئے دیوان کو آ یا باغِ سخن  
ہے بہاؤں پہ گلشنِ معنی | عرشِ ہر کیوں نہ ہو دماغِ سخن  
کہد و تاریخِ عیسوی اسے کیف  
اللہ اللہ نبی باغِ سخن

از نتیجہ فکرِ جنابِ منشی رام کشور ضامنای تلمیذِ جنابِ غریب

شیخِ سرباں ہیں شاعرِ کامل | کہئے دیواں کو ان کے درِ عدان  
شاعری میں کمال رکھتے ہیں | کیوں نہ پھر کہئے ان کو فخرِ وطن  
وہ لطافت ہے شعر گوئی میں | گاتا ہے غزلیں ان کی مرغِ چین  
فکرِ تاریخ بھی مجھے نامی | بولا ہاقتِ ریاچ باغِ سخن

نتیجہ فکرِ برادرِ منشی محمد احمد رضا احمد سہا پٹوئی یادگارِ غریب

کلامِ دل آرا جو مطبوع گشتہ | جہاں شد نثارِ کمالاتِ قرباں  
پریشاں مشو بہ کہ تاریخِ احمد | بخوشی محفلِ حیثیاتِ قرباں

۱۳۵۲ھ

کلام استاد بھائی کا چھپا کیا  
یہ کہہ دو مصرعہ تاریخ احمد  
دیگر کلمہ آریا زمیں پر باغ رضوان  
اعدیم انشیل ہے گلزار قرباں

نتیجہ فکر برادر کرم منشی میر نصرت علی صاحب ناصر انجمن پینٹن مل سہا پور  
سید ۱۹۸۹ بجری استغاثہ ۶۳۴ ضلعا ۱۲۴ = ۱۳۵۱ھ ۱۹۳۳ء  
مرغوب + خلافت ہے مرے بھائی کا دیوان  
ناصر نے جو کی فکر تو نکلا سن عجب کرمی

کیوں نہیں عالم محبوب نظارہ  
ناصر خوش گو سال اشاعت  
دیگر کلمہ ایک در باب دیوان قرباں  
اکہ خوش ادب دیوان قرباں

خدا مشکل مری آسان کر دے  
جسے چاہے تو دم میں دے گدائی  
بڑی ہے نزع کی تکلیف مولا  
تری رحمت میں مسحت ہے بہت کچھ  
بچا نازع میں شیطان سے یارب  
مستفاد دل کو اور سینہ کو میرے  
محبت میں تری زندہ وہی ہے  
نہیں میرا دیکھ سید اور کوئی  
ابھی فرض حج میسر آوا ہو  
نہوں محتاج دنیا میں کسی کا

مری راحت کا کچھ سامان کر دے  
جسے چاہے ابھی سلطان کر دے  
یہ مشکل میری تو آسان کر دے  
مری بخشش کا بھی سامان کر دے  
نزدہ صنایع مرا ایمان کر دے  
ابھی یہ تراست آسان کر دے  
جو اپنی جان کو قربان کر دے  
کرم نچھ پر تو لے رحمان کر دے  
مرا پورا تو یہ ارمان کر دے  
مری سب مشکلیں آسان کر دے

دعا قربان کی یارب یہی ہے  
مراعت قبول تو دیوان کر دے

## گذارش

کوئی صاحب اس دیوان کے چھاپنے کی کوشش نہ کریں ورنہ قانونی گرفت میں آجاؤ گئے۔ اور نقصان اٹھائیں گے جس قدر کہ بیاں درکار ہوں مجھ سے یا مصنف صاحب سے طلب فرمادیں۔

(الف) اکی روایت منشی غلام مصطفیٰ صاحب کاتب کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ہے جنہوں نے کامل چار ماہ میں ایک روایت کو ختم کیا۔ اور طرح طرح کی پریشان کن باتیں کیں۔ جس کی وجہ سے دیوان کی اشاعت میں بہت تاخیر ہوئی۔

شیخ صاحب کی علالت کی وجہ سے میں دیوان کو ایسی ترتیب دے سکا جیسا کہ میں چاہتا تھا۔ بلکہ میں نے مجبوراً تمام کلام کو اکٹھا کر کے تقطیع وارشائع کر دیا۔ میں یہ چاہتا تھا کہ شیخ صاحب کا کلام اس طرح سے شائع ہو کہ جس سے پڑھنے والا یہ اندازہ لگا سکے کہ کونسا کلام کس عمر کا ہے۔ کتنے عرصے میں کتنی ترقی کی۔ یا خیالات میں کیا کیا تبدیلیاں ہوئیں۔

دوسرے میں یہ چاہتا تھا۔ کہ کلام کا انتخاب شائع ہو لیکن شیخ صاحب کو اس کے خلاف پایا۔ ان کا خیال ہے کہ شاعر کا ہر رطب یا بس پہلک کے سلسلے پیش ہونا چاہئے اشعار کا انتخاب خود پہلک اپنے مذاق کے موافق کر سکتی ہے بعض اوقات پھیکے اشعار بھی جائز موافقہ پر اگر استعمال کئے جائیں تو لطیف پیدا کر دیتے ہیں۔

پہلک عمر خیم کی رباعیات کا جن کا ترجمہ شیخ صاحب نے اردو رباعیات میں کیا ہے انتظار کرے۔ جس میں شیخ صاحب نے انتہائی کمالات دکھائے ہیں شیخ صاحب کا نعتیہ دیوان بھی تیار ہے۔

اگر پہلک نے شاخ نبات کی کچھ حوصلہ افزائی کی۔ تو بہت جلد ہر رد شائع کرانے جائیگا بعض صاحبان کا خیال ہے۔ کہ شاخ نبات میں چکنا کاغذ کیوں نہیں لگایا۔ اس کے لئے اتنا کہدینا کافی ہے۔ کہ شیخ صاحب تو اس کے لئے بھی تیار نہیں تھے۔ میرے اسرار پر بشکل تمام کلام کی اشاعت کی اجازت دی۔

حامی  
(عاجی) حبیب احمد مختار عام



| نمبر شمار | صفحہ | نظر | لفظ غلط      | لفظ صحیح       |
|-----------|------|-----|--------------|----------------|
| ۱۰۶       | ۳۱   | ۱۵  | فرشتہ        | فرشتے          |
| ۱۰۷       | ۳۲   | ۹   | نغم          | منعم           |
| ۱۰۸       | ۳۸   | ۳   | کیوں رسوا    | کیا رسوا       |
| ۱۰۹       | ۴۲   | ۱۵  | جلا جانا     | رولا جانا      |
| ۱۱۰       | ۵۵   | ۸   | درہستی       | دارہستی        |
| ۱۱۱       | ۵۷   | ۱۶  | چمکتا        | چمکتا          |
| ۱۱۲       | ۵۹   | ۲۶  | نہ ہونگا     | نہ ہوگا        |
| ۱۱۳       | ۷۹   | ۲۳  | بتکہہ لئے    | بتکہہ کے لئے   |
| ۱۱۴       | ۹۰   | ۷   | یہ           | یہ             |
| ۱۱۵       | ۹۱   | ۴   | پر ہو گئے وہ | پھر ہو گئے ہوں |
| ۱۱۶       | ۹۲   | ۱۹  | نقش با       | نقش پا         |
| ۱۱۷       | ۱۰۲  | ۲   | شیش          | تیش            |
| ۱۱۸       | ۱۰۴  | ۸   | لقاہت        | نقاہت          |
| ۱۱۹       | ۱۰۹  | ۱۵  | عجب          | عجب            |
| ۱۲۰       | ۱۱۰  | ۳   | ہیں          | کس             |
| ۱۲۱       | ۱۱۱  | ۲۵  | اخلاص        | اخلاص          |
| ۱۲۲       | ۱۱۱  | ۱۱  | بلائے        | بلائے          |
| ۱۲۳       | ۱۱۵  | ۵   | بیدار ہیں    | بیدار ہیں      |
| ۱۲۴       | ۱۱۸  | ۱۰  |              |                |

| نمبر شمار | صفحہ | سطر | لفظ غلط      | لفظ صحیح    |
|-----------|------|-----|--------------|-------------|
| ۱۲۵       | ۱۲۶  | ۱۷  | ایاتھے       | آیاتھا      |
| ۱۲۶       | ۱۳۸  | ۲۱  | زار          | زار         |
| ۱۲۷       | ۱۳۹  | ۲۲  | پال          | بال         |
| ۱۲۸       | ۱۴۵  | ۸   | رج           | نخ          |
| ۱۲۹       | ۱۵۰  | ۶   | میں بزار     | سے بزار     |
| ۱۳۰       | ۱۶۲  | ۲۲  | لے گیا       | میں لے گیا  |
| ۱۳۱       | ۱۶۴  | ۵   | جو           | وہ          |
| ۱۳۲       | ۱۷۲  | ۱۷  | تسیم         | تقسیم       |
| ۱۳۳       | ۱۷۳  | ۱۸  | بہتا         | بہاتا       |
| ۱۳۴       | ۱۸۶  | ۱۶  | حسن کے       | مصر کے      |
| ۱۳۵       | ۱۹۰  | ۲۰  | یکتا         | بکتا        |
| ۱۳۶       | ۲۰۱  | ۵   | تجھے         | مجھے        |
| ۱۳۷       | ۲۰۴  | ۱   | دیتا         | لیتا        |
| ۱۳۸       | "    | "   | رہتے ہیں     | رہتے ہیں    |
| ۱۳۹       | "    | ۲۱  | شاید کہ شاید | شاید کہ شاق |
| ۱۴۰       | ۲۱۲  | ۲۲  | عذاب         | شراب        |
| ۱۴۱       | ۲۱۴  | ۳   | چپ           | چپ          |
| ۱۴۲       | ۲۲۴  | ۲۴  | حک           | ہک          |
| ۱۴۳       | ۲۲۷  | ۱۳  | محب          | مجبور       |

| نمبر شمار | صفحہ | سطر | نقط غلط       | لفظ صحیح   |
|-----------|------|-----|---------------|------------|
| ۱۴۴       | ۲۲۷  | ۱۵  | سی            | جیسی       |
| ۱۴۵       | ۲۳۵  | ۲۲  | کل            | گل         |
| ۱۴۶       | ۲۵۴  | ۱۵  | اعجاز سے      | اعجاز کی   |
| ۱۴۷       | ۲۵۵  | ۲۱  | قلب ہے        | قلب سے     |
| ۱۴۸       | ۲۶۴  | ۲۳  | مقل ہے        | مقل میں    |
| ۱۴۹       | ۲۶۴  | ۲۳  | کہتے ہیں      | کہتے ہیں   |
| ۱۵۰       | ۲۷۰  | ۲۲  | سین           | نہیں       |
| ۱۵۱       | ۲۷۴  | ۹   | تلون کو ہے ہم | تلون کو ہم |
| ۱۵۲       | ۲۹۳  | ۹   | شیخ پر        | شیخ پر     |
| ۱۵۳       | ۳۰۷  | ۱   | چیزیں         | خبریں      |
| ۱۵۴       | ۳۲۸  | ۱۷  | خار پر        | خار پر     |
| ۱۵۵       | ۳۳۰  | ۱۸  | دل جو         | دل جو      |
| ۱۵۶       | ۳۴۸  | ۳   | در            | در بدر     |
| ۱۵۷       | ۳۴۸  | ۳   | قبہ           | قبر        |
| ۱۵۸       | ۳۵۸  | ۱   | جہاڑ          | بھاڑ       |
| ۱۵۹       | ۳۶۴  | ۱   | کسی کی        | کسی کی کچھ |
| ۱۶۰       | ۳۷۱  | ۲۳  | شنا           | شنا        |
| ۱۶۱       | ۳۷۳  | ۱۶  | رحمت          | رحمت       |
| ۱۶۲       | ۳۷۶  | ۱۳  | نمرد          | مردود      |

| نمبر شمار | صفحہ | سطر | لفظ غلط      | لفظ صحیح         |
|-----------|------|-----|--------------|------------------|
| ۱۶۳       | ۳۸۱  | ۵   | میں          | تیں              |
| ۱۶۴       | ۳۸۳  | ۲   | غذاب         | عذاب             |
| ۱۶۵       | ۳۹۸  | ۷   | دیوانہ       | ستانہ            |
| ۱۶۶       | ۴۰۱  | ۲   | جو وہ        | وہ جو            |
| ۱۶۷       | ۴۰۸  | ۱۰  | کڑیاں        | لڑیاں            |
| ۱۶۸       | ۴۱۱  | ۸   | کرو          | کرو              |
| ۱۶۹       | ۴۱۱  | ۲۰  | ہرگز ہے یہ   | ہرگز ہے          |
| ۱۷۰       | ۴۱۹  | ۱۶  | اپنی         | میری             |
| ۱۷۱       | ۴۲۰  | ۲۳  | بھڑ          | پر               |
| ۱۷۲       | ۴۲۸  | ۹   | بھڑ          | پر               |
| ۱۷۳       | ۴۵۱  | ۲۲  | جدہ          | سجدہ             |
| ۱۷۴       | ۴۶۰  | ۰   | اُستاد نظام  | نواب فصاحب جنگ   |
| ۱۷۵       | ۴۷۷  | ۱۹  | صدقے         | صدقہ             |
| ۱۷۶       | ۴۷۷  | ۱۲  | زخم کا       | زخم دل کا        |
| ۱۷۷       | ۴۳۰  | ۰   | شیخ پر       | سیخ پر           |
| ۱۷۸       | ۱۰۸  | ۰   | جان جب تک    | جان میں جب تک    |
| ۱۷۹       | ۴۳۰  | ۱۰  | تاریخ الہام  | تاریخ الہام بیان |
| ۱۸۰       | ۴۴۴  | ۱۸  | شیخ پر       | سیخ پر           |
| ۱۸۱       | ۴۵۷  | ۲   | سیلماں کو بی | سیلماں کو یہ بی  |

میں پیدا ہو گئیں

نوٹ ۱۔ شیخ صاحب علالت کی وجہ سے کاپیاں دیکھ سکے اس وجہ سے متعویطی کتب میں



قطرہ

# وفات باغ بانو سلمہا دختر مصنف

باغ بانو نزدیکھی تو نے میرا  
 ضبط گریہ کو میں تو کر لوں گناہ پڑا  
 حکم مولا یہ میں تو راضی ہوں  
 کب تھی امید تیرے جوئے کی  
 کیا تماشا دکھا دیا تو نے پڑا  
 کہوں کیونکر میں تیری مادر سے  
 بعد شادی کے ایک مدت میں  
 گود خالی تو کر گئی اس کی پڑا  
 کونسی شاخ ہے ہمیں بتلا  
 ہاتھ پھیلا کے گود میں آجسا  
 اپنے ہاتھوں کو پیار کروالے  
 سوئے والی ذرا بتا تو ہمیں پڑا  
 بنا سا ماں ہماری بخشش کا  
 جو کھلونے کر تیرے رکھے ہیں  
 نوہینے کی عمر کل پائی پڑا  
 اُن کیڑوں کے وہ لگے جھٹکے  
 لے گئیں مجھ کو گود میں جو رہیں  
 کاٹا روئال ایک نظام نے  
 کس کو وارث تو کر گئی اس کا  
 باغ بانو نے باغ کی اس کے

دلی پیری میں وہ پڑا  
 غم کے اشکوں کو اپنے  
 رب جھکت لوں کا جو پڑی نصیر پر  
 تیرے مایوس تھے پیر اور  
 چن دن کو جہان میں آکر  
 دل پر رکھے وہ جبر کا پتھر  
 جس نے دیکھی تھی ایک ہی دخترا  
 سوئی وادائے قرب میں جا کر  
 اُٹ کے چڑیا تو بیٹھی ہے جس پر  
 تیرے مادر پر ہیں سب مضطر  
 پھر اسی طرح ہاتھ پھیلا کر  
 کب اٹھی گی تو خواب سے  
 باغ بانو جو جب بسا محشر  
 بن کے چھتے ہیں دل میں وہ نش  
 داغ غم کا تو دتی گئی دل  
 تو نے آخر کو جان دی تھک  
 چھین کر ہم سے اسے پر  
 جو پڑا رہتا تھا تیرے صبح  
 نہ پسر ہے نہ باپ کے دخترا  
 ختم کر دی بہار ہے مر

باغ بانو کی مرگ کی تاریخ  
 نامہ سے قمر بان عزیز دل دخترا



قیس

۸۹۱۵۴۳۲۶

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار  
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی  
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

۱۰/۸/۸۷  
۱۱/۸/۸۷  
۱۲/۸/۸۷  
۱۳/۸/۸۷  
۱۴/۸/۸۷



شاه نجات حیدر قریب

Handwritten text in Arabic script, likely a continuation of the letter or a separate note, written on a separate sheet of paper.

19/10/20

$$\frac{414}{0}$$

۱۳۰۰  
 ۱۳۰۱  
 ۱۳۰۲  
 ۱۳۰۳  
 ۱۳۰۴  
 ۱۳۰۵  
 ۱۳۰۶  
 ۱۳۰۷  
 ۱۳۰۸  
 ۱۳۰۹  
 ۱۳۱۰  
 ۱۳۱۱  
 ۱۳۱۲  
 ۱۳۱۳  
 ۱۳۱۴  
 ۱۳۱۵  
 ۱۳۱۶  
 ۱۳۱۷  
 ۱۳۱۸  
 ۱۳۱۹  
 ۱۳۲۰  
 ۱۳۲۱  
 ۱۳۲۲  
 ۱۳۲۳  
 ۱۳۲۴  
 ۱۳۲۵  
 ۱۳۲۶  
 ۱۳۲۷  
 ۱۳۲۸  
 ۱۳۲۹  
 ۱۳۳۰  
 ۱۳۳۱  
 ۱۳۳۲  
 ۱۳۳۳  
 ۱۳۳۴  
 ۱۳۳۵  
 ۱۳۳۶  
 ۱۳۳۷  
 ۱۳۳۸  
 ۱۳۳۹  
 ۱۳۴۰  
 ۱۳۴۱  
 ۱۳۴۲  
 ۱۳۴۳  
 ۱۳۴۴  
 ۱۳۴۵  
 ۱۳۴۶  
 ۱۳۴۷  
 ۱۳۴۸  
 ۱۳۴۹  
 ۱۳۵۰  
 ۱۳۵۱  
 ۱۳۵۲  
 ۱۳۵۳  
 ۱۳۵۴  
 ۱۳۵۵  
 ۱۳۵۶  
 ۱۳۵۷  
 ۱۳۵۸  
 ۱۳۵۹  
 ۱۳۶۰  
 ۱۳۶۱  
 ۱۳۶۲  
 ۱۳۶۳  
 ۱۳۶۴  
 ۱۳۶۵  
 ۱۳۶۶  
 ۱۳۶۷  
 ۱۳۶۸  
 ۱۳۶۹  
 ۱۳۷۰  
 ۱۳۷۱  
 ۱۳۷۲  
 ۱۳۷۳  
 ۱۳۷۴  
 ۱۳۷۵  
 ۱۳۷۶  
 ۱۳۷۷  
 ۱۳۷۸  
 ۱۳۷۹  
 ۱۳۸۰  
 ۱۳۸۱  
 ۱۳۸۲  
 ۱۳۸۳  
 ۱۳۸۴  
 ۱۳۸۵  
 ۱۳۸۶  
 ۱۳۸۷  
 ۱۳۸۸  
 ۱۳۸۹  
 ۱۳۹۰  
 ۱۳۹۱  
 ۱۳۹۲  
 ۱۳۹۳  
 ۱۳۹۴  
 ۱۳۹۵  
 ۱۳۹۶  
 ۱۳۹۷  
 ۱۳۹۸  
 ۱۳۹۹  
 ۱۴۰۰







والله اعلم

11/10/11

۵۴۹  
شماره

19.

۱۰۰  
 ۱۰۱  
 ۱۰۲  
 ۱۰۳  
 ۱۰۴  
 ۱۰۵  
 ۱۰۶  
 ۱۰۷  
 ۱۰۸  
 ۱۰۹  
 ۱۱۰  
 ۱۱۱  
 ۱۱۲  
 ۱۱۳  
 ۱۱۴  
 ۱۱۵  
 ۱۱۶  
 ۱۱۷  
 ۱۱۸  
 ۱۱۹  
 ۱۲۰  
 ۱۲۱  
 ۱۲۲  
 ۱۲۳  
 ۱۲۴  
 ۱۲۵  
 ۱۲۶  
 ۱۲۷  
 ۱۲۸  
 ۱۲۹  
 ۱۳۰  
 ۱۳۱  
 ۱۳۲  
 ۱۳۳  
 ۱۳۴  
 ۱۳۵  
 ۱۳۶  
 ۱۳۷  
 ۱۳۸  
 ۱۳۹  
 ۱۴۰  
 ۱۴۱  
 ۱۴۲  
 ۱۴۳  
 ۱۴۴  
 ۱۴۵  
 ۱۴۶  
 ۱۴۷  
 ۱۴۸  
 ۱۴۹  
 ۱۵۰  
 ۱۵۱  
 ۱۵۲  
 ۱۵۳  
 ۱۵۴  
 ۱۵۵  
 ۱۵۶  
 ۱۵۷  
 ۱۵۸  
 ۱۵۹  
 ۱۶۰  
 ۱۶۱  
 ۱۶۲  
 ۱۶۳  
 ۱۶۴  
 ۱۶۵  
 ۱۶۶  
 ۱۶۷  
 ۱۶۸  
 ۱۶۹  
 ۱۷۰  
 ۱۷۱  
 ۱۷۲  
 ۱۷۳  
 ۱۷۴  
 ۱۷۵  
 ۱۷۶  
 ۱۷۷  
 ۱۷۸  
 ۱۷۹  
 ۱۸۰  
 ۱۸۱  
 ۱۸۲  
 ۱۸۳  
 ۱۸۴  
 ۱۸۵  
 ۱۸۶  
 ۱۸۷  
 ۱۸۸  
 ۱۸۹  
 ۱۹۰  
 ۱۹۱  
 ۱۹۲  
 ۱۹۳  
 ۱۹۴  
 ۱۹۵  
 ۱۹۶  
 ۱۹۷  
 ۱۹۸  
 ۱۹۹  
 ۲۰۰  
 ۲۰۱  
 ۲۰۲  
 ۲۰۳  
 ۲۰۴  
 ۲۰۵  
 ۲۰۶  
 ۲۰۷  
 ۲۰۸  
 ۲۰۹  
 ۲۱۰  
 ۲۱۱  
 ۲۱۲  
 ۲۱۳  
 ۲۱۴  
 ۲۱۵  
 ۲۱۶  
 ۲۱۷  
 ۲۱۸  
 ۲۱۹  
 ۲۲۰  
 ۲۲۱  
 ۲۲۲  
 ۲۲۳  
 ۲۲۴  
 ۲۲۵  
 ۲۲۶  
 ۲۲۷  
 ۲۲۸  
 ۲۲۹  
 ۲۳۰  
 ۲۳۱  
 ۲۳۲  
 ۲۳۳  
 ۲۳۴  
 ۲۳۵  
 ۲۳۶  
 ۲۳۷  
 ۲۳۸  
 ۲۳۹  
 ۲۴۰  
 ۲۴۱  
 ۲۴۲  
 ۲۴۳  
 ۲۴۴  
 ۲۴۵  
 ۲۴۶  
 ۲۴۷  
 ۲۴۸  
 ۲۴۹  
 ۲۵۰  
 ۲۵۱  
 ۲۵۲  
 ۲۵۳  
 ۲۵۴  
 ۲۵۵  
 ۲۵۶  
 ۲۵۷  
 ۲۵۸  
 ۲۵۹  
 ۲۶۰  
 ۲۶۱  
 ۲۶۲  
 ۲۶۳  
 ۲۶۴  
 ۲۶۵  
 ۲۶۶  
 ۲۶۷  
 ۲۶۸  
 ۲۶۹  
 ۲۷۰  
 ۲۷۱  
 ۲۷۲  
 ۲۷۳  
 ۲۷۴  
 ۲۷۵  
 ۲۷۶  
 ۲۷۷  
 ۲۷۸  
 ۲۷۹  
 ۲۸۰  
 ۲۸۱  
 ۲۸۲  
 ۲۸۳  
 ۲۸۴  
 ۲۸۵  
 ۲۸۶  
 ۲۸۷  
 ۲۸۸  
 ۲۸۹  
 ۲۹۰  
 ۲۹۱  
 ۲۹۲  
 ۲۹۳  
 ۲۹۴  
 ۲۹۵  
 ۲۹۶  
 ۲۹۷  
 ۲۹۸  
 ۲۹۹  
 ۳۰۰  
 ۳۰۱  
 ۳۰۲  
 ۳۰۳  
 ۳۰۴  
 ۳۰۵  
 ۳۰۶  
 ۳۰۷  
 ۳۰۸  
 ۳۰۹  
 ۳۱۰  
 ۳۱۱  
 ۳۱۲  
 ۳۱۳  
 ۳۱۴  
 ۳۱۵  
 ۳۱۶  
 ۳۱۷  
 ۳۱۸  
 ۳۱۹  
 ۳۲۰  
 ۳۲۱  
 ۳۲۲  
 ۳۲۳  
 ۳۲۴  
 ۳۲۵  
 ۳۲۶  
 ۳۲۷  
 ۳۲۸  
 ۳۲۹  
 ۳۳۰  
 ۳۳۱  
 ۳۳۲  
 ۳۳۳  
 ۳۳۴  
 ۳۳۵  
 ۳۳۶  
 ۳۳۷  
 ۳۳۸  
 ۳۳۹  
 ۳۴۰  
 ۳۴۱  
 ۳۴۲  
 ۳۴۳  
 ۳۴۴  
 ۳۴۵  
 ۳۴۶  
 ۳۴۷  
 ۳۴۸  
 ۳۴۹  
 ۳۵۰  
 ۳۵۱  
 ۳۵۲  
 ۳۵۳  
 ۳۵۴  
 ۳۵۵  
 ۳۵۶  
 ۳۵۷  
 ۳۵۸  
 ۳۵۹  
 ۳۶۰  
 ۳۶۱  
 ۳۶۲  
 ۳۶۳  
 ۳۶۴  
 ۳۶۵  
 ۳۶۶  
 ۳۶۷  
 ۳۶۸  
 ۳۶۹  
 ۳۷۰  
 ۳۷۱  
 ۳۷۲  
 ۳۷۳  
 ۳۷۴  
 ۳۷۵  
 ۳۷۶  
 ۳۷۷  
 ۳۷۸  
 ۳۷۹  
 ۳۸۰  
 ۳۸۱  
 ۳۸۲  
 ۳۸۳  
 ۳۸۴  
 ۳۸۵  
 ۳۸۶  
 ۳۸۷  
 ۳۸۸  
 ۳۸۹  
 ۳۹۰  
 ۳۹۱  
 ۳۹۲  
 ۳۹۳  
 ۳۹۴  
 ۳۹۵  
 ۳۹۶  
 ۳۹۷  
 ۳۹۸  
 ۳۹۹  
 ۴۰۰  
 ۴۰۱  
 ۴۰۲  
 ۴۰۳  
 ۴۰۴  
 ۴۰۵  
 ۴۰۶  
 ۴۰۷  
 ۴۰۸  
 ۴۰۹  
 ۴۱۰  
 ۴۱۱  
 ۴۱۲  
 ۴۱۳  
 ۴۱۴  
 ۴۱۵  
 ۴۱۶  
 ۴۱۷  
 ۴۱۸  
 ۴۱۹  
 ۴۲۰  
 ۴۲۱  
 ۴۲۲  
 ۴۲۳  
 ۴۲۴  
 ۴۲۵  
 ۴۲۶  
 ۴۲۷  
 ۴۲۸  
 ۴۲۹  
 ۴۳۰  
 ۴۳۱  
 ۴۳۲  
 ۴۳۳  
 ۴۳۴  
 ۴۳۵  
 ۴۳۶  
 ۴۳۷  
 ۴۳۸  
 ۴۳۹  
 ۴۴۰  
 ۴۴۱  
 ۴۴۲  
 ۴۴۳  
 ۴۴۴  
 ۴۴۵  
 ۴۴۶  
 ۴۴۷  
 ۴۴۸  
 ۴۴۹  
 ۴۵۰  
 ۴۵۱  
 ۴۵۲  
 ۴۵۳  
 ۴۵۴  
 ۴۵۵  
 ۴۵۶  
 ۴۵۷  
 ۴۵۸  
 ۴۵۹  
 ۴۶۰  
 ۴۶۱  
 ۴۶۲  
 ۴۶۳  
 ۴۶۴  
 ۴۶۵  
 ۴۶۶  
 ۴۶۷  
 ۴۶۸  
 ۴۶۹  
 ۴۷۰  
 ۴۷۱



